فتاویٰ مفتی محمود

جلد دوم

فقیہ ملت مفکر اسلام مولانا مفتی محمود قدس سرہ ورّد الله مرقده
شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم ملتان۔

نام کتاب	:	فتاویٰ مفتی محمود (جلد دوم)
اشاعت اول	:	مئی ۲۰۰۲ء
اشاعت دوم	:	جنوری ۲۰۰۳ء
اشاعت سوم	:	اگست ۲۰۰۳ء
اشاعت چہارم	:	مئی ۲۰۰۴ء
ناشر	:	محمد ریاض درانی
سرورق	:	جمیل حسین
کمپوزنگ	:	جمعیۃ کمپوزنگ سنٹر وحدت روڈ' لاہور
مطبع	:	اشتیاق اے مشتاق پریس' لاہور
قیمت	:	-/۲۰۰ روپے

ISBN No

969-8793-20-8

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلىٰ آله وصحبه اجمعين اما بعد

فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمن الرحيم

وقال الله تعالىٰ يرفع الله الذين آمنوا منكم والذين اوتوا العلم درجات

مفکر اسلام فقیہ ملت' محدث کبیر' مفسر قرآن' مسند حدیث وفقہ کے شہ نشین مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ قافلہ شاہ ولی اللہ کے سرخیل اور مسلک حقہ دیوبند کی عزت و وقار اور علماء حق کے وہ ترجمان تھے جن کی زندگی میں بھی جماعت دیوبندان پر فخر کرتی رہی اور آپ کی وفات کے بعد بھی امت مسلمہ آپ کے کارناموں کو خراج تحسین پیش کرتی نظر آتی ہے- حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی' امام ابوحنیفہ وقت فقیہ الامت مولانا رشید احمد گنگوہی' شیخ الہند مولانا محمود حسن' شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی' حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی' حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری کی طرح مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی بھی بعد والوں کے لیے مشعل راہ ہے- آپ کے استاد محترم حضرت مولانا محمد میاں رحمۃ اللہ علیہ کی حسن تربیت اور مدرسہ شاہی مراد آباد کے فیض کو آپ نے جس انداز سے پھیلایا اس پر آپ کے اساتذہ کرام کو آپ پر فخر رہا- حکیم الامت حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ کا آپ کو فرزندان دارالعلوم میں شامل کرنا آپ کی دینی خدمات کا بین ثبوت اور ایک عظیم بزرگ کا اپنے ہم عصر کے لیے سب سے بہترین خراج تحسین وعقیدت ہے- آپ نے ایک طرف مسند تدریس کو چار چاند لگائے تو دوسری طرف فقہ کے میدان میں وہ گراں قدر فتاوی جاری کیے جس پر مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوری مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہم اللہ جیسے علم وحلم کے جبال نے اعتماد کی مہر ثبت کرتے ہوئے آپ کے فہم وتدبر اور تحقیق وتدقیق کو خراج تحسین پیش کیا- سیاست کے خار دار اور بد دیانت میدان میں آپ کا ورود اسلام کی عظمت وسربلندی کا باعث بنا اور پاکستان کی لادین قیادت ملک کو اسلامی سمت کی طرف لے جانے پر مجبور ہوئی- حکمران وقت ہی نہیں امت مسلمہ کے بڑے بڑے حکمرانوں کے دربار میں مفتی محمود کا اعلائے کلمۃ الحق علماء دیوبند کی جرات گوئی کا نشان قرار پایا- الغرض مفتی محمودؒ عظمت اسلام کی علامت اور علماء دیوبند کی ان برگزیدہ ہستیوں میں سے تھے جن پر قیامت تک اہل حق ناز کرتے رہیں گے اور

مفتی محمودؒ کے علمی جواہر پارہ کی خوشہ چینی پر فخر کرتے رہیں گے- آپ کے ہزاروں شاگرد اگر ایک طرف صدق جاریہ ہیں تو دوسری طرف آپ کے علمی نوادرات ونکات علماء کے لیے وہ علمی میراث ہیں جن سے ہر عالم اپ اپنے حصے کے مطابق استفادہ کرتا رہے گا- آپ کے فرزند اور خلف الرشید اور ہمارے دور کے علماء کرام ک رہنما مجاہد ملت مولانا فضل الرحمٰن کی ہدایت پر عزیز گرامی حافظ ریاض درانی نے علماء کرام کی نگرانی میں مرتب کردہ مفتی محمود صاحب کے فتاوٰی کی دوسری جلد شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے- اس سے قبل وہ پہلی جلد بہ خوبصورت انداز میں شائع کر چکے ہیں- جس کو علماء کرام نے پسند کرتے ہوئے فتاوٰی میں ایک اہم اضافہ قرا دیا ہے- اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید اور مفتی محمود صاحب کی علمی قابلیت سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان شاء اللہ یہ جلد بھ مقبولیت حاصل کرتے ہوئے علماء کرام کے اعتماد پر پوری اترے گی- ذات باری تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو شرف قبولیت فرمائے اور امت کے لیے نافع بنائے- وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ وصحبہ اجمعین

ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزئی
شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

عرض ناشر

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی محبت وعقیدت کی برکت سے مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوٰی کی ترتیب واشاعت کی سعادت حاصل ہوئی اور گزشتہ سال جولائی ۲۰۰۱ء میں حضرت مولانا نعیم الدین استاذ حدیث جامعہ مدنیہ لاہور کی نگرانی میں مولانا عبدالرحمٰن خطیب عالی مسجد لاہور اور مولانا نعیم اللہ جامعہ اشرفیہ مولانا محمد عرفان صاحب استاذ جامعہ مدنیہ لاہور کی محنتوں اور کوششوں سے فتاوٰی مفتی محمود کی پہلی جلد شائع کرنے کی سعادت ہوئی- ہماری کم علمی اور بے بضاعتی کی وجہ سے اندیشہ اور خوف تھا کہ بہت ساری کوتاہیوں کی بنا پر علماء کرام کی طرف سے سرزنش ہوگی لیکن رب کائنات کے فضل وکرم اور حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت اور بزرگوں کی شفقت ومحبت ہے کہ اس کتاب کی بہت زیادہ پذیرائی ہوئی اور علماء کرام نے ہماری غلطیوں کو درگزر کرتے ہوئے حضرت مفتی محمودؒ صاحب کے مدلل فتاوٰی سے بہت زیادہ استفادہ کرتے ہوئے اس کو ایک علمی نادر خزانہ قرار دیتے ہوئے مطالبوں کی بھرمار فرمادی کہ بقیہ جلدیں فوری طور پر منظر عام پر لائی جائیں- اس بنا پر مندرجہ بالا اکابرین سے درخواست کی گئی کہ وہ کام کی رفتار کو تیز فرمائیں- اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اپنی تدریسی، تعلیمی اور دیگر مصروفیات کے باوجود دوسری جلد مکمل کر کے دے دی جس کو کمپوزنگ کے مراحل سے گزار کر فوری طور پر اشاعت کے لیے تیار کیا گیا- اس مرحلہ پر میں برادر عزیز مولانا محمد عرفان، استاد جامعہ مدنیہ کی کاوشوں کا ذکر بطور خاص کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے فتاوٰی کی دوسری جلد کی تیاری کے سلسلہ میں کی ہیں- پروف ریڈنگ اور عنوانات کی ترتیب سے لے کر حوالہ جات کے اصل ماخذ سے رجوع تک اور حوالہ جات کی درستگی کا وقت طلب کام بھی مولانا محمد عرفان صاحب کی وجہ سے ہی مکمل ہو سکا- میں ان کی اس محنت پر دعا گو ہوں کہ اللہ پاک ان کو اجر عظیم عطا فرمائے-

پہلی جلد میں ہر سوال پر عنوان نہیں تھے- احباب کے مشورہ کے مطابق اس جلد میں عنوانات قائم کر دیئے گئے ہیں تاکہ مسئلہ کی تلاش میں آسانی ہو- پہلی جلد کے دوسرے ایڈیشن میں بھی عنوانات شامل کر دیئے گئے ہیں تیسری اور چوتھی جلد کا کام بھی تکمیل کے آخری مراحل میں ہے- امید ہے کہ جلد ہی قارئین کی خدمت میں

پیش کردی جائیں گی۔

اس جلد میں حضرت مفتی نظام الدین شامزئی شیخ الحدیث جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی' حضرت مولانا فضل الرحمٰن نے اپنے تاثرات ارسال فرما کر حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ سے اپنے تعلق کا اظہار فرمایا ہے۔ اس موقع پر برادر مکرم مفتی محمد جمیل خان کا بھی ممنون ہوں انہوں نے مجھ ناکارہ کی جس انداز سے حوصلہ افزائی کی اس سے جو حوصلہ اور قوت ملی میں تہہ دل سے ان کا شکر گزار ہوں۔ مجھے امید ہے کہ پہلی جلد کی طرح دوسری جلد کو بھی علماء کرام پسند فرمائیں گے اور میری کوتاہیوں سے درگزر فرماتے ہوئے اس سے استفادہ فرمائیں گے۔ ہماری درخواست ہے کہ اس میں کوئی کمی محسوس فرمائیں تو اس سے مطلع فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشنوں میں اس کی کو دور کیا جاسکے۔

محمد ریاض درانی

مسجد پائلٹ ہائی سکول وحدت روڈ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین' والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء و المرسلین و علیٰ الہ وصحبہ اجمعین

فتاویٰ مفتی محمود کی اشاعت کی خواہش اور آرزو اگرچہ بہت دیر سے پوری ہوئی' اپنی سیاسی مصروفیت اور ملکی حالات کی وجہ سے بظاہر اس کی تکمیل کی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ مگر اللہ کا خاص کرم ہے کہ اس نے ایسا بندوبست فرمادیا کہ یہ علمی ذخیرہ استفادہ عام کے لیے طبع ہوسکا۔

پہلی جلد کی اشاعت کے بعد اس کی مقبولیت اور علماء کرام کی طرف سے داد تحسین اور مزید جلدوں کی اصرار اور طلب نے اپنی کوتاہی کا زیادہ شدت سے احساس دلایا کہ اس علمی ذخیرہ اور نادر خزانوں کو مخفی رکھ کر جہاں حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حق کی ادائیگی میں بہت زیادہ کوتاہی ہوئی وہیں علماء امت اور اہل علم کو بھی اس علمی ذخیرہ سے محروم رکھنے کا بھی عظیم جرم سرزد ہوا۔ کتنے اہل علم اور اکابر علماء کرام اس علمی ذخیرہ کے استفادہ کی حسرت لیے اس دنیا سے رخصت ہوگئے اور ان کے ان حسرت زدہ دل کو اس کوتاہی سے کتنی زیادہ کوفت ہوئی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور حضرت مفتی محمود صاحب کے متعلقین کی اس کوتاہی کو درگزر فرمائے۔

بہر حال پہلی جلد کی اشاعت کے بعد علماء کرام کے طبقہ کی طرف سے جس پسندیدگی کا اظہار کیا گیا اور حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے مدلل اور مستند فتاویٰ کی جس طرح داد تحسین کی گئی اس نے مزید جلدوں کی فوری اشاعت کے تقاضوں کی شدت میں اضافہ کیا اور ہر طرف سے یہ صدائیں کانوں میں پڑنے لگیں کہ دوسری جلد کب آئے گی۔ لیکن جیسا کہ آپ کو اور ہمیں اندازہ ہے کہ دینی مدارس میں نقل فتاویٰ کا زیادہ اہتمام نہیں کیا جاتا اور اگر کیا بھی جاتا ہے تو احتیاط کے تقاضوں کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا۔ بیشتر جید علماء کرام کے بہت ہی اہم فتاویٰ نقل فتاویٰ کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے ضائع ہوگئے۔ اسی بنا پر مفتی محمود کے فتاویٰ کی نقل حاصل کرنا اور پھر ان فتاویٰ میں یہ دیکھنا کہ نقل میں کوئی عبارت رہ تو نہیں گئی اور پھر حوالہ جات وغیرہ کا موازنہ کرنا یہ سب اتنے امور ہیں جو کہ ایک محنتی اور محقق عالم دین اور صاحب فتاویٰ سے محبت وعقیدت رکھنے والے سے ہی ممکن تھا۔ ابتدا میں بہت سارے لوگوں نے اس کام کا بیڑہ اٹھایا لیکن مشکلات سے سینہ سپر ہونے کی بجائے وہ سرنگوں ہوتے رہے۔ تاآنکہ ہمارے مولانا نعیم الدین استاد حدیث جامعہ مدنیہ' مولانا عبدالرحمٰن خطیب عالی مسجد لاہور مولانا محمد

عرفان استاذ: جامعہ مدنیہ لاہور نے کام کا بیڑہ اٹھایا اور الحمدللہ ان کی کاوشیں بار آور ثابت ہوئیں- پہلی جلد کے بعد اب دوسری جلد الحمدللہ طباعت کے لیے جارہی ہے- جس انداز سے یہ حضرات کام میں دلچسپی لے کر اس کو دل جمعی کے ساتھ کررہے ہیں امید ہے کہ اگلے دوسالوں میں یہ مجموعہ جو کہ آٹھ جلدوں پر محیط ہوگا اشاعت کے مراحل طے کرے گا- (انشاء اللہ) دوسری جلد میں زیادہ مسائل ''صلوٰۃ'' سے متعلق ہیں- اس کے آغاز کے لیے امامت کے مسائل کا انتخاب کیا گیا- اس کے بعد نماز کے دیگر ابواب کو پیش نظر رکھا گیا ہے- ترتیب میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ رحمتہ اللہ کے طرز اسلوب کو اپنایا گیا ہے-

میں اس جلد کی اشاعت پر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر بجالاتے ہوئے اپنے مندرجہ بالا مخلص علماء کرام اور خاص طور پر برادر عزیز حافظ ریاض درانی کا بہت زیادہ ممنون ومشکور ہوں- اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اپنی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ حضرت مفتی محمود رحمتہ اللہ علیہ کے اس مجموعہ کو ان کے لیے صدقہ جاریہ اور علماء امت اور اہل علم اور امت کے لیے بہت زیادہ نافع بنائے- علماء کرام اور اہل علم سے درخواست ہے کہ اس مجموعہ میں اگر کوئی کمی محسوس فرمائیں یا کسی مسئلہ میں اشتباہ ہو تو فوری طور پر مطلع فرمائیں تا کہ اگلی اشاعتوں میں اس کی تصحیح کی جاسکے-

واخر دعوانا ان لحمد لله رب العالمين

(مولانا) فضل الرحمٰن

امیر جمعیۃ علماء اسلام پاکستان

باب الامامت

کیا تاش کھیلنے۔ فحش گانے سننے اور قرآن غلط پڑھنے والا امامت کے لائق ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد فسق کے امور یعنی ریڈیو میں فحش قسم کے اور غیر فحش گانے سنتا ہو تاش کھیلتا ہو۔ بالوں کو بنا سنوار کر بازار میں ننگے سر چلتا ہو۔ اور قرآن بھی غلط پڑھتا ہو۔ دیگر پانچ وقت جماعت میں بھی شامل نہ ہوتا ہو کبھی دو میں حاضر ہوا اور کبھی کسی ایک ہی میں آیا۔ یعنی سال میں ایک مہینہ بھی پورے پانچ وقت حاضر نہیں ہوتا۔ لوگ انتظار کر کے اکیلے پڑھکر چلے جاتے ہیں۔ کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ عشاء کی نماز میں نہیں آیا تو لوگ بہت انتظار کے بعد گھر بلانے کے لیے گئے۔ تو بہت آوازیں دینے کے بعد آنکھیں ملتے باہر نکلے۔ پوچھا کیا کام ہے تو کہا کہ لوگ مسجد میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ تو گھر سے کرتہ اٹھا کر آئے اور نماز پڑھائی۔ تو ایسے شخص کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہ۔ دیگر موافق ومخالف بار بار سمجھا چکے ہیں وعدہ بھی کر لیتا ہے کہ پانچ وقت نماز میں جماعت سے ادا کروں گا۔ لیکن پھر نہیں پڑھتا اور دوبارہ وہی کام کرتا ہے تقریباً دس گیارہ سال سے یہ ہو رہا ہے۔ لیکن اس کی عادت میں ذرہ بھر بھی فرق نہیں آیا ہے۔

﴿ج﴾

گانا سننا نیز تاش کھیلنا شرعاً حرام وناجائز وفسق ہیں۔ اگر واقعی یہ امام ان افعال مذکورہ کا مرتکب ہے تو وہ شرعاً فاسق ہے۔ قابل امامت نہیں اور جبکہ وہ قرآن بھی غلط پڑھتا ہے۔ اور مزاج وچال بھی فساق ومتکبرین کا رکھتا ہے۔ کہ بال بنا سنوار کر بازار میں ننگے سر چلتا ہے۔ اور نیز جبکہ وہ پانچوں نمازوں میں بھی حاضر نہیں ہوتا۔ گویا وہ خود تارک جماعت ہے۔ اور عشاء کی نماز میں خصوصاً حاضر نہیں ہوسکتا۔ اور ان افعال کے ترک کرنے پر اس امام کو موافق ومخالف بار بار سمجھا چکے ہیں اور اتنے لمبے عرصہ میں ان افعال سے وہ باز نہیں آیا۔ تو یہ ہرگز امام بننے کی اہلیت نہیں رکھتا لہٰذا اہل مسجد ومحلہ پر شرعاً لازم وواجب ہے کہ اس امام کو امامت سے ہٹادیں۔ ورنہ وہ شرعاً مجرم وگنہگار ہوں گے اور اس کی جگہ کسی جید عالم صالح صحیح قرآن پڑھنے والے امام کو مقرر کرلیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

کیا کبیرہ گناہوں میں مبتلا شخص کے پیچھے نماز جائز ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں (۱) ایک مولوی صاحب امامت کراتے ہیں اور ان میں اکثر قبیح عادات جو شرعاً ممنوع ہیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً وعدہ خلافی' اور جھوٹی قسم کھانا اور مصلے پر خرافات بکنا اور رشوت لے کر نکاح پر نکاح کرانا اور جھوٹی شہادت دینا۔ علاوہ ازیں صحت تلفظ سے نہیں پڑھ سکتے بلکہ بعض مرتبہ غلط تلفظ اس قدر زیادہ ہو جاتا ہے کہ معنی صحیح طور پر نہیں ہو سکتا اس شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز۔

(۲) ایک دوسرا شخص جو کہ معانی وصحت تلفظ پر عبور رکھتا ہے۔ اس شخص کی نماز ایسے شخص کے پیچھے درست ہے یا نہیں اور نیز عام لوگوں کی نماز کا کیا حال ہے اور جو لوگ ایسے شخص کے حامی ہیں ان کے لیے کیا عتاب ہے۔

(۳) ایسے چک میں جمعہ پڑھنا جس میں حوائج پورے نہیں ہو سکتے اور اس چک میں لوگ جمعہ کے عادی ہیں کیا جمعہ ہوتا ہے یا نہیں نیز دوسرے چکوں سے لوگ جمعہ کے لیے آکر پڑھتے ہیں اور اگر مولوی صاحب کہتے ہیں ان کو کہ جمعہ ناجائز ہے تو مولوی صاحب کو لوگ مجبور کرتے ہیں کہ بعض لوگ جمعہ میں شریک ہو کر وعظ سن کر نماز کے پابند ہو جاتے ہیں۔

﴿ج﴾

(۱) ان عادات والا شخص فسق ہو جاتا ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ تمام فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے اس لیے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور اگر تلفظ میں کبھی فحش غلطی کرتا ہے تو اس وقت نماز فاسد بھی ہو جائے گی۔

(۲) ایسے شخص کے پیچھے عالم قاری یا غیر قاری یا عوام سب کی نماز مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ تلفظ میں خطا فحش ہونے سے اگر فساد آوے گا۔ تو سب کی نماز فاسد ہو گی۔ اس لیے ایسے شخص کی حمایت نہ کرنا چاہیے بلکہ کسی عالم قاری کو امام بنانا ضروری ہے۔

(۳) حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جمعہ فی القریٰ جائز نہیں ہے۔ جمعہ ترک کرنا لازم ہے۔ نہ مولوی صاحب کے لیے جائز کہ وہ پڑھائے اور نہ لوگوں کو اسے مجبور کرنا صحیح ہے۔ وعظ کے لیے جمعہ کے علاوہ بھی اجتماع ہو سکتا ہے۔ اگر لوگ اتنے شوقین ہیں تو کسی بھی دن وعظ کے لیے جمع ہو کر وعظ سن لیا کریں۔ بہر حال جمعہ جائز نہ ہوگا۔ لاجمعة ولاتشريق الافی مصر جامع (الحديث)

امامت سے معذوری کی بناپر سبکدوش ہونے کے بعد کیا سابقہ امام کسی چیز کا مطالبہ کر سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) زید مسجد کی امامت سے بیماری بڑھنے وغیرہ کی وجہ سے معذور تھا۔ امامت کے قابل نہ تھا۔ خود اجازت دی۔ امام مقرر کر لو اب امام مقرر کر لیا گیا اور اب اس کی زمین ذاتی کافی ہے۔ بال

بچہ دار نہیں صرف میاں بیوی ہیں۔ اس صورت میں مسجد کا حصہ یا وہ زمین جو کہ مسجد کے لیے سرکاری طور پر امام مسجد کے نام مقرر ہوتی ہے۔ کھا سکتا ہے۔ جب کہ دوسرا امام باوجودیکہ امامت جمعہ جماعت کراتا ہے بال بچہ دار ہے اور جو مقرر کردہ اشیاء تھیں۔ تمام نہیں ادا کرتے تنگ بہت ہے مقروض ہے۔ اس صورت میں یہ زمین کس امام مسجد کا حق ہے از روئے شریعت اول امام پر حلال ہے یا ناجائز ہے کون کھا سکتا ہے۔ (۲) زید تارک جماعت ہے اور نماز عشاء ہمیشہ بے جماعت پڑھتا رہا۔ امام میں شرعی نقص کوئی نہیں۔ پھر بھی تارک ہے۔ ایسے آدمی کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے جب امام مقرر کردہ موجود نہ ہو۔ امام کے ساتھ اختلاف یا دشمنی رکھتا ہو۔ یہ مقرر کردہ امام کا خلیفہ ہو سکتا ہے۔ یا پھر اجازت امام کے بعد نیں امامت کرا سکتا ہے۔ (۳) زید نے قبل ازیں ڈھول راگ رنگ میں زندگی بسر کی اب آخر عمر میں امامت کے قابل ہو سکتا ہے۔ قرآن ترجمہ کے ساتھ نہیں پڑھتا نہ ترجمہ جانتا ہے۔ سنی سنائی باتیں پکا کر تقریر کرے۔ یا جمعہ پڑھائے جبکہ اس کو علم نہ ہو کہ میں قرآن کے موافق مسئلہ کر رہا ہوں یا مخالف' کیا یہ جائز ہے۔ (۴) زید امام مقرر ہو چکا سب کی رضامندی سے اب اگر کوئی شخص مقرر کردہ امام سے آکر اختلاف کرے اور اتہام رکھے تو کیا ایسے شخص کی امامت درست ہے (۵) امام مسجد مقرر کیا۔ تمام لوگ خدمت مال نہیں کرتے جو مقرر کی تھی۔ کچھ کرتے ہیں کیا تنگ دستی کی وجہ سے ان کو امام کہے تم کیوں نہیں دیتے۔ مقرر کردہ حق خدمت ادا کرو اس صورت میں اس سوال سے نماز میں کچھ خلل آتا ہے۔ اگر عشر یا زکوٰۃ فطرانہ فقیری کی وجہ سے لے تو کوئی حرج تو نہیں۔ یہ مال دینا درست ہے۔ (۶) امام مسجد امامت کے ساتھ کوئی کسب کر سکتا ہے۔ ایک مقتدی ضد کرتا ہے۔ تاخیر کر کے نماز پڑھواتا ہے۔ امام اس پر راضی نہیں۔ کیا مقتدی کی نماز درست ہے۔ اگر امام خود اذان پڑھے۔ خود ہی تکبیر کہہ دے۔ خود ہی جماعت کرائے کیا کوئی شرعی نقص یا خرابی ہے۔ یا کراہت ہے امام کے لیے۔ (۷) زید اذان پڑھ کر کہیں جاتا نہیں۔ مسجد میں صف میں آکر ملتا ہے۔ محض اس خیال پر کہ اس طرح مسئلہ ہے کہ اذان کوئی پڑھے۔ تکبیر کوئی پڑھے۔

﴿ج﴾

(۱) مسجد کا فنڈ یا مسجد کی زمین مسجد کے لیے ہوتے ہیں۔ اگر سابقہ بوڑھا امام فی الحال امامت نہیں کرتا' بلکہ امام دوسرا مقرر ہے تو وہ اپنا سابقہ امامت کرنے کی بناء پر مسجد کے فنڈ یا اس مسجد کے امام کے لیے سرکاری زمین سے لینے کا حقدار نہیں اس کے لیے جائز نہیں۔ خصوصاً اس صورت میں جب کہ اس کا اپنا مال بھی اسے کفایت کرتا ہے اور دوسرا مقرر کردہ امام جب کہ فی الحال وہ امامت کرتا ہے اور نیز وہ لاچار اور مجبور ہے۔ مسجد کے فنڈ اور اس زمین کی آمدنی سے کچھ لے یہ دوسرا امام لینے کا حقدار ہے۔ اس سے لے سکتا ہے۔ (۲) تارک جماعت فاسق ہے۔ فاسق کی امامت مکروہ ہے۔ وہ امام مقرر نہیں کیا جا سکتا۔ جب کہ امام مقرر میں کوئی شرعی نقص نہیں اور کوئی شخص ذاتی دشمنی واغراض کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھتا ہو تو وہ گنہگار ہے۔ مقرر امام کے علاوہ جب کہ خود وہ امام مقرر امامت کرتا ہو۔ اس کی اجازت کے بغیر اس کی مسجد میں کسی دوسرے کے لیے جائز نہیں۔ (۳) زید میں اگر امامت کرنے کی اہلیت ہے۔ شرائط امامت اس میں

پائے جاتے ہیں اور اس نے سابقہ زندگی غلط طریقے پر ناجائز کاموں میں صرف کی ہو اور اب وہ دل سے تائب ہو گیا ہو۔ تو اس کی امامت درست ہے اور اگر واقعی اس میں اہلیت نہیں اور امامت کے موقوف علیہ مسائل سے وہ واقفیت نہ رکھتا ہو تو اس کی امامت شرعاً جائز نہیں نیز قرآن و حدیث پڑھا ہوا نہ ہو اور اسے غلط و صحیح کہنے کی تمیز نہ ہو کہ آیا میں کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق بولتا ہوں۔ یا مخالف یا بغیر تحقیق کے سنی سنائی باتیں کرتا ہو اور کوئی وعظ کرتا ہو۔ ایسے شخص کے لیے وعظ و تقریر کرنا شرعاً جائز نہیں۔ (۴) اپنے اغراض کے لیے بلا وجہ کسی کو متہم کرنا شرعاً فسق ہے۔ ایسا شخص شرعاً امامت نہیں کر سکتا۔ مستقل امام نہیں رکھا جا سکتا (۵) امام اس صورت میں اپنے مقرر کردہ حق کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ نیز اگر وہ صاحب نصاب نہیں فقیر ہے۔ مصرف ہے زکوٰۃ عشر فطرانہ وغیرہ کا تو لے سکتا ہے۔ جبکہ خدمت کے عوض کے طور پر نہ ہو اس کے امامت کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں آتی۔ (۶) امام بلاشبہ امامت کے ساتھ دوکانداری کر سکتا ہے۔ جب کہ معاملہ دوکانداری میں منہیات و مکروہات سے بچتا ہو اور نیز دکان میں مشغول ہونے کی وجہ سے جماعت بے وقت نہ کراتا ہو۔ کسب حلال ثواب ہے۔ کمانا چاہیے (۷) کسی مقتدی کو امام کا اپنے تابع بنانا جائز نہیں۔ مقتدی غلطی پر ہے۔ اسے امام کو اپنے تابع بنانا جائز نہیں۔ زید کا یہ خیال کہ اذان اور دے اور امامت دوسرا کرے۔ یہ خیال محض باطل ہے۔ بلکہ مسئلہ یہ ہے۔ جو اذان دیتا ہے اقامت اسی کا حق ہے۔ مؤذن کے اذن کے بغیر اور کوئی ثواب کی خاطر اقامت کہنا چاہتا ہو کہ اقامت کا ثواب میں حاصل کروں۔ شرعاً اسے یہ حق حاصل نہیں۔ بلکہ اقامت مؤذن کا حق ہے اور مؤذن کسی کو اپنی خوشی سے اقامت کی اجازت دیتا ہو۔ شرعاً اجازت دے سکتا ہے۔ لیکن اس صورت کو اولیٰ سمجھنا اور باعث ثواب سمجھنا صحیح نہیں۔ بنسبت اس کے کہ ایک شخص اذان و اقامت کہے۔ اس لیے کہ خیر القرون سے اس زمانے تک عموماً یہی عمل ہے۔

جس شخص میں فسق و فجور والے نقائص ہوں اس کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسائل کہ زید امامت کرتا ہے اور اس میں چند نقص ہیں۔ جس کی وجہ سے مقتدی اسے امامت پر رکھنا نہیں چاہتے۔ بعض اوقات (۱) جماعت کی حالت میں زید کو غشی ہو جاتی ہے اور مقتدی نماز توڑ کر اس کو اٹھاتے ہیں۔ (۲) حقہ بہت پیتا ہے۔ (۳) بدعتی ہے نیز سنی شیعہ کے ساتھ تعلقات ہیں۔ اٹھنا بیٹھنا رکھتا ہے۔ (۴) زانی ہے اس بات کی گواہی اکثر اور معتبر لوگ دیتے ہیں اور جن نوجوان بچیوں کو پڑھاتا ہے ان سے چھیڑ چھاڑ بھی کرتا ہے اور وہ بچیاں اس بات کی گواہ ہیں (۵) زید کا بھائی بکر ہے اور بکر زید کی بیوی سے ناجائز تعلقات رکھتا ہے اور زید کی لڑکی جو کہ بالغ نہیں ہوئی۔ اس کا رشتہ بکر کے لڑکے سے ہو رہا ہے جو کہ بہن بھائی بن جاتے ہیں۔ (۶) نکاح علی النکاح اکثر پڑھاتا رہتا ہے۔ ان نقائص کی بناء پر مقتدی اسے رکھنا نہیں چاہتے ایسا شخص امامت کے لائق

ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

تحقیق کی جاوے اگر زید میں واقعی یہ نقائص موجود ہیں تو وہ لائق امامت نہیں۔ اس کو امامت سے ہٹایا جاوے۔ لان فی امامتہ تعظیمہ و تعظیم الفاسق حرام۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

گانے سننے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص گانے بجانے اور ریڈیو جان بوجھ کر سنتا ہے۔ اس کی امامت جائز ہے۔

﴿ج﴾

ریڈیو وغیرہ پر گانے بجانے سننا گناہ ہے۔ شخص مذکور پر لازم ہے کہ اس فعل شنیع سے توبہ تائب ہو اور آئندہ کے لیے عہد کرے کہ میں کبھی ایسا کام نہیں کروں گا اور اگر وہ توبہ تائب ہو گیا تو اس کے پیچھے نماز درست ہوگی۔ ورنہ امامت سے علیحدہ کر دیا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

لہو و لعب میں مشغول رہنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام مسجد کی داڑھی بالکل کٹی ہوئی ہو۔ ایسے معلوم ہو کہ صافہ پھرا ہوا ہے اور گانے بجانے میں مست ہو۔ کبھی کبھی خود مسجد میں چند بیرونی آدمی جمع کر کے سازوں کے ساتھ آوارہ گانے سماعت کرتا ہے۔ قرآن و حدیث سے ارشاد فرماویں کہ اس قسم کے خیالات کے آدمی کے پیچھے نماز جائز ہے کہ نہیں اور گلہ غیبت بھی اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہو۔

﴿ج﴾

داڑھی منڈے اور گانا بجانا سننے والے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ اگر ان افعال بد سے توبہ تائب نہ ہوتا ہو۔ تو اس کو امامت سے معزول کرنا چاہیے کیونکہ یہ شخص فاسق ہے اور فاسق کی امامت بتصریح جمیع فقہاء مکروہ تحریمی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۴ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

قوالی اور گانے سننے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید امام مسجد ہے اور لوگ اس کو خلافت یافتہ خواجہ کہتے ہیں۔ اس کا رویہ ہے کہ شادی کے موقع پر گھبرو یعنی گھوٹ دولہا کو گانہ دھاگا اپنے ہاتھ سے باندھتا ہے۔ مرد عورتوں کا لباس پہن کر مسجد کے دروازہ پر ناچ تا ہیں گانا بجانا ڈھول باجہ بجا کر رنگ رلیوں میں شریک ہوجاتا ہے اور ویل بھی دیتا ہے۔ اعتراض کرنے پر جواب دیتا ہے کہ یہ قوالی مدح خوانی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ یہ جائز ہے اس واسطے دیتا ہوں عید کے دن عید پڑھ کر مسجد کے دروازے پر دو آدمی گانے والے بلا کر ڈھول باجہ کے ساتھ گانا کرایا ہے اور یہ کہا یہ بھی قوالی مدح خوانی ہے۔ ویل دینا جائز ہے اگر شرع میں یہ ناجائز ہے تو امامت اس کی جائز ہے یا ناجائز۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں مذکورہ بالا سب افعال حرام وفسق ہیں۔ زید جو کہ ان افعال کا مرتکب ہے۔ فاسق ہے وہ امامت کے قابل نہیں۔ اہل مسجد کو شرعاً لازم ہے کہ اسے امامت سے ہٹا دیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ احمد نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ٹیلی ویژن دیکھنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد جو کہ قاری حافظ و عالم بھی ہے، اس کے گھر میں ٹیلی ویژن ہے اور پروگرام دیکھتا ہے۔ داڑھی مشین سے چھوٹی باریک کرواتا ہے تو کیا ایسے امام کی امامت درست ہے اور امام کے لیے کن شرائط کا پورا کرنا لازمی ہے؟

﴿ج﴾

جو مسلمان داڑھی منڈواتے ہیں یا ایک مشت سے کم کترواتے ہیں وہ فاسق ہیں اور ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے درمختار ص ۱۲۳ ج ۱ میں ہے۔ واما الاخذ منھا وھی دون ذلک کما یفعلہ بعض المغاربۃ ومخنثۃ الرجال فلم یبحہ احد الخ۔ نیز درمختار میں ہے۔ ولھذا یحرم علی الرجل قطع لحیتہ (درمختار ص ۱۲۵ ج ۲ ص ۲۸۸ ج ۵) پس صورت مسئولہ میں جو امام مسجد داڑھی باریک کترواتا ہے۔ ٹیلی ویژن میں ہر قسم کی تصاویر کو دیکھتا ہے۔ فاسق ہے اور اس کی امامت جائز نہیں نمازیوں پر لازم ہے کہ اس کو امامت سے الگ کر دیں۔ امام مسجد کی رعایت پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مقدم ہے۔ تمام نمازی کسی متقی دیندار عالم باعمل کو امام مقرر کریں۔

وکراھۃ تقدیمہ ای الفاسق کراھۃ تحریم۔ (شامی باب الامامۃ ص ۴۱۴ ج ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

یکم جمادی الاخریٰ ۱۳۹۸ھ

کبوتر باز، گولیاں کھیلنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص داڑھی منڈواتا ہے اور کبوتر باز بھی ہے گولیاں وغیرہ بھی کھیلتا ہے کیا اس کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے اور یہ امامت کے لائق ہے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم داڑھی منڈوانے والا فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے لہٰذا یہ شخص امامت کے لائق نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ

۱۱ ذوالقعدہ ۱۳۸۹ھ

نادرست چال چلن والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ہماری مسجد میں ایک امام ہے۔ نازیبا اور ناگفتہ بہ حرکات سے متہم ہوچکا ہے۔ گاؤں میں لوگ اس کے چال چلن پر بھی انگشت نمائی کرتے ہیں۔ بنا بریں عوام اس امام کے اطوار چال چلن و کردار روش و آمد و رفت سے چنداں مطمئن نہیں ہیں۔ گاؤں کے نمازیوں کی اکثریت اس امام سے بدظن اور بدعقیدت ہیں۔ مگر مذکور امام طاقت آزمائی کے نظریہ سے ڈنڈے کے زور پر اس مسجد میں امامت پر قائم ہے اور چند حضرات کو اپنے پیچھے کھڑا کر کے جماعت کرا دیتا ہے۔ حالانکہ سمجھ رکھنے والے معتبر حضرات نے بھی کئی بار کہا ہے کہ لوگوں کے دین اور شریعت کی بربادی نہ کرو کسی اور امام کو متعین کرلو۔ اس امام کے علاوہ آپ کوئی ایسا امام لے آؤ جس کے عیوب کا نہ آپ کو علم ہو اور نہ ہم کو۔

﴿ج﴾

اگر واقعی امام میں ایسی نازیبا اور ناگفتہ بہ حرکات ہوں جو کہ شرعاً حرام اور کبیرہ گناہ ہوں اور ان سے تائب نہ ہو تو ایسے امام کے پیچھے بوجہ فسق نماز مکروہ تحریمی ہے مقتدیوں پر بالاتفاق ایسے امام کو ہٹانا شرعاً لازم ہے۔ شامی ص ۴۱۷ ج ۱) پر ہے۔ **فقد عللوا كراهة تقديمه بانه لايهتم لا مردينه وبان تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعاً الى ان قال فهو كا لمبتدع تكره امامته بكل حال بل مشى فى المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم الخ** ۔ کیونکہ ایسا امام قابل امامت (جو کہ عزت و کرامت کی جگہ ہے) نہیں۔ بلکہ وہ بوجہ فسق و بدافعالی قابل توہین ہے۔ اس کی اعانت کرنا امام بنے رہنے میں ناجائز اور گناہ ہے۔ اگر وہ باوجود سمجھانے اپنی بداخلاقی اور فسق سے باز نہ آئے تو اس سے مسلمان قطع تعلق کریں۔ تاکہ تائب ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

حقہ نوشی، چھوٹی داڑھی اور غلط قرآن پڑھنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں، یک مولوی صاحب چک کا امام مسجد ہو اور خطیب بھی اور اس میں مندرجہ ذیل نقائص ہوں۔ شخص مذکور بموجب حکم شرع محمدی امامت کے قابل ہے یا نہیں اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں۔ (۱) داڑھی ڈیڑھ انگل ہے بلکہ اس سے بھی کم ہے (۲) قرات قرآن میں متعدد غلطیاں جن کو درست کرنے سے انکاری ہے (۳) خواہ دینی یا دنیاوی بات ہو اس میں تمسخر اور مذاق اڑانا اس کا شیوہ ہے (۴) حقہ نوشی ضرورت سے زیادہ اس کی فطرت ہے۔ ہر کس و ناکس کی عیب جوئی اور غیبت۔ علاوہ ازیں مندرجہ بالا نقائص کے ایک دفعہ مولوی صاحب موصوف عام مجمع مسلمانان میں ایک جگہ درود شریف پڑھ رہے تھے۔ اس میں مولوی صاحب موصوف بھی شامل تھے۔ اس مجمع میں سے مولوی صاحب کو ایک آدمی نے کہا کہ مولوی صاحب آپ امام مسجد ہیں۔ داڑھی رکھ لیتے تو بہتر تھا تاکہ ہماری نمازیں قابل قبول اور درست ادا ہو جائیں۔ مگر مولوی صاحب نے اعلانیہ باآواز بلند فرمایا کہ میری داڑھی سنت والی نہیں ہے۔ میری من مرضی کی داڑھی ہے۔ بینوا و توجروا

﴿ج﴾

بشرط صحت واقعہ شخص مذکور کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ اگر ان مذکورہ عیوب و نقائص کی اصلاح نہ کرے تو امامت سے سبکدوش کر دیا جائے اور کسی صالح متشرع شخص کو امام متعین کر دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ

۲۵ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

تارکِ نماز کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی حافظ قرآن ہو کر داڑھی منڈواتا ہے اور فیشن بنواتا ہے اور ظہر کی نماز کبھی کبھی پڑھ لیتا ہے اور عشاء کی نماز لوگوں کو پڑھاتا ہے اور فجر کی نماز بالکل ہی ترک کر دیتا ہے اور دوپہر تک سویا رہتا ہے۔ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

ایسا شخص فاسق ہے اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۱۴ رجب ۱۳۹۱ھ

شادی پر رقص و سرود کرانے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے امام مسجد اور خطیب ہوتے ہوئے اپنے لڑکے کی شادی کے موقع پر طائفہ اور مغنیہ یعنی گانے بجانے اور ناچنے والی عورتوں کو بلا کر راگ و رنگ اور گانا بجانا کرایا۔ اور ان کو ہر طرح سے خوش و خرم کیا۔ کیا وہ خطابت و امامت کے قابل ہے۔ یا نہ؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ امام و خطیب نے اگر فی الواقع ایسا ناجائز کام کیا ہے تو وہ امامت کے قابل نہیں ہے اور اس کی امامت مکروہ ہے۔ ہاں اگر اس ناشائستہ حرکت سے توبہ کر لے اور نادم و پشیمان ہو جائے اور لوگوں کو اس کی توبہ پر اطمینان حاصل ہو جائے۔ تو اس کو آئندہ کے لیے امام باقی رکھا جا سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبد اللطیف غفرلہ

۲۳ رجب ۱۳۸۶ھ

جس شخص پر مختلف اعتراضات ہوں اس کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شاہنواز خان، محمد اعظم خان کے دعوی کے بیان کے بارہ میں (۱) جناب قاری صاحب

ڈسٹرکٹ بورڈ' درختوں کے تنے نکلواتے ہیں۔ مکان میں اور جلانے کے لیے اسے استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے ایک ڈیوڑھی میں دروازہ در چوکٹ اور شہتیر وغیرہ لکڑی لگی ہوئی ہے۔ (۲) قاری صاحب کو بسلسلہ امامت جو سرکاری زمین ملی ہوئی ہے اس کا مقررہ وقت سے زیادہ طالبعلموں کے ذریعہ پائپوں میں پانی بھر کر اپنی زمین کو سیراب کراتے ہیں۔ (۳) قاری صاحب صدقہ کے مال کو کسی طالب علم کی ملک کرنے کے بعد پھر اس سے اپنی ملک میں داخل کر لیتے ہیں۔ یعنی وہ طالب علم اس کو دے دیتے ہیں اور وہ اسے ذاتی خرچ میں لاتے ہیں حالانکہ مدرسہ کے لیے ہوتا ہے۔ (۴) قاری صاحب نے ابتک اس مال کا حساب نہیں دیا جو مدرسہ کے لیے صدقہ وخیرات دیا جاتا ہے۔ (۵) قاری صاحب طالبعلموں کی مقررشدہ روٹیوں کو جو صرف طالب علموں کے لیے ہوتی ہیں۔ وہ ان کو مل جانے کے بعد اپنی ضرورت کے لیے لے لیتے ہیں۔ (۶) قاری صاحب نابینا ہے۔ (۷) یہاں کی مسجد ملحقہ مدرسہ کے منتظمین نے مدرسہ کے لیے مولانا محمد امین کو مدرس کی حیثیت سے بلایا لیکن قاری صاحب نے نہ تو یہاں ان کے لیے جگہ دی اور نہ درس کے لیے جگہ دی اور ان کو یہاں سے مجبوراً جانا پڑا۔ بیان محمد خان ولد فتح خان۔ چونکہ قاری صاحب نابینا ہیں۔ اکثر دن میں پانچ وقت کے اندر ایک نماز میں جھگڑا ہوتا ہے کہ وہ قبلہ کی طرف رخ ٹھیک نہیں رکھ سکتے ہیں۔ وقت کا پتہ نہیں چلتا۔ اس لیے ہمیں ایک عالم دیا جاوے جو تقریر بھی کرے اور نماز بھی پڑھاوے اور حافظ صاحب باقاعدہ لڑکوں کو قرآن شریف پڑھاوے۔ بیان خان زمان ولد عظمت خان' قاری صاحب اکثر نماز میں دیر کرتے ہیں۔ میرے دل کو تکلیف ہوتی ہے۔ جواب: از قاری غلام حسین صاحب پیش امام چک نمبر ۳۰۔

(۱) میں نے ڈیوڑھی میں ایک لکڑی مسجد کی ۱۲؍۳ جو مسجد کے کام کی تھی۔ خریدی اور وہ ڈیوڑھی میں لگائی۔ باقی کچھ ذخیرہ والوں سے خریدی۔ البتہ طالب علم جو جلانے کے لیے وہاں سے شاخ کاٹ کر لائے' ان میں بے احتیاطی سے کچھ کام کی لکڑی کاٹ کر یہاں لائے تھے۔ جن میں سے میں نے بھی کچھ ڈیوڑھی میں لگائی ہیں۔ جہاں کمی لکڑی کی ہوگئی تھی۔ تو تھوڑی وہاں بھی لگائیں۔ اس لکڑی کا مجھے بعد میں علم ہوگیا تھا کہ طالب علم کہیں سے لائیں ہیں۔ میں نے اپنی باری میں صرف کسی کے ذریعہ سے پانی کو بہتر کرنے کے لیے پانی کو تیز کیا تھا۔ یہ بات صرف دو دفعہ ہوئی۔ میں نے دیدہ دانستہ کبھی ایک پیسہ بھی ذاتی ضرورت میں خرچ نہیں کیا میں ہر قسم کا حلف اٹھانے کو تیار ہوں مدعی نے یہ جواب مان لیا اور اعتراض رفع ہوگیا (۴) حساب میں اب بھی دینے کو تیار ہوں انجمن بنانے کے لیے تیار ہوں۔ قاری صاحب نے کہا کہ میں نے اپنے لیے روٹی مقرر کرائی میں نے تو کبھی کبھار خود طلبہ کو روٹی دی ہے۔ البتہ کبھی کبھی زیادہ روٹی آجاتی ہے اکثر میں بیچتا ہوں ور پیسہ طلبہ پر تقسیم کرتا ہوں۔ قاری صاحب نے کہا لکڑی کو استعمال کیے ہوئے چھ سال ہوگئے ہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ ان کے کنبہ کے ایک شخص نے طلاق مغلظہ دی تھی اور پھر میں نے مفتی کفایت اللہ صاحب مرحوم اور دارالعلوم دیوبند سے فتوی منگائے اور میں نے طلاق مغلظہ کا حکم دیا ہے یہ لوگ عورت کو باقاعدہ رکھے ہوئے تھے۔ میں نے ان کے جماعت میں نماز پڑھنے اور تمام تعلقات بند کرائے۔ اس لیے مجھ سے ناراض ہوئے۔

الجواب فیصلہ شرعی' قاری غلام حسین صاحب کے متعلق جو سات اعتراضات ہوئے ان کی تفصیل پر مختصر تبصرہ کرنے کے بعد ان کی امامت کا حکم لکھا جائے گا۔

پہلے اعتراض سے متعلق قاری صاحب نے یہ تسلیم کیا کہ واقعی کچھ لکڑی ڈسٹرکٹ بورڈ کی مملوکہ ضروران کے مکان میں لگی ہوئی ہے۔ اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ قاری صاحب کو اٹھاتے وقت علم نہ تھا۔ قاری صاحب اس الزام سے بری نہیں ہوسکتے۔ بلکہ قاری صاحب پر لازم ہے کہ وہ اس لکڑی کی قیمت ڈسٹرکٹ بورڈ کو ادا کرے۔ یہ حق العبد ہے۔ صرف توبہ سے معاف نہ ہوگا۔ دوسرے اعتراض کے متعلق بھی قاری صاحب نے یہ تسلیم کیا کہ اگرچہ بالٹیوں سے نہیں۔ لیکن کسی کے ذریعہ سے انھوں نے اپنی باری میں پانی کو تیز کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ زیادتی ہے اور اس طرح کے تمام طریقے استعمال میں لانے شرعاً ناجائز ہیں۔ جس میں پانی کا تیز کرنا بھی ناجائز ہے۔ فقہاء احناف نے اس کو جائز نہیں لکھا اس لیے اگرچہ یہ واقعہ دو مرتبہ ہی پیش آیا۔ اس کا بھی اپنے ان بھائی والوں سے تلافی کرائے۔ جنھیں پانی کا نقصان پہنچا اور اگر معلوم نہ ہوسکے کہ نقصان کس کا ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیے۔ (۳) تیسرے اعتراض کا قاری صاحب نے خود اسی وقت جواب دیا۔ کہ میں نے دیدہ دانستہ آج تک ایک پیسہ ذاتی ضرورت پر خرچ نہیں کیا اور حلف اٹھانے کے لیے بھی تیار ہے۔ چنانچہ خود مدعی نے ہی اس اعتراض سے دست برداری کا اعلان کر دیا۔ لہٰذا یہ اعتراض ختم ہو چکا۔ چوتھے اعتراض کے جواب میں قاری صاحب نے مان لیا کہ میں انجمن بنانے کے لیے تیار ہوں اور حساب بھی دینے کے لیے اس لیے میرا مشورہ بھی یہ ہے کہ **اتقوا مواضع التهم . الحديث** یعنی تہمت کے مواضع سے بچو اور قاری صاحب اکی ذمہ داری کو خود نہ اٹھائے بلکہ وہ چک کے ذمہ دار حضرات کی مجلس شوریٰ بنا کر ان کے مشورہ پر عمل کرے اور تمام حساب کتاب اور خرچ ان کے علم میں آجائے تاکہ کسی کو اعتراض کی گنجائش نہ ہو۔ پانچویں اعتراض میں بھی کوئی ضمان نہیں۔ جب روٹی طلباء کی ملک ہوگئی۔ تو طلبہ کی مرضی جسے چاہیں دیں۔ اس پر اب روٹی دینے والے کو کوئی اعتراض کا حق نہیں۔ اب وہ روٹی کے مالک نہیں ہیں۔ بلکہ طلبہ ہی اس کے مالک ہیں۔ چھٹا اعتراض کہ قاری صاحب نابینا ہیں۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ قاری صاحب کے اپنے قول کے مطابق اور حالات کے اندازہ سے یہ بات واضح ہوچکی کہ وہ طہارت ونجاست کا بہت خیال رکھتے ہیں اور ان کے کپڑوں وغیرہ پر خود ان کے گھر والے اور طلبہ نظر رکھتے ہیں۔ ایسے نابینا کی امامت جائز ہے۔ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو جو نابینا صحابی تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھانے کے لیے مسجد نبوی میں اپنا قائم مقام بنایا تھا۔ جب کہ آپ سفر پر تشریف لے گئے تھے۔ پھر جب کہ قاری صاحب قرآن شریف کو قواعد تجوید کی رو سے بھی اچھا پڑھتے ہیں اور اپنی قوم یعنی مقتدیوں میں علم کے لحاظ سے بھی فائق ہیں تو کراہت کا شبہ باقی نہیں رہتا۔ قاری صاحب اتنا علم دین حاصل کیے ہوئے ہیں کہ امامت کے لیے کافی ہے۔ باقی اوقات میں کبھی کبھی تاخیر کرنا اس کی عادت تو بری ہے۔ لیکن کبھی کبھار ایسا ہونا کوئی بات نہیں۔ علاوہ اس کے تاخیر بھی وہ ناجائز ہے جس سے نماز مکروہ وقت میں ادا ہونے کا خطرہ ہو۔ ورنہ جائز ہے۔ ساتویں اعتراض کا جواب تو جو قاری صاحب نے دیا۔ کہ میں چاہتا ہوں کہ یہاں مدرسے میں میں نے صرف بڑے طالب علموں اور چھوٹے لڑکوں کو علیحدہ ہونے کا اصرار کیا تھا۔ بہرحال حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے مجموعی حالات کے تحت میرا فیصلہ یہ ہے کہ قاری

صاحب نکڑی وغیرہ چیزوں د بت ادا کر کے تلافی کرے۔ یہ ان پر خود واجب ہے۔ تا کہ حق العبد سے بری الذمہ ہو جاوے۔ قاری صاحب اوقات کی پابندی کا خیال رکھے تا کہ کسی کا اعتراض نہ ہو اور بطور مشورہ کے یہ بھی کہتا ہوں کہ مجلس شوری ذمہ دار حضرات کی ضرور بنائی جاوے۔ جس میں قاری صاحب خود شریک ہوں اور مجلس شوری کے فیصلہ پر کسی ایسے مدرس عالم کو قاری صاحب کی مرضی سے انتخاب کیا جائے جو بڑی کتب پڑھانے کے ساتھ ساتھ درس قرآن دیویں۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ

۲۹ جمادی الاول ۱۳۷۷ھ

گانے سننے والے تاش کھیلنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص قصداً ریڈیو پر فحش غیر فحش گانے سنتا ہے اور تاش کھیلتا ہو اور دیگر خلاف شرع امور میں مشغول ہو اور بال بنوا سنوار کر بازار میں ننگے سر چلتا ہو اور قرآن بھی خاصا غلط پڑھتا ہو اور اس کے مخالف وموافق سب سمجھا چکے ہوں اور وہ ان کے سامنے تو اقرار کر لیتا ہو کہ اب میں ان تمام امور کو ترک کروں گا لیکن پھر دوبارہ ان کاموں کا مرتکب ہو۔ تو ایسا شخص امام بن سکتا ہے اور ایسا امام جس میں یہ خصلتیں ہوں اگر امام بن جائے تو اس کے پیچھے نماز صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

گانا سننا حرام وناجائز ہے۔ شامی ص ۲۷۹ ج ۵ میں ہے واستماع ضرب الدف والمزمار وغیر ذلک حرام الخ. نیز تاش کھیلنا بھی جائز نہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ لھو المؤمن باطل الحدیث الدر المختار بھامش ردالمحتار صفحہ مذکور میں ہے۔ وکرہ تحریما اللعب بالنرد و الشطرنج شامی اس پر لکھتے ہیں قولہ والشطرنج فھو حرام و کبیرۃ عندنا فی اباحتہ اعانۃ للشیطٰن علی الاسلام والمسلمین الخ ۔ بہرحال مذکورہ امور کا ارتکاب فسق ہے اور ایسے افعال کا مرتکب فاسق ہے۔ اگر یہ امام باوجود سمجھانے کے بھی باز نہ آیا۔ تو وہ امامت کا اھل نہیں ہے۔ اسے امامت سے ہٹا لینا اھل مسجد مسلمانوں کو لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

فسق وفجور میں مبتلا جاہل شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں (۱) ہم اہلیان چک ۴۲، ۴۴ میں محکمہ زراعت کے ماتحت بذریعہ ٹنڈر زرزمین لے کر اپنا کام زراعت کا کرتے ہیں۔ یہاں ہی آباد کاری ہے۔ ایک شخص مسمی محمد اسی چک کا باشندہ ہے۔ اس کا چال چلن بصورت ذیل مشہور ہے۔ ریچھ اور کتوں کی لڑائی دیکھنا۔ کشتی وکبڈی کھیلوں وغیرہ میں حصہ لینا۔ جب کہ بوقت کھیل کود بدن پر صرف جانگیے کا ہونا۔ ران گھٹنے ناف وغیرہ کا کھلا رہنا۔ جو غیر شرعی جہلاء کے کھیل ہیں۔ زنا کرنے اور عشق بازی غیر محرموں سے کرنے کا عادی ہے خود اپنی زبان سے کئی آدمیوں کے روبرو اقرار کیا ہے۔ وطی غیر موضع فطری کا بھی فاعل وعامل سنا گیا ہے۔ بلکہ شیعہ مذہب کے ایک لڑکے سے تو خود اقراری ہے اور اکثر لوگوں کے روبرو اقرار کیا ہے۔ قرآن مجید ناظرہ پڑھا ہوا ہے۔ فرائض وواجبات نماز ووضو وغیرہ کے مسائل سے آٹے میں نمک کے برابر بھی واقف نہیں۔ ایک مولوی صاحب سند یافتہ دینی مدارس نے امتحان لیا مولوی صاحب مذکور نے بتایا کہ یہ مولوی محمد مذکور تو نہ نماز کے واجبات سے واقف ہے اور نہ فرائض سے سنن ومستحبات کو تو کیا جانتا۔ یہ نام نہاد مولوی مذکور خود کہتا ہے کہ میں نے چک والے بچوں کو قرآن مجید پڑھایا ہے اس لیے امام مسجد مجھے مقرر کیا جائے۔ نیز اس مولوی صاحب کے گھر شرعی پردہ بھی نہیں ہے اہل خانہ عام بے پردہ عورتوں کی طرح جہاں جی چاہیں چلی جاتی ہیں۔ ہم چک والوں کے ساتھ مل کر ایک مولوی صاحب حافظ القرآن کو مقرر کر رہے ہیں۔ اس مولوی کے گھر پردہ شرعی بھی ہے۔ وضو نماز وغسل وغیرہ کے مسائل سے بخوبی واقف ہے لیکن اس مولوی صاحب کے مستقل امام بنائے جانے میں اول الذکر روڑے اٹکاتا ہے۔ حالانکہ اچھی چال چلن والا بھی نہیں۔ پس فیصلہ درکار ہے کہ اول الذکر مولوی صاحب کے امام بنائے جانے پر اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا جائز نہیں۔ فتوی شرعی سے مطلع فرما کر ممنون فرمادیں (ج) چند مخلصین نے مولوی صاحب سے یہ بھی دریافت کرتے ہیں کہ اگر تمہیں امام مقرر کر لیا گیا تو جمعہ بھی اسی مسجد میں پڑھانا ہوگا۔ مولوی محمد کو نہ ہم جمعہ کے متعلق کہتے ہیں۔ اور نہ روزانہ کے لیے کہتے ہیں۔ آپ کو کہتے ہیں کیا آپ ایسا کر سکیں گے۔ مولوی صاحب نے کہا بھلا نہ یہاں بازار ہے۔ نہ ہی دوکانیں وذروا البیع کا حق کہاں ادا ہوتا اور چند گھر ہیں۔ ایک سو کی آبادی ہے۔ پہلے مفتی صاحبان کم از کم بازار کا ہونا اور تین چار ہزار کی آبادی کا ہونا تو ظاہر فرما گئے ہیں۔ بھلا جمعہ کیسے کرایا جا سکتا ہے۔ لوگوں نے کہا آپ جمعہ کروا دیا کرنا۔ ہم احتیاط الظہر ادا کر لیں گے مہربانی فرما کر جمعہ کرانے یا نہ کرانے کا بھی فیصلہ فرمادیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

اول الذکر مولوی صاحب کے اگر واقعی یہی حالات ہوں تو اس کو قطعاً مستقل امام رکھنا شرعاً جائز نہیں۔ اگر دوسرا کوئی مستند جید عالم چک والوں کو نہ ملتا ہو تو اس دوسرے مولوی صاحب کو امام بنانا جائز ہے۔ (ج) کتب فقہ سے یہ واضح ہے کہ جمعہ کے لیے مصر ہونا یا مصر کی طرح ہونا (قصبہ ہو یا قریہ کبیرہ ہو جس میں بازار گلی کوچے ہوں اور جملہ ضروریات وہاں پوری ہوتی ہوں اور عرف میں بھی قریہ کبیرہ کہلاتا ہو) ضروری ہے۔ اس لیے مذکورہ چک میں جس کے تقریباً سو گھر ہیں قطعاً جمعہ شروع نہ کریں اور احتیاط الظہر پڑھنے کے باوجود بھی شروع کرنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ نوافل کی جماعت مکروہ ہے۔ اگر جمعہ پڑھنے سے محض پند و نصیحت کرنا مقصود ہو تو یہ ضرورت اس طرح بھی پوری ہو سکتی ہے۔ کہ جمعہ کے دن جمع ہو جایا کریں اور خطبہ نہ پڑھا جائے۔ وعظ و تقریر کے بعد ظہر ہی پڑھ لیا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

سگریٹ نوشی کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک اجہل مولوی سوائے چند رسائل و قرآن خوانی کے دینی مسائل و فرائض امامت و نماز سے بالکل کورا اور اجہل ہے۔ ظاہری صورت و سیرت حضور اکرم کے بالکل خلاف ہے۔ داڑھی ڈیڑھ انگشت در بدعت کے کام حقہ سگریٹ نوشی و کبڈی کشتی اس میں یہ عادات پائی جاتی ہیں۔ کیا وہ مولوی جو مذکورہ اوصاف سے متصف ہو اسکو ایک چک کی جامع مسجد کا مستقل امام و مولوی چک کے باشندگان مقرر کر دیں۔ جن میں سے چند مقتدی ظاہری صورت سیرت حضور اکرم کی سنت کے عامل و مسائل دین سے معمولی طور پر واقفیت رکھتے ہوں۔ ایک ان مقتدیوں میں سے حافظ القرآن و مسائل نماز سے بخوبی واقف ہے۔ کیا مقتدیوں کی نماز اس موصوف امام کے پیچھے ہو جائے گی۔ یا اس امام کو مسجد کا مستقل امام ٹھہرایا جائے۔ یا نکال دیا جائے۔ اکثر چک کے باشندوں نے اس لاعلم امام کو اچھا سمجھ کر باوجود ان تمام مذکورہ بالا اوصاف کے مستقل حالت پر مسجد میں ٹھہرایا ہوا ہے۔ تمام مذکورہ سوالات کا حل کتاب و سنت و فقہ حنفی کی روشنی میں مفصل بیان فرما دیں۔ تا کہ اس فتویٰ کی روشنی میں اس مولوی کے خلاف جو قدم اٹھانا ہوا ٹھایا جائے۔ یا مسجد میں رہنے دیا جائے۔ نوٹ: حقہ و سگریٹ نوشی کی نسبت جو کہ بدبودار اشیاء ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بدبودار چیزیں کھا کر ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔ اس معاملہ کی بابت بھی تشریح فرما دیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں ایسا شخص امامت کے قابل نہیں لیکن چونکہ اکثریت ان لوگوں کی ہے جو جاہل ہیں اور انھوں نے ایسے امام کو منتخب کر لیا ہے اس لیے ضروری ہے کہ اکثریت کے اندر دینی شعور پیدا کیا جائے۔ تا کہ وہ اچھے امام کو مقرر کریں۔ اور جب تک اچھا امام میسر نہیں آتا اس کو سمجھاتے رہیں۔ کہ وہ حقہ نوشی اور سگریٹ وغیرہ بدبودار اشیاء کو استعمال کرنا ترک کر دے۔ خصوصاً مسجد کے اوقات میں خاص احتیاط کرے۔ اور مسائل نماز و روزہ کے اس سے پوچھتے رہیں تا کہ اس کے اندر دین کی طرف دھیان ہو۔ اور داڑھی کٹوانے سے اسے باز رکھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبداللہ عفا اللہ عنہ

مختلف عاداتِ ذمیمہ کے حامل شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام درج ذیل صورت میں کہ ایک جامع مسجد کا امام ان اوصاف و عادات کا حامل ہے۔ (۱) دعا بعد الجنازہ۔ ختم وغیرہ بدعات جو کہ مسجد ہذا کے نمازیوں نے ترک کرادی تھیں امام مذکور نے دوبارہ رائج کر دی ہیں۔ اور دلیل دریافت کرنے کی صورت میں لوگوں کے عمل کا حوالہ دیتے ہیں نہ کہ حدیث اور قرآن کا (۲) جھاڑ پھونک کا مشغلہ جاری کیا ہے۔ جس میں غیر محرم عورتوں سے بلا حجاب آمنا سامنا ہوتا ہے۔ سر درد کی کا دم کرتے وقت عورتوں کے بالوں کو پکڑ کر کے دم کرتا ہے۔ اور ان حسین و جمیل عورتوں کے ساتھ تخلیہ میں بیٹھتا ہے کہ جو گھریلو تنازعات کی بنا پر اپنے خاوندوں سے الگ تھلگ بس رہی ہیں۔ (۳) اکثر مسائل شرعیہ غلط بلا دلیل بتاتا ہے۔ مثلاً ایک ذابح نے بچھڑا غلطی سے ذبح کیا۔ ایک متقی ذابح آیا اور کہا کہ یہ ہمارا کام ہے اور یہ ذبح شرعاً حرام ہے۔ کسی عالم سے تحقیق کر کے دیکھو۔ مگر مولوی صاحب نے کہا کہ چونکہ سہواً ذبح کیا ہے اس لیے حلال ہے۔ علاوہ ازیں عشقیہ اشعار پڑھتا رہتا ہے۔ مثلاً

ٹپکتی ہے نگاہوں سے برستی ہے اداؤں سے
محبت کون کہتا ہے کہ پہچانی نہیں جاتی

(۵) امیروں کی خوشامد کر کے ان کو اپنا خاص بنا کر غریبوں پر جائز و ناجائز برساتا ہے۔

(۶) اور اس کے آبائی وطن کے لوگوں کا کہنا ہے۔ کہ مولوی صاحب مذکور زنا کے جرم میں پکڑے گئے تھے۔ منت سماجت کے بعد اس کو رہا کر دیا گیا۔ اب قابل دریافت طلب امر یہ ہے۔ کہ ایسے مولوی صاحب کو امامت کرنی چاہیے یا نہیں اور ایسے مولوی کی اقتداء میں نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا و توجروا۔

﴿ج﴾

اگر بات صحیح ہے کہ شخص مذکور مندرجہ بالا اوصاف کا حامل ہے۔ تو شخص مذکور فاسق ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ متقی اور دیندار شخص کو امام بنایا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
۲۳ شعبان ۱۳۹۶ھ

فاسق شخص کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

جناب مفتی صاحب ہمارے گاؤں میں امام مسجد کے بارے میں اختلاف ہو رہا ہے۔ اس کی حالت اچھی نہیں ہے۔ اس لیے معروض ہوں کہ امام کے اوصاف سے مطلع فرمائیں کہ امام کیسا ہونا چاہیے مہربانی ہوگی۔ (۲) امام مسجد ماسٹر ہے۔ اس کو سکول سے تنخواہ ملتی ہے امامت بھی کرتا ہے مگر لاپرواہی سے، نماز میں گھر رہ کر بھی بعض مرتبہ نہیں پڑھاتا جمعہ بھی ناغہ کر دیتا ہے مگر غلہ پورا وصول کرتا ہے۔ قربانی کی کھالیں اور صدقہ فطر سب وصول کرتا ہے۔ کیا اس کے لیے جائز ہے، خلقی حالت گری ہوئی ہے۔ زانی بھی ہے چوری بھی کرتا ہے۔ کھیل تماشہ کا شوقین ہے۔ اگرچہ نماز قضا ہو جائے۔ جوا بھی کھیلتا ہے۔ علماء کو کافر بھی کہہ دیتا ہے۔ ممبروں سے اس کی حالت بیان کی مگر وہ بدنامی کے باعث اور اپنے دینی احساس کی کمی کے باعث اس کو علیحدہ نہیں کرتے اب ہم کیا کریں۔ اس کے پیچھے نماز ادا کریں یا نہ اس کے گناہوں پر دلیری کا ذمہ دار کون ہوگا۔ آوارگی دیکھنے کے باوجود اس کی امامت محفوظ رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ممبر خود بھی بداخلاق ہیں ایسا شخص امامت کے لائق ہے۔ وہ کہتے ہیں اگر فتویٰ اس کے خلاف مل جائے تو علیحدہ کیا جا سکتا ہے۔ کم از کم ہم بری الذمہ ہوں گے جواب سے سرفراز فرمائیں۔ غلام علی

﴿ج﴾

اگر واقعی امام میں یہ کوتاہیاں جو حد فسق پر پہنچی ہوئی ہیں موجود ہیں تو اسے امامت سے ہٹانا لازم ہے۔ امام عالم متقی پرہیزگار قوم میں سب سے افضل ہو۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بے ہودہ بات کرنے والے کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ شریف نائی نے کسی آدمی کو بھیجا کہ آپ جلدی آ کر ختم پڑھیں۔ جب میں گیا تو دیکھا کہ بازار میں چند آدمی مسلمان بیٹھے ہوئے تھے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ یہ کس کا ختم ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہ عیسائیوں کا لڑکا نابالغ ہے۔ میں نے سوال کیا ان لوگوں کا ختم نہیں ہوتا۔ جب مجھے ان لوگوں نے زور دیا میں نے ختم کو شروع کر دیا جب میں ختم شریف سے فارغ ہو کر گھر آ گیا تو پھر ایک اور مولوی صاحب آئے اور انھوں نے مجھے آ کر سخت سست کہا کہ تم نے بہت ہی شرک کیا۔ اس وقت میں نے قرآن پاک سامنے رکھ کر توبہ کر لی کہ آئندہ ایسا کام نہ کروں گا۔ اب میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عیسائیوں کے ہاں ختم پڑھنا درست نہیں ہے۔ اس سے گناہ ہوتا ہے شرک و کفر نہیں ہے۔ لہٰذا جب مولوی صاحب اس فعل سے توبہ تائب ہو گیا ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے۔ اور توبہ تائب ہو جانے کے بعد اس کو طعنہ دینا اور اس کو پریشان کرنا کسی طرح جائز نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب له او کما قال۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فاسق و فاجر شخص کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ جس کا قصہ کوائف درج ذیل ہے۔

(۱) شخص ایک عام بستی کو جس میں اس کی محبوبہ رہتی ہے اس کی طرف خط میں لکھتا ہے کہ تیری بستی کی گلیاں مدینہ منورہ کی گلیاں ہیں۔

(۲) یہی شخص اپنے رشتہ دار سے مبلغ ۶ ہزار روپے بعوض اپنی دختر کے لے کر بعدہ منحرف ہو گیا ہے۔ قسم بھی کھالی۔ رقم بھی ہضم۔

(۳) یہی شخص بطور سودخواری پانچ روپے فی صد کے حساب سے قرض دیتا ہے۔

(۴) یہی شخص گندم خرید کر بطور احتکار جمع کر کے رکھ دیتا ہے۔ بوقت مہنگائی کے گندم حسب خواہش منافع گراں پر فروخت کرتا ہے۔

(۵) یہی شخص ہے کہ اپنی بیٹی شادی شدہ ۲ سالہ کو تھانے میں محض فرمان روائی اپنی عورت کے پیش اپنے حقیقی بھتیجے سے

طلاق کرائی ہے۔جو آج تک بیٹھی ہے کوئی رشتہ نہیں لیتا۔

(۶) یہی شخص سینما دیکھتا ہے اور ساتھ غیر محرم ہوتے ہیں آتے ہیں جاتے ہیں۔موصوف غیرت تک محسوس نہیں کرتا بلکہ غیر محرم کو دوست بنا کر گھر لے جاتا ہے جو کہ پردہ کا خیال نہیں کرتا۔

(۷) یہی شخص ہے کہ لوگوں کو امر بالمعروف کرتا ہے۔اور خود اپنی ڈاڑھی کو خضاب لگاتا ہے۔اور مردے شوئی کرتا ہے۔اور جہاں کہیں جانور ذبح ہونے کو آئے جبراً جا کر ذبح کرتا ہے۔اس کے عوض دل دگر دے لیتا ہے جسے حلالہ کہتا ہے۔

(۸) ایک گورستان میں زنا کرتا ہے۔اور محض اپنے اعتبار کی خاطر جلسہ عام میں قرآن پاک اٹھا کر قسم کھاتا ہے۔کہ میں صاف ہوں۔

(۹) اسی شخص کو کسی نے جامع مسجد کے لیے دو (۲) عدد شہتیر دیے ہیں خود فروخت کر کے رقم کھا گیا ہے۔

(۱۰) اسی شخص کو اپنے والد مرحوم نے جو کہ تحصیل بھر کا عالم تھا غلط کرتوتوں کی بناء پر موصوف کو امامت و خطابت سے علیحدہ کر گیا تھا۔اس کو منبر نبوی سے اتار کر دوسرے بھائی کو مقرر کر گیا تھا۔کچھ عرصہ بعد وفات والد مرحوم کے چونکہ اس کا عاق تھا۔دیگر متعلقین و معتبرین دنیاوی سے مل جل کر خطیب بن گیا۔کیونکہ علاقہ کے جاہلین مطلق جاہل ہیں ان کی حمایت حاصل کی۔ تلک عشرة كاملة۔اب اس کے پیچھے نماز جمعہ و عیدین وغیرہ جائز ہیں یا نہیں؟

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال جس شخص میں مذکورہ اوصاف پائے جاتے ہیں وہ شخص منصب امامت کے لائق نہیں فاسق ہے۔اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک شخص نے اپنی لڑکی اہل شیعہ کو دی (شیعہ عام صحابہ امہات المؤمنین کو سب بکتا ہے) ان کے جنازے میں شریک ہوتا ہے ایسے شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ مولوی حق نواز ولد میاں مراد قوم بھٹی جس کا مذہب اہل سنت و الجماعت ہے۔اس نے اپنی ایک لڑکی کی شادی اہل شیعہ سنی جو کہ شارع عام صحابہ کو اور امہات المؤمنین پر سب بکتے ہیں کر دی ہے۔اور دو لڑکیاں دیگر بھی ان کو دی ہوئی ہیں۔اور اپنے لڑکے کے لیے اہل شیعہ کی لڑکی کا رشتہ لیا ہوا ہے۔نیز اہل شیعہ کے جنازے میں بھی شریک ہوتا رہتا ہے۔کیا (۱) یہ مولوی حق نواز اہل سنت والجماعت کے ساتھ قربانی میں شریک ہو سکتا ہے۔(۲) اہل سنت والجماعت کو فرض عین اور فرض کفایہ پڑھا سکتا

ہے۔(۳) شرع محمدی میں یہ شخص کیسا ہے اگر یہ شخص توبہ کرے تو کس طرح کرے۔وضاحت سے مکمل مدلل ثبوت دیں۔

﴿ج﴾

اگر یہ شخص اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کا ہے۔قرآن میں انحراف یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت (قذف) کا قائل نہیں۔نہ صحبت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا منکر ہے۔اسی طرح اور بھی ضروریات دین میں سے کسی بات کا منکر نہیں۔تو اگر یہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ قربانی میں شریک ہو جائے تو سب کی قربانی درست ہے۔اگر یہ خود مبتدع اور عاصی نہیں تو امامت اس کی درست ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۹ ذیقعدہ ۱۳۸۹ھ

کیا شیعوں کی مجالس میں جانے والے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ کوئی امام مسجد جو کہ اہل سنت کی مسجد میں امامت کے عہدے پر فائز ہو اور اسے باقاعدہ تنخواہ دی جاتی ہو۔اگر وہ شیعہ حضرات کی مجلس میں شرکت کرے نوحہ خوانی، مرثیہ جات وغیرہ پڑھے اور اپنے عقائد سنی بتائے تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے۔یا کہ نہیں۔

(۲) یہی امام مسجد جو باقاعدہ تنخواہ دار ہے مسجد کی دیکھ بھال سے بالکل انکار کرے اور یہ کہے کہ میں جو تنخواہ لیتا ہوں وہ نماز پڑھانے کی ہے۔دیکھ بھال کی نہیں تو کیا اس کا یہ فعل جائز ہے۔یا نہیں۔

﴿ج﴾

(۱) جو شخص مرثیہ پڑھنا یا سننا جائز جانے اور تعزیہ نکالنا اچھا جانے اور اس میں شریک ہو وہ سنی نہیں بدعتی اور روافض کا شریک وہم خیال ہے۔قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من تشبہ بقوم فهو منهم ایسے شخص کی اقتداء سے احتراز لازم ہے۔(فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص ۳۰۳ ج ۳۔جدید۔بتغیر)

(۲) مسجد کی حفاظت اور دیکھ بھال تمام مسلمانوں پر لازم ہے۔اگر امام کے ذمہ لگایا گیا ہے کہ وہ امامت کے ساتھ مسجد کی دیکھ بھال بھی کرے گا تو پھر امام کا انکار درست نہیں۔ویسے بہتر یہ ہے کہ مسجد کی نگرانی کے لیے مستقل آدمی رکھا جائے۔

اور یہ کام امام کے سپرد نہ ہو۔ تا کہ کام خوش اسلوبی سے نبھایا جا سکے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۴ صفر ۱۳۹۰ھ۔

امام کا مرزائی سے تنخواہ لینے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں ایک مولوی صاحب امامت کرتے ہیں اور اس کی ماہوار تنخواہ مرزائی ادا کرتا ہے۔ کیا مرزائی سے چندہ لینا درست ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

نظراً الی بعض العوارض کا لاحسان علی اهل الاسلام من اهل الکفر. یعنی بوجہ احتمال احسان علی المسلمین فی امر الدین کے مرزائی کا چندہ یا تنخواہ دینا درست نہیں۔ نیز یہ بھی احتمال ہے کہ اھل اسلام ان کے ممنون ہو کر ان کے مذہبی شعائر میں شرکت یا ان کی خاطر سے اپنے شعائر میں مداہنت کرنے لگیں گے۔ اس لیے مرزائی کی تنخواہ قبول کرنا مناسب نہیں۔ **فان الاسلام یعلو ولا یعلی. والید العلیا (المعطیه) خیر من الید السفلی (السائلة والآخذه)** مسلمانوں کو چاہیے کہ خود اپنی حلال کمائی سے چندہ کریں امام کی تنخواہ ادا کریں اور مسجد کے انتظام کے لیے خود کمیٹی مقرر کریں اور اس مرزائی سے بیزاری اختیار کریں۔ اس سے جو تیری نافرمانی کرے (ترجمہ) دعائے قنوت پر عمل کرتے ہوئے ان سے دور رہیں۔

مرزائی کی نماز جنازہ پڑھانے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص (جو کہ امام بھی ہے) نے ایک مرزائی کی نماز جنازہ پڑھائی کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

باوجود اس بات کے جاننے کے کہ یہ مرزائی ہے اس کی نماز جنازہ پڑھنے والا شخص عاصی و فاسق ہے۔ اس کو امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ یہاں تک کہ وہ توبہ تائب ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
۱۰ ذی الحج ۱۳۹۰ھ

مرزائی کا نکاح پڑھانے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ زید خطیب و امام ہے قوم کا اور اس کو سردار پور میں مقتدا سمجھا جاتا ہے۔۔۔۔(۱) داڑھی قبضہ سے کم ہے۔ ہمیشہ کتراتا ہے۔ بار بار کہنے سے تو بہ نہیں کرتا اور قبضہ بھر پوری نہیں رکھتا اور تاش رات دن کھیلتا ہے۔۔۔۔(۲) اور حقہ نوشی و سگریٹ وغیرہ بھی اس کا شیوہ ہے اور مذاق ولغویت کرتا ہے جس کو ملتانی زبان میں وگتی کہا جاتا ہے اور ہر مجلس میں شامل ہو جاتا ہے اور سرکاری بینکوں کا سود کھانا جائز سمجھتا ہے۔ پھر کہتا ہے اولی الامر کی اطاعت ضروری ہے۔ (۳) اصل مطلب جس کی وجہ سے فتویٰ طلب کرنا پڑا وہ یہ ہے کہ قبضہ سردار پور میں ایک مرزائی قادیانی آدمی رہتا ہے۔ وہ نہری محکمہ میں افسر ہے۔ اس نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا ہے۔ خدا جانے وہ عورت کس قسم کی ہے۔ زید مذکور معہ چند چیدہ مسلمانوں کے اس مجلس میں شریک ہو کر نکاح خواں بنا ہے اور دس روپے عوض بھی وصول کیا ہے اور مٹھائی و چائے بھی تناول کی۔ اب مسلمانوں کو بڑی پریشانی ہے کہ ہمارے مقتدا صاحب نے کیا کیا ہے۔ لہٰذا شریعت صافیہ کے مطابق جواب عنایت فرما دیں جو ممانعت ہو اور جس قسم کا گناہ ہو اور جو تعزیر مناسب ہو۔ پوری تفصیل سے جواب فرما دیں۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

اگر فی الواقع امام مذکور میں مندرجہ بالا معاصی کا ارتکاب متحقق ہو اور بعد کامل تفتیش و تحقیق کے واقعات اس طرح ثابت ہو جاویں تو اس شخص کی امامت جائز نہیں۔ بوجوہ ذیل یہ فاسق ہے (۱) ''داڑھی کترانے کی وجہ سے'' کیونکہ حدیث شریف میں مختلف الفاظ سے داڑھی بڑھانے کا حکم وارد ہے۔ **اعفوا اللحی. ارخوا اللحی. کثیروا اللحی' وفروا اللحی' اوفوا اللحی وغیر ذالک.** اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام نے اس پر مداومت کی ہے۔ امر کا صیغہ اور مواظبت عمل وجوب حکم کا فائدہ دیتا ہے۔ **کما هو المقول فی اصول الفقه.** صحیح بخاری میں حضرت ابن عمرؓ کا اثر در بارہ قطع ما فوق القبضہ موجود ہے۔ قول صحابی **فیما لایدرک بالرای خدیث مرفوع** کے حکم میں ہے۔ اس لیے علماء نے ما فوق القبضہ کے قطع کے جواز کا حکم دیا ہے۔ اگر ابن عمرؓ کا یہ اثر صحیح بخاری میں نہ ہوتا۔ تو علی الاطلاق داڑھی کا بڑھانا واجب ہوتا بہر حال قبضہ سے کم کترانے کے عدم جواز پر امت کا اجماع ہے اور یہی ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔ درمختار شامی کتاب الصوم جلد دوم ص ۱۲۳ میں ہے۔ **واما الاخذمنها وهی دون ذالک (ای قدر القبصه) کما یفعله بعض المغاربة و المخنثة من الرجال فلم یبحه احد.** اس لیے ما دون القبضہ کا کاٹنا اور اس پر دوام واصرار کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ اور مرتکب اس کا فاسق ہے۔ (۲) تاش کھیلنا جائز نہیں۔ حدیث شریف میں

ہے۔لهو المومن باطل (الحدیث) درمختار ص۱۲۷۹ج ۵ میں ہے۔وكره تحريماً اللعب بالنرد وكذا الشطرنج شامی لکھتے ہیں (قولہ الشطرنج) فهو حرام وكبيرة عندنا وفی اباحته اعانة الشيطان على الاسلام والمسلمين ج ۵ /ص ۲۷۹. الخ۔امام شافعیؒ وامام ابویوسفؒ سے جو جواز منقول ہے۔اس کے لیے شرط ہے کہ اس پر فحش گوئی۔کثرت حلف' قمار نہ ہو اور نہ کسی واجب شرعی میں خلل آئے۔ورنہ بالاجماع حرام ہے۔کذا فی الدرالمختار والشامی ص ۲۷۹ ج ۵ تاش کا بھی یہی حکم ہے اور شخص مذکور تو حسب سوال فحش گوئی کا عادی ہے۔لہٰذا فاسق ہے۔(۳) عام عادت فحش گوئی اور غویت کی حرمت اور اس کا ناجائز اور موجب گناہ ہونا اظہر من الشمس ہے۔والعیاذ باللہ تعالیٰ۔(۴) سود کی حرمت قرآن کریم میں مصرح ہے۔احل الله البيع وحرم الربوا. اور اس کے مرتکب کے لیے شدید وعید ہے۔فاذنوا بحرب من الله ورسوله. الآیۃ احادیث میں بسط وتفصیل سے حرمت موجود ہے۔ اجماع امت نقدین (سونا چاندی) میں تفاضل کی حرمت پر قائم ہے۔غرضیکہ نقد مال میں سود کی حرمت قطعی ہے۔اس کا انکار کرنا حبط اعمال کا سبب بن سکتا ہے (حفظنا الله وجميع المسلمين منه) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح فیصلہ کے بعد کسی مومن کو اس میں کلام کرنا خواہ وہ اولوالامر میں سے کیوں نہ ہو) جائز نہیں۔قولہ تعالیٰ۔وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امراً ان يكون لهم الخيرة من امرهم اور نہ ایسے مسئلہ میں اولوالامر کی اطاعت جائز ہے۔لقوله عليه السلام لاطاعة لمخلوق فى معصية الخالق وقوله عليه السلام انما الطاعة فى المعروف (متفق علیہ) (۵) مرزائی بالاجماع دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ان کے نکاحوں میں شریک ہونا کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں۔چہ جائیکہ خطیب قوم ان کے نکاح میں شرکت کرے یا ان سے میل جول رکھے۔بوجوہ مذکورہ جب خطیب کا فسق متیقن ہو جاوے تو اس کی امامت ناجائز ہے اور اس کا عزل مسلمانوں پر لازم ہے۔عامۃ المسلمین پر لازم ہے کہ اس کی تعظیم نہ کریں اور تعلقات اس سے منقطع کر کے اسے توبہ کرنے پر مجبور کریں۔اس کی امامت اور تعظیم کے بارہ میں حوالہ ذیل شامیؒ کا ملاحظہ ہو ردالمختار ص ۴۱۴ ج ۱ میں لکھا ہے۔فقد عللوا كراهة تقديمه (اى فاسق) بانه لايهتم لامر دينه وبان فى تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعاً الخ ج ۱/ص ۴۱۴. واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مرزائیوں سے تعلقات رکھنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص امام مسجد ہے اور اس کے اعتقادات علماء دیوبند کی طرح ہیں۔مگر اس کے رشتہ دار مرزائی ہیں۔جن کے ساتھ اس مولوی امام کا کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا عموماً ہوتا رہتا ہے۔

اب آیا اس مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں۔بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

مرزائی مرتد ہیں۔اسلام سے خارج ہیں۔اسلام سے خارج ہو جانے کے بعد ان سے سارے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔اس لیے ان کے ساتھ تعلقات رکھنا۔رشتہ ناطہ کرنا ناجائز ہے۔اگر سوال میں مذکورہ صورتِ حال صحیح ہے تو مولوی صاحب مذکور کو لازم ہے کہ اس سے توبہ کرے۔ورنہ اس کو امامت سے معزول کر دیا جاوے۔واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۷ ذوالقعدہ ۱۳۷۲ھ

شیعہ سے تعلقات رکھنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک امام جو اس محلہ میں لوگوں کو نماز پڑھاتا ہے اور بار بار اس کو منع کیا گیا کہ تم سنی شیعہ کے گھر روٹی نہ کھایا کر وہ امام روٹی کھانے سے نہیں رکتا۔جو امام کو روٹی دیتا ہے وہ مذہب شیعہ کا بڑا سر کردہ ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا واصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو بکواس کرتا ہے اور ایک دفعہ کا یہ واقعہ ہے کہ مولوی سنی حنفی نے تقریر کی اس شیعہ نے جھوٹا مقدمہ بنا کر اس حنفی مولوی کو قید کروا دیا۔کیا جو امام اس شیعہ کے گھر روٹی کھائے اور اس کو پکا مسلمان سمجھے اور محبت رکھے ایسے امام کے پیچھے مسلمانوں کو نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

صحابی رسول کو برا کہنے اور اہلِ اسلام کو کافر کہنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شرارتی تھے (العیاذ باللہ) اور اس نے کہا ہے کہ میرے نزدیک دیوبندی اور بریلوی دونوں جماعتیں کافر ہیں اور اس نے کہا ہے کہ ضو مشابہ ظا پڑھنے والے (یعنی جس طرح عام طور پر قاری پڑھتے ہیں) کافر ہیں وہ داڑھی باریک مشین سے کٹاتا ہے۔اور کالا خضاب بھی داڑھی کو لگاتا ہے۔کیا شریعت کے نزدیک ان وصفوں والے آدمی کے پیچھے مسلمان کی نماز ہو جاتی ہے۔یا نہ؟ اور یہ آدمی ایک جامع مسجد کا امام مقرر کیا جا سکتا ہے یا نہ؟

ہے۔لھو المومن باطل (الحدیث) درمختار ص ۲۷۹ ج ۵ میں ہے۔وکرہ تحریماً اللعب بالنرد وکذا الشطرنج شامی لکھتے ہیں (قولہ الشطرنج) فھو حرام وکبیرة عندنا وفی اباحته اعانة الشیطان علی الاسلام والمسلمین ج ۵ / ص ۲۷۹ الخ۔امام شافعی وامام ابو یوسفؒ سے جو جواز منقول ہے۔اس کے لیے شرط ہے کہ اس پر فحش گوئی۔کثرت حلف قمار نہ ہو اور نہ کسی واجب شرعی میں خلل آئے۔ورنہ بالاجماع حرام ہے۔کذا فی الدرالمختار والشامی ص ۲۷۹ ج ۵ تاش کا بھی یہی حکم ہے اور شخص مذکور تو حسب سوال فحش گوئی کا عادی ہے۔لہٰذا فاسق ہے۔(۳) عام عادت فحش گوئی اور لغویات کی حرمت اور اس کا ناجائز اور موجب گناہ ہونا اظہر من الشمس ہے۔والعیاذ باللہ تعالیٰ۔(۴) سود کی حرمت قرآن کریم میں مصرح ہے۔احل الله البيع وحرم الربوا. اور اس کے مرتکب کے لیے شدید وعید ہے۔فاذنوا بحرب من الله ورسوله. الآیۃ احادیث میں بسط وتفصیل سے حرمت موجود ہے۔اجماع امت نقدین (سونا چاندی) میں تفاضل کی حرمت پر قائم ہے۔غرضیکہ نقد مال میں سود کی حرمت قطعی ہے۔اس کا انکار کرنا حبط اعمال کا سبب بن سکتا ہے (حفظنا الله وجميع المسلمين منه) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح فیصلہ کے بعد کسی مومن کو اس میں کلام کرنا خواہ وہ اولوالامر میں سے کیوں نہ ہو) جائز نہیں۔قولہ تعالیٰ۔وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امراً ان يكون لهم الخيرة من امرهم اور ایسے مسئلہ میں اولوالامر کی اطاعت جائز ہے۔لقوله عليه السلام لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق وقوله عليه السلام انما الطاعة فی المعروف (متفق علیہ) (۵) مرزائی بالاجماع دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ان کے نکاحوں میں شریک ہونا کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں۔چہ جائیکہ خطیب قوم ان کے نکاح میں شرکت کرے یا ان سے میل جول رکھے۔بوجوہ مذکورہ جب خطیب کا فسق متیقن ہو جاوے تو اس کی امامت ناجائز ہے اور اس کا عزل مسلمانوں پر لازم ہے۔عامۃ المسلمین پر لازم ہے کہ اس کی تعظیم نہ کریں اور تعلقات اس سے منقطع کر کے اسے توبہ کرنے پر مجبور کریں۔اس کی امامت اور تعظیم کے بارہ میں حوالہ ذیل شامیؒ کا ملاحظہ ہو ردالمحتار ص ۴۱۴ ج ۱ میں لکھا ہے۔فقد عللوا كراهة تقديمه (اى فاسق) بانه لايهتم لامر دينه وبان فی تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعاً الخ ج ۱ / ص ۴۱۴ . واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مرزائیوں سے تعلقات رکھنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص امام مسجد ہے اور اس کے اعتقادات علماء دیوبند کی طرح ہیں۔مگر اس کے رشتہ دار مرزائی ہیں۔جن کے ساتھ اس مولوی امام کا کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا عموماً ہوتا رہتا ہے۔

اب آیا اس مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں۔بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

مرزائی مرتد ہیں۔اسلام سے خارج ہیں۔اسلام سے خارج ہو جانے کے بعد ان سے سارے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔اس لیے ان کے ساتھ تعلقات رکھنا۔رشتہ ناطہ کرنا ناجائز ہے۔اگر سوال میں مذکورہ صورت حال صحیح ہے تو مولوی صاحب مذکور کو لازم ہے کہ اس سے توبہ کرے۔ورنہ اس کو امامت سے معزول کر دیا جاوے۔واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۷ ذوالقعدہ ۱۳۷۲ھ

شیعہ سے تعلقات رکھنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک امام جو اس محلہ میں لوگوں کو نماز پڑھاتا ہے اور بار بار اس کو منع کیا گیا کہ تم سنی شیعہ کے گھر روٹی نہ کھایا کرو وہ امام روٹی کھانے سے نہیں رکتا۔جو امام کو روٹی دیتا ہے وہ مذہب شیعہ کا بڑا سرکردہ ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا واصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو بکواس کرتا ہے اور ایک دفعہ کا یہ واقعہ ہے کہ مولوی سنی حنفی نے تقریر کی اس شیعہ نے جھوٹا مقدمہ بنا کر اس حنفی مولوی کو قید کروا دیا۔کیا جو امام اس شیعہ کے گھر روٹی کھائے اور اس کو پکا مسلمان سمجھے اور محبت رکھے ایسے امام کے پیچھے مسلمانوں کو نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

صحابی رسول کو برا کہنے اور اہل اسلام کو کافر کہنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شرارتی تھے (العیاذ باللہ) اور اس نے کہا ہے کہ میرے نزدیک دیوبندی اور بریلوی دونوں جماعتیں کافر ہیں اور اس نے کہا ہے کہ ض کو مشابہ ظا پڑھنے والے (یعنی جس طرح عام طور پر قاری پڑھتے ہیں) کافر ہیں اور داڑھی باریک مشین سے کٹاتا ہے۔اور کالا خضاب بھی داڑھی کو لگاتا ہے۔کیا شریعت کے نزدیک ان وصفوں والے آدمی کے پیچھے مسلمان کی نماز ہو جاتی ہے۔یا نہ؟ اور یہ آدمی ایک جامع مسجد کا امام مقرر کیا جا سکتا ہے یا نہ؟

﴿ج﴾

یہ شخص جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کی توہین کرتا ہے اور علماء اہل سنت کو العیاذ باللہ کافر کہتا ہے۔ صحیح قرآن پڑھنے والوں کو خارج از اسلام بتلاتا ہے۔ نیز عملاً اتباع سنت سے محروم ہے۔ ایسے شخص کو توبہ پر مجبور کیا جائے۔ اس سے عامۃ المسلمین ہر قسم کے تعلقات شادی و غمی منقطع کر دیں۔ یہاں تک کہ تائب ہو جائے۔ نہ اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے اور نہ امام مقرر کیا جا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ جمادی الاخری ۱۳۷۶ھ

شیعہ کا سنیوں کی مسجد میں نماز پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسجد اہل سنت والجماعت کی ہے۔ اور امام بھی اہل سنت ہے۔ اس امام کے پیچھے شیعہ مذہب کا آدمی نماز پڑھ سکتا ہے۔ کیا اس کی نماز ہو جائے گی۔ نیز نماز فرض پڑھنے کے بعد رافضی شخص زور زور سے درود پڑھتا ہے جس سے دوسروں کی نماز میں خلل آتا ہے اور باقی مقتدی اس کام کو مکروہ جانتے ہیں کہ یہ شخص ہماری نماز کو خراب کرتا ہے۔ کیا باقی مقتدی یا امام اس شخص کو مسجد سے یا اپنے پیچھے نماز پڑھنے سے روک سکتے ہیں۔ یا وہ شخص اس مسجد میں نماز علیحدہ پڑھے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اگر سکون و اطمینان سے شیعہ شخص نماز پڑھے تو اس کو مسجد سے نہ روکا جائے۔ اور اگر ایسے طریقے پر نماز وغیرہ پڑھتا ہے جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچتی ہو اور فتنہ کا باعث بنتا ہو تو اس کو مسجد سے روک دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ

شیعہ کی امامت میں سنی کی نماز کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ شیعہ امام کے پیچھے نماز پنجگانہ یا نماز جنازہ پڑھنا سنی کے لیے جائز ہے یا نہ؟

﴿ج﴾

شیعہ رافضی کے پیچھے سنی کی نماز نہیں ہوتی۔ لہذا رافضی شخص کو امام نہیں بنانا چاہیے۔ عالمگیریہ ج ۱ ص ۸۴ میں ہے۔ و لا تجوز الصلوۃ خلف الرافضی والجہمی والمشبہ و من تقول بخلق القران۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرزائی متولی کی ولایت میں امامت درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک جگہ نماز پڑھاتی ہے۔ نماز پڑھنے والے تو سب اہل سنت والجماعت ہیں۔ لیکن جو آدمی تنخواہ دیتا ہے اور جس کے اختیار میں امام مقرر کرنا اور ہٹانا ہے وہ ایک مرزائی ہے۔ جو اپنی گرہ سے رقم دیتا ہے۔ اور جو امام رکھتا ہے اس کو یہ حکم دیتا ہے کہ کوئی اختلافی مسئلہ نہ بیان کرنا۔ اس حکم سے اصل مقصد اس کا یہ ہے کہ مرزائیوں وغیرہ کو کچھ نہ کہنا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ مذکورہ بالا قسم کی امامت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کی شرط کے موافق کوئی اختلافی مسئلہ نہ بیان کرنا خواہ وہ مسئلہ ختم نبوت کیوں نہ ہو۔ یہ کتمان حق ہے یا نہیں۔ بینوا بالکتاب وتوجروا یوم الحساب۔

﴿ج﴾

مرزائی چونکہ بالاتفاق مرتد اور خارج از اسلام ہیں۔ اس لیے ان سے عقد اجارہ کرنا جائز نہیں۔ اس کے علاوہ ان کا احسان لینا مسلمان کے لیے خلاف مروت ہے۔ جس سے بچنا لازم ہے۔ اور کتمان حق بہت بڑا گناہ ہے۔ اس لیے اس صورت میں امامت کرنا جائز نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

اپنے کو مرزائی کہنے والے کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ ایک امام مسجد جس نے گزشتہ دنوں اپنے مقتدیوں کے سامنے اعلان کیا کہ میں مرزائی ہو گیا ہوں۔ میرا مسلک وہی ہے جو مرزائیوں کا ہے۔ اب امامت بھی کر رہا ہے اور توبہ نامہ تحریری کسی عالم کے پاس جا

کرتائب ہونے کا اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔کیا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے۔شرعاً وہ امام مسلمان ہے۔

(۲) شیعہ حضرات میں سے کسی نے صف خرید کر سنیوں کی مسجد میں ڈال دی۔ کچھ لوگ اعتراض کر رہے ہیں کہ شیعہ حضرات صحابہ کرام کو برا کہتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں۔اس لیے ان لوگوں کا ہماری مسجد پر پیسہ لگانا ناجائز ہے۔سنیوں کی مسجد پر پیسہ خرچ کرنے والا کہتا ہے کہ میں صحابہ کو گالیاں نہیں دیتا ہوں۔ بلکہ صحابہ کی تعریف کرتا ہوں اور مدح کا قائل ہوں۔دلائل سے روشنی ڈالیں۔

(۳) کنجر جس کی آمدنی قطعی طور پر حرام کی ہے۔وہ رقم مسجد پر لگ سکتی ہے۔دلائل سے واضح فرمائیں جس مسجد میں پانچوں وقت کی نماز باجماعت نہ ہوتی ہو اس مسجد میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

(۱) اس امام کے بارے میں تحقیق کی جائے اگر واقعی اس نے مرزائیوں والے عقیدے اختیار کر لیے ہوں تو جب تک وہ توبہ تائب نہ ہو اس کی امامت جائز نہیں ہے؟

(۲) اگر واقعی یہ شیعہ سنیوں جیسا عقیدہ رکھتا ہو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا یاد نہ کرتا ہو جیسے کہ وہ کہتا ہے تو اس کی خرید کردہ صف پر نماز پڑھنا جائز ہے۔بشرطیکہ مال حلال سے خریدی ہو۔

(۳) حرام مال مسجد پر صرف کرنا جائز نہیں۔ لحدیث ان اللہ طیب لا یقبل الا طیبا۔

(۴) ایسی مسجد میں نماز جمعہ جائز ہے۔بشرطیکہ جمعہ کے دیگر شروط پائے جائیں۔مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس مسجد کو پانچ وقتہ نماز کے ساتھ آباد کریں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرزائیوں سے تعلق رکھنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین (۱) ایسے عالم دین کے بارے میں جو ایک مرکزی جامع مسجد کا خطیب ہے اور تنخواہ دار ہو مرزائیوں کے ساتھ بے تپاک انداز میں ملتا جلتا ہو بڑی عزت اور احترام بجالاتا ہو۔جب موصوف سے عرض کرتے ہوئے دریافت کیا گیا ہو کہ آپ کا دشمنان ختم نبوت سے اس انداز میں میل جول رکھنا عوام کے لیے نہایت ناپسندیدہ و ناگوار ہے۔تو جواباً کہتا ہے کہ ہم علماء کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔اور عوام کے لیے جائز نہیں کیا ان کا یہ جواب درست ہے اگر نہیں تو خدا کے لیے شرعی دلائل سے فتویٰ فرما کر مشکور فرمادیں۔

(۲) تنخواہ دار عالم دین کے لیے فتویٰ لکھ کر دینے کی فیس لینی جائز ہے۔

(۳) آیا ایسے عالم دین کے لیے بازار میں چلتے پھرتے چیز کھانا جائز ہے۔اگر نہیں تو پھر ایسے امام کی امامت میں نماز ادا

کرنی جائز ہے۔لہٰذا عرض ہے کہ از راہ کرم شرعی دلائل سے فتویٰ صادر فرما کر مشکور فرمائیں۔تاکہ عوام کی عبادت میں فرق نہ آئے۔

﴿ج﴾

(۱) اگر یہ عالم دین مستقل طبیعت کا پختہ کار عالم ہے اور وہ اپنے اخلاق کے ذریعہ سے لوگوں کو ہدایت کرتا ہے اس کے برتاؤ سے منکر ختم نبوت متاثر ہو کر صحیح العقیدہ بن سکتا ہے تو جائز ہے۔اور یہ رویہ اس کا درست ہے ورنہ نہیں۔

(۲) اگر تنخواہ فتویٰ نویسی کی لیتا ہے تو فتویٰ نویسی کی فیس جائز نہیں ہے۔اور اگر تنخواہ کسی دوسرے عمل کی ہے اور اس کے علاوہ اپنے مخصوص اوقات میں فتویٰ نویسی کرتا ہے تو فیس لینا جائز ہے۔بازار میں چلتے پھرتے کھانے کی عادت غلط اخلاق کی علامت ہے۔مروت کے خلاف ہے امام کو ایسی عادت ترک کرنی چاہیے۔اگر ترک نہ کرے تو کسی ایسے شخص کو جو زیادہ باوقار اور بااخلاق ہو امام بنالیا جائے لیکن اس کے باوجود بھی اس کے پیچھے نماز جائز ہے۔واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم

تاجر آدمی کی امامت درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک تاجر آدمی یعنی دوکاندار جو کہ غیر شرعی یا ناجائز کام بھی بظاہر کوئی نہیں کرتا اور مسائل وغیرہ اچھی طرح جانتا ہے۔اور شریعت کے مطابق داڑھی بھی رکھی ہوئی ہے۔ایسا شخص شریعت محمدی کی رو سے امامت کرا سکتا ہے۔

﴿ج﴾

اس شخص کی امامت جائز ہے۔احل اللہ البیع وحرم الربوا۔ الآیہ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ صفر ۱۳۹۰ھ

دکاندار کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مثلاً زید عالم ہے اور امام مسجد بھی ہے لیکن اس نے بغرض سب نیازی ٹھ

از خود کسب حلال اپنے ذاتی پیسہ سے ایک دوکان بنائی ہوئی ہے اور اس میں لین دین اور معاملات میں حسب طاقت بشریہ محتاط ہے۔ اور صفائی رکھتا ہے اور اس علاقہ میں اس کا علم میں کوئی ہمسر نہیں ہے۔ اور نہ تقویٰ دیانتداری میں نہ عقیدہ کے لحاظ سے کوئی پختہ آدمی ہے جو کہ نیابت یا امامت کے فرائض سرانجام دے سکے تو ایسے شخص مذکور کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا کہ نہ اور اس کا امامت کرنا درست ہے یا نہ کیونکہ بعض لوگوں کے دلوں میں ایک وہم سا پیدا ہو گیا ہے کہ ترازو سے تولنے والے کے پیچھے از روئے شرع نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور ایسا شخص امامت کے لائق نہیں ہے۔ واضح فرمایا جائے کہ شخص مذکور امام بننے کا اہل ہے یا کہ نہیں کیا یہ شخص اپنا ہمسر نہ ہونے کی وجہ سے افضل ہوگا؟ بینوا توجروا عند ربکم

﴿ج﴾

احل الله البيع و حرم الربوا– الاية– اس شخص کی امامت جائز ہے کسی قسم کا وہم نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جھوٹے کو امام بنانا درست نہیں

﴿س﴾

گزارش ہے کہ ایک شخص جو امام مسجد ہے۔ اس سے ایک شخص نے ٹکڑا زمین خرید ا اور کل رقم متعلقہ زمین ادا کر کے اشٹام لکھوایا۔ جس پر بائع اور گواہوں کے دستخط بھی ہو گئے۔ بائع نے وعدہ کیا۔ کہ رجسٹری بعدالت تصدیق کرو دیگا۔ لیکن اس اثنا میں بائع مذکور نے چپکے سے وہ ٹکڑا زمین کسی اور کے پاس بیچ دیا۔ اور بعدالت رجسٹرار اس کی تصدیق بھی کرا دی۔ یہ دوسرا شخص جانتا تھا۔ کہ زمین پہلے فروخت ہو چکی ہے۔ اور بائع روپیہ وصول کر چکا ہے۔ بائع ہمارے ساتھ لیت و لعل کرتا رہا۔ چنانچہ ہم نے اسے سب رجسٹرار کی عدالت میں بلایا۔ تو وہ زرثمن وصول پانے اور بیع نامہ کی تحریر و تکمیل کرنے سے قطعی انکاری ہو گیا جس کی وجہ سے رجسٹری تصدیق نہ ہو سکی۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس معاملہ میں فتویٰ صادر فرما دیں کہ ایسے شخص کی دین متین کی رو سے کیا حیثیت ہے۔ اور ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے؟ اور جو لوگ ایسے امام کو جھوٹا سمجھتے ہوئے دھوکا دہی کی خاطر اس کو سچا بتاتے ہیں۔ ان کی دین متین کی رو سے کیا حیثیت ہے؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بشرط صحت سوال امام مسجد موصوف نے ایک دفعہ ایک زمین کو جب فروخت کر دیا اور رقم وصول کر لی تو بیع تام ہو گئی اور اب وہ زمین کا مالک نہ رہا۔ لہٰذا اس کا اس زمین کو دوسری جگہ فروخت کرنا

قطعاً ناجائز ہے۔ اور پھر جبکہ امام نے جھوٹ بول کر اس سودے سے سرے سے انکار کر دیا۔ تو اس سے یہ شخص فاسق ہو گیا۔ اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ لہٰذا اس کے بجائے کسی اور دیندار امام کو مقرر کیا جاوے۔ اور اس کو جھوٹا جانتے ہوئے اس کو سچا کہنا بھی حق کو چھپانا اور جھوٹ بولنا موجب فسق ہے۔ لہٰذا امام موصوف کا اور دیگر متعلقین کا اپنے جھوٹ سے توبہ تائب ہونا ضروری ہے۔ لقوله عليه السلام والكذب يهلك الحديث۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

٨ ذی قعدہ ١٣٨٩ھ

ناجائز قسمیں کھانے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام مسجد نے ناجائز حلفیہ بیان دے کر ایک مرد و عورت کا نکاح جائز ثابت کیا حالانکہ ان کے بجائے شرعی نکاح ناجائز تعلقات تھے۔ ان کا کوئی نکاح نہیں تھا۔

(٢) اسی امام مسجد نے ایک عورت کو ناجائز حلفیہ بیان دے کر عدالت میں طلاق دلا دی کہ اس کا مرد اس عورت کو بسانے سے انکار کرتا ہے۔ حالانکہ اس مرد نے کوئی انکار نہیں کیا تھا۔ یہ بھی اس نے غلط بیانی کی ہے۔ لہٰذا یہ امام مسجد امامت کے لائق ہے یا کہ نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال ایسا شخص جو ناجائز قسمیں کھاتا ہو فاسق و فاجر ہے اور لائق امامت نہیں امامت سے اس کو ہٹانا چاہیے اور کسی معتمد علیہ دیندار عالم کو امام مقرر کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جھوٹ بولنے والے اور اپنے بچوں پر ظلم کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ (١) اگر کوئی شخص مسجد میں امام ہو اور وہ جھوٹ بولتا ہو جس کا ہمارے پاس شریعت کی رو سے پورا پورا ثبوت ہو اور وہ شخص پورا پورا خائن بھی ہو اور اپنے کام کو صحیح طور پر انجام بھی نہ دیتا ہو۔ جس کی وہ تنخواہ بھی لیتا ہے۔ براہ کرم اس کا جواب تفصیلی طور پر عنایت فرمائیں۔ (٢) اگر کوئی شخص مسجد میں امام ہو اور عالم بھی ہو وہ اپنے بیوی بچوں پر ظلم بھی کرتا ہو تا جائز الزام لگا کر

اپنی بیوی کو طلاق بھی دیدی ہو اور اس کے نابالغ بچے جس میں ایک شیرخوار بچی جس کی عمر اڑھائی ماہ ہو اور اس بچی کی پیدائش کے وقت دائی کو بھی نہ بلایا ہو جس کا وہ اقراری بھی ہو اور دوسرے بچے کی عمر تقریباً دو سال ہو اور ایک لڑکی جس کی عمر پانچ چھ سال ہو جو کہ بیوی مطلقہ سے جبراً چھین لیے ہوں اور جبراً لکھوا لیے ہوں ایسے امام مسجد کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں براہ کرم اس کا جواب تفصیلی طور پر عنایت فرماویں۔

﴿ج﴾

اگر واقعی کوئی امام مسجد جھوٹ اور اپنے بیوی بچوں پر ظلم جیسے کبائر کا ارتکاب کرتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں ویکرہ امامة عبد الخ و فاسق الخ (شامی باب الامامة ص ۴۱۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۵ شوال ۱۳۸۹ھ

وعدہ خلافی کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہندہ جب پیدا ہوئی اس کی پھوپھی نے اس کو روبرو والدین کے گانا ہاتھ میں بطور نشان باندھا کہ یہ میرے لڑکے عبدالرشید کی چیز ہے۔ اس کے ساتھ نکاح کروں گی کچھ عرصہ کے بعد ہندہ مائی پھوپھی نے اپنے بھائی مسمی محمد ایوب کو کہا کہ اس کا نکاح کر دو۔ اس نے کہا یہ عبدالرشید کی چیز ہے۔ خود اس کا نکاح کروں گا۔ اس طرح ٹال مٹول کرتا رہا۔ آخر محمد ایوب امام مسجد کے لڑکے کی شادی کے دن مقرر ہوئے۔ تو محمد ایوب مذکور نے اپنے بہنوئی محمود کو کہا کہ تم شامل شادی ہو۔ اس نے نکاح کر دیا کہ جب تک میرے لڑکے عبدالرشید کا نکاح کر کے نہ دو گے ہم شامل نہیں ہوتے۔ تو چک کے دو تین معزز آدمی لے آیا کہ شادی میں شامل ہو جاؤ بعد میں نکاح کروں گا۔ مگر محمود نے انکار کر دیا۔ کہ تم نکاح کر کے نہ دو گے۔ تو اس پر روبرو معززین کے کہا کہ ضرور کر دوں گا۔ تو معززین نے کہا کہ یہ ہمارا امام مسجد ہے۔ ہمارے روبرو اقرار کرتا ہے۔ انکار نہ کرے گا۔ تو اس کا بہنوئی اور ہمشیرہ دونوں شادی میں شامل ہوئے۔ لیکن انکار کر دی اس کے بعد محمد ایوب کے گھر اس کا بہنوئی محمود اور اس کی ہمشیرہ موجود تھے۔ تو محمود نے محمد ایوب کی بیوی کو کہا کہ تم میری ہمشیرہ ہو تم اگر میرے لڑکے عبدالرشید کو لڑکی نکاح کر دو تو ہو سکتا ہے۔ کیونکہ محمد ایوب نہیں کر سکتا تم سے اور لڑکے سے ڈرتا ہے۔ اس نے اقرار کیا کہ دوں گی۔ تو اس پر محمد ایوب نے بیوی کو کہا۔ کہ لالہ کی بات سمجھی اس نے جواب دیا کہ سمجھ گئی۔ تو اس پر محمد ایوب کے بہنوئی نے کہا کہ ہاتھ کھڑے کرو تو محمد ایوب مذکور کی بیوی نے ہاتھ کھڑے کیے محمد ایوب نے ہاتھ کھڑے نہیں کیے۔ مگر مجلس میں موجود تھا۔ تو محمد ایوب کے بہنوئی کو اس کی بیوی یعنی محمد ایوب کی

ہمشیرہ نے کہا کہ اب مٹھائی تقسیم کراؤ۔ تو محمد ایوب کے بہنوئی نے ایک روپیہ محمد ایوب کی بیوی کو دیا اس نے اپنے چھوٹے لڑکے کو مٹھائی کے لیے دیا۔ وہ کھجوریں لے آیا۔ تقسیم کی گئیں۔ اس کے بعد نکاح کر کے دیا اور ایک دو دن کے بعد محمد ایوب کے پھوپھی زاد بھائی نے کہا کہ تم لڑکی نہیں دیتے اس طرح جھوٹا وعدہ کرتے ہو۔ تو اس نے کہا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں اس کلمے سے محروم ہوں خدا کا بندہ نہیں ہوں۔ حضور کی امت نہیں ہوں کہ ہرگز جھوٹ کہوں۔ ضرور نکاح کر دوں گا۔ ناراض نہ ہو۔ تو اس کے پھوپھی زاد بھائی نے کہا کہ اگر وہ انکاری ہو جائے تو پھر تو اس نے جواب دیا کہ اگر وہ مان جائے تو بہتر ورنہ جبراً اس کی رضامندی کے بغیر اس کو ڈنڈا مار کر نکاح کر دوں گا۔ چنانچہ اس کا لڑکا چھٹی کاٹ کر چلا گیا۔ اور نکاح کر کے میرے سے سچا نہ ہوا۔ اب علماء سے استفسار ہے کہ نکاح تو نہیں ہوا جبکہ کئی دفعہ اقرار کیا کہ نکاح کر دوں گا۔ بلکہ دو دفعہ مکرر وعدہ کیا کہ نکاح کے بعد نکاح کر دوں گا اور کہا دوسرا لڑکا آنے والا ہے۔ اس نے نہ مانا تو پھر بھی جبراً ڈنڈے کے ذریعے نکاح کر دوں گا۔ کیا اس پر عہد وفا کرنا لازم ہے یا نہیں اور ایسے جھوٹے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔

﴿ج﴾

حتی الامکان ایفائے عہد ضروری ہے۔ احادیث میں وعدہ خلافی کی سخت مذمت وارد ہے۔ اور وعدہ خلافی کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔ چنانچہ امام نووی اذکار ص ۱۳۹ میں تحریر فرماتے ہیں۔ وقد اجمع العلماء علی ان من وعد انسانا شیأ لیس بمنھی عنه فینبغی ان یفی بوعده وھل دلک واجب او مستحب فیه خلاف بینھم ذھب الشافعی وابوحنیفة والجمھور الی انه مستحب فلو ترکه فاته الفضل وارتکاب المکروہ کراھة تنزیھیة شدیدة ولکن لایاثم وذھب جماعة الی انه واجب (بحواله امداد الفتاوی ص. ج ۴/۲۶۹) بغیر سچی توبہ کیے اس کی امامت مکروہ ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۱ صفر ۱۳۹۰ھ

جھوٹ بول کر غیر حقدار کو جائیداد دلوانے کی کوشش کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

جو شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو وہ فاسق ہو گیا یا نہیں۔ مثلاً ایک عورت متوفیہ کی جائیداد کافی آمدہ از ہندوستان کو متوفیہ کے اولیاء و اقرباء کی موجودگی میں ان سے خفیہ طور پر سرکار میں جا کر افسران کے سامنے جھوٹی قسمیں کھا کر کہتا ہے کہ اس متوفیہ کا حقدار کوئی بھی زندہ موجود نہیں۔ سب کے سب مر گئے ہیں ایک غیر حقدار کے بارہ میں کہتا ہے کہ متوفیہ کی تمام جائیداد کو اس کے نام کیا جاوے۔ جب غیر حقدار کے نام انتقال ہو گیا اور حقیقی حقدار نے دعوی کر کے غیر حقیقی کو جھوٹا

ثابت کر دیا۔ تو پھر بھی بے شرمی سے کہتا ہے کہ متوفیہ وصیت نامہ لکھ کر دے گئی ہے کہ میری تمام جائیداد اس غیر حقدار کو دی جائے اور میرے حقدار وارثوں کو نہ دیا جاوے جب شخص مذکور سے پوچھا گیا کہ وہ وصیت نامہ دکھائے کہاں ہے۔ تو کہتا ہے کہ مخالفین نے مجھ سے جبراً چھین کر پھاڑ دیا ہے۔ ایسے ایسے جھوٹے افترا اور بہتان باندھتا ہے۔ مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے حکومت میں جھوٹی ڈائریاں دیتا ہے اور بیگانہ حق کو جھوٹ بول کر حرام کھاتا ہے اور کسی کو اسی کے رشتہ داروں کے پاس جا کر کہتا ہے کہ فلاں تمھارے رشتہ دار نے فلاں بیوہ کا حق اپنے نام لکھوایا ہے۔ الغرض جس کے ایسے جھوٹ اور حرام خوریاں ثابت ہو جائیں۔ تو وہ شخص فاسق ہو گیا یا نہیں۔ اگر فی الواقع عیوب مذکور بالا ثابت ہو جاویں تو بنت الصالح کا کفو ہے یا غیر کفو۔ اور مبلغ بن کر منبروں پر چڑھنے اور امام بننے کا مجاز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر باقاعدہ طور پر یہ دھوکہ بازیں اس کی ثابت ہو جاویں۔ تو ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے نہیں پڑھنی چاہیے۔ ایسے شخص کو بطریق احسن سمجھایا جاوے کہ ایسے فعل سے باز آ جاوے جو علی الاعلان ایسے افعال کرتا ہے اور ایسے قبیح افعال میں شہرت تک پہونچ جاتا ہے تو بنت الصالح کا کفو نہیں ہے۔ باقی رہی تبلیغ تو اس کے متعلق عرض ہے کہ اچھی بات تو ہر کسی کو پہونچانے کا مجاز ہے۔ اگرچہ اس پر لازم ہے کہ اپنے نفس کی اصلاح کی بھی کوشش کرے۔ اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم کا مطلب ہے کہ امر بالمعروف کرتے ہوئے اپنے آپ کو نہ بھولو۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ اپنے آپ کو بھولنے کی صورت میں امر بالمعروف نہ کرو۔ جلالین سے لے کر تمام مفسرین نے یہ مطلب بیان کیا ہے۔ باقی اگر قوم کو بری باتوں ہی کی تلقین کرتا ہے تو اس کو روک دینا ضروری ہے۔ خوب غور کر لیا جاوے۔

نمازوں کی پابندی نہ کرنے والے، جھوٹ بولنے والے اور دیگر غلط صفات کے حامل شخص کی امامت کا مسئلہ؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسائل

(۱) کوئی امام نماز میں وقت کی پابندی نہ کرے۔ بار بار تنبیہ کرنے پر بھی اپنی عادت کو نہ چھوڑے اور مقتدی بار بار غلطی کی نشان دہی کریں۔ تو امام اپنے مقتدیوں سے جانور کی طرح لڑ پڑے اور بداخلاقی سے پیش آوے تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز۔

(۲) اگر امام نماز میں سوتا ہو۔ ایک ایک دو دو آیت چھوڑ جائے یا نماز کی ترتیب غلط کر دے اور مقتدی اس کی غلطی کی طرف اشارہ کریں۔ تو امام کہہ دے کہ کیا ہوا نماز تو ہو گئی اور اپنی غلطی کو محسوس نہ کرے تو اس امام کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں۔

(۳) اگر کوئی امام نصیحتیں کرتا ہو اور جھوٹ بھی بولتا ہو یا کسی آدمی کے کہنے کے بعد قرآن اٹھا کر ۲۰۰ روپے کی رقم وصول کرے۔ جب کہ اس آدمی کے لڑکوں نے مرنے پر اعلان کیا کہ مرنے والے کی طرف سے کوئی قرض مانگتا ہو تو بتائے۔ اس وقت کوئی شخص اس کی طرف کوئی قرض کی رقم نہ بتائے اور بعد ماہ دو ماہ کے اس امام سے دوکان خالی کرانے کو کہا جائے۔ تو بجائے دوکان خالی کرنے کے اس کے والد کی طرف قرض بتادے اور وہ بچے اس امام کو قرض بتائی ہوئی رقم بھی دے دیں اور یہ امام وعدہ کرے کہ فلاں تاریخ کو دوکان خالی کروں گا۔ پھر وعدہ پورا نہ کرے اور ٹال مٹول کرتا رہے۔ تو اس کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں۔

(۴) جو امام غلہ لے کر جمع کرے اور اونچا نرخ آنے کا انتظار کرتا رہے اور جب اونچا نرخ آ جائے تب فروخت کرے تو اس کے لیے کیا حکم ہے۔

(۵) اگر کوئی امام مرزائی یعنی قادیانیوں کے نکاح کے فارم بھرے اور اس کے نکاح میں شریک ہو اس کے لیے کیا حکم ہے۔

(۶) جو امام جھوٹ بول کر کسی کو غلط سرٹیفکیٹ دلوادے اپنی ذمہ داری پر اور مقتدی یہ کہیں کہ آپ نے غلط کام کیا ہے اور آپ امام ہیں تو امام یہ جواب دے کہ کیا ہوا۔ میری وجہ سے کسی کا بھلا ہو جائے تو اس کے لیے کیا فرماتے ہیں علماء کرام۔

(۷) جو امام بلیک مارکیٹ کرتا ہو۔

(۸) جو امام کسی شخص کو کام کے لیے رقم دے اور منافع ہو تو لے لے اور جب نقصان ہو۔ تو نقصان کا مالک نہ بنے اور کہہ دے میں نقصان نہیں دوں گا تو ایسے کام کے لیے شرعی کیا حکم ہے اور اگر یہ سود میں جاتا ہے تو پھر ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز۔

﴿ج﴾

مسجد کی منتظمہ کمیٹی تحقیق کرے۔ اگر امام واقعی نماز میں سوتا ہے۔ آیات کو چھوڑتا ہے۔ ترتیب میں اکثر غلطی کا ارتکاب کرتا ہے۔ جھوٹ بولتا ہے مرنے والے پر قرآن اٹھا کر رقم وصول کرتا ہے۔ وغیرہ۔

اگر ان امور کے ارتکاب کا ثبوت بطریق شرعی ہو جائے تو اس کی امامت مکروہ ہے اور لائق امامت نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

تہمتیں لگانے اور جھوٹی قسمیں اٹھانے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے ناجائز فائدہ حاصل کرنے کے لیے ذاتی عناد کی وجہ سے غلط پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ تین دفعہ عدالت میں قسم اٹھوائی گئی ہے اور نکاح خوان نے انکار کر دیا ہے کہ میں نے نکاح نہیں پڑھا ہے۔ یعنی کسی پر بغیر ثبوت کے جھوٹا الزام لگانا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ جب کہ خود دکان پر ایک روپے کی چیز آٹھ

روپے میں فروخت کرتا ہے۔ غرض مند بے چارے مجبوراً لیتے ہیں۔ اپنی جائیداد زرعی تملیک کروائی جب کہ ایک بہن اور ایک بھائی کا حصہ غصب کرلیا۔ اگرچہ بھائی نے دیوانی دعویٰ کر کے اپنا حصہ لے لیا۔ پھر بھی بہن کا حصہ غصب کر چکے ہیں۔ ایک مرغی کے انڈے چوری کر کے مولوی صاحب مہینہ تک کھاتے رہے اور مالک کے روبرو انکار کرتے رہے کہ ہمیں کوئی علم نہیں اور پھر مرغی سات روپے میں فروخت کردی جو کہ اصل مالک نے بارہ روپیہ میں فروخت شدہ واپس لے لی اور پنچائیت اکٹھی کی۔ جس پر مولوی صاحب نے قسم اٹھائی کہ مرغی میری اپنی ہے۔ جھوٹی قسم اٹھا کر مرغی انڈوں سمیت ہضم کرلی۔ کیا ایسے اوصاف والے شخص کی امامت محفوظ ہے۔ یا نہیں جب کہ مقتدی کئی دفعہ مسجد سے گالیاں دے کر نکال چکے ہوں۔

ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میری دکان کی چوری ہوگئی ہے۔ واویلا کرنے پر چند معززین مہاجر و انصار کی پنچائیت اکٹھی کی گئی اور مدعی نے کہا کہ فلاں شخص جب کہ میں سودا لے رہا تھا۔ ایک ٹین جس میں نوٹ لاتعداد پڑے ہیں۔ جن کا مجھے علم نہیں کہ کتنے پڑے ہیں دیکھ رہا تھا۔ اسی نے چوری کرلی ہے۔ پنچائیت نے ملزم کو بلا کر مجبور کیا کہ چوری واپس کرے یا صفائی دے ملزم نے کہا کہ آپ جونسی قسم چاہیں اور جس جگہ چاہیں میں دینے کو تیار ہوں۔ ملزم کا بھائی بھی قسم دینے کو تیار ہوگیا۔ لیکن مدعی نے انکار کیا کہ مجھے قسم پر اعتبار نہیں اور قسم لے لوں تو میری رقم ضائع ہوتی ہے۔ گفت و شنید کے بعد ملزم نے کہا کہ میں قرآن پاک پر پیسے رکھتا ہوں مولوی صاحب اٹھائیں۔ مولوی صاحب روپے اٹھانے پر تیار ہوگئے۔ دوسرے دن جمعہ تھا جس پر جلسہ عام میں وضو کر کے جمعہ نماز ادا کر کے مسجد میں قرآن مجید مولوی صاحب کے سامنے لا کر رکھا گیا اور اس پر سات سو روپے رکھے گئے۔ مولوی صاحب نے پانچ سو روپیہ اٹھا لیا اور باقی واپس کردیے۔ عام لوگوں نے لعن طعن کیا کہ بہت برا کیا ہے کہ نہ دوکان کو نقب لگی ہے نہ چھت کو شگاف کیا گیا ہے۔ نہ دروازہ کھلا ہے اور شارع عام راستہ پر بارہ بجے دن کے کیسے چوری ہوگئی ہے۔ دوسرے یہ کہ جس ٹین میں ہزاروں کی تعداد میں نوٹ موجود ہیں۔ چور چوری کرتا تو اسے گننے کی کیا ضرورت تھی مولوی صاحب روپے واپس کرنے پر تیار ہوگئے۔ لیکن آج کل پر ٹالتے ٹالتے ہضم کرگئے۔ اب عرض یہ ہے کہ ان حالات کے ہوتے ہوئے جب مدعی کو علم بھی نہیں کہ پانچ روپے گم ہوئے ہیں یا پانچ صد روپے گم ہوئے ہیں۔ چوری ہے یا نہیں یا کتنی چوری ہوئی ہے۔ قرآن مجید پر سے اتنی دلیری سے اٹھا سکتا ہے یا نہیں اور ایسے اوصاف والے شخص کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

تحقیق کی جاوے اگر واقعی یہ شخص بلا وجہ تہمت لگاتا ہے۔ جھوٹ بولتا ہے اور ناجائز طور پر قسمیں اٹھاتا ہے۔ تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور لائق امامت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایسے شخص کی امامت کا حکم جس میں کئی عیوب پائے جاتے ہوں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید ایک مسجد کا امام ہے اور یہ عیوب اس میں پائے جاتے ہیں' بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ اس منصب کا اہل نہیں اور بعض لوگ اس کے بال بچوں پر ترس کھانے اور بعض دیگر وجوہات کی بنا پر اسے امام رہنے دینا چاہتے ہیں۔ براہ کرم شریعۃ اسلامیہ کی روشنی میں فرمایئے کہ اس کو اس منصب پر رہنے دینے یا نہ رہنے دینے کی دینی اور شرعی حیثیت کیا ہے۔ اس لیے کہ اس منصب پر اس شخص کا بحال رہنا دین کی بدنامی مسجد کی ویرانی اور نمازیوں کے تنفر کا باعث بن رہا ہے۔ (۱) وہ اپنے فرائض کا پابند نہیں' نماز وغیرہ سے اکثر غیر حاضر رہتا ہے اور نشان دہی کرنے پر کہتے ہیں کہ آپ کب پانچ وقت آتے ہیں۔ ان کا یہ عیب بدنامی کا باعث ہے۔ (۲) جھوٹ بولنے کے مرتکب بھی ہوتے ہیں اور ان کے مقتدیوں میں یہ بات مشہور ہے اس کی انتہا یہ ہے کہ ان کو باقاعدہ بنانے کے لیے جب رجسٹر حاضری کا اہتمام کیا گیا۔ تو انھوں نے بعض ان اوقات کی بھی حاضری لگادی جن میں وہ نماز میں حاضر نہیں تھے (۳) وہ معاملات اور لین دین کے کھرے نہیں۔ لوگوں سے قرض لینا' وقت پر ادا نہ کرنا اور لوگوں کا تنگ آ کر اسے معاف کر دینا۔ یہ معاملہ بھی کئی مقتدیوں سے پیش آ چکا ہے۔ اس لیے ان کو قابل اعتبار نہیں سمجھا جاتا۔ (۴) ان پر ہیرا پھیری کرنے کا اور غلط بیانی کا الزام بھی لگایا جاتا ہے۔ جن میں سے بعض ثابت بھی ہوچکے ہیں۔ (۵) لوگ ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا پسند نہیں کرتے جو پڑھتے ہیں وہ بھی کراہت اور بامر مجبوری۔ بعض لوگوں سے یہ بات بھی سننے میں آئی کہ کچھ لوگ جب ان کی اقتداء میں جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں تو امام کی نیت نہیں کرتے۔ (۶) امام صاحب اور ان کے مقتدیوں میں لڑائی جھگڑے اور تو تڑاک کی نوبت بھی آتی رہتی ہے۔ بعض لوگوں کو جب وہ منانے گئے تو ان کا جواب یہ تھا کہ چونکہ ہم آپ کو امامت کے قابل نہیں سمجھتے۔ اس لیے آپ کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھتے ان کو مقتدیوں میں مقبولیت ہر دلعزیزی اور اعتماد حاصل نہیں ہے۔ الغرض وہ علم دین سے بے بہرہ امانت و دیانت سے کورے اور ہر دلعزیزی و مقبولیت سے محروم ہیں۔

﴿ج﴾

مسجد کی منتظمہ کمیٹی پوری تحقیق کرے اگر یہ بات ثابت ہوجائے کہ نمازی امام میں کسی دینی نقص کی وجہ سے اس کی امامت سے راضی نہیں تو اس کو امامت سے ہٹایا جائے ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۷ صفر ۱۳۹۴ھ

مقتدیوں کی ناپسندیدگی کے باوجود امامت کرانے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں (۱) کیا کوئی امام بغیر رضامندی مقتدیان امامت کرسکتا ہے۔(۲) کیا کوئی امام زبردستی مصلی پر کھڑا ہوکر جماعت کراسکتا ہے۔ جب کہ مقتدیان کی کثیر تعداد اس سے ناراض ہو۔(۳) جب امام خائن ہو اس کی اقتداء میں نماز ہوسکتی ہے۔(۴) کیا کاذب امام کے پیچھے نماز ادا کرنا جائز ہے (۵) جبکہ امام زکوۃ کا مال کھاتا ہو اور اکثر لوگوں کا مقروض ہو۔ اس کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے۔(۶) جب کہ امام صاحب کو کہا جائے کہ تم مسجد میں جاکر نماز پڑھا کرو تو وہ کہے کہ میں کتوں کے پیچھے نماز پڑھوں۔ میری نماز نہیں ہوتی کیا دوسروں کی نماز ہوجاتی ہے۔ (۷) جب کہ امام صاحب کے مسجد کے حساب میں گڑبڑ ہو اور مقتدی امام سے متنفر ہوں کیا اس صورت میں زبردستی امامت کا حقدار ہے (۸) کیا جھوٹ بولنے والے کی امامت جائز ہے؟

﴿ج﴾

۱۔۲ کتب فقہ میں ہے کہ اگر امام میں کچھ نقصان نہیں تو مقتدیوں کی ناراضی کا اثر نماز میں کچھ نہیں۔ امام کی نماز بلا کراہت درست ہے اور گناہ مقتدیوں پر ہے اور اگر امام میں نقص ہو اور اس وجہ سے مقتدی ناخوش ہیں۔ تو امام کے اوپر مؤاخذہ ہے اور اس کو امام بننا مکروہ ہے۔ درمختار باب الامامۃ ص۴۱۳ج ۱ میں ہے۔ **ولو ام قوما وهم له كارهون ان الكراهة لفساد فيه اولانهم احق بالامامة منه كره له ذلك تحريما لحديث ابي داؤد لا يقبل الله صلوة من تقدم قوما وهم له كارهون (وان هوا حق لا) والكراهة عليهم** (۳) جو شخص لوگوں کے حقوق وغیرہ باوجود استطاعت کے ادا نہ کرے اور مار لیوے وہ ظالم اور فاسق ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے کذا فی الشامی باب الامامۃ۔ (۴) اس کا بھی یہی حکم ہے۔(۵) اگر وہ مستحق زکوۃ ہے تو اس کے لیے زکوۃ لینا جائز ہے اور امامت صحیح ہے۔ مقروض کی امامت صحیح ہے۔(۶) یہ کہنا بُرا ہے۔(۷) اس کا حکم جواب (۱ ۲ میں گزر گیا۔(۸) ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

جھوٹ بولنے اور خیانت کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص امام مسجد ہے اور جھوٹا قرآن اٹھاتا ہے۔ امانت میں خیانت کرے اور جب اس کے حساب کو چیک کیا جاوے۔ تو کئی ہزار کا غبن پکڑا جاوے اور مذہب بھی تبدیل کرتا رہے۔ کبھی دیوبندی اور

کبھی بریلوی۔ آیا اسلام اس کی مطلق اجازت دیتا ہے کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ اس کو امامت سے ہٹایا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
الجواب صحیح محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
۱۲ شوال ۱۳۹۳ھ

جھوٹا دعویٰ کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ (۱) کہ ایک شخص کسی مسجد کا امام ہوا۔ متولی مسجد نے آکر مکان ملکیہ مسجد رہائش کے لیے دیا اور کئی سال اس مکان میں رہائش پذیر رہا۔ پھر کسی نے محکمہ سیٹلمنٹ میں درخواست دلوائی۔ طلبی پر جاکر بیان دیا کہ میں سال ۵۷ء میں خانپور آیا۔ موجودہ مکان مقفل پڑا تھا۔ جناب حسن محمود صاحب جو اس وقت وزیر بلدیات تھے۔ انھوں نے تھانیدار کو بلوا کر مجھے قبضہ دلوایا جب سے میں مکان میں رہائش پذیر ہوں۔ میرا خیال ہے کہ یہ مکان ہندوؤں کا ہے۔ مجھے دیا جاوے میں رقم دونگا۔(۲) متولی مسجد کو بیان دینے سے پہلے ایک اقرارنامہ لکھ دیا ہے کہ یہ مکان مسجد پر وقف ہے یعنی ملکیت ہے میں بسلسلہ امامت اس میں رہائش پذیر ہوں۔(۳) نیز امام مسجد مذکور نے اس مکان کے متصل دو مرلہ کا پلاٹ خرید کیا۔ پھر رجسٹری کرایا۔ جس کے حدود اربعہ شمالی جانب مکان مسجد تھا۔ اس کو اپنے نام کا مکان لکھوایا۔(۴) اس کے علاوہ دیگر عادات ناشائستہ اس امام میں موجود ہیں۔ جھوٹ گلا گوئی غصب لہٰذا متولی و اکثر مقتدیان سخت متنفر ہوکر دوسری مسجدوں میں جاکر نماز پڑھتے ہیں۔ اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ لہٰذا شرعاً ایسے امام کے پیچھے جو غاصب و کاذب ہو اور جماعت اس سے متنفر ہو نماز پڑھنا جائز ہے؟(۵) امام مذکور مسجد میں بیٹھ کر کہتا ہے کہ مکان مسجد کا ہے۔ مجھ پر حرام ہے اور محکمے میں بیانات دیتا ہے کہ مکان ہندو کا ہے۔ مجھے دیا جاوے اور چغل خوری و محلہ میں فتنہ برپا کرتا ہے۔ فقط

﴿ج﴾

فاسق شخص کی امامت مکروہ ہے۔

اپنے آپ کو سید ظاہر کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نسباً غیر سید ہوتے ہوئے خود کو عمداً اشد ومد کے ساتھ نسباً سید کہلانے پر مصر ہے اور ایک مسجد میں امامت بھی کرتا ہے۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے یا اس سے متعلق احادیث میں کوئی وعید وارد ہے۔ بینو وتوجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اگر فی الواقع یہ شخص نسباً سید نہ ہو اور اپنے کو سید نسباً ظاہر کرتا ہو۔ اور اس پر مصر ہو اور جان بوجھ کر ایسا کرتا ہو تو یہ شخص گناہ گار بنتا ہے اور ایسے شخص پر احادیث میں لعنت وارد ہوئی ہے۔ اس کو توبہ تائب ہونا چاہیے ورنہ اس کو امامت سے معزول کر دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۱ ذوالحج ۱۳۸۷ھ

طلاق دے کر منحرف ہونے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندوستان بذریعہ خط ۱۹۴۸ء میں اپنی دونوں عورتوں کو جو پاکستان میں تھیں۔ طلاق دیدی اور اس کے تین خط اور آئے جن میں بھی طلاق کا ذکر ہے جو کہ پیش خدمت ہیں۔ پھر وہ ۱۹۵۵ء میں خود پاکستان آ گیا پھر اس نے حاجی ولی محمد واسلام الدین سے کہا کہ میرا حلالہ کرا دو۔ مگر یہ شخص حلالہ پر راضی نہیں ہوئے۔ پھر وہ شخص اپنی بیوی کے رشتہ داروں کے پاس گیا اور کہا کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے۔ پنچایت نے خطوں کو دیکھا۔ وہ خطوں سے انکاری ہو گیا اور اس نے کہا کہ میں نے طلاق نہیں دی اور کہا کہ لفافہ میرا تحریر کردہ اور اندر کا خط میری تحریر نہیں ہے۔ اس کے متعلق قرآن شریف اٹھالیا۔ اب وہ مسجد میں امام ہے اور سوال یہ ہے کہ آیا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر حاجی ولی محمد واسلام الدین اس بات کی گواہی دے دیں کہ اس نے کہا کہ میری عورت سے حلالہ کرا دو تو باوجود خطوط سے انکاری ہونے کے بھی طلاق واقع ہو گئی۔ پھر ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے اور اس کی امامت ناجائز ہے۔ آئندہ کے لیے وہ عورت اس کے حوالہ بغیر حلالہ کے نہ کی جاوے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۲ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ

وعدہ خلافی اور جھوٹ کے مرتکب کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک مسجد کا امام ہے۔ مقتدی اس کے پیچھے چند خرافات کی وجہ سے نماز پڑھنا مکروہ جانتے ہیں۔ وجوہات یہ ہیں (۱) تھانے میں جا کر لوگوں کے ناجائز اور غیر شرعی معاملات میں سفارش کر کے مزم سے پیسے لے کر خود بھی اور پولیس کو بھی کھلاتا ہے (۲) بات بات میں جھوٹ بولتا ہے۔ جھوٹی قسم اٹھاتا ہے۔ وعدہ خلافی کرتا ہے۔ امانت میں خیانت کرتا ہے۔ جس کی چند مثالیں یہ ہیں۔ ایک شخص کی درخواست پر امام صاحب نے ایک شخص کے خلاف کچھ تحریر لکھی۔ نمازیوں نے جب اس سے پوچھا تو اس نے کہا میں نے یہ تحریر نہیں لکھی اور جھوٹا قرآن اٹھالیا۔ نمازیوں نے فوراً وہ درخواست امام صاحب کے سامنے کر دی اور اس کی لکھی تحریر اس کو دکھائی تو وہ بہت شرمندہ ہوا۔

اسی طرح سے ایک شخص نے تھانے میں ایک شخص کے خلاف درخواست دی کہ میں نے فلاں آدمی سے ۶۰۰ روپے لینے ہیں۔ ملزم اور امام صاحب تھانے میں موجود تھے۔ ملزم افسر مجاز کے سامنے بدتمیزی سے سگریٹ پینے لگا۔ تو افسر صاحب نے اس کو حوالات میں بند کرایا۔ امام صاحب کے کہنے پر اور یہ وعدہ کرنے پر کہ میں جا کر ان کا آپس میں فیصلہ کرا دوں گا۔ اس کو حوالات سے بری کر دیں امام صاحب کی زبان پر یقین کرتے ہوئے افسر مجاز نے اس کو چھوڑ دیا۔ امام صاحب اس کو لے کر عدالت میں گئے اور افسر مجاز کے خلاف استغاثہ کر دیا اور خود گواہی دی۔ جب اس واقعہ کا نمازیوں کو پتہ چلا تو انھوں نے امام صاحب کو کہا کہ آپ نے وعدہ خلافی کیوں کی ہے۔ اس نے کہا کہ آپ میری اور افسر مجاز کی صلح کرا دیں۔ پھر میں استغاثہ واپس کرا دوں گا۔ نمازیوں نے کوشش کر کے صلح کرا دی۔ اور سینہ سے سینہ ملا دیا اور یہ طے پایا کہ استغاثہ واپس کر لیں گے۔ لیکن اگلے دن اس صلح اور وعدہ سے امام صاحب پھر گئے۔ اس طرح اپنی زمین ایک شخص کو دس ہزار روپے میں فروخت کر دی اور اس سے رقم بھی لے لی ابھی انتقال نہیں ہوا تھا کہ دوسرے شخص کو بیس ہزار روپے میں فروخت کر دی۔ الغرض اس قسم کے بہت سے واقعات کرتا رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے نمازی اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے بھاگتے ہیں۔ میں نے علماء سے سنا ہے کہ جس کے پیچھے لوگ نماز پڑھنا پسند نہ کریں اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ آپ مفصل طور پر جواب دیں تاکہ آئندہ ایسے اماموں سے لوگوں کی نمازوں کو نقصان نہ پہنچے۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

مسجد کی منتظمہ کمیٹی اس کی تحقیق کرے۔ اگر امام میں ان باتوں کا ثبوت ہو جائے کہ لوگوں سے ناجائز طور پر رقم وصول کرتا ہے۔ جھوٹ بولتا ہے۔ ناجائز حلف اٹھانے اور وعدہ خلافی اور امانت میں خیانت کرنا اس کی عادت ہے تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ تمام امور یا کوئی ایک گناہ اس امام میں ثابت ہو جائے تو وہ فاسق ہے۔ اور فاسق کی امامت درست نہیں اس کو امامت سے الگ کیا جاوے۔ ویسے بھی اگر کسی امام پر کسی شرعی عذر کی وجہ سے اکثر نمازی ناراض ہوں تو اس

کوامامت سے الگ کرنا جائز ہوتا ہے۔" لحدیث ابی داؤد لایقبل الله صلوة من تقدم قوما وهم له کارهون." درمختار میں ہے۔ "ویکره امامة عبدالخ وفاسق" شامی میں ہے۔ اما الفاسق الخ بل مشی فی شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم (ردالمحتار باب الامامة ص۴۱۴ ج۱)

جھوٹی قسم کھانے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک عالم امام مسجد میں رات کو ایک شخص کے خلاف پروگرام بناتا ہے۔ اور صبح کو جس وقت لوگوں کو اس پروگرام کا علم ہوتا ہے تو مولانا سے دریافت کیا جاتا ہے تو مولانا قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر صاف انکار کردیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں اس شخص سے مباہلہ کرتا ہوں جس نے آپ کو اطلاع دی ہے چند لوگوں نے یہ ثابت کردیا ہے کہ مولانا نے یہ پروگرام ہمارے ساتھ کیا تھا تو اب برائے کرم یہ بتائیں کہ اس امام کے پیچھے نماز ٹھیک ہے یا نہیں اور نیز مسجد کی امامت بھی کراسکتے ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بشرط صحت واقعہ اس طرح جھوٹی قسم کھانا سخت گناہ ہے۔ امام صاحب کو توبہ کرنا چاہیے پھر اس کی امامت درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۷ ذوالحجہ ۱۳۸۸ھ

جھوٹی گواہی دینے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

بخدمت جناب مولوی صاحب السلام علیکم۔ لڑکی کی پیدائش یکم جون ۱۹۴۰ء کی ہے۔ اس کا نکاح شرعی پڑھایا گیا۔ یکم نومبر ۱۹۵۶ء کو اس کے والد نے دعویٰ تنسیخ نکاح دائر کرایا۔ جو لڑکی کے حق میں ہوگیا ہے۔ مورخہ ۶۸-۳-۷ کو فیصلہ ہوا ہے اگر پہلا خاوند جس کے ساتھ نکاح شرعی ہوا تھا وہ طلاق نہ دیوے تو نکاح پہ نکاح کراسکتی ہے یا نہیں۔ قرآن شریف کے فیصلے پر فتویٰ دیا جائے۔

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال اگر یہ نکاح لڑکی کے بلوغ کے وقت بعد اس کی اجازت کے شرعی طریقہ سے پڑھایا گیا ہے تو یہ نکاح نہ قاضی فسخ کرسکتا ہے اور نہ لڑکی خود یا اس کے والد وغیرہ اس نکاح کو فسخ کرسکتے ہیں۔ شرعاً نکاح سابق بدستور باقی ہے۔ لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کرنا قطعاً ناجائز اور حرامکاری ہے۔ دوسری جگہ نکاح پڑھانے والا مولوی صاحب اور نکاح میں

موجود دوسرے اشخاص سخت گنہگار بن گئے ہیں۔ بشرطیکہ ان کو علم ہو کہ یہ نکاح ناجائز نکاح ہو رہا ہے۔ سب کو توبہ کرنا ضروری ہے۔ توبہ میں یہ بھی داخل ہے کہ نکاح خوان اور موجودہ دوسرے اشخاص طرفین میں تفریق کرانے کے لیے ہر ممکن کوشش کریں۔ نکاح خواں کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ یہاں تک کہ توبہ تائب ہوجائے۔ اگر طرفین تفریق نہ کریں تو تم لوگوں کو ان سب کا بائیکاٹ کرنا چاہیے۔ نیز اگر لڑکی کا نکاح نابالغی میں بعمر چھ سات سال اس کے باپ نے کرایا ہے۔ جیسا کہ گواہ نمبر چار محمد حیات نکاح خوان کا بیان ہے پھر بھی حاکم وغیرہ کو فسخ کا حق نہیں۔ اس لیے کہ باپ دادا کے کیے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ حاصل نہیں ہوتا۔ كما فی كتب الفقه ولهما خيار الفسخ فی غير الاب والجد بشرط القضاء۔ نیز اگر شرعی طریقہ سے گواہوں سے ثابت ہوجائے کہ محمد حیات نے غلط گواہی دی ہے تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۱۴ ذوالحجہ ۱۳۸۸ھ

جھوٹے دعوے کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عہد شکنی کرنے والا زانی اور چور کی امداد کرنے والا۔ جھوٹے دعوے کرنے والا۔ مقتدیوں کی مرضی کے بغیر زبردستی امامت کرنے والا لوگوں سے چاہ اور زمین غصب کرنے والے کی امامت جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

جو امام بلا وجہ عہد شکنی کرتا ہو۔ جھوٹ بولتا ہو اور مقتدی اس کی بے دینی یعنی شرعی نقائص کی وجہ سے ناراض ہو تو ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۷ رجب ۱۳۹۶ھ

قرابت داروں کے خلاف جھوٹا کیس کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں (۱) زید جس کی نواسی عرصہ سات سال سے بلوغ کو پہنچی ہوئی ہے۔ اس

کی شادی نہیں کرتا (۲) جھوٹا کیس اپنے قرابت داروں پر بابت سرقہ کیا (۳) اہل جماعت کی ایک تہائی اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ جب کہ دو تہائی اس سے نفرت کرتے ہیں اور اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ (۴) قرآن غلط پڑھتا ہے تو کیا ایسے شخص کی امامت درست ہے؟

﴿ج﴾

منتظمہ کمیٹی اور نمازی پوری تحقیق کریں۔ اگر زید واقعی لوگوں پر جھوٹے مقدمات قائم کرتا ہے اور قرات میں غلط تلفظ کرتا ہے اور مسجد کے اکثر نمازی کسی شرعی عیب کی بنا پر اس کی امامت پر راضی نہیں تو ایسے شخص کو امامت سے الگ کرنا لازم ہے اور کسی دیندار متقی عالم کو امام مقرر کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

ماں کے نافرمان تاش کھیلنے کے عادی شخص کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جس شخص میں مندرجہ ذیل اوصاف ہوں کیا وہ شخص امامت کرنے کے قابل ہے یا کہ نہیں وہ اوصاف مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) والدین کا نافرمان (۲) تاش کھیلنے والا (۳) یتیموں کا حق کھانے والا (۴) شہادت یعنی جھوٹی گواہی دینے والا (۱) مذکورہ بالا شخص والدین کا نافرمان تھا۔ والدین کو تکلیفیں دیتا برے الفاظ استعمال کرتا جو نہ کرنے کے قابل تھے۔ اس شخص نے اپنے والدین سے کئی مرتبہ معافی مانگی مگر عوام کے اصرار پر کیونکہ لوگوں نے کہا کہ اگر معافی نہ مانگی تو مسجد سے علیحدہ کر دیا جائے گا۔ مگر معافی مانگنے کے باوجود بھی اپنی بات پر ہی رہتا تھا مذکورہ بالا شخص کی والدہ قریب المرگ تھی تو اس وقت مذکورہ بالا شخص کی والدہ نے کہا کہ میرا آخری وقت لگتا ہے میرے بیٹے کو کہو کہ ایک مرتبہ آ کر مجھے اپنا چہرہ دکھا دے۔ اگر نزدیک نہیں آتا تو دور ہی سے چہرہ دکھا دے۔ تو اس کے بارے میں مذکورہ بالا شخص نے جواب دیا۔ کہ اگر وہ یعنی والدہ مر جائے تو میں اس کی قبر پر جا کر پیشاب بھی نہیں کروں گا۔ آخر کار مذکورہ بالا شخص کی والدہ انتقال کر گئی۔ اور مذکورہ بالا شخص نزدیک تک بھی نہ گیا۔ یہاں تک کہ جنازہ میں بھی شریک نہ ہوا (۲) مذکورہ بالا شخص تاش بہت کھیل کرتا تھا۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا تو انھوں نے منع کیا اور کہا کہ یا تو تاش کھیلنا چھوڑ دو۔ یا پھر مسجد سے علیحدہ ہو جاؤ۔ تو مذکورہ بالا شخص نے مجبوراً تاش کھیلنے سے توبہ کی۔ مگر اس کے باوجود پھر بھی پوشیدہ تاش کھیلا کرتا تھا۔ تو لوگوں کو پھر معلوم ہو گیا تو پھر عوام کے مجبور کرنے پر توبہ کی۔ اور یہ الفاظ اپنی زبان سے کہے کہ اگر آئندہ مجھ کو تاش کھیلتا دیکھیں یا میں تاش کھیلوں تو میری عورت مجھ پر حرام ہو جائے۔ اس کا ایک مفتی صاحب سے فتویٰ لایا گیا اور مذکورہ بالا شخص پھر امام مقرر کیا گیا

(۳) مذکورہ بالا شخص نے عدالت میں جا کر ایک اغوا شدہ لڑکی کے بارے میں گواہی دی کہ میں نے اس کا عقد فلاں شخص سے کیا ہے۔ مگر مذکورہ بالا الفاظ صریحاً غلط ہیں۔ اس نے اغوا شدہ عورت کا عقد کیا ہی نہیں تھا۔ آخر کار یہ بات لوگوں پر ظاہر ہو گئی۔ انھوں نے پھر امام صاحب پر اعتراض کیا۔ کہ امام صاحب یہ جھوٹ نہیں بولنا چاہیے۔ اس جھوٹ کی بنا پر کوئی شخص امامت کے قابل نہیں ہو سکتا ہے۔ اس کو امامت سے علیحدہ کر دینا چاہیے۔ مگر پھر معافی طلب کر لی۔ معافی طلب کرنے کے باوجود پھر جھوٹی گواہی دی اور تاش کھیلتا ہوا پکڑا گیا۔ اس بنا پر لوگوں نے امام صاحب کو مسجد سے علیحدہ کر دیا اور یہ کہا کہ تمھاری عورت تم پر حرام ہو چکی ہے۔ اس کا عقد ثانی از روئے شریعت دوبارہ کرو مگر مذکورہ بالا شخص اسی عورت کے ساتھ باقاعدہ موجود ہے اور شریعت کے سب احکام کو پس پشت ڈال دیا ہے اور اب پھر امام بننے کا خواہش مند ہے۔ تو اب مذکورہ بالا شخص کہیں امامت کر سکتا ہے یا نہیں اور کونسی سزا کا مستحق ہے۔ وہ اپنی عورت کا عقد ثانی کرے یا نہیں اس کے بارے میں شرع شریف اقوال ائمہ و مجتہدین اور احادیث نبوی کی روشنی میں آگاہ کیا جائے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ والدین کا نافرمان ہونا' یتیموں کا مال کھانا جھوٹی گواہی دینا' تاش کھیلنے پر اصرار کرنا سب گناہ کبیرہ ہیں۔ قرآن و حدیث کی صریح نصوص میں ان کے متعلق سخت سخت وعیدیں وارد ہیں۔ ان افعال کے مرتکب کی امامت مکروہ تحریمی ہے اس کو ہمیشہ کے لیے مسجد کا امام رکھنا ناجائز ہے۔ کسی صالح اور متقی شخص کو ہی امام رکھا جائے۔ اگر حلف بالطلاق اٹھانے کے بعد تاش کھیلتے پکڑا گیا تو اس کی بیوی مطلقہ بائنہ ہو گئی۔ اس کے ساتھ آباد رہنے کے لیے تجدید نکاح ضروری ہے۔ بدوں تجدید کے اس کے ساتھ آباد رہنا حرام ہے۔ صورت مسئولہ میں اندریں حالات یہ شخص امام بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ ہاں اگر تجدید نکاح اور تمام امور ممنوعہ سے توبہ تائب ہو جائے اور عوام کو اس کی توبہ پر اور اس کے صلاح و تقویٰ پر اعتماد حاصل ہو جائے۔ تب کہیں جا کر امام رکھا جا سکتا ہے۔ نیز والدین میں سے جو زندہ ہو اس سے یہ معافی مانگ لے اور جو ان میں سے مر گیا ہے۔ اس کے لیے تہہ دل سے دعا و استغفار کرے اور رب تعالیٰ سے معافی مانگے۔

حررہ عبداللطیف غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۹ جمادی الاخری ۱۳۸۶ھ

نااہل شخص کو ووٹ دینے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جب بنیادی جمہوریت کے الیکشن ہوئے تو اس موقع پر دو آدمی کھڑے ہوئے۔ تو ان میں سے ایک عالم دین اور خطیب مسجد تھا۔ دوسرا اس کے مقابلے میں اسلام سے کوسوں دور اور برائے نام مسلمان

تھا۔ اس لیے اہل محلّہ نے عالم دین کو ترجیح دیتے ہوئے مولوی صاحب کو کامیاب کیا۔ اور دوسرے کی مخالفت کی۔ (۲) جب چیئرمین کے لیے الیکشن ہوئے تو اس عالم دین سے محلّہ کے معززین نے جو بنیادی جمہوریت کے الیکشن کے دوران مولانا کے سرگرم رکن تھے۔ جنھوں نے مالی اور جانی امداد سے مولانا کو کامیاب کیا تھا۔ ان حضرات میں سے کچھ معززین مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور استدعا کی کہ حضرت مندرجہ ذیل صفتوں والے آدمی کو ووٹ نہ دیں۔ جس کی صفتیں درج ذیل ہیں۔

(۱) شراب پیتا ہے' جوا کھیلتا ہے اور خود اپنے ذاتی مکان میں جوا بازی کراتا ہے اور بھی اس میں کئی عیب پائے جاتے ہیں۔ قماربازوں کی مالی اور جانی امداد بھی کرتا ہے۔ مولانا صاحب نے ان معززین محلّہ سے وعدہ فرمایا کہ میں ذاتی نقصان کو برداشت کرلوں گا اور ممبری سے استعفا دے دوں گا لیکن ایسے شخص کو ووٹ کبھی نہیں دونگا۔ مولانا صاحب نے اپنے وعدہ سے منحرف ہو کر اس شخص کو ووٹ دیا۔ جس کو ووٹ دینے سے معززین محلّہ نے منع کیا تھا۔ اب ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اس خطیب وامام مسجد کے پیچھے نماز جائز ہے یا کہ نہیں۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نہ معلوم کہ امام صاحب مذکور نے کن مصلحتوں کی بنا پر یا کسی لالچ میں آکر ایسے شخص کو ووٹ دیا ہے اور نہ یہ معلوم ہے کہ اس امیدوار کے مقابلہ میں دوسرا امیدوار کن صفات کا مالک ہے۔ لہٰذا ہم وہاں کے حالات سے پوری طرح واقفیت حاصل کیے بغیر کوئی فتویٰ نہیں دے سکتے۔ بہتر یہی ہے کہ اس خطیب کے متعلق آپ وہاں کے مقامی علماء کرام سے ہی فتویٰ حاصل فرمائیں۔

حررہ عبد اللطیف غفرلہ

الجواب صحیح ایمس مدرس تقیح الاحول محمود عفی عنہ

۱۹ شوال ۱۳۸۵ھ

جھوٹ بول کر اپنے کو سید ظاہر کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اہل سنت والجماعت دیوبندی علماء کرام صاحبان اس مسئلہ میں کہ ایک شخص باہر کسی ضلع کا رہنے والا ہے۔ اپنے آپ کو مولوی کہتا ہے۔ حافظ قرآن اور پیر بتلاتا ہے دعویٰ سید ہونے کا کرتا ہے۔ خوش آواز ہے۔ پیری مریدی اور وعظ کا پیشہ اختیار کیا ہوا ہے لیکن تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ قوم کا سید نہیں ہے اور اپنا نام بھی کئی دفعہ تبدیل کر چکا ہے۔ قرآن مجید بہت خوش آوازی سے پڑھتا ہے لیکن آواز بناتے بناتے قرآن مجید کو قواعد تجوید کے خلاف پڑھ جاتا ہے۔ محرم الحرام کے موقع میں شہادت امام حسینؓ کا مضمون پڑھتا ہے اور میلاد کے موقع میں میلاد کی مجلس پڑھتا ہے۔ لاؤڈ سپیکر اور نعت خوانوں کے بغیر وعظ نہیں کرتا مسلمانوں میں انتشار پھیلاتا ہے اور اپنے عقیدت مند بنا کر جتھہ بندی کرتا ہے۔ حالانکہ اپنے آپ کو اہل سنت ظاہر کرتا ہے۔ مقصد جتھہ بندی کا صرف یہی ہے کہ میری عزت

ہوتی رہے اور مجھے بار بار کہتا ہے کہ مجھے زیادہ سے زیادہ رقم دو۔ فلاں جگہ مجھے بہت پیسے ملتے تھے لیکن تمھاری محبت مجھے یہاں لائی انتشار کی وجہ سے بعض مقدمے بھی اس پر ہیں بر سر اقتدار طبقہ کے خلاف کبھی اس نے کوئی غلط وعظ نہیں کیا کہتا ہے دین الگ ہے سیاست الگ ہے اس لیے سیاست میں حصہ بالکل نہیں لیتا۔ وہ حریص اور لالچی از حد ہے۔ متکبر مزاج ہے۔ دین جتنا سمجھتا ہے یا جتنا دین کو بیان کرسکتا ہے وہ پیشہ کے طور پر دولت جمع کرنا مقصود بنایا ہوا ہے۔ پیری مریدی اور تعویذ گنڈوں کا کام بھی خوب کرتا ہے لوگوں کو بیعت کرتا ہے کہتا ہے کہ میرے چالیس ہزار مرید ہیں۔ گاہے گاہے جھوٹ بولتا ہے گاہے گاہے وعدہ خلافی کرتا ہے ہر دفعہ میں تین صد یا چار صد روپے کما لیتا ہے نماز اور وعظ اہل سنت کے علماء کی طرح پڑھتا اور کرتا ہے۔ مدرسہ اور مسجد کے نام پر بھی رقم مانگتا ہے کوئی نہ کوئی بہانہ مانگنے کا بنا لیتا ہے یہ خرابیاں ہمیں تحقیق سے معلوم ہوئیں کیا یہ شخص یاایھاالذین امنوا ان کثیراً من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل و یصدون عن سبیل اللہ کا مصداق ہے کیا ایسے مولوی اور پیر کا وعظ سننا اور اس کی بیعت ہونا اور اس کو رقم دینا درست ہے یا نہیں ہے۔ مسلمان آپ علماء دین سے شریعت کا فیصلہ چاہتے ہیں۔

﴿ج﴾

مقامی طور پر خوب تحقیق کی جائے۔ اگر واقعی یہ شخص جھوٹ بولتا ہے بدعات اور رسومات کا ارتکاب کرتا ہے اور مقتدی اس وجہ سے اس کی امامت پر راضی نہیں تو اس کو امامت سے الگ کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۲۵ رجب ۱۳۹۶ھ

مفعول کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مسجد کا خطیب پیش امام ہے قرآن نہایت اچھا پڑھتا ہے۔ نماز کے مسائل سے بھی خوب واقف ہے۔ تقریر بھی خوب کرتا ہے۔ وضع قطع بھی خوب اور سفید پوش ہے۔ مگر ان تمام خوبیوں کے ساتھ اس میں ایک شرعی بداخلاقی بھی اظہر من الشمس ہے۔ وہ یہ کہ مفعول بننے کا عادی ہے۔ اس مسئلہ میں وہ کافی ذلیل بھی ہو چکا ہے۔ اور کئی آدمی اس کے فاعل بھی موجود ہیں۔ (۱) ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ (۲) جو لوگ اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ان کی نماز علیحدہ صحیح ہوتی ہے یا نہیں۔ (۳) ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے بجائے جماعت ثانی کرنی جائز ہے۔ کہ نہیں۔ جبکہ اسے علیحدہ کروانے کی غرض سے کی جاوے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

ایسا شخص جو سفلی کام کرتا ہو امامت کے قابل نہیں فاسق اور عاصی ہے۔ اگر وہ توبہ کرلے۔ فبہا ورنہ اس کو امام نہ بنایا جاوے۔ کہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ واما الفاسق فقد عللوا کراھۃ تقدیمہ (الی قولہ) بل مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم (رد المحتار باب الامامۃ ص ۴۱۴ ج ۱) اس کو امام بنانے والے سب لوگ گنہگار ہوں گے۔ لہٰذا اگر امام توبہ کرلے تو فبہا ورنہ سب پر لازم ہے۔ کہ اس کو امامت سے احسن طریقہ سے علیحدہ کردیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۷ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

سفلی کام کرنے والا (مفعول) فاسق فاجر ہے اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ (۱) زید ایک مسجد کا پیش امام وخطیب ہے۔ قرآن مجید صحیح پڑھتا ہے۔ عالم بھی ہے۔ تقریر بھی اچھی کرتا ہے۔ سفید پوش بھی ہے۔ کپڑے صاف ستھرے رکھتا ہے۔ خلیق بھی ہے۔ گفتگو بھی نہایت سنجیدگی سے کرتا ہے۔ ان تمام خوبیوں کے ساتھ ساتھ اس میں ایک مذھبی' خلاقی اور واضح جرم (مفعول بنتا) بھی ہے۔ اور اس کا مفعول ہونا کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ وہ متعدد بار پکڑا گیا۔ اور اس کی بے عزتی بھی ہوئی۔ اس کے اس جرم کے موقع پر گواہ بلکہ خود فاعل بھی متعدد موجود ہیں۔ ان حالات کے تحت جبکہ زید جس مسجد میں خطیب ہے۔ اس کے مقتدی اکثر اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اور انھوں نے خطیب کو برطرف کرنے کا مطالبہ بھی پرزور طریق پر کیا۔ مگر مسجد کا متولی یا منتظمہ کمیٹی اسے علیحدہ نہیں کرتے۔ اور نمازی بحیثیت ایک صنعتی ادارہ کے ملازم اسی مسجد میں نماز پڑھنے پر مجبور ہیں۔ کیا اسی امام کے پیچھے نماز پڑھ لیں؟ اور ان کی نماز صحیح ہوگی؟ یا اپنی اپنی نماز علیحدہ پڑھیں؟ یا اسی مسجد میں یا اس سے ہٹ کر دوسری جگہ علیحدہ جماعت کریں؟ کیا ان وجوہ کی بناء پر جماعت ثانیہ ہوسکتی ہے؟ جبکہ یہ علم بھی ہو کہ اول جماعت کی کوئی اہمیت نہیں رہے گی۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

واضح رہے کہ سفلی کام کرنے والا شخص فاجر وفاسق ہے اور کتب فقہ میں ہے کہ جس امام میں نقص ہو اور اسی وجہ سے مقتدی اس سے ناخوش ہوں۔ تو امام کے اوپر مؤاخذہ ہے اور اس کو امام ہونا مکروہ تحریمی ہے۔ (ولو ام قوما وھم لہ کارھون ان) الکراھۃ (لفساد فیہ او لانھم احق بالامامۃ منہ کرہ) لہ ذلک تحریما لحدیث ابی داؤد لا یقبل اللہ صلوۃ من تقدم قوما وھم لہ کارھون (الدر المختار علی ھامش رد المحتار باب الامامۃ ص ۴۱۳ ج ۱) پس متولی مسجد اور منتظمہ کمیٹی پر لازم ہے کہ وہ اس شخص کو منصب امامت جیسے پاک عہدہ سے فوراً برطرف کردے اور خلع وفتن کے ظاہر پر عمل کردے۔ لیکن اگر متولی اور منتظمہ کمیٹی اس امام کو برطرف نہیں کرتے اور قریب کوئی اور مسجد بھی نہیں۔ جس میں جماعت کی نماز ادا کی جاسکے۔ تو اس امام کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے۔ کیونکہ تنہا نماز پڑھنے سے جماعت سے اس کے پیچھے نماز پڑھنی اولیٰ ہے۔ اور جماعت ثانیہ مسجد معلوم میں یعنی جس مسجد کا امام اور موذن مقرر ہو جائز نہیں ہے۔ درمختار میں ہے۔ وفی النھر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعۃ الخ اور شامی میں ہے۔ قولہ نال فضل الجماعۃ افاد ان الصلوۃ خلفھما اولی من الانفراد لکن لا ینال کما ینال خلف تقی ورع ردالمحتار ص ۴۱۵ ج ۱۔ الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ صفر ۱۳۹۰ھ

دوسرے شخص کی منکوحہ عورت اپنے گھر بٹھانے والے کی امامت کے متعلق

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک دوکاندار ہے جس وقت پیش امام موجود نہیں ہوتا تو وہ نماز پڑھاتا ہے تو ہم کو اس دوکاندار امام کے متعلق اس کے رشتہ داروں نے بتلایا کہ اس کے گھر بغیر طلاق عورت ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو ہم نے پوچھا تو اس نے بتلایا کہ مجھے ٹھٹھ سے فتویٰ مل گیا ہے تو مجھے طلاق کی کیا ضرورت ہے پھر علماء کرام سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ جس کی وجہ سے تمام لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے رک گئے اور اس کے بعد پھر یہ امام حج پر چلا گیا اور حج کرکے واپس آگیا تو ہماری مسجد کا جو پیش امام تھا وہ گذر گیا جو لوگ اس دوکاندار امام والے تھے انھوں نے اس کو دوبارہ پھر قائم کردیا جب یہ نماز پڑھانے لگ گیا تو پھر یہ شور ہوا کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو مولوی صاحب نے کہا کہ اس وقت تو میں آپ کو فتوے نہیں دکھا سکتا آپ نماز پڑھ کر دو چار آدمی میرے پاس آئیں تو میں آپ کو فتویٰ دکھا دوں گا جب آدمی اس کے پاس گئے تو اس نے فتویٰ دکھایا جس پر کسی کی کوئی مہربا

دستخط نہیں تھے ان لوگوں نے کہا کہ آپ اس کا فیصلہ کیوں نہیں لیتے تو جواب ملا کہ جن لوگوں نے مقرر کیا ہے
نماز ضرور پڑھاؤں گا باقی آپ میرے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور اس کی جو بیوی ہے۔ اس کا گھر والا زندہ ہے جو
ہم سے تین میل کے فاصلہ پر ہے اس سے اس عورت کے متعلق پوچھا تو کہا کہ میں نے طلاق نہیں دی اس
بھائی بھتیجے وغیرہ تمام کو پوچھا گیا مگر انھوں نے بھی یہی جواب دیا اور جس شخص کو اس کے حال کا علم ہو گیا وہ
امام کے پیچھے نماز ادا کر سکتا ہے یا نہیں۔ دوسری بات یہ کہ وہ دوسرے نمازیوں کو بتلا سکتا ہے یا کہ نہیں اور ان
نماز ہو سکتی ہے کہ نہیں۔

﴿ج﴾

حسب سوال جبتک نکاح والی عورت کو اس کے خاوند کے ہاں واپس کر کے توبہ نہ کرے امامت کے قا
نہیں یا طلاق لے کر بعد عدت کے خود نکاح کیے بغیر بلا نکاح کسی عورت کو گھر میں رکھنا اور امام مسجد بننا نہایت
جرأت ہے اگر سوال مطابق واقع کے ہے۔ واللہ اعلم

محمد عبدالشکور ملتانی غفرلہ
۲ رجب ۱۳۸۹ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ شعبان ۳۸۹ھ

ایسے شخص کی امامت کا حکم جس پر غلط کاری کا الزام ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک حافظ قرآن ہے جو لڑکے پڑھاتا ہے اور امام کی غیر موجودگی میں امامت بھی کرواتا ہے اور لڑکے پڑھنے والوں نے کہا ہے کہ یہ اغلام بازی کرتا ہے۔ اور چک کے معزز آدمیوں کے سامنے اور حافظ کے منہ پر بھی کہہ دیا ہے کہ یہ اغلام بازی کرتا ہے اور اکثر بچے بھی اس وجہ سے اس کے پاس پڑھنے سے انکار کرتے ہیں۔ آیا ایسے حافظ سے بچوں کو تعلیم دلوانا یا امامت کا کام لینا شریعت محمدی میں کیسا ہے۔

﴿ج﴾

بلا وجہ کسی پر الزام لگانا گناہ کبیرہ ہے۔ اس لیے پوری تحقیق کی جاوے اگر واقعی حافظ صاحب میں یہ خرابی موجود ہو تو ان کی امامت درست نہیں اور نہ اس سے تعلیم کا فریضہ سرانجام لینا درست ہے۔ یہاں تک کہ وہ توبہ تائب ہو جائے کہ اس کی امامت وغیرہ میں کوئی حرج نہیں۔ بہرحال پوری تحقیق کی جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حسن پرستی میں مبتلا شخص کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص جس کی عمر انیس سال ہے اور وہ امام مسجد ہے۔ حافظ قرآن ہے۔ قبل دو سال کا واقعہ ہے کہ وہ خود مفعول تھا۔ چند فاعل اشخاص بھی اور گواہ بھی موجود ہیں۔ جب امامت کے لیے مقرر کیا گیا وہ تائب ہوا اور وعدہ کیا کہ آئندہ کسی گناہ کا مرتکب نہیں ہوگا۔ اب چند دن ہوئے کہ ایک سکول کا لڑکا جس کی عمر ۱۴ سال حسین وجمیل ہے اور وہ عقائد شیعہ کا ہے اور اس کے حالات محلہ والے سب جانتے ہیں کہ مہذب مفعول ہے۔ اس امام مسجد نوجوان کی بیٹھک جو کہ مسجد کے قریب ہے۔ اس میں اس کے ساتھ بہت محبت کے لہجہ میں مصروف رہتا ہے اور تبت سنو وغیرہ خوب لگا کر ایک دوسرے کا بوسہ لیتے ہیں اور گیارہ بجے تک تقریباً اندر دروازہ بند کر کے لیٹے رہتے ہیں اور امام مسجد ایک کیمرہ آٹھ روپے کا خصوصی طور پر اس لڑکے کا فوٹو لینے کے لیے لایا اور ہروقت اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اگر کوئی مقتدی دیکھ لے تو وہ فوراً ایک دوسرے سے دور ہو جاتے ہیں اور ان کو کئی بار مقتدیوں نے روکا اور کہا کہ اس لڑکے سے دور ہو جا۔ ہمیں زبردست شک ہے اس طرح کی حرکات کرنے سے گناہ ہو جاتا ہے تو وہ کہنے لگا کہ میں محبت سے بیٹھتا ہوں میرا کوئی گناہ نہیں ہے۔ اگر میں نہ دیکھوں تو میرا جی نہیں لگتا اور اسی طرح بیٹھوں گا۔ اگر تم زیادہ کوئی بات کرو تو جو کچھ ہو سکے کر لو۔ مقتدیوں کو زبردست شک ہے البتہ آنکھوں کی شہادت نہیں مل سکی۔ لہٰذا اب بہت سے مقتدی بروقت نماز پڑھنے سے انکاری ہو گئے۔ تو وہ ہٹا دیا گیا اور امام مسجد دوسرا مقرر کیا گیا اب وہ کہتا ہے کہ ہم وراثتی ہیں۔ یہ مسجد ہمارے چچا کی ہے ہم نہیں ہٹتے کوئی نماز پڑھے یا نہ پڑھے اس کی مرضی نماز تو ہم خود پڑھائیں گے اور قبضہ لے کے چھوڑیں گے۔ کیا ہماری نمازیں جو کہ پڑھی گئیں۔ منظور ہوئیں یا کہ قضا کرنی پڑیں گی اور اس کا ہٹا دینا شریعت کے مطابق ٹھیک ہے اور اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں اور تقریباً دس دن سے امام مسجد دوسرا مقرر کیا گیا ہے جو کہ شادی شدہ ہے اور کسی کو کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں ہے اور سابقہ امام مسجد نوجوان بغیر شادی کے ہے۔

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال اس شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے اس کا معزول کرنا امامت سے ضروری تھا۔ اور جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں وہ صحیح ہیں ان کا اعادہ واجب نہیں۔۔۔ تمام مساجد اللہ کی ہیں۔ مساجد کی وراثت نہیں ملتی۔ حدیث میں ہے۔ **عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثۃ لا ترفع لھم صلوتھم فوق رؤسھم شبرا رجل ام قوما وھم لہ کارھون (الحدیث) مشکوۃ** ج ۱ درمختار میں ہے۔
ولو ام قوما وھم لہ کارھون ان الکراھۃ لفساد فیہ اولانھم احق بالامامۃ منہ کرہ لہ ذلک۔

تحريما وفي النهر عن المحيط صلى خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة (درمختار ص ۱۵ ۱۴ج ۱) ويكره امامة عبد الخ وفاسق (الدر المختار) بل مشى في شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم (ردالمحتار ص ۳۱۴ ج ۱ باب الامامة) واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

ایسے شخص کی امامت کا حکم جس پر تہمت لگائی گئی ہو؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ حاجی وحافظ فیض محمد کسی جگہ پنجگانہ نماز کا امام مقرر ہے سالہا سال سے، چند روز ہوئے اس کے متعلق کسی شخص نے یہ بہت اڑادی ہے کہ امام فیض محمد مذکور اپنے باپ سے نہیں کی ناجائز ذریعہ سے اس کا تولد ہوا ہے۔ (یعنی حرامی ہے) جس کے دو گواہ موجود ہیں۔ خدا بخش، حاجی مغل حکیم۔ اب دونوں گواہ شہادت سے انکاری ہیں۔ الزام دینے والے کا مقصود یہ ہے کہ امامت سے علیحدہ کیا جاوے۔ اتہام دینے والے کا ساتھ عوام بھی نہیں دیتے۔ وہ بھی کذب سمجھتے ہیں چونکہ ایک شبہ ڈالا گیا اسلیے بعض کے دلوں میں وسوسہ پیدا ہو گیا ہے۔ کیونکہ نماز ایک شرعی فریضہ ہے شائد نہ ہوتی ہو اس لیے از روئے شرع شریف اس کا حکم شرعی بالتفصیل مطلوب ہے۔ کیا نماز کی امامت ایسا امام کر سکتے ہے اور یہ شخص از روئے شرع حرامی بے پدر ہو سکتا ہے کہ جس کے والدین فوت بھی ہو چکے ہیں کیا اتہام دینے والا از روئے شرع مجرم وعاصی ہے اور اس جرم کی شرعی سزا کیا ہوتی اگر نفاذ قانون شریعت ہوتا۔ بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں امام کی امامت بلاشبہ جائز ہے اور تہمت لگانے والے سخت گنہگار ہیں ان پر لازم ہے وہ توبہ تائب ہو جائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۱ ذوالقعدہ ۱۳۹۸ھ

جس امام پر فعلِ بد کا الزام ہو اور وہ تردید میں قسم اٹھالے تو اس کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک حافظ قرآن جامع مسجد کے خطیب پر ایک ۱۶ سالہ لڑکے نے زنا اور اغلام بازی کا الزام لگایا ہے حالانکہ اس کے پاس نہ کوئی گواہ ہے اور نہ خود دیکھنے کا اقرار کرتا ہے بلکہ وہ کہتا ہے کہ حافظ نے مجھے خود بتایا ہے اور حافظ صاحب چھ سات سالوں سے یہ کام کرتا ہے اور اس بات پر اس نے قسم بھی اٹھائی ہے اور حافظ

صاحب نے پھر جمعہ کے دن ممبر پر کھڑے ہو کر قرآن ہاتھ میں لے کر قسم اٹھائی کہ یہ کام نہ میری عادت اور نہ میں نے کیا ہے۔ تو کیا اس حافظ صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

حافظ صاحب نے اگر قسم اٹھائی ہے تو اہل محلہ کو اس کی قسم کا اعتبار کر لینا چاہیے اور نمازیں اس کے پیچھے پڑھ لینی چاہئیں اور اس لڑکے کے ذمہ قسم اٹھانا ہی نہیں تھا۔ اس لیے اس کے قسم اٹھانے سے اس کی بات کو درست نہیں کہا جا سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ

اس شخص کی امامت کا حکم جس پر برے کام کا الزام ہو؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک حافظ صاحب جو کہ نابینا ہے ایک مسجد کا امام ہے۔ بچوں کو پڑھاتا ہے اس پر بچوں سے بدفعلی کرنے کا الزام ہے لیکن وہ بالکل منکر ہے اور قسم اٹھانے کو تیار ہے۔ اور ایک لڑکے نے اس بارے میں اس پر گواہی بھی دی ہے کہ مجھ سے حافظ صاحب نے زبردستی بدفعلی کی ہے تو اس بنا پر امامت سے اس کو ہٹا دیا گیا ہے۔ لیکن وہ کہتا ہے کہ مجھے دوبارہ امام بنایا جائے۔ تو کیا اس کے پیچھے نماز درست ہے۔

﴿ج﴾

امام کے لیے لازم ہے کہ وہ مسائل دین کا عالم ہو اور متقی ہو اور مقتدیوں کو اس کے چال چلن پر اعتبار ہو۔ پس صورت مسئولہ میں اگر اس کے چال چلن مشکوک ہیں اور عام نمازی اس سے مطمئن نہیں تو شرعاً آپ لوگ اس امام کو مقرر کرنے پر مجبور نہیں۔ ایسے شخص کو مقتدی بنانے سے احتراز کرنا چاہیے اور کسی نیک وصالح دیندار عالم کو امام مقرر کریں۔ امامت خالص دینی مسئلہ ہے اس میں پارٹی بازی سے احتراز کریں۔ اور عام نمازیوں کے مشورہ سے دیندار امام کو مقرر کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ناجائز تعلقات رکھنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اور علمائے حق مندرجہ ذیل مسائل کے متعلق (۱) کہ زید ایک نابالغ لڑکی کے ساتھ نکاح کرا

لیتا ہے اور زید لڑکی کو ورغلا کر اور بہکا کر چوری سے نکال لاتا ہے اور جب کہ زید امام بھی ہے تو کیا یہ نکاح درست ہے اور زید کے پیچھے بلا تکلف نماز جائز ہے اور پڑھ سکتے ہیں (۲) زید ایک نابالغ لڑکی کو ورغلا کر اور بہکا کر چوری سے نکال لاتا ہے اور بغیر نکاح اپنے گھر میں رکھتا ہے اور اس کے ساتھ وہی برتاؤ کرتا ہے جو کہ اپنی منکوحہ بیوی سے کیا جاتا ہے اور اس لڑکی سے پھر بچے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ تو کیا یہ نکاح درست ہے اور جب کہ زید امامت بھی کرتا ہے تو کیا زید کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ (۳) زید ایک منکوحہ لڑکی کو ورغلا کر اور بہکا کر چوری سے نکال لاتا ہے اور اس منکوحہ لڑکی سے زید کے گھر آ کر بچے بھی پیدا ہوتے ہیں تو کیا یہ بچے زید ہی کے شمار ہوں گے شرعاً اور زید امامت بھی کرتا ہے۔ (۴) زید اور بکر دونوں حقیقی بھائی ہیں۔ زید اپنی لڑکی کی شادی اپنے بھائی بکر کے وٹے سٹے سے کسی کے ساتھ وٹا سٹا کر کے اپنی لڑکی کی شادی کرتا ہے اور لڑکی نابالغ ہے شادی کے کچھ عرصہ بعد تقریباً دو یا تین سال بعد زید اپنی لڑکی کو پاکستان لے کر آ جاتا ہے اور دوسری جگہ دس بیگے زمین تقریباً پانچ یا چار سال کے لیے اور پندرہ سو روپیہ زید اپنی لڑکی کے بدلے میں لے کر دوسری جگہ شادی کر دیتا ہے تو کیا یہ درست ہے۔ جب کہ زید امامت بھی کرتا ہے اور جب زید سے سوال کیا جاتا ہے کہ امام بھی ہو اور تم کو یہ مناسب نہ ہے۔ تو زید جواب دیتا ہے کہ یہ شادی میرے والد نے کی تھی۔ جو کہ میری مرضی کے خلاف ہے۔ تو کیا اس عذر کو قبول کر کے زید کے پیچھے بلا تکلف نماز پڑھ سکتے ہیں۔

﴿ج﴾

اگر فی الواقع زید ان حرکات قبیحہ کا مرتکب ہوا اور توبہ تائب نہیں ہوا تو وہ امامت کا مستحق نہیں ہے۔ تمام مسلمانوں کو لازم ہے کہ اپنی قدرت کو استعمال کر کے اس کو ہٹا کر کسی نیک امام کو مقرر کریں اور اگر زید ان حرکات سے صحیح معنی میں تائب ہو کر اپنی باقی زندگی صلاحیت کے ساتھ گزارنے لگا ہو تو اسے بھی امام بنانا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ٹونے ٹوٹکے اور دیگر غیر شرعی امور میں متہم شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص پر مندرجہ ذیل باتوں میں سے کسی ایک بات یا تمام باتوں کی تہمت لگائی گئی ہو اور یہ تہمتیں عوام میں بھی مشہور ہو چکی ہوں۔ تو کیا ایسے شخص کو امام مقرر کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ (۱) جس کی داڑھی قبضہ (یعنی مٹھی بھر سے کم ہو (۲) جس کو شرعی طور پر تو حد زنا نہیں لگائی گئی لیکن رسمی و رواجی طور پر گاؤں کے عوام کے روبرو سزا دی گئی ہو (۳) ایک شخص جو کہ رات کو کسی غیر کے گھر جاتا ہے جب کہ گھر میں عورتوں کے علاوہ کوئی مرد موجود نہیں اور باہر سے پڑوسی آ کر اسے اندر بند کر دیتا ہے اور صبح گاؤں کے سردار کے کہنے پر تمام عوام کی موجودگی میں اسے باہر نکال دیا جاتا ہے (۴) ایک شخص جس کی اولاد نہ بچتی ہو اور وہ شخص ٹونے ٹوٹکے کے طور پر اپنی عورت کو ایک ایسے شخص کے گھر بھیج دیتا ہے جس کی اولاد کثیر التعداد ہے اور ساتھ ہی یہ بھی شرط ہے کہ اس عورت کو اس گھر میں اکتالیس دن بسر کرنے پڑیں گے۔ بعدہ جب وہ عورت اس گھر سے چہلم پورا کر کے نکلے گی تو اس گھر والے اپنے تمام برتن حتیٰ کہ گھر کی چٹائیوں تک کو دھوئیں گے۔

﴿ج﴾

اگر واقعی مندرجہ بالا امور میں سے کوئی ایک اس میں موجود ہو تو اس کی امامت میں نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے۔ ایسے امور سے متہم ہونے کی صورت میں مستقل امامت سے تو بہر حال معزول کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۴ شوال ۱۳۷۶ھ

ولد الزنا کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ولد الزنا آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ یا مکروہ ہے کیا ہے کیا نہیں؟

﴿ج﴾

ولد الزنا اگر افضل القوم اور اعلم القوم ہے۔ یعنی جن لوگوں کی ولد الزنا امامت کرے ان سب سے وہ زیادہ عالم اور بہتر شخص ہو۔ تو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے۔ لیکن اگر وہ قوم میں اعلم و افضل نہ ہو اور لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے نفرت کریں تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ فی الدر المختار (**قوله غير الفاسق تبع في ذالك صاحب البحر حيث قال قيد كراهة امامة الاعمى في المحيط وغيره بان لايكون افضل القوم فان كان افضلهم فهو اولى ثم ذكر انه ينبغي جريان هذا القيد في العبد والاعرابي وولدالزنا الخ.**

(ج ۱/ص ۴۱۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

نامحرم عورتوں کو بے پردہ پڑھانے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں۔ علمائے دین و مفتیان شرع متین اس نازک مسئلہ کے بارے میں کہ ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ امام صاحب نامحرم عورتوں کو دم کرتے وقت یا سبق پڑھتے وقت ہاتھ لگاتا ہو۔ جب کہ وہ نوجوان ہے جھوٹی قسمیں کھاتا ہے لہو و لعب کی باتوں میں دلچسپی لیتا ہے اور چودہ سال کے لڑکوں سے بوس و کنار کرتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

﴿ج﴾

برتقدیر صحت واقعہ شخص مذکور فاسق ہے۔اس کی امامت مکروہ ہے۔امام کے لیے متقی' پرہیزگار۔دیندار ہونا لازم ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحٰق غفر اللہ لہ

۹ شوال ۱۳۹۶ھ

مودودی جماعت میں شامل ہونا اور مودودی نظریات کے حامل شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مودودی صاحب کی کتابیں دیکھی بھی گئیں۔اور علماء کرام سے ان کے متعلق سنتے بھی رہتے ہیں۔جس میں مودودی صاحب نے بزرگان دین کا مذاق اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر جا بجا تنقید کی ہے۔خاص کر حضرت عثمان اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر خوب دل کھول کر تنقید کی ہے۔اور فرشتوں کو دیوی دیوتا کے مثل قرار دیا ہے اور شرعی سزاؤں کو ظلم قرار دیا ہے۔اور بہت مثالیں موجود ہیں ان سب باتوں کے باوجود ان کے ساتھ تعاون کرنا اور ان کی جماعت میں شامل ہونا اور اگر اس مذھب کا کوئی شخص کسی مسجد کا امام ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔مودودی صاحب کے متعلق اکابر دیوبند مثلاً مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا احمد علی صاحب لاہوری قدس سرہ' مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ اور اسی طرح دیگر علماء کرام کا متفقہ فتویٰ ہے کہ مودودی صاحب ضال اور مضل ہیں۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام کی ذوات پر اپنی کتاب خلافت وملوکیت میں ناپاک حملے یہ شخص کر چکا ہے۔اسی طرح چند دیگر مسائل متفقہ بین الائمہ میں اپنی منفردانہ رائے ذکر کر چکا ہے۔ان باتوں کے باوجود انکی جماعت میں شریک ہونا یا ان کی اعانت کرنا جائز نہیں۔ **ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان الایۃ** مودودی صاحب کے ان غلط الزامات تنقیدات کو درست سمجھنے والے کی امامت درست نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۸ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ

مودودی عقائد رکھنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اندریں مسئلہ کہ ایک شخص جماعت اسلامی کے مودودی صاحب کے عقائد کا ہے اور اس کی تبلیغ کرتا ہے وہ مسجد میں امام ہے۔مقتدی اہل سنت والجماعت ہیں وہ اکثر اس کو نہیں چاہتے کیا ایسے شخص کی امامت صحیح ہے۔اس کے پیچھے نماز درست ہے۔اس کو مسجد سے الگ کرنا چاہیے یا نہیں۔

﴿ج﴾

مودودی صاحب جو کہ اکثر وبیشتر اجتہاد علی خلاف الاجماع کرتے ہیں اور اس کو جائز اور صحیح سمجھتے ہیں۔اس کی کئی مثالیں میرے ذہن میں ہیں مشتے نمونہ از خروارے۔ایک مثال پیش کیے دیتا ہوں ان کے نزدیک ڈاڑھی بقدر قبضہ رکھنا سنت رسالت نہیں بلکہ فقط بر سبیل عادت رکھی گئی تھی۔اس میں صریح نصوص **اعفوا اللحی. کثروا اللحی. اوفوا اللحی وفروا اللحی** . کے الفاظ موجود ہیں سب صیغے امر کے ہیں جو مواظبت عمل کے ساتھ وجوب کے لیے آتے ہیں **کما ھو مقرر عندالاصولیین** اور صاحب الدر المختار نے کتاب الصوم باب **مایفسد الصوم وما لا یفسدہ** کے آخر میں لکھا ہے۔ **واما الاخذ منھا وھی دون ذلک ای قدر القبضۃ کما یفعلہ بعض المغاربۃ ومخنثۃ الرجال فلم یبحہ احد** میں نکرہ تحت النفی آ گیا ہے جو مفید استغراق ہے۔

ڈاڑھی کا کاٹنا کسی نے بھی اس کو مباح نہیں لکھا گویا اس کی حرمت پر اجماع امت ہے۔اب مودودی صاحب نصوص و مواظبت النبی صلی اللہ علیہ وسلم والصحابۃ والتابعین والصالحین کے خلاف نیز اجماع کے خلاف اس کو جائز قرار دے رہے ہیں اور **اجتھاد علی خلاف الاجماع والنصوص ابتداع فی الدین** ہے۔اور ظاہر ہے کہ مبتدع کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔درمختار ص ۴۱۴ ج ۱ میں ہے۔ **(ومبتدع) ای صاحب بدعۃ وھی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) لا بمعاندۃ بل بنوع شبھۃ** اس کے علاوہ اگر کسی دینی فساد یا خرابی کی وجہ سے مقتدی امام پر راضی نہ ہوں یا ان کو اس سے بہتر امام مل سکتا ہو اس وقت امام پر خود لازم ہے کہ امامت سے علیحدہ ہو جائے ونصب وعزل امام کا اختیار مقتدیوں کو حاصل ہے درمختار علی ھامش الشامی ص ۴۱۳ ج ۱ میں ہے **(ولو ام قوماً وھم لہ کارھون ان) الکراھۃ (لفساد فیہ او لانھم احق بالامامۃ منہ کرہ) لہ ذالک تحریماً لحدیث ابی داؤد لا یقبل اللہ صلوۃ من تقدم قوماً وھم لہ کارھون الحدیث** لہٰذا اگر موجودہ امام مسجد مودودی صاحب کے عقائد سے متفق ہے تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے جس کو الگ کرنا ضروری ہے اگر اس کے ابتدائی مساعدین میں نہیں بھی ہے تب بھی مقتدیوں کی اکثریت بوجہ عمومیت اتباع مبتدع کے اس سے ناراض ہو تو اس پر خود

شرعاً لازم ہے کہ وہ امامت سے علیحدہ ہو جائے للحدیث المذکور ورنہ بوجہ استحقاق عذل کے اس کو معزول کر دیا جائے بالخصوص جب کہ اس کی امامت سے اختلاف بین المسلمین کا شدید خطرہ بھی لاحق ہے۔ واللہ اعلم

مودودی خیالات رکھنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جو شخص مودودی خیالات رکھتا ہو یعنی جماعت اسلامی سے تعلق رکھتا ہو۔ اس کی امامت کا کیا حکم ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہ۔ جواب سے مشکور فرمادیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مودودی صاحب کے خیالات اور ان کے مسائل شرعیہ میں مخصوص اجتہادات گمراہ کن ہیں۔ جن کی تفصیل علماء حق کے متعدد رسائل میں موجود ہے۔ لہٰذا مودودی صاحب کا ان مخصوص خیالات و مجتہدات میں پیروکار شخص ضال و فاسق شمار ہوگا اور اس کی امامت مکروہ ہوگی۔ اکابر علماء کا یہی فتویٰ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۷ رجب ۱۳۸۷ھ

کبھی کبھار یا مستقل طور پر ایسے شخص کی امامت کا حکم جو مودودی صاحب کے خیالات رکھتا ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ

(ا) ہمارے گاؤں میں مسجد کے کوئی مستقل امام نہیں ہیں مقامی حضرات میں سے ہی کوئی شخص نماز پڑھا دیتا ہے۔

(ب) البتہ یہاں ایک گھرانہ ایسا ہے جس میں عالم اور حافظ ہیں (ج) لیکن یہ حضرات جماعت اسلامی سے تعلق رکھتے ہیں اور سید مودودی صاحب کے معتقد ہیں۔ اب گزارش یہ ہے کہ ہم کبھی کبھار جب کوئی دوسرا امامت کرانے والا نہ ہو تو ان کی اقتدا میں نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ نیز اگر کوئی امام جماعت اسلامی کا رکن ہو تو اس کی اقتداء میں نماز درست ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

مودودی صاحب کے خیالات اور ان کے مسائل شرعیہ میں مخصوص اجتہادات گمراہ کن ہیں جن کی تفصیل علماء حق کے متعدد رسائل میں موجود ہے۔ لہٰذا مودودی صاحب کے مخصوص خیالات و مجتہدات میں پیروکار شخص کو امام مقرر نہ کیا

جائے اس کی امامت مکروہ ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ مسجد کو آباد کریں کسی صالح اور متقی عالم کو امام مقرر کر دیں اور اس کی اقتدا میں نماز باجماعت پابندی کے ساتھ ادا کریں مسجد کی آبادی کی طرف فوراً توجہ دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ

۷ ذوالقعدہ ۱۳۹۳ھ

مودودی عقائد رکھنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ آج کل بجائے اصلاح تخریب کا کام بڑے زوروں پر ہے اسلام جو مکارم اخلاق کی تعلیم دیتا ہے یہ اس کے خلاف خدا جانے کیوں دوسرا راستہ اختیار کیا جا رہا ہے۔ مولانا مودودی صاحب کے خلاف بریلوی اور دیوبندی حضرات نے جو اعلان کیے ہیں۔ کہاں تک درست ہیں۔ کیا جماعت اسلامی کے امام کے پیچھے نماز جائز ہے براہ نوازش قیمتی مشورہ اور مستند مسئلہ سے ہماری رہنمائی فرمادیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ واضح رہے کہ مودودی صاحب کے جو مخصوص عقائد و نظریات مذہبی ہیں۔ جن کی نشاندہی علماء کرام نے مختلف رسالوں اور پمفلٹوں کی شکل میں کی ہے۔ خاص کر جو اس نے ابھی تازہ گزشتہ سال رسالہ ترجمان القرآن کے مختلف شماروں میں خلافت راشدہ سے ملوکیت تک کے عنوان نیز دیگر عنوانوں سے جلیل القدر صحابہ کرام خصوصاً خلیفہ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر جو تنقید بلکہ ان کی تنقیص و تعییب کی ہے۔ وہ کسی باغیرت مسلمان کے لیے قابل برداشت نہیں ہے۔ لہٰذا علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مودودی صاحب ان مخصوص نظریات کی بنا پر گمراہ اور گمراہ کن ہیں اور جو شخص ان مخصوص عقائد و نظریات میں ان کی تائید اور تصدیق کرے وہ بھی گمراہ ہے۔ اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ

۳ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ

مودودی نظریات کے حامی کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک مولانا صاحب۔ مولانا مودودی صاحب کے عقائد ونظریات کا حامی ہو اور ان عقائد ونظریات کو صحیح سمجھتے ہوئے اشاعت بھی کرتا ہو اور مودودی جماعت کے مدرسہ میں مدرس کی حیثیت سے کام بھی کرتا ہو۔ حالانکہ مولانا مودودی کی کتب میں حسب ذیل عبارتیں موجود ہیں۔ اور بار ہا علماء حق نے غلط عبارات ونظریات کو حذف کرنے اور ایسے عقائد سے رجوع کرنے کے متعلق کہا۔ لیکن مولانا مودودی آج تک ہٹ دھرمی پر قائم ہیں اور رجوع نہیں کیا (عبارات ونظریات یہ ہیں۔

(۱) تنقیص انبیاء علیہم السلام مثلاً لکھا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے منصب رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہے۔ (اعیذ باللہ) (۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات جسمانی کا انکار (۳) حضور علیہ السلام کی پیشگوئی کہ قیامت کے قریب دجال آئے گا۔ مگر مولانا مودودی رقمطراز ہے کہ ۱۳ سو سال کی تاریخ نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ ایک افسانہ تھا۔ (۴) اصحاب رسول اللہ معیار حق نہیں وغیرہ وغیرہ۔ جو شخص ایسے عقائد ونظریات رکھنے والے مودودی صاحب اور ایسی جماعت کا حامی ومؤید ہو۔ بلکہ یہ بھی کہتا ہو کہ اسلام کی صحیح معنوں میں خدمت کرنے والی اور اسلام کی اشاعت کرنے والی جماعت اسلامی ہے اور مولانا مودودی صحیح خدمت اسلام کر رہے ہیں۔ اور من وعن مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کے عقائد ونظریات کی تائید وتصدیق کرتا ہو۔ بلکہ خود بخود مودودی بن گیا ہو۔ کیا ایسے آدمی کے پیچھے نماز بلاکراہت ہو جاتی ہے اور ایسے آدمی کو کسی ایسی مسجد میں پیش امام وخطیب رکھا جاسکتا ہے۔ جس کے محلہ کی تمام آبادی مسلکاً حنفی دیوبندی ہو۔ کیا ایسے عقائد رکھنے والے انسان کو امام رکھنے میں شرعاً کوئی حرج تو نہیں۔ نیز جس جماعت اور بانی مبانی جماعت مولانا مودودی کو شیخ الاسلام حضرت مولانا مخدومنا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ضال ومضل کہا ہو۔ اور تحریرات میں لکھا ہو۔ اس مسئلہ کو نہایت توضیح وتشریح کے ساتھ تحریر فرمادیں۔ عین نوازش ہوگی۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مودودی صاحب کے مخصوص عقائد ونظریات کو علماء حق نے گمراہ کن اور غلط قرار دیا ہے اور اسے ضال ومضل اور متبع ہوی کہا ہے اس پر متعدد کتابیں اور رسائل لکھے جاچکے ہیں۔ مزید تشریح وتوضیح کی ضرورت نہیں ہے۔ مختصراً یہ کہ مودودی صاحب اور ان کے مخصوص عقائد ونظریات رکھنے والے اشخاص ضال ومضل اور متبع ہوی ہیں۔ اس پر موجودہ زمانہ کے علماء ربانیین کا اتفاق ہے۔ اور متبع ہوی کی امامت مکروہ ہے۔ اس لیے ایسے شخص کو مستقل امام نہ رکھا جائے۔ ہاں منفرداً پڑھنے سے اس کے پیچھے اقتدا کرنی بہتر ہے۔ قال فی الفتاوی العالمگیریہ مطبوعہ

ماجدیہ کوئٹہ ص ۸۴ ج ۱ قال المرغینانی تجوز الصلوۃ خلف صاحب ھوی وبدعۃ ولا تجوز خلف الرافضی والجہمی والقدری والمشبھۃ ومن یقول بخلق القران وحاصلہ ان کان ھوی لایکفربہ صاحبہ تجوز الصلوۃ خلفہ مع الکراھۃ والا فلا ھکذا فی التبیین والخلاصۃ وھو الصحیح ھکذا فی البدائع. فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۳ شوال ۱۳۸۵ھ

مودودی پارٹی کے ساتھ سیاسی جدوجہد میں شریک شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک عالم دین متقی اور پرہیزگار اور علم تجوید کا سند یافتہ قاری بھی ہے۔ نہایت صحیح العقیدہ ہے۔ تمام بدعات ورسومات مروجہ سے اجتناب کرتا ہے۔ خدا کی توحید کو اپنی اصلی شکل قرآن اور حدیث کی روشنی میں خوب بیان کرتا ہے اور بلالحاظ کسی امیر وغریب کے مسئلہ حق بیان کرتا ہے اور بلا معاوضہ ۱۵ سال سے امامت وخطابت کا کام سرانجام دے رہا ہے۔ اور روکھی پھیکی کھا کر گزارا کر رہا ہے۔ لیکن سیاست میں جماعت اسلامی کا ساتھ دیتا ہے۔ صرف اس نیت پر کہ خدا کا دین اور نظام شریعت عملاً پاکستان میں جاری ہو جائے۔ کیا ایسے عالم دین کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔ شریعت کے مطابق حکم صادر فرماویں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے کچھ عقائد اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں۔ مثلاً عصمت انبیاء اور حضرات صحابہ پر تنقید کو جائز سمجھنا اور متعہ کا جواز وغیرہ پس اگر یہ مولوی صاحب جماعت اسلامی کے ساتھ ان مذکورہ عقائد میں اتفاق نہیں رکھتا۔ صرف نظام شریعت کو اپنے زعم کے مطابق عملاً جاری کرنے کی جدوجہد میں ان کے ساتھ شریک ہے۔ تو پھر اس کی اقتدا درست ہے ورنہ مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

بہتر یہ ہے کہ اپنی مساعی جمعیت علماء اسلام کے تحت استعمال کرے۔

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۲۷ جمادی الاخری ۱۳۹۶ھ

مودودی خیالات رکھنے والے کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک عالم دین جو خود نیک و متقی ہے۔سند یافتہ عالم ہونے کے علاوہ قرآن مجید خوش صورت علم تجوید کے مطابق پڑھتا ہے۔سند یافتہ قاری ہے۔بغیر طمع ولالچ کے بلا اجرت ۱۵ سال سے امام اور خطیب کا کام سرانجام دے رہا ہے۔مسئلہ توحید کو قرآن و حدیث سے خوب بیان کرتا ہے۔جہاد کے مسئلہ کو بھی بیان کرتا ہے۔لوگوں کو اس کے وعظ و اخلاص سے کافی فائدہ پہنچتا ہے۔اور تمام بری رسومات و بدعات سے سخت پرہیز کرتا ہے۔نہ جنازہ کے بعد دعا مانگتا ہے نہ میت کے دوسرے تیسرے دن قل خوانی کو درست کہتا ہے۔اور نہ شادی بیاہ کی عام مروجہ رسومات و بدعات میں شمولیت کرتا ہے۔بلکہ دوسروں کو ایسی تمام بدعات سے منع کرتا ہے اور نہ میت کے بعد ختم قرآن پر کھانا کھاتا ہے۔اور اپنی لڑکی کی شادی پر رسلت کو نکاح کے بعد فوراً دو تین گھنٹے میں لڑکی دولھا کے گھر پہنچا دی۔کسی قسم کی معمولی رسم بھی ادا نہیں کی گئی۔تمام ضلع کے دیوبندی علماء آج تک ایسا کام نہ کر سکے۔لیکن یہی عالم دین جماعت اسلامی کے ساتھ سیاست میں حصہ لیتا ہے۔اور تعاون کرتا ہے۔اور عقائد میں بالکل صاف ستھرا مسلک اہل سنت جیسا رکھتا ہے۔مودودی ہو یا کوئی عالم اگر اس کا مسئلہ قرآن مجید اور حدیث رسول اور صحابہ کرامؓ و علماء اہل سنت کی کتب کے مطابق ہو تو قبول کرتا ہے ورنہ رد کر دیتا ہے۔کیا ایسے عالم دین کے پیچھے نماز خمسہ اور نماز جمعہ پڑھنا اور اس کی تقریر سننا درست ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

مودودی صاحب کے متعلق اکابر دیوبند مثلاً مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا احمد علی صاحب لاہوری اور مولانا نصیر الدین صاحب غور غشتوی اور اسی طرح دیگر علماء کرام کا متفقہ فتویٰ ہے کہ مودودی صاحب کے خیالات اور ان کے مسائل شرعیہ میں مخصوص اجتہادات گمراہ کن ہیں۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام کی ذوات پر یہ شخص اپنی کتاب خلافت و ملوکیت میں ناپاک حملے کر چکا ہے۔اسی طرح چند دیگر مسائل متفق علیہ بین الائمہ میں اپنی منفردانہ رائے ذکر کر چکا ہے۔جس کی تفصیل آپ ان کے متعلق رسائل میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔لہٰذا مودودی صاحب کا ان مخصوص خیالات و مجتہدات میں پیروکار شخص ضال و فاسق شمار ہوگا۔اور اس کی امامت مکروہ ہوگی اکابر علماء کا یہی فتویٰ ہے۔اور جو عالم مودودی صاحب کو ان مخصوص خیالات میں غلط کار اور ضال سمجھتا ہے اس کی امامت مکروہ نہیں ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پندرہ سال کی عمر والے لڑکے کے پیچھے نماز تراویح پڑھنے کے متعلق

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکا جس کی عمر پندرہ سال سے اوپر تقریباً سولہ سال ہے اس کے پیچھے نماز تراویح جائز ہے یا نہیں۔بینوا توجروا

﴿ج﴾

اگر دوسری علامت بلوغ کی مثل احتلام وغیرہ کے لڑکے میں موجود نہ ہو تو شرعاً پندرہ برس کی عمر پوری ہونے پر بلوغ کا حکم دیا جاتا ہے پس جس لڑکے کو سولہواں سال شروع ہو گیا ہے اس کے پیچھے تراویح اور فرض نماز سب درست ہے۔اگرچہ بے ریش ہو **قال فی الدر المختار بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال الخ فان لم یوجد فیهما شیٔ فحتی یتم لکل منهما خمس عشرة سنة به یفتی لقصر اعمار اهل زماننا الدر المختار کتاب الحجر فصل بلوغ الغلام** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۹ رجب ۱۳۸۹ھ

ایسا بالغ لڑکا جس کی داڑھی نہ آئی ہو، کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ ایک لڑکا جس کی عمر تقریباً اٹھارہ سال ہے اور شادی شدہ بھی ہے۔آیا فرض نماز پڑھانے کے لیے امام بن سکتا ہے یا نہیں۔اگرچہ داڑھی کا ظہور ابھی نہیں ہوا۔بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

درمختار میں ہے۔**وکذا تکره خلف امرد وسفیه الخ**۔اور شامی ص ۴۱۵ پر ہے **الظاهر انها تنزیهیة الخ**۔حاصل یہ ہے کہ امرد کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے۔نماز ہو جاتی ہے جو لوگ اس کے پیچھے نماز جائز سمجھ کر پڑھتے ہیں وہ حق پر ہیں۔نماز اس کے پیچھے صحیح ہے یعنی امرد ہونے کی وجہ سے جماعت کا چھوڑنا درست نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایسے لڑکے کی امامت کا حکم جس کی عمر پندرہ برس ہو؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حافظ صاحب کی عمر قمری لحاظ سے پندرہ

سال ہے۔ اس کی داڑھی وغیرہ ابھی نہیں آئی ہے اور زیر ناف کے بال بھی اتارتا رہتا ہے۔ کیا وہ امامت کرا سکتا ہے یا نہیں شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے صحیح جواب سے مطلع فرماویں۔

﴿ج﴾

پندرہ سال کا لڑکا شرعاً بالغ ہے اور بالغ امرد کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے۔ درمختار میں ہے۔ وکـذا تکرہ خلف امرد و سفیہ الخ اور شامی میں ہے الظاہر انہا تنزیہیۃ الخ ج ۱/ ۴۱۵ ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
۲۸ شعبان ۱۳۹۱ھ

نابالغ کی امامت فرائض وتراویح میں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ ایک لڑکا تیرہ چودہ سال کا جو کہ نابالغ ہے۔ قرآن پاک حفظ کر رہا ہے۔ اگر تراویح کی نماز پڑھائے تو کیا جائز ہے یا نہیں۔ اس کے علاوہ فرائض کی جماعت بھی بالغین کو پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ (۲) قطب کی جانب پاؤں کر کے لیٹنا یا پیشاب کرنا اور قضاء حاجت کے وقت منہ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور عام مشہور ہے کہ نبی علیہ السلام کا نور مبارک قطب شمال میں رہتا ہے۔ اس کے بارے میں بھی وضاحت فرمائیں۔

﴿ج﴾

(۱) تیرہ چودہ سال کا لڑکا (جب کہ اس میں بلوغ کی علامت احتلام وغیرہ موجود نہ ہو) شرعاً نابالغ ہے۔ اور نابالغ کے بارے میں صحیح یہ ہے کہ اس کے پیچھے نہ فرائض وواجب صحیح ہیں اور نہ نوافل وتراویح۔ لہٰذا لڑکے مذکور کو بالغین کا امام بنانا درست نہیں ہے۔

(۲) یہ مشہور بات غلط ہے۔ ستارہ قطب کی جانب پیشاب پاخانہ وغیرہ میں منہ کرنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
۸ شعبان ۱۳۹۶ھ

نابالغ کی اقتداء میں تراویح کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ نابالغ کے پیچھے تراویح کا پڑھنا جائز ہے یا نہ اگر دس سال سے زیادہ عمر کا ہے تو کیا امام محمد کا قول مفتی بہ ہے یا نہ۔ بینوا بالتفصیل وتوجروا

﴿ج﴾

نابالغ کے پیچھے علی القول المفتی بہ بالغین کی تراویح صحیح نہیں لما فی الدرالمختار (ولا یصح اقتداء رجل بامرۃ) وخنثی او صبی مطلقاً) ولو فی جنازۃ و نفل علی الاصح– و قال الشامی تعلیقا علی قولہ وقال فی الھدایۃ و فی التراویح والسنن المطلقۃ جوزہ مشائخ بلخ و لم یجوزہ مشائخنا و منھم من حقق الخلاف فی النفل المطلق بین ابی یوسف و محمد والمختار انہ لا یجوز فی الصلوت کلھا (ردالمحتار ص ۴۲۷) اھ– واللہ تعالی اعلم

تراویح میں نابالغ کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنے لڑکے کو حفظ قرآن مجید کرایا ہے جس کو حفظ کیے ہوئے تقریباً چھ ماہ گذر چکے ہیں اب اس کی عمر ۱۲ سال اور ۲ ماہ ہے۔ منزل بحمد اللہ بہت اچھی ہے اس کا جی چاہتا ہے کہ رمضان المبارک میں تراویح وہی پڑھائے۔ تو کیا اس کے پیچھے تراویح پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟ جواب صادر فرمائیں۔

﴿ج﴾

لڑکے کے لیے ادنیٰ مدت بلوغ بارہ سال ہے۔ اگر آثار بلوغ مثلاً احتلام احبال یا انزال ظاہر ہو جائے تو یہ بالغ شمار ہوتا ہے۔ ورنہ پندرہ سال آخری مدت بلوغ ہے اگر کوئی علامت بھی ظاہر نہ ہو تب بھی اس عمر کو پہنچ کر بالغ شمار ہوتا ہے آپ کے لڑکے میں اگر کوئی علامت بلوغ کی نہیں پائی گئی ہے اور یہی ظاہر ہے تو یہ صبی اور مراہق کہلائے گا اور اس کی امامت بالغ مقتدیوں کے لیے نہ تو فرض میں صحیح ہے اور نہ کسی نفلی نماز تراویح وغیرہ میں۔ قال فی فتاوی عالمگیریہ ج ۱ ص ۸۵ و علی قول ائمۃ بلخ یصح الاقتداء بالصبیان فی التراویح و السنن المطلقۃ کذا فی فتاوی قاضیخان المختار انہ لا یحوز فی الصلوۃ کلھا کذا فی الھدایہ و ھو الاصح ھکذا فی المحیط و ھو قول العامۃ و ھو ظاھر الروایۃ ھکذا فی البحر الرائق–

حضرت مولانا علامہ رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں فتاوی رشیدیہ ص ۲۹۸ نابالغ کی امامت حسب اصل مذہب درست نہیں اس لیے ایسے موقع میں سورت سے تراویح پڑھ لیں۔ پندرہ سالہ لڑکا قابل امامت ہے۔ اگرچہ کوئی علامت اس میں ظاہر نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اقتدا کے لیے بلوغ شرط ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید جو کہ حافظ قرآن ہے اور نماز روزہ کے مسائل سے واقف ہے۔ جو کہ عمر اٹھارہ انیس سال بتاتا ہے۔لیکن ڈاڑھی اس کی ابھی نہیں ہے۔اس بناء پر چند اشخاص اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کرتے ہیں۔تو استفسار اس چیز کا ہے کہ ڈاڑھی ہونا امامت کے لیے شرط ہے یا بلوغ اگر بلوغ شرط ہے تو علامات بلوغ کون سی ہیں اور کیا ہونی چاہیے۔

﴿ج﴾

اگر وہ ۱۸/۱۹ سال کی عمر کا ہے۔تو شرعاً اس کو بالغ ہوئے کئی سال ہو چکے ہیں۔اس کی اقتداء میں نماز درست ہے۔ اقتداء کی صحت کے لیے ڈاڑھی کا ہونا شرط نہیں ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ڈاڑھی منڈانے والے کبوتر باز کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ڈاڑھی منڈواتا ہے اور کبوتر باز بھی ہے گولیاں وغیرہ بھی کھیلتا ہے کیا اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے اور یہ امامت کے لائق ہے۔بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ڈاڑھی منڈوانے والا فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے لہٰذا یہ شخص امامت کے لائق نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱ ذوالقعدہ ۱۳۸۹ھ

قبضہ سے کم داڑھی والے امام کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل۔

(۱) داڑھی کی لمبائی کتنی ہونی چاہیے۔(۲) مسجد میں پیش امام کے لیے داڑھی چھوٹی کرانا کیسا ہے۔ (۳) سفید داڑھی کو کالا کرنا مثلاً کالا کولا 'بھسمہ' کالی مہندی' خضاب وغیرہ سے جائز ہے یا نہیں۔(۴) اگر جائز ہے تو وہ کون سی ایسی وجوہات ہیں جن کی وجہ سے کالی کر سکتا ہے۔(۵) مثلاً جوان عورت یا روزی کمانے میں سفید داڑھی کی وجہ سے رکاوٹ ہو تو کالی داڑھی کر سکتے ہیں۔(۶) کالی داڑھی کرتے والے انسان کو مسجد میں پیش امام رکھا جا سکتا ہے۔(۷) مسجد کے اندر درس دینا تقریر کرنا وعظ کرنا ہر ایک کو جہاد سمجھ کر سفید داڑھی کو کالا کرنا جائز ہے۔(۸) جھوٹ بولنے والے انسان کو مسجد میں پیش امام رکھنا کیسا ہے۔

﴿ج﴾

ایک قبضہ (مٹھی) داڑھی رکھنا سنت ہے۔اس سے چھوٹی کرانا داڑھی کٹانے اور منڈانے کے حکم میں ہے۔اور یہ حرام ہے اور داڑھی کو منڈوانے اور کتروانے والا فاسق ہے۔اور اس کی امامت مکروہ ہے۔ **ولا بأس بنتف الشيب واخذ اطراف اللحية والسنة فيها القبضة الخ ولذا يحرم على الرجل قطع لحية (الدر المختار على هامش رد المحتار كتاب الحظر والاباحة)** سیاہ خضاب کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔مولانا تھانویؒ نے سیاہ خضاب کو ناجائز لکھا ہے۔عامۃ المشائخ کا یہی مذہب ہے۔فتاویٰ دار العلوم میں سیاہ خضاب کا استعمال کرنے والے کی امامت کو مکروہ لکھا ہے۔امام ابو یوسف کے ہاں جائز ہے۔کفار کے مقابلہ میں جہاد کرنے والے کو کفار پر رعب ڈالنے کے لیے سیاہ خضاب استعمال کرنا جائز ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳ صفر ۱۳۹۱ھ

فاسق کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص امام مسجد ہے۔اور قرآن کا حافظ بھی مگر نماز پڑھا کر مصلی پر بیٹھ کر بہت بے ہودہ باتیں نمازیوں کے سامنے کرتا ہے۔اور عوام لوگوں سے میل جول کرتا رہتا ہے۔لہٰذا علماء دین کی خدمت میں تحریر ہے۔کیا ایسا شخص امام بنانے کے قابل ہے یا کہ نہیں۔اور ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں۔ کتب فقہ مستند اولہ سے تحریر فرماویں۔نیز داڑھی بھی منڈواتا ہے۔صرف نظر آتی ہے دوسرا کچھ بھی نہیں۔

﴿ج﴾

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے۔ واما قطعها وهي دونها فلم يبحه احد الخ. (شامی مطلب فی الاخذ من اللحية) اسی طرح بے ہودہ اور خلاف شرع قسم کی باتیں کرنا بھی ناجائز ہے۔ پس ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ لان فی امامته تعظيمه و تعظيم الفاسق حرام (شامی باب الامامة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱ شعبان ۱۳۸۹ھ

ایک مشت سے کم داڑھی والے کے پیچھے نماز کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ داڑھی کترانے والا یعنی جس کی داڑھی قبضہ سے چھوٹی ہو اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہ؟ کیا اس نماز کا اعادہ واجب ہے یا نہ داڑھی کترانے اور منڈوانے میں کیا فرق ہے' داڑھی کے متعلق شرعی حیثیت کیا ہے۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

اعفوا اللحی (الحدیث) سے وجوب اعفاء لحیہ ثابت ہوتا ہے اور اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ قبضہ سے آگے بڑھایا جاتا لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ما زاد علی القبضہ کا قطع ثابت ہو چکا ہے۔ لہذا قبضہ سے کم کرنا کسی صورت میں جائز نہیں اور اس پر دوام و اصرار گناہ کبیرہ ہے جو موجب فسق ہے اس کی مستقل امامت جائز نہیں البتہ اگر کسی موقع پر ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی مجبوری پیش آ جائے تو نماز پڑھ لینی چاہیے اور وہاں سے جانا نہیں چاہیے صلوا خلف کل بر و فاجر داڑھی کی شرعی حیثیت حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی مدظلہم کے رسالہ سے معلوم کر لیں۔

ایک مشت سے کم داڑھی والے حافظ کی تراویح میں امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل کے بارہ میں۔

(۱) ایک شخص حافظ قرآن ہے اور قرآن پاک صحیح اور اچھا پڑھتا ہے اور وہ رمضان المبارک میں نماز تراویح میں قرآن پاک سنانا چاہتا ہے۔ مگر وہ داڑھی کترواتا ہے اور اس کی داڑھی حد شرعی یعنی مٹھی سے بھی کم ہے۔ اس لیے بعض حضرات معترض ہیں کہ اس کی داڑھی خلاف سنت ہے۔ اس لیے اس کے پیچھے نماز تراویح جائز نہیں۔ لہٰذا اس مسئلہ میں شرعی فیصلہ صادر فرمادیں کہ ایسے حافظ کے پیچھے نماز تراویح جائز ہے یا نہیں اور یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ اس شخص نے کچھ دنوں سے داڑھی کتروانی چھوڑ دی ہے اور آئندہ نہ کتروانے کا وعدہ بھی کیا ہے مگر ابھی تک داڑھی شرعی حد سے کم ہے۔ شاید کہ وہ رمضان المبارک تک بھی حد شرعی تک نہ پہنچے اس لیے جواب دے کر ممنون فرماویں۔

﴿ج﴾

اگر داڑھی کترانی چھوڑ دی ہے اور توبہ تائب صدق دل سے ہو گیا ہے تو اس کی امامت جائز ہے گو رمضان المبارک تک حد شرعی کو نہ بھی پہنچے۔ مگر وہ داڑھی پوری ہونے تک امامت نہ کرے کیونکہ دیکھنے والے جائز بغیر الکراہت سمجھیں گے۔

جہاں ننانوے فیصدی داڑھی منڈوانے یا کتروانے والے ہوں تو امام کون بنے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں سارے کے سارے افراد ننانوے فی صدی داڑھی منڈے یا دو دو انگل والے ہیں۔ ان میں قاری بھی ہیں اور حافظ بھی اور کچھ دین کا علم جاننے والے بھی ہیں۔ لیکن سارے کے سارے داڑھی منڈے یا داڑھی کتروانے والے دو انگل یا تین انگل داڑھی والے ہیں۔ جب کہ چھوٹی داڑھی والے کے پیچھے نماز جائز نہیں' کیا یہ لوگ اکیلے اکیلے نماز پڑھیں۔ یا ان میں سے کوئی امام بن جائے۔ جماعت کرائے تو سب کی نماز ہو جائے گی یا نہیں اور جو ایک فی صدی داڑھی والے ہیں وہ بالکل ان پڑھ ہیں۔ قل شریف بھی صحیح نہیں آتی۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

داڑھی قبضہ سے کم کرنا ناجائز ہے' لہٰذا داڑھی کٹوانے اور منڈوانے والے فاسق ہیں اور فاسق کی امامت مکروہ ہے۔ اس لیے ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہیے۔ البتہ اگر ایسا شخص امام بن گیا تو جدا نماز پڑھنے سے اس کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے۔ اس صورت مسئولہ میں چھوٹی داڑھی والے کا امام بننا بنسبت داڑھی منڈوانے والے کے اس وقت تک مناسب ہے جب تک کہ کوئی دوسرا صالح اور نیک امام میسر نہ آ جائے اور اس کی کوشش کرتے رہنا ضروری ہے اور صلوٰۃ خلف الفاسق واجب الاعادہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

امام کن صفات کا حامل ہونا چاہیے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ۔(۱) امام کن خصوصیات کا حامل ہونا چاہیے مفصل بیان کریں۔(۲) ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہوسکتی ہے جس کی داڑھی شرع کے مطابق پوری نہ ہو یا بالکل ہی صاف ہو؟ (۳) اس امام کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے جس کی داڑھی بھی اتر رہی ہو مگر شرع کے مطابق پوری نہ ہو۔(۴) شرع کے مطابق کم از کم داڑھی کتنی ضروری ہے۔قرآن وسنت کی روشنی میں ثابت کریں۔جو اس مسئلہ کو نہ مانے اس کے لیے کیا حکم ہے شریعت میں۔

﴿ج﴾

امام کے لیے مسائل نماز سے واقفیت اور صالح ومتقی ہونا ضروری ہے۔والاحق بالامامة تقديماً بل نصبا الاعلم باحكام الصلوة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الطاهرة (الدر المختار علی هامش رد المحتار باب الامامۃ ص۳۱۲ ج۱)

(۲) درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے۔واما الاخذ منها وهى دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد (درمختار كتاب الصوم مطلب فى الاخذ من اللحيه ص ۱۲۳) نیز درمختار میں ہے۔والسنة فيها القصة الخ ولذا يحرم على الرجل قطع لحيته (درمختار كتاب الحظر و الاباحة فصل فى البيع) پس: داڑھی منڈوانے والا اور ایک مشت سے کم کتروانے والا فاسق ہے۔اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔(۳) اس کی امامت جائز بکراہت ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

داڑھی منڈانے، کٹانے، صرف رمضان میں رکھ لینے والوں کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بعض حفاظ داڑھی منڈواتے ہیں، بعض شرعی مقدار پوری ہونے سے قبل کترواتے ہیں اور بعض نے عادت بنائی ہے کہ جب رمضان شریف آتا ہے تو ایک دو ماہ قبل کچھ بڑھا لیتے ہیں۔رمضان شریف کے بعد پھر منڈواتے یا کتروا دیتے ہیں۔خصوصاً ایسے حفاظ کے پیچھے کہ جنھوں نے پہلے داڑھی رکھوائی ہوئی تھی اور اب منڈوا دی ہے۔شرعاً نماز تراویح پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

داڑھی منڈوانا یا حد شرع سے کم کرانا گناہ ہے۔جو شخص ایسا کرتا ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے۔واما الاخذ منها وهى دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد (درمختار باب مايفسد الصوم مطلب فى الاخذ من

اللحية ص۱۲۳ ج۲) نیز درمختار میں ہے۔وكذا يحرم على الرجل قطع لحية۔اس سے پہلے ہے۔والسنة فيها القصة (كتاب الحظر والاباحة فصل فى البيع ص۳۵۹ ج۵)

نیز ردالمحتار ص۵۲۳ باب الامامۃ میں ہے۔ان كراهة تقديمه (اى الفاسق) كراهة تحريم۔ان جزئیات سے معلوم ہوا کہ چار انگشت سے کم داڑھی قطع کرنے والے یا منڈوانے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور ایسا شخص لائق امامت نہیں۔تراویح میں بھی ایسے شخص کی امامت جائز نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

داڑھی کتروانے والے، ناظرہ خواں، واقف از مسائل میں سے نماز پڑھانے کے لیے کسے آگے کیا جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں۔

(۱) داڑھی کترانے اور مشت سے کم رکھوانے والے حافظ یا ناظرہ خواں صاحب کے پیچھے نماز فرض عین، فرض کفایہ یا تراویح وغیرہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو کس وقت اگر کسی جگہ داڑھی منڈے کے علاوہ دوسرا کوئی آدمی نماز پڑھانے والا ہو تو کیا داڑھی منڈانے یا داڑھی کترانے والے کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔کیا داڑھی منڈانے اور کترانے والے کے پیچھے داڑھی کترا اور داڑھی منڈا نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔اگر داڑھی والا نہیں مل سکتا۔تو داڑھی منڈے یا داڑھی کترے کے پیچھے نماز پڑھ لیں یا جماعت ترک کردیں۔

(۲) ایک حافظ جو نماز کے مسئلوں سے واقف نہیں اور دوسرا ناظرہ خوان بھی موجود ہے۔جو نماز کے مسئلوں سے واقفیت رکھتا ہے۔ان دونوں صورتوں میں کس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے۔

(۳) ایک آدمی قرآن کا حافظ ہے اور نماز کے مسئلوں سے بھی واقف ہے۔مگر ناخن پالش لگا کر نماز پڑھاتا ہے اور دوسرا جو قرآن ناظرہ پڑھا ہوا ہے نماز کے مسائل سے بھی واقف نہیں ان دونوں میں سے کس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے نماز ایسے ناظرہ خوان بھی پڑھا سکتا ہے۔

﴿ج﴾

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے۔ واما قطعها وهى دونها فلم يبحه احد الخ.

(درمختار مطلب فى الاخذ من اللحية) نیز درمختار میں ہے. وكذا يحرم على الرجل قطع لحية .

(درمختار كتاب الحظر والاباحة) داڑھی کترانے مشت سے کم رکھوانے والے حافظ یا ناظرہ خوان کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔فرض عین فرض کفایہ تراویح سب کا ایک حکم ہے۔سب میں ایسے فاسق کی امامت مکروہ ہے۔

اگر شریعت کے مطابق داڑھی رکھنے والا نہیں ہے تو اکیلے پڑھنے سے اس کے پیچھے پڑھ لینا چاہیے۔ لیکن ایسے شخص کو امام بنانا نہ چاہیے۔ لان فی امامته تعظیمه وتعظیم الفاسق حرام. (۲) ناظرہ خوان واقف از مسائل زیادہ لائق امامت ہے۔ والاحق بالامامة تقدیما بل نصبا الاعلم باحکام الصلوة فقط صحة وفسادا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة (درمختار باب الامامة ص ۴۱۲\۱ ج ۱)

(۳) ناخن پالش کے اندر سے ناخن تک پانی وضو کے وقت سرایت نہیں کرتا اس لیے ناخن پالش کا استعمال درست نہیں اور ایسے شخص کی امامت درست نہیں بہر حال وضو کے پانی کا وضو کے اعضاء پر پہنچنا ضروری ہے اگر کسی حصہ پر پانی نہ پہنچے تو وضو نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بودی رکھے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر ایک جگہ پر کوئی باریش یا صاحب شرع آدمی نہیں تو لوگوں نے ایک داڑھی منڈے اور بودی والے آدمی کو امام بنایا اور اس کے پیچھے اقتدا کی حالانکہ وہ آدمی صرف نماز کے علاوہ امامت کے احکام سے واقف نہیں۔ اس صورت میں اقتدا کرنے والوں کی نماز ہو جائے گی یا لوٹانی پڑے گی۔ (۲) اس صورت میں یہ بھی واضح فرمادیں کہ جماعت اولیٰ ہے یا فرداً فرداً نماز پڑھنی اولیٰ ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے۔ واما قطعها وهی دونها فلم یبحه احد الخ اور نیز درمختار میں ہے۔ وکذا یحرم علی الرجل قطع لحیة ۔ پس شخص مذکور کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ اگر چہ بحکم صلوة حلف کل بر وفاجر اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے لیکن ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہیے لان فی امامته تعظیمه و تعظیم الفاسق حرام ۔ شامی۔ اگر ایسا موقع پیش آجائے کہ ایسا شخص جس کی داڑھی سنت کے مطابق ہو اور نماز کے مسائل جانتا ہو موجود نہ ہو۔ تو نماز اسی داڑھی منڈے کے پیچھے باجماعت پڑھ لینی چاہیے اکیلے پڑھنے سے باجماعت پڑھ لینی اولیٰ ہے۔

درمختار ص ۴۱۵\۱ ج ۱ میں ہے۔ وفی النهر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة. اس پر علامہ شامی نے لکھا ہے۔ (قوله نال فضل الجماعة افاد ان الصلوة خلفهما اولی من الانفراد.

فقط واللہ اعلم۔

امام ومقتدی سب داڑھی منڈے ہوں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ داڑھی منڈے کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے یا نہ۔ (۲) خاص کر جب کوئی نماز پڑھانے والا نہیں ہے سوائے داڑھی منڈے کے تو کیا اس وقت نماز فرداً فرداً ادا کی جائے یا مع الجماعت ادا کی جائے۔ جیسے حدیث شریف میں ہے۔ صلوا خلف کل برو فاجر (۳) کیا مقتدی اور امام سب داڑھی منڈے ہیں۔ تو ان کی نماز باجماعت ہونی چاہیے۔ یا فرداً فرداً پڑھیں۔ (۴) شرعاً داڑھی کی اہمیت اور حکم کیا ہے۔

﴿ج﴾

(۱) داڑھی منڈے کے پیچھے نماز جائز ہے۔ مع الکراہت (۲) ایسے موقع میں انفراد سے داڑھی منڈے کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے۔ درالمختار ص ۴۱۵\۱ ج ۱ میں ہے وفی النهر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فصل الجماعة اس پر علامہ شامیؒ نے لکھا ہے۔ افادان الصلوة خلفهما اولی من الانفراد انتهی (۳) ایسی صورت میں بھی نماز مع الجماعت ہونی چاہیے۔ بلکہ اس میں کراہت بھی نہیں ہے۔ (۴) داڑھی تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور اس سنت کا تارک بلاشبہ فاسق وفاجر ہوگا۔ حتیٰ کہ اس فعل شنیع پر مداومت کرنے سے یہ گناہ کبائر میں شمار ہوگا اس لیے کہ لاصغیرة مع الاصرار ولا کبیرة مع الاستغفار ہمارے فقہاء احناف نے محققین اور متقدمین دونوں پر سخت نکیر فرمائی ہے۔ درالمختار میں ہے کہ واما الاخذ منها وهی دون ذلک کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یبحه احد واخذ کلها فعل یهود الهند ومجوس الاعاجم

سونے کی انگوٹھی استعمال کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی امام مسجد داڑھی منڈوا کر یعنی بالکل چٹ کرا کے نماز پڑھائے یعنی امامت کرے ایسے عمل کے ساتھ نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں اگر چہ اس کو پتہ بھی ہو پھر بھی وہ یوں کہے کہ یہ فضول عمل ہے تو ایسے امام مسجد کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہ اور پھر سونے کی انگوٹھی پہنے رکھے شرع محمدی ایسے امام کے بارہ میں کیا حکم دیتی ہے۔

﴿ج﴾

داڑھی منڈوانہ حرام ہے اور اس پر اصرار کرنا بہر حال گناہ کبیرہ ہے۔ سونے کی انگوٹھی مرد کے لیے استعمال کرنا بھی گناہ

کبیرہ ہے۔ اس لیے ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ مسجد میں ایسے امام کا رکھنا جائز نہیں۔ اسے معزول کر دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

داڑھی منڈانے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ داڑھی منڈانے اور کترانے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ اگر درست نہیں تو تفصیلی روشنی ڈالیں اور کسی معتبر کتاب کا حوالہ بھی تحریر فرمادیں نیز قولہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوا خلف کل بر و فاجر کی تفصیل بھی مطلوب ہے۔ کیونکہ داڑھی کترانے والے امام اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ کیونکہ حضور کی حدیث کے الفاظ عام ہیں۔

﴿ج﴾

چونکہ حضور اکرم کی احادیث مطہرہ میں مختلف الفاظ سے داڑھی بڑھانے کے حکم بھی وارد ہیں۔ چنانچہ کئی قسم کے امر کے صیغے استعمال فرمائے ہیں۔ اعفوا اللحی اوفوا اللحی۔ وفروا اللحی۔ کثروا اللحی وغیر ذالک اور ساتھ ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا اس پر دوامی عمل ہے اور صیغۂ امر مع مواظبۃ العمل وجوب حکم کا فائدہ دیتا ہے۔ کما ھو المقرر فی اصول الفقه اس واسطے داڑھی کا چھوڑنا واجب ہے لیکن چونکہ حضرت عبداللہ ابن عمر سے صحیح بخاری در بارۂ قطع ما فوق القبضہ اثر موجود ہے اور صحابی کا قول فیما لا یدرک بالرای مرفوع کے حکم میں ہے۔ اس لیے فوق القبضہ کے کاٹنے کے متعلق جواز کا حکم دیدیا۔ اگر حضرت عبداللہ ابن عمر کا یہ عمل صحیح بخاری میں منقول نہ ہوتا تو علی الاطلاق داڑھی کا بڑھانا واجب ہوتا۔ بہرحال قبضہ سے کم کے کترانے کے عدم جواز پر اجماع ہے اور یہی مذہب ائمہ اربعہ کا ہے۔ شامی ص ۱۲۳ ج ۲ و اما الاخذ منها وهي دون ذالک (ای قدر القبضه) کما یفعله بعض المغاربة والمخنثة من الرجال فلم یبحه احد. اس لیے داڑھی کا منڈوانا یا کتروانا اور اس پر دوام و اصرار کرنا گناہ کبیرہ ہے اور مرتکب اس کا فاسق ہے اور فاسق کو امام بنانا جائز نہیں اور اس کو امامت سے علیحدہ کرنا اگر وہ امام رکھا گیا ہے مسلمانوں پر لازم ہے تاکہ فاسق کی تکریم و تعظیم نہ ہو۔ اس لیے کہ مقام امامت کرامت و تعظیم ہے تو گویا کہ امام بنانا مکرم بنانا ہے اور فاسق کا فسق موجب اہانت ہے۔ اس لیے فاسق کا امام بنانا جائز نہیں۔ شامی ص ۴۱۴ ج ۱ باب الامامة اما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بانه لا یتهم لامر دینه وبان في تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعاً الی ان قال فهو کالمبتدع تکره امامته بکل حال بل مشی فی المنية علي ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم کما ذکرنا. قال ولذالم تجز الصلوة خلفه اصلاً عند مالک و روایة عن احمد الخ اور قوله صلی الله علیه وسلم صلوا خلف کل بر و فاجر کے متعلق گزارش ہے کہ چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بعد میں امت میں جو

بڑے بڑے امور و واقعات خیر و شر کے درپیش ہونے تھے۔ بتلا دیے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت پر انتہائی شفقت کرنے والے ہیں۔ انھیں خیر کے حاصل کرنے اور شر سے بچنے کے متعلق بھی بہت کچھ راستے ارشاد فرماتے ہیں۔ انھیں واقعات میں سے امراء و فساق کا تسلط ہے اور پھر جمعہ اور عیدین میں ان کا امام بننا ہے۔ نیز صحابہ کرام جو باطل و منکر کے لیے ننگی تلوار ہیں نے ان کا سامنا کرنا ہے تو تصادم ہونا اور اختلاف و فتنہ ہونا اور زیادہ ہونا ظاہر تھا۔ اس واسطے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صلوا خلف کل بر و فاجر کہ اختلاف و فتنہ اور فساق کے پیچھے نماز پڑھنا ان میں اھون البلیتین اختیار کرلو۔ یعنی اگر اصلاح کی صورت نہ ہو اور نیز ہٹانا بھی اچھے طریقے سے بغیر اختلاف فتنہ کے نہ ہو سکے (حکم شرعی یہ ہے) تو ہر فاسق و صالح کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو کہ نماز ہو جاتی ہے۔ نیز جماعت کی فضیلت بھی حاصل ہوگی۔ لیکن نماز مکروہ ہوگی اور وہ خیر و برکت جو ایک متقی کے پیچھے حاصل ہو۔ وہ حاصل نہیں ہوگی اور باوجود نااہل ہونے اور فاسق ہونے کے امام بننا اور ہٹانے سے نہ ہٹنے کی بنا پر سارا نقصان و کراہت کا وبال امام پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عارضی داڑھی والے کی تراویح میں امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک حافظ تمام سال داڑھی منڈاتا ہے اور رمضان شریف میں تراویح کی امامت کراتا ہے اور قرآن مجید سناتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر فرض نماز کوئی دوسرا شخص پڑھائے اور تراویح داڑھی مونڈا حافظ پڑھائے تو کوئی حرج نہیں کیا شرعاً یہ تراویح پڑھا سکتا ہے اور تراویح کی نماز اس کے پیچھے درست ہے۔

﴿ج﴾

شرعاً داڑھی کو مطلق چھوڑنے کا حکم ہے اور متعدد حدیثوں میں داڑھی بڑھانے کا حکم وارد ہے۔ اعفوا اللحی ارخوا اللحی وادفوا اللحی وغیر ذالک امر کے صیغے وارد ہیں اور بقدر مشت کم از کم داڑھی چھوڑنا واجب ہے۔ داڑھی منڈانا یا قدر مشت سے قبل کتروانا یعنی حد سنت جو کہ بقدر قبضہ ہے۔ اس سے کم کرنا اور اس پر دوام و اصرار کرنا شرعاً فسق اور کبیرہ گناہ ہے۔ لہٰذا ایسا شخص جو کہ داڑھی منڈاتا ہے۔ شرعاً فاسق ہے۔ امامت کا اہل نہیں اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ ایسے امام کو فرائض و تراویح دونوں میں امام بنانا جائز نہیں۔ بجائے ایسے حافظ غیر حافظ سنت کے مطابق داڑھی رکھنے والے کے پیچھے تراویح بغیر ختم کے پڑھی جائیں۔ فرائض ہوں یا تراویح دونوں میں داڑھی مونڈنے والے کو جو کہ فاسق ہے امام بنانا اس کو معظم بنانا ہے جو کہ شرعاً جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

داڑھی منڈانے سر کے بال خوب بڑھانے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں (۱) جمعہ پڑھانے والا شخص عالم بھی نہیں داڑھی بھی غائب بلکہ دوسوتر یا ایک ... یعنی انچ کا آٹھواں حصہ یا دسواں حصہ یا آدھ حصہ یا ایک انچ داڑھی اور بال سر کے ایک فٹ لمبے یا ڈیڑھ فٹ لمبے تو یہ شخص جمعہ یا جماعت کرا سکتا ہے۔ تکبیر اذان کہہ سکتا ہے۔ یہ شخص کہتا ہے کہ بال جب کبھی حج پر گیا تو وہاں کٹ ئے گا ... سے پہلے نہیں۔ نماز جماعت وجمعہ کے مسائل سے بھی واقف نہیں ہے۔ (۲) کیا یہ شخص جنازہ پڑھا سکتا ہے (۳) متو... جامع مسجد یہی شخص ہے۔ جمعہ نہیں ہوتا دو مسجدیں اور ہیں۔ مگر کچھ لوگ شہر میں جو یہاں سے ایک سے دو میل دور ہے وہاں جاتے ہیں اور کچھ یہاں پڑھتے ہیں۔ دوسری مسجد میں قاری صاحب تقریباً ۲۰ یا ۲۵ لڑکے لڑکیوں کو روزانہ صبح ... درس قرآن دیتے ہیں۔ مگر جمعہ کے لیے گروہ شہر نہ جائیں تو وہاں جا کر پڑھوا دیتے ہیں۔ ورنہ وہی لمبے ڈیڑھ فٹ ... فٹ بھر بالوں والا اذان ونماز کراتا ہے اور یہ شخص قاری صاحب کو جمعہ کے لیے کہنا بھی کسر شان سمجھتا ہے۔ (۴) یہ متولی جامع مسجد لوگوں میں ہر دلعزیز بھی نہیں ہے۔ بلکہ زمین باپ دادا کی تھی اور باپ یا دادا نے اللہ کا گھر بنوایا تھا مگر ب... بضد اور مصر ہیں۔ حکم شرع متین سے جلدی تحریر فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

﴿ج﴾

ایسا شخص جو داڑھی مٹھی بھر سے کم رکھتا ہے اور سر کے بال عورتوں جیسے خوب لمبے رکھتا ہے۔ مسائل نماز وغیرہ سے ناواقف ہے اگر جماعت کرائے تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ اگر کہیں دوسرے امام کے پیچھے جماعت میسر آ سکے تو اس کے پیچھے ادا نہ کی جائے۔ ورنہ بصورت مجبوری اس کے پیچھے ہی ادا کی جائے (۲) اس کا حکم بھی وہی ہے جو اوپر بیان کر دیا گیا۔ (۳) صلاح مشورہ کے ساتھ کسی دوسرے مستحق واہل شخص کو امام مقرر کیا جائے۔ فساد وفتنہ برپا نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۳ صفر ۱۳۸۵ھ

جاہل داڑھی منڈانے والے کے پیچھے نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں (۱) کہ ایک شخص کے گھر لڑکی پیدا ہوئی وہ پانچ منٹ زندہ رہی پھر وہ مر گئی۔ اس کا نام بھی نہیں رکھا گیا اور جنازہ بھی نہیں پڑھایا گیا اس کو زمین کے ایک ٹوٹے کے اندر کر کے ڈالا گیا۔

(۲) وہی شخص قرآن مجید کا حافظ ہے داڑھی منڈواتا ہے قوم کا امام ہے کیا ایسے شخص کے پیچھے نمازیں پڑھنا ٹھیک ہے نماز ہو جاتی ہے اگر نماز نہیں ہوتی تو مطلع کریں۔

﴿ج﴾

(۱) لڑکی جب زندہ پیدا ہو گئی تو پھر اس کا نام رکھنا تھا اور موت کی صورت میں اس کو غسل دینا اور کپڑے میں کفنانا اور اس کا جنازہ پڑھانا ضروری تھا اور بغیر نماز جنازہ کے دفنانے کی صورت میں تین یوم تک اس پر نماز جنازہ پڑھنا فرض کفایہ تھا جس شخص کو بھی ان دنوں میں اس لڑکی کے زندہ پیدا ہونے اور بغیر جنازہ کے دفنانے کا علم ہوا۔ اس شخص پر فرض تھا کہ نماز جنازہ ادا کرتا اب تین یوم گزرنے کے بعد نماز جنازہ ساقط ہو گیا ہے۔ ان لوگوں کو توبہ کرنا ضروری ہے۔

(۲) ایسا شخص فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ ایسے شخص کو مستقل امام بنانا جائز نہیں ہے اور امام ہونے کی صورت میں اسے ہٹانا لازمی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہٗ

بے ریش کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بے ریش مسلمان شخص جماعت کی امامت کرا سکتا ہے جبکہ مقتدیوں میں اور کوئی بھی امامت کے لیے تیار نہ ہو خواہ وہ باریش بھی کیوں نہ ہو۔ ہاں یہ ایک علیحدہ بات ہے کہ وقتی طور پر پڑھانے کے لیے کوئی رضامند ہو جائے اور صرف مذکور بے ریش مستقل امامت کے لیے موزوں اور مناسب ہو اور وہ امامت کرانے کے لیے رضامند بھی ہو اور مقتدی بھی راضی ہوں لیکن اگر صورت یہ ہو کہ ایک باریش بھی مستقل امامت کے فرائض سرانجام تو دے سکتا ہے۔ لیکن وہ اس امر کے لیے تیار نہ ہو تو پھر صورت مسئلہ کیا ہو گی؟ نیز ایک شخص جو ریش ایک مٹھی سے کم رکھواتا ہو کیا وہ بھی دوسرے مقتدیوں پر امامت کے لیے فوقیت رکھتا ہے۔ کیا امی کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

داڑھی رکھنا سنت مؤکدہ بلکہ واجب ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔ **خمس من الفطرة وفيه ذكر اعفاء اللحيه وقال صلى الله عليه وسلم اعفوا اللحى الحديث وقال في الدر المختار ص ۱۲۳ ج ۲ واما الاخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال** لہٰذا قبضہ سے کم داڑھی رکھنے والا فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کو مستقل امام نہ بنایا جائے۔ اگر امام بنانے کی

مجبوری بن جائے تو ایسے شخص کو توبہ کرانے کے بعد داڑھی پوری کر لینے کے بعد امام بنایا جائے۔ بشرطیکہ اس سے کوئی اور علامتِ فسق نہ پائی جائے۔ (۲) اعمیٰ کی امامت اس صورت میں بغیر کسی کراہت کے جائز ہے کہ وہ نجاست سے بچنے کے معاملہ میں خوب محتاط ہو۔ اس سلسلہ میں وہ اپنے ساتھ کسی شخص کو رکھتا ہو۔

حررہ عبد لطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ احمد عفا اللہ عنہ
۱۸ ربیع ثانی ۱۳۸۴ھ

بوقت ضرورت داڑھی منڈے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ یک جامع مسجد میں ایک عالم دین خطیب تو ہے لیکن کبھی کبھی کسی ضروری کام کی غرض سے وہ کہیں چلا جاتا ہے تو پھر ہم ایک اور شخص کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ نماز پڑھائے حالانکہ وہ شخص بھی مجبوراً خطیب اصل کی عدم موجودگی میں نماز پڑھتا ہے۔ یہ شخص بھی عالم دین ہے۔ لیکن داڑھی کٹاتا ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ آیا اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے فرض ادا ہو جاتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۹ شعبان ۱۳۹۶ھ

داڑھی کی شرعی حیثیت؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ داڑھی رکھوانا شریعت میں فرض ہے یا واجب یا سنت ہے اور دوسری بات یہ بھی مسئول ہے کہ آیا امام کے لیے داڑھی رکھوانا شرائط امامت میں سے ہے یا کہ نہیں تیسری بات یہ کہ اگر ایک شخص کسی جگہ کا امام ہے اور پھر اس کی داڑھی حد شریعت سے کم ہے۔ کیا اس کو امام بنایا جا سکتا ہے یا کہ نہیں اور پھر یہ مذکور کوئی عالم بھی نہیں صرف قرآن شریف کا حافظ ہے۔ کیا اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا اعادہ ضروری ہے۔ کیا اس کو ہمیشہ کے لیے امام بنایا جا سکتا ہے یا کہ نہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

داڑھی رکھوانا شرعاً واجب ہے نہ رکھوانے والا فاسق مردود الشہادۃ ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اعفوا اللحی بعض روایت میں ارخوا اللحی بعض میں وفروا اللحی بعض میں کثروا اللحی بعض میں اوفوا اللحی کے مختلف امر کے صیغے مروی ہیں۔ امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ بالخصوص جب کہ مواظبت عمل سے اس کی تائید ہوئی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام وسلف صالحین کسی نے بھی قبضہ سے کم داڑھی نہیں کٹوائی صاحب درمختار نے لکھا ہے۔ **واما الاخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد واخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الاعاجم** (ج ۲/ص ۱۲۳) اس لیے ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے جو قبضہ سے کم داڑھی رکھتا ہو اس کو امام نہ بنایا جائے جاہل شخص کو بھی امام نہ بنایا جاوے اگرچہ قرآن کا حافظ ہو۔ اگر کسی وقت پڑھ لی تو اگر کوئی مفسد نماز پیش نہ آیا ہو تو نماز ہو جاتی ہے۔ اعادہ لازم نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبدالرحمن نائب مفتی
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ

ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے، کیا داڑھی منڈانے والے کو قتل کیا جائے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ یہاں پر دو فریقوں کا تنازعہ ہے کہ جو شخص داڑھی کٹواتا ہے۔ منڈواتا ہے۔ یعنی چار انگل سے کم رکھتا ہے وہ شخص امامت نہ کرائے۔ چاہے وہ عالم ہو یا عالم نہ ہو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور جو اس کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ دوہرائی جائے اور جو شخص داڑھی منڈاتا ہے اور کٹواتا ہے وہ فاسق اور فاجر ہے اور لائق قتل ہے اور امامت جائز نہیں ہے۔ اس مسئلہ کا صحیح جواب احادیث سے فرمایا جائے۔

﴿ج﴾

حدیث شریف میں ہے **عشر من الفطرة منها اعفاء اللحيه** نیز وارد ہے۔ **اعفوا اللحى، ارخوا اللحى، واوفوا اللحى، وكثروا اللحى** اور **وفروا اللحى**۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی چھوڑنے۔ بڑھانے پورا کرنے بکانے کا ان احادیث میں حکم فرمایا ہے۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت قرار دیا ہے۔ جس امر کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت قرار دیا ہے۔ جس امر کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی عمل بھی ہو اور حکم بھی فرمایا ہو۔ وہ امر واجب ہوتا ہے۔ اس کا ترک اور ترک پر مداومت کرنا فسق ہوتا ہے۔ اس لیے داڑھی کا قبضہ سے کم کٹوانے والا فاسق اس کی امامت مکروہ ہے۔ امامت کے لیے متقی۔ متورع

عالم کی ضرورت ہے البتہ یہ کہ اس کو قتل کیا جاوے۔ وغیرہ وغیرہ یہ سب باتیں محض لغو ہیں۔ انھیں بہتر سے بہتر طریقہ سے سمجھایا جائے۔ تاکہ وہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے پر آمادہ ہوجائیں۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ
۳ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ

دوسروں کو قبضہ سے کم ڈاڑھی کرنے پر اکسانے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک آدمی کی ڈاڑھی سنت کے خلاف ہے۔ یعنی ڈیڑھ یا دو انگل ہے۔ اس کے پیچھے نماز فرض نماز نفل رمضان المبارک میں تراویح پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

(۲) ایک آدمی امام مسجد ہے۔ اس کی ڈاڑھی خلاف سنت ہے یعنی دو انگل ہے۔ ایک تو خود سنت کے خلاف کرتا ہے۔ دوسرے جس آدمی کی ڈاڑھی سنت کے موافق ہے۔ اس کو کہتا ہے میاں کیا ڈاڑھی بڑھاتے جا رہے ہو۔ کوئی شریعت میں ڈاڑھی کا ثبوت نہیں سوائے ایک دو انگل کے مثلاً زید امام ہے اور بکر مندرجہ بالا بات کہتا ہے۔ ایسے طریقہ سے کہتا ہے کہ بکر کا دل دکھتا ہے۔ ایسے امام کے لیے کیا حکم ہے؟

﴿ج﴾

(۱) جس کی داڑھی مشت بھر سے کم ہو۔ خواہ بالکل منڈواتا ہو۔ یا کترواتا ہو اور اس فعل پر اصرار اور مداومت کرتا ہو۔ ایسا شخص فاسق ہے۔ اور اس کی امامت مکروہ ہے۔

(۲) ایسا شخص جو خود اصرار کے ساتھ ڈاڑھی خلاف سنت رکھتا ہے۔ اور پھر دوسرے سنت کے مطابق ڈاڑھی رکھنے والوں سے معارضہ کرتا ہے۔ یہ شخص بڑا گنہ گار ہوتا ہے۔ ایسا امام مستحق عزل ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ کذا فی امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۲۱۱۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سر پر انگریزی بال رکھنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

ایک حافظ قرآن ڈاڑھی منڈواتا ہے۔ سر پر انگریزی بال ہیں نماز کبھی کبھی پڑھتا ہے۔ ایسے حافظ کے پیچھے نماز تراویح جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم ڈاڑھی کا قطع کرنا یا منڈھانا حرام ہے۔ و اما قطعها و هی دونها فلم یبحه احد۔

نیز درمختار میں ہے۔ و لذا یحرم علی الرجل قطع لحیته۔ اس سے پہلے ہے والسنة فیها القبضة۔ پس شخص مذکور کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے و یکره امامة عبد۔ الخ و فاسق۔ (درمختار) ان کراهة تقدیمه ای الفاسق کراهة تحریم (ردالمحتار باب الامامة ج ۱ ص ۴۱۴)

ایسے شخص کو کسی بھی نماز میں امام نہ بنانا چاہیے۔ لان فی امامته تعظیمه و تعظیم الفاسق حرام۔ (ردالمحتار باب الامامة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ڈاڑھی کٹانے سے توبہ کرلے تو کب امام بنایا جائے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک حافظ قرآن جو کہ پابند صوم وصلوٰۃ ہے اور اعتقاد صحیح رکھتا ہے۔ لیکن ڈاڑھی منڈاتا ہے۔ کیا اس کے پیچھے نماز مفروضہ یا تراویح پڑھنا جائز ہے یا ناجائز نیز اگر وہ آج تائب ہوجائے تب شرعاً کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا؟

﴿ج﴾

شرعاً ڈاڑھی کو مطلق چھوڑنے کا حکم ہے۔ اور بقدر مشت کم از کم ڈاڑھی چھوڑنا واجب ہے۔ ڈاڑھی منڈانا یا حد سنت یعنی بقدر مشت سے قبل کترواتا اور اس پر دوام و اصرار کرنا شرعاً فسق و کبیرہ گناہ ہے۔ لہٰذا ایسا شخص جو ڈاڑھی منڈاتا ہے شرعاً فاسق ہے۔ امامت کا اہل نہیں۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ ایسے امام کو فرائض و تراویح میں امام بنانا جائز نہیں۔ ایسے حافظ کے بجائے غیر حافظ سنت کے مطابق ڈاڑھی رکھنے والے کے پیچھے تراویح بغیر ختم کے پڑھنا اچھا ہے۔ لہٰذا اگر دوسرا کوئی حافظ سنت کے مطابق ڈاڑھی رکھنے والا نہ ملے تو بھی اس کو تراویح میں امام نہ بنایا جائے اور تائب ہوجانے کے بعد بھی جب تک ڈاڑھی قدر سنت یعنی قبضہ سے کم ہو امام نہ بنایا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ڈاڑھی کٹانے والا توبہ کرلے تو اس کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ جو لڑکا نابالغ بے ریش ہو اس کی امامت صحیح ہے یا نہیں؟

(۲) جو شخص ریش کٹواتا ہے یا منڈواتا ہے۔ اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ (۳) امامت میں ریش کٹو[ا]نے منڈوانے والا بالغ بے ریش پر فوقیت رکھتا ہے یا نہیں؟ (۴) اگر کسی امام مسجد کی ڈاڑھی قبضہ سے کم ہے اور اس نے [توبہ] کیا کہ میں آئندہ اپنی ڈاڑھی کو نہیں کٹواؤں گا تو اس کی امامت اسی وقت سے جائز ہو سکتی ہے یا جب تک کہ ڈاڑھی پور[ی] ہو جائے۔ (۵) قبضہ ہونٹوں سے مراد ہے یا ٹھوڑی سے جواب معتبر کتب حنفیہ سے دیں۔

﴿ج﴾

(۱) امامت بالغ بے ریش کی صحیح ہے لیکن اگر وہ حسین ہے جس کی جانب شہوت سے التفات کا خطرہ ہو تو مکروہ ہو[گی] لیکن یہ کراہت تنزیہی ہے۔ درمختار ص ۴۱۵ ج ۱ میں ہے (و کذا تکرہ خلف امرد وقال الشامی الظاهر ا[نها] تنزیهة والظاهر ایضا۔ کما قال الرحمتی ان المراد به الصبیح الوجه لانه محل الفتنة (۲) ڈا[ڑھی] منڈوانا اور قبضہ سے کم کاٹنا اور کتروانا دونوں جائز نہیں ہیں ایسا کرنے والا فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحر[یمی] ہے۔

(۳) بالغ بے ریش کی امامت مکروہ تنزیہی ہے جیسے کہ سوال نمبر ا کے جواب میں گزر گیا اور فاسق کے پیچھے مکروہ تحر[یمی] ہے۔ اس لیے بالغ بے ریش کی امامت ڈاڑھی منڈانے والے اور کٹانے والے سے اولیٰ ہے (۴) اگر چہ توبہ کرتے ہی عادل ہو گیا۔ اس کا فسق جاتا رہا لیکن صورتاً چونکہ وہ فاسق ہے اس لیے احتیاط اس میں ہے کہ ڈاڑھی بڑھ جانے کے بعد امامت کی جائے۔ (۵) قبضہ ٹھوڑی سے ہی ہوتا ہے۔ ہونٹوں سے نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مدرسہ قاسم العلو[م]

ڈاڑھی منڈانے والے قرآنِ پاک درست پڑھ سکتے ہوں اور ڈاڑھی والوں کا تلفظ درست نہ ہو تو امام کس کو بنایا جائے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں میں پچانوے فی صدی لوگ ڈاڑھی منڈواتے ہیں اور پانچ فیصدی ڈاڑھی رکھواتے ہیں۔ اور ان میں جو ڈاڑھی رکھواتے ہیں قرآن مجید نہیں پڑھ سکتے ہیں تین کی جگہ الف ج کی جگہ ذ ل کی جگہ ز پڑھتے ہیں کھڑے کو پڑاپڑے کو کھڑا پڑھتے ہیں۔ اور جو ڈاڑھی کٹواتے ہیں ان میں قرآن مجید ٹھیک پڑھ سکتے ہیں اور لوگ بھی ان کو کہتے ہیں یہ نماز پڑھائیں کیا جو ڈاڑھی کٹواتا ہے اور قرآن مجید ٹھیک پڑھتا ہے۔ ان کے پیچھے نماز ڈاڑھی والوں کی ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور ڈاڑھی کٹوانے والے کے پیچھے ڈاڑھی کٹوانے والوں کی ہوتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

نمازیوں کو چاہیے کہ کسی اچھا پڑھنے والے نیک، متقی امام کو مقرر کر کے اس کے پیچھے نماز ادا کریں۔ مستقل امام نہ تو ڈاڑھی [کٹ]وانے والے کو رکھیں اور نہ غلط پڑھنے والے کو دونوں کی امامت ناجائز ہے البتہ کسی خاص وقت کے لیے اگر ضرورت پڑے تو صحیح پڑھنے والے ڈاڑھی کٹے کے پیچھے پڑھ لیں۔ اور غلط پڑھنے والے کے پیچھے نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

ڈاڑھی کترانے والے بے نمازی کی تراویح میں اقتدا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام مسجد فوت ہو گئے۔ ان کے باپ دادا پہلے امامت کراتے تھے۔ ان کے فوت ہو جانے کے بعد ان کی اولاد میں سے کوئی شخص موروثی اور باپ دادا کا حق سمجھ کر خود بخود امامت کے لیے کھڑا ہو سکتا ہے یا کہ مقتدیوں کے استیلاء پر اس مسئلہ کی وضاحت فرمائی جائے۔

(۲) دوسری عرض یہ ہے کہ ہماری مسجد میں عرصہ کئی سال سے یہ جھگڑا چل رہا ہے کہ شعبان کا چاند دیکھا جاتا ہے تو کئی صاحبان اس بارہ میں جھگڑا کرتے ہیں کہ ہمارا پسر نماز تراویح کے لیے اس مسجد میں امامت کرے گا۔ وہ حافظ جس کو امامت کے لیے کھڑا کرنے کی استدعا کرتے ہیں۔ وہ قابل امامت نہیں ہوتا نماز پابندی سے نہیں پڑھتا کئی نمازیں پڑھتا ہے اور کئی نہیں پڑھتا۔ سگریٹ بھی پیتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس کے سر پر انگریزی فیشن کے بال ہوتے ہیں۔ اور ڈاڑھی بھی منڈواتا ہے اس بنا پر مقتدیوں میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے اور جھگڑا و فساد برپا ہو جاتا ہے۔ جناب مفتی صاحب اس مسئلہ کی وضاحت فرما کر اس شرارتِ دائمی کو ختم فرما دیں نوازش ہو گی۔

﴿ج﴾

اولاً۔ امامت کا وراثت سے کوئی تعلق نہیں۔ امامت کی قابلیت رکھنے والے جس شخص کو مقتدی چاہیں امام بنا سکتے ہیں۔

(۲) امامت کے شرائط اور قابلیت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

ثانیاً ۔ ایسے شخص کے پیچھے تراویح یا کوئی دوسری نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے۔ ایسے شخص کو امام نہیں بنانا چاہیے۔ امامت کسی شخص کا استحقاق نہیں۔ بلکہ مقتدیوں کی اکثریت جس پابند شریعت شخص کو مقرر کر لیں وہی امام بن سکے گا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

ڈاڑھی کترانے والے کی امامت میں ادا کی گئی نمازوں کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارہ میں کہ ایک امام مسجد جو کہ ہروقت نماز اور جمعہ بھی پڑھاتا ہے- رمضان شریف کی تراویح بھی پڑھایا کرتا ہے- کیونکہ قرآن مجید کا حافظ ہے لیکن حد شرعی سے اس کی ڈاڑھی کم ہے- کٹوایا کرتا ہے- بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ حد شرعی سے کم ڈاڑھی رکھنے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی- نہ فرض نہ نفل یعنی تراویح نہیں ہوتی جو پڑھی گئی ہیں- ان کو بھی پھر لوٹایا جائے- اب پوچھنا یہی ہے کہ کیا ڈاڑھی منڈے یا کترانے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی- اگر نہیں ہوتی تو جو پڑھی گئی ہیں ان کا لوٹانا ضروری ہے یا نہیں؟ مدلل اور معتبر کتابوں کے حوالے دے کر بندہ کی تسلی فرمائیں-

﴿ج﴾

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم ڈاڑھی کا قطع کرنا حرام ہے- واما الاخذ منها وهى دون ذالک فلم يبحه احد (درمختار مطلب فى الاخذ من اللحية ج ۲ ص ۱۲۴) اور نیز درمختار میں ہے- والسنة فيها القبضة الخ- و كذا قال يحرم على الرجل قطع لحيته (الدر المختار على هامش ردالمحتار كتاب الحظر والاباحة ج ۵ ص ۲۸۸) - لہذا جو شخص ڈاڑھی منڈوائے یا ایک مشت سے کم کتروائے وہ فاسق ہے- اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے- و يكره امامة عبد الخ- و فاسق (در المحتار) بل مشى فى شرح المنية ان كراهة تقديمه (اى الفاسق) كراهة تحريم (الدر المختار باب الامامة ج ۱ ص ۴۱۴) - اگر چہ بحکم صلوا خلف كل بر وفاجر اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے- لہذا جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں وہ واجب الاعادہ نہیں لیکن ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہیے نہ فرائض میں نہ تراویح وغیرہ میں- لان فى امامته تعظيم و تعظيم الفاسق حرام-

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بریلوی عقائد رکھنے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہم لوگ دیوبندی عقائد کے ۱۵٬۱۰ آدمی ایک ایسی جگہ پر ملازم ہیں جہاں پر صرف ایک مسجد ہے اور اس کا پیش امام ایک حافظ بریلوی خیالات کا آدمی ہے- اب ہماری نماز کے

لیے کیا فتویٰ ہے- براہ کرم تفصیل کے ساتھ فرمادیں کہ ہم کس طرح نماز کا بندوبست کریں- تاکہ ہم جماعت کے ثواب سے محروم نہ ہوں- ہماری کالونی سے ۴ میل دور ایک اور کالونی ہے- جس کی مسجد کا پیش امام توحید والے خیالات کا آدمی ہے- ہم جمعہ کی نماز ادھر جا کر ادا کرتے ہیں- برائے کرم جواب عنایت فرمائیں- تاکہ ہماری نمازوں میں اور زیادہ خلل نہ پڑے-

﴿ج﴾

اگر امام موصوف بدعات کا ارتکاب کرتا ہے- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیوب اور حاضر و ناظر جانتا ہے- تو پھر اس کی اقتداء درست نہیں- آپ اپنا مستقل امام رکھ لیں یا اپنے میں سے کسی ایک کو امام بنایا کریں- کسی سے الجھنے یا فساد کرنے کی ضرورت نہیں- آپ اگر ہمت کریں گے تو یہ کوئی مشکل کام نہیں- سورة والليل اذا يغشى میں اللہ تعالیٰ کا مومنین متقین کے لیے فسنيسره لليسرى کا فرمان ملاحظہ ہو- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۹ شوال ۱۳۸۹ھ

حضورؐ کے لیے علمِ غیب کلی کا عقیدہ رکھنے والے کے پیچھے نماز کا حکم؟

﴿س﴾

جو مولوی علم غیب کلی کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عقیدہ رکھتا ہے اور بمتابعت مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی، حضرات علماء دیوبند کو کافر کہتا ہے اور باعث فتنہ ہے- اس کے پیچھے نماز کیسی ہے- بینوا توجروا-

﴿ج﴾

اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہیے اور اس کی امامت ناجائز ہے واللہ اعلم-

"ما اهل به لغير الله" کو حلال قرار دینے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین- اس بارہ میں کہ زید ایک عالم شخص ہے اور پیش امام بھی- عقیدہ میں بالکل ڈھیلا اور بریلی ہے- نذر و نیاز کا قائل ہے اور وما اهل لغير الله به والی چیز کو حلال کر کے مخلوق کو گمراہ کر رہا ہے- داڑھی کا سخت دشمن ہے- دو تین انگل سے بالکل زائد نہیں- ایک مولوی صاحب نے اس کے ساتھ مناظرہ کیا ہے اور داڑھی کا ثبوت حدیث اور فقہ کی کتب سے دیا ہے تو بریلی صاحب نے کہا ہے کہ میں تمام کتب کو اکٹھا کر کے آگ جلاتا ہوں (نعوذ باللہ)- اس کی ہمشیرہ جس کی عمر تقریباً پچاس سال ہے بیٹھی ہے- شادی کر دینا نہیں چاہتا- تمام لوگ اور علماء

اور زمیندار طبقہ کہہ چکے ہیں۔ کہ ایسا کام مت کرو۔ کسی ایک کی نہیں مانتا اور زانی بھی ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہ۔ جو الفاظ اس نے کتب کے متعلق بولے ہیں کیا کافر ہو جاتا ہے یا نہ۔ اگر ہو جاتا ہے۔ تو اس صورت میں عورت چھوٹ جاتی ہے یا نہ۔ ایسے شخص کے ساتھ السلام علیکم کرنا چاہیے یا نہ؟ تمام علماء دیوبند کو کافر کافر کہتا ہے اور پیروں کی قبروں پر جا کر امداد اور مراد مانگتا ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے۔ (۲) ایک شخص نے کہا ہے کہ یہ آیت قرآن یہود کے لیے ہے۔ ہمارے لیے نہیں۔ ہم اس کو نہیں مانتے۔ یہ قرآن اس زمانے میں انہیں کے واسطے اترا تھا۔ نہ کہ ہمارے لیے تو اس کے لیے کیا حکم ہے اور اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے۔ (۳) غیر اللہ سے امداد اور مراد چاہنے والے کے ساتھ کیا برتاؤ رکھنا چاہیے اور وہ مسلمان باقی ہے یا نہ؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ ان کے بعض اقوال وعقائد کفریہ ہیں۔ العیاذ باللہ۔

(۲) اگر واقعی اس کی مراد یہ ہو کہ قرآن اس زمانے کے یہودیوں کے لیے تھا۔ ہمارے لیے نہیں اور اس میں کوئی تاویل نہیں کرتا تو یہ کفر ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ اس آیت کا تعلق یہود سے ہے۔ اس میں ان کے متعلق حکم مذکور ہے۔ مومنین کا حکم اس آیت میں مذکور نہیں تو کوئی خرابی نہیں۔ (۳) اس سوال کے جواب میں تفصیل ہے۔ فی الحال وقت میں اتنی گنجائش نہیں۔ واللہ اعلم۔

بدعات ورسومات کے مرتکب امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے مؤذن کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک مؤذن صحیح العقیدہ ہے۔ مگر بعض دفعہ بریلوی امام کے پیچھے بھی نماز پڑھ لیتا ہے۔ جو بریلوی علاقہ بھر میں گیارہویں، میلاد، عرس، غیر اللہ کی نذر و نیاز اور غیر اللہ کی پکار کی تبلیغ شرکیہ اعمال وعقائد میں مشہور ومعروف ہے۔ کیا اس مؤذن کی ایسے غالی مشرک مولوی کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے اور بعض دفعہ مؤذن مذکور امام کی عدم موجودگی میں نماز بھی پڑھاتا ہے۔ کیا اس کے پیچھے اقتداء صحیح ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

تحقیق کی جاوے اگر واقعی اس شخص کے عقائد شرکیہ ہوں تو اس کی امامت درست نہیں اور نماز اس کے پیچھے جائز نہیں اور اگر عقائد اس کے شرکیہ نہیں۔ البتہ بدعات کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی امامت بھی مکروہ تحریمی ہے۔ مؤذن اگر صحیح العقیدہ ہے اور مرتکب بدعات کا نہیں تو اس کی امامت جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

غلام خانی، بریلوی، غیر مقلد، شیعہ، مرزائی، مودودی، پرویزی عقائد والے کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفتیان شرع متین بعد رجہ ذیل مسئلہ میں (۱) مماتی، بریلوی، غیر مقلد، شیعہ، مرزائی، مودودی، پرویزی ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ ان کی امامت بھی جائز ہے یا نہیں۔ (۲) یہ سب حضرات ہمارے نزدیک کامل مسلمان ہیں یا نہیں (۳) مماتی دیوبندیوں میں داخل ہیں یا نہیں اور کتنے مسائل میں ہمارا ان کے ساتھ اختلاف ہے اور وہ کون کون سے ہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم (۱) مماتی اور غیر مقلد مسلمان ہیں اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ مرزائی اور پرویزی دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور ان کی امامت نادرست ہے شیعہ میں اختلاف ہے فاسق ومبتدع ضرور ہیں لہٰذا ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے ان کی امامت نادرست ہے۔ بریلوی ومودودی مبتدع وضال ہیں ان کی امامت مکروہ ہے۔ (۲) اس کی تفصیل اوپر گزر گئی۔ (۳) مماتی حضرات اپنے کو دیوبندیوں میں ہی شمار کرتے ہیں البتہ چند مسائل میں یہ حضرات اکابر دیوبند سے اختلاف رکھتے ہیں۔ مجھے ان کے یہ مسائل بالاستیعاب یاد نہیں ہیں۔ آپ خود ہی تفسیر جواہر القرآن اور تفسیر بلغۃ الحیران وغیرہ کا مطالعہ کر کے یہ مسائل معلوم کر سکتے ہیں۔ یا کسی دوسرے بزرگ سے دریافت فرمالیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۷ رجب ۱۳۸۷ھ

قبر پر چراغ روشن کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں (۱) ایک شخص اپنے والد ماجد صاحب کے انتقال کے بعد پختہ وچونہ گچ کی قبر بنا کر جمعرات کو وہاں جا کر چراغ روشن کرتا ہے اور روکنے سے الٹا لڑتا ہے اور کہتا ہے کہ از روئے شرع شریف قبروں پر چراغ روشن کرنا جائز بلکہ سعادت دارین کا سبب ہے۔ کیا ایسے شخص کی امامت جائز ہے۔ یا نہیں (۲) وہ اپنے پیر صاحب کے بتلائے ہوئے وظائف کو اس طریقہ سے پڑھتا ہے کہ نماز کی بھی کوئی پرواہ نہیں اور لوگوں کے کہنے سے یوں فریب کاری کرتا ہے کہ جو اپنے پیر ومرشد کے کہنے پر نہ چلے وہ تو ذلیل وخوار ہو گیا اور میں تو اپنے پیر کے بتلائے ہوئے وظائف کو اس طریق سے کرتا ہوں (۳) مذکور شخص کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر کہنا بے دینی ہے۔ یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے اور اگر اس کے اس عقیدہ باطلہ کی تردید قرآنی آیات واحادیث سے کی جائے تو پھر اپنے مولوی احمد یار صاحب بدایونی کی کتاب جاء الحق کا حوالہ دیتا ہے کہ انھوں نے اس طرح تحریر فرمایا ہے

بہر حال وہ بھی تو عالم ہیں۔ قرآن کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ کس طرح اتنی غلطی کر سکتے ہیں۔ (۴) اسی مذکور شخص کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اولیاء اللہ کو خداوند کریم نے سیاہ وسفید کا مختار بنا دیا ہے۔ جس کو چاہیں جلائیں اور جس کو چاہیں زندہ رکھیں اور اپنے اعلیٰحضرت کی کتاب فتاویٰ رضویہ وحکیم مولوی محمد علی کی بہار شریعت اٹھا کر دکھاتا ہے کہ انھوں نے اس طرح تحریر فرمایا اوران جیسا کوئی عالم نہیں گزرا لہٰذا یہ عقائد میں جزو ایمانی ہونے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے شخص کی امامت جائز ہے۔ یا نہیں اور یہ مذکور شخص ایسے عقائد رکھ کر کون سے گناہ کا مرتکب ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

مذکورہ شخص کے عقائد واعمال سراسر اسلام کے خلاف ہیں اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

فرض نمازوں کے بعد ذکر بالجہر اور تین مرتبہ دعاء کا التزام کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہر فرض نماز کے بعد دعا مانگ کر کلمہ شریف کا ذکر بالجہر کرانا پھر دوسری دعا مانگ کر الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ زور سے کہوانا پھر تیسری دعا مانگنا اور اس طریقہ کو بالتزام کرانا جو نہ کرے اس کو برا سمجھنا کیسا ہے یعنی شریعت میں اس طریقے ور آدمی کا کیا مقام ہے اور اس شخص کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں مفصل ومدلل بیان فرما کر ممنون فرمادیں۔

﴿ج﴾

اس ہیئت اور التزام کے ساتھ ذکر جہری کلمہ شریف اور درود شریف بدعت ہے ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہوگی لیکن سخت مکروہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بدعقیدہ شخص کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص جو عقائد باطل رکھتا ہے۔ مثلاً حضور علیہ السلام کو حاضر وناظر جانتا ہے اور مختار کل سمجھتا ہے اور بدعات کا ارتکاب کرتا ہے۔ مثلاً سجدہ وغیرہ قبروں پر کرتا ہے۔ داڑھی قبضہ کے برابر نہیں ہونے دیتا پہلے ہی کٹوا دیتا ہے اور نصف قبضہ بھی نہیں رکھتا۔ کیا ایسے شخص کو امام بنانا درست ہے یا نہ اگر امام بنایا جائے تو نماز

پڑھنا اس کے پیچھے جائز ہے یا نہ اگر چندن نمازیں پڑھتا رہا ہو اس کے پیچھے تو اعادہ واجب ہے یا نہ۔ اگر صحیح الاعتقاد ہو امام صرف داڑھی کٹواتا ہے قبضہ کی مقدار پوری نہیں رکھتا صرف معمولی سی رکھتا ہے تو کیا اس کے پیچھے نمازیں پڑھنا درست ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

مختار کل ہونا اور نیز ہر جگہ حاضر وناظر ہونا یہ صفات خاص اللہ تعالیٰ کی ہیں **قوله تعالى هو الله في السموات وفي الارض يعلم سركم وجهركم ويعلم ماتكسبون** اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی تمام جگہ حاضر ناظر نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام کو ہر جگہ حاضر وناظر سمجھنا اور مختار کل سمجھنا یہ عقیدے کفریہ ہیں۔ فقہاء احناف کی عبارتیں ملاحظہ فرمادیں فتاویٰ قاضی خان ص ۸۸۳ پر ہے۔ **رجل تزوج امراة بغير شهود فقال الرجل للمراة** خدائے راو پیغمبر گواہ کردیم **قالوا يكون كفرا لانه اعتقد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب وهو ما كان يعلم الغيب حين كان في الاحياء فكيف بعد الموت الخ۔**

عالمگیری ص ۴۱۲ ج ۲) تزوج رجل امراة ولم يحضر الشهود وقال خدائے راو رسول را گواہ کردیم **او قال** خدائے راو فرشتگان گواہ کردیم **يكفر ولو قال** فرشتہ دست راست را گواہ کردم وفرشتہ دست چپ را گواہ **لا يكفر الخ** بحرالرائق مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی کے ص ۱۸۸ ج ۳ پر ہے۔ **ولو تزوج بشهادة الله ورسوله لا ينعقد ويكفر لاعتقاده ان النبي صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب** اسی طرح جملہ کتب فقہ میں ہے۔ صاحب ہدایہ اپنی کتاب تجنیس ص ۲۹۷ میں اور طاہر بن احمد خلاصۃ الفتاویٰ میں اور بزازیہ میں اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں علامہ شامی ردالمحتار شامی میں نیز دیگر معتمد فقہاء اس کی تصریح کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب تھا یا آپ حاضر ناظر تھے۔ تو ایسا شخص قطعاً کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اسی طرح غیر اللہ کو سجدہ کرنے والا عبادۃ بالاتفاق کافر ہے۔ اور سجدہ تحیہ کرنے والا محققین کے نزدیک فاسق ومرتکب کبیرہ ہے اور بعض کے نزدیک یہ بھی کافر ہے۔ لہٰذا ایسے عقیدوں اور اعمال والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی' اعادہ لازم ہوگا' اسی طرح جو امام داڑھی مقدار قبضہ سے کم کرتا ہو وہ بھی فاسق ہے ومرتکب کبیرہ ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ جسے امام رکھنا جائز نہیں۔ اسے امامت سے ہٹانا اہل مسجد کو لازمی ہے۔ اور جو امام مذکورہ بالا کفریہ عقیدہ یا دیگر کفریہ عقیدہ اور کفریہ اعمال نہ رکھے محض بدعتی ہو اس کے پیچھے بھی نماز مکروہ تحریمی ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔۲ صفر ۱۳۲۱ھ

عقائد واعمال بدعیہ رکھنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین (۱) ایک امام جو بریلوی عقیدہ رکھتا ہے۔ داڑھی کترواتا ہے۔ حقہ نوشی اس کی گھٹی میں ہے۔ تو کیا دیوبندی عقیدہ رکھنے والے کی اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی (۲) کن کن صورتوں میں کسی امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہر پہلو سے وضاحت فرمادیں (۳) کیا مکروہ تحریمی نماز کا لوٹانا ضروری ہو جاتا ہے۔ مثلاً اتفاقاً کسی ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی جو نمبر۱ کے زمرے میں آتا ہے۔ لیکن بوقت نماز معلوم نہیں ہوا کہ امام کیسا ہے۔ یا کبھی جا کر کسی ذریعے معلوم ہوا تو ایسی نماز کا لوٹانا بھی ضروری ہے۔ (۴) ختم مروجہ جو اکثر بریلوی صاحبان پڑھا کرتے ہیں اور اس پر سختی سے کاربند ہیں اس کے متعلق روشنی ڈالیں۔ (۵) بریلوی صاحبان اکثر قیام کر کے صلوٰۃ پڑھتے ہیں یعنی لوگ میلاد کا نام رکھ کر کافی دیر تک نعتیں پڑھتے رہتے ہیں اور آخر میں کھڑے ہو کر یا رسول اسلام الخ پڑھتے ہیں اس کے متعلق کیا خیال ہے۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

(۱) ایسا امام تبدیل کرنا ضروری ہے۔ اگر قدرت ہو ورنہ کسی اور نیک امام کی اقتداء میں نمازیں ادا کی جائیں اور اگر اتفاق سے نماز پڑھ لی تو ادا ہو جائے گی لیکن مکروہ ہوگی۔ اس میں صحیح العقیدہ وغیرہ کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔ بلکہ سب کا یہ حکم ہے۔ اگر جی چاہے لوٹا لے۔ اولیٰ اور افضل ہوگا۔ جب تک کہ بدعت کفر کی حد تک نہ پہنچی ہو اور اگر بدعت کفر تک پہنچی ہو تو نماز صحیح نہ ہوگی اور لوٹانا ضروری ہوگا۔ (۲) جن اماموں کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہوتی بلکہ مکروہ ہوتی ہے۔ وہ بہت قسم کے لوگ ہیں ان میں سے ایک فاسق ہے اور مبتدع اور داڑھی منڈانے اور کتروانے والا بھی اس میں داخل ہے۔ (۳) اس کا جواب نمبر۱ میں آچکا ہے کہ اگر تفاق سے ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی اور لوٹانا افضل ہوگا (۴) مروجہ ختم بدعت ہے۔ اس سے احتراز کرنا لازم ہے۔ (۵) یہ بھی بدعت ہے سلف صالحین میں اس کا نام و نشان تک نہ تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۲ رمضان ۱۳۹۲ھ

ایضاً

﴿س﴾

میرے تیسرے سوال کے جواب میں جناب نے صرف اہل بدعت کا لفظ اختیار فرمایا ہے۔ اس سے میرے نزدیک تحقیق طلب بات باقی رہ گئی ہے۔ یعنی یہ لوگ صرف اہل بدعت ہی ہو سکتے ہیں تو پھر میں ان کے لیے اپنی رائے قائم کرنے میں

زیادتی کر رہا ہوں قرآن کی توضیح کے بعد میری رائے ان کے لیے بالکل مشرک ہونے کی تھی۔ بس قرآن سے میری توضیح کا مطلب ہوا کہ میں قرآن سے تاحال شرک نہ سمجھ سکا ہوں میں تو ایسے لوگوں کو مشرکین مکہ سے بھی چنداں آگے ہی خیال کرتا ہوں مزید عرض ہے۔ اس عنوان کی وضاحت فرمائیں اور کیا ایسے لوگوں کی اقتداء اختیار کریں یا نہ کریں۔ جائز ہے یا ناجائز ہے۔

﴿ج﴾

ہم احتیاطاً مشرک کہنے سے گریز کرتے ہیں اور بدعتی کا لفظ اختیار کرتے ہیں تاکہ ہماری زبان سے کوئی شخص بغیر تحقیق کے کفر اور شرک کے الزام میں نہ آجائے۔ آپ حضرات سے بھی یہی عرض کرتے ہیں کہ بغیر تحقیق کے کسی کو کافر یا مشرک نہ کہیں اور اپنی نمازوں کی بھی حفاظت کریں۔ صحیح العقیدہ اہل السنت والجماعت امام کی اقتداء کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر نہ ماننے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہر وقت اور ہر آن سمیع وبصیر ہے۔ اور نشیب وفراز کی مالک ہے۔ (۲) کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اگرچہ صفات بشریت کے مصداق ہوں یا نہ ہوں گو کتاب کا ارشاد ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بذاتہ بشر ہیں۔ تب بھی ہم نہیں مانتے (۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا جز ہیں۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے۔ راسخ عقیدہ ہے۔ (۴) صحابہ اور تابعین اور ائمہ اربعہ بھی حاضر ناظر ہیں کیا شریعت مقدسہ کا فتویٰ ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوتی ہے اور کتب ائمہ اربعہ سے مفتی بہ قول تحریر فرما کر مشکور فرمادیں۔

﴿ج﴾

یہ عقائد اور کلمات کفریہ ہیں۔ (العیاذ باللہ) ایسے شخص کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

انجانے میں بریلوی عقائد والے کے پیچھے نماز پڑھ لینے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک انسان نے بھولے سے ایک بریلوی امام مسجد کے پیچھے نماز باجماعت پڑھ لی ہے۔ کیا اس انسان پر اس نماز کی قضا یعنی دوبارہ پڑھنا لازم ہے یا نہیں یا صرف نماز مکروہ ہو جاتی ہے اور قضا یعنی

دوبارہ پڑھنا لازم نہیں ہے۔(۲) مذکورہ بالا انسان کے لیے حدیث شریف کی روشنی میں کفر اور بے دین کا فتویٰ لگا[نے] والے کے لیے شرعاً کیا حکم صادر ہوتا ہے۔

﴿ج﴾

بریلوی امام کے عقائد وخیالات اگر شرک جلی تک نہیں پہنچے فقط رسوم وبدعات وغیرہ کا قائل ومرتکب ہے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔(۲) ایسا فتویٰ لگانا صحیح نہیں ہے۔ ہاں بریلوی امام کو مستقل امام بنائے رکھنا جائز نہیں ہے۔ اس کے پیچھے اقتدا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ایسا کفر کا فتویٰ لگانا گناہ ہے۔ توبہ کرلینا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ

الجواب صحیح بندہ احمد عفا اللہ عنہ

۵ رجب ۱۳۸۴ھ

بدعتی اور علم دین سے عاری شخص کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ چک نمبر ۱۱۷ میں ایک امام چک والوں کی طرف سے رکھا گیا ہے، جس میں یہ چیزیں پائی جاتی ہیں۔ ایک بات یہ ہے کہ حقہ پیتا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ رسومات بہت کرتا ہے، مثال کے طور پر نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا، گیارہویں کے ختم دینا، جس نماز کے بعد سنتیں ہیں اس کے بعد اکٹھا ہوکر دعا مانگنا قل وغیرہ کرنا، یعنی اس قسم کی بدعات کرتا ہے اور علم بھی بس اتنا رکھتا ہے کہ عید قربانی کے پہلے خطبہ پڑھا بعد عید کی نماز کے دو تین آدمیوں نے کہا بھی تو فرمایا کہ کوئی بات نہیں پہلے پڑھے یا بعد میں۔ کچھ پارے قرآن مجید کے حفظ کیے ہوئے ہیں۔ باقی نماز کے مسائل کچھ نہیں جانتا۔ اگر کسی بات میں کہہ دو کہ بھائی مسئلہ اس طرح ہے تو میرے ساتھ لڑتا ہے اور مجھے چک والے وہابی کہتے ہیں یعنی اچھا نہیں سمجھتے۔ اور داڑھی بھی ایک مٹھی سے کم ہے۔ مجھے چک ۱۱۷ میں عرصہ سات یا آٹھ سال کا ہوا اس امام کو رکھے ہوئے تین چار سال ہوئے ہیں۔ ایسے ہی دیکھتا ہوں یعنی داڑھی مٹھی بھر سے کم رہی ہے۔ کیا داڑھی کے بال بڑھتے نہ ہوں گے ضرور کتاتا ہوگا۔ میں ایک غریب آدمی ہوں اور گھر میرا ضلع مظفر گڑھ میں ہے۔ چک ۱۱۷ میں فقط دوکانداری کرتا ہوں اگر کوئی مسائل کی بات کرو تو نہیں سنتے کہتے ہیں۔ جہاں کوئی لگا ہوا ہے تمہیں کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

یہ شخص مبتدع ہے اور جب کہ وہ اتنا جاہل ہے اس کی امامت مکروہ ہے۔ اس کو ہٹانا اہل مسجد پر لازم ہے لیکن آپ کو

دوسری جگہ اس سے اچھی نہ مل سکے تو اسی امام کے پیچھے نماز پڑھتے رہو اور مسئلہ آپ صحیح اور پختہ علماء سے معلوم کرتے رہو اور فساد کی صورت پیدا نہ ہو۔ اچھے انداز سے تبلیغ حق کرتے رہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب ماننے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ ایک آدمی ہے جو امام مسجد کے پیچھے اس لیے نماز نہیں پڑھتا ہے کہ امام مسجد تنخواہ لیتا ہے۔ لوگوں سے اپنے لیے چندہ کراتا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب مانتا ہے۔ تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

جس شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور وہ ہر غیب کی بات کو جانتے ہیں۔ اس کی امامت درست نہیں۔ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ جل شانہ کی ذات ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۸ جمادی الاخری ۱۳۹۶ھ

بدعات میں حصہ لینے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں (۱) کہ جو آدمی داڑھی منڈاتا ہے۔ اور جو آدمی لواطت کرتا ہے۔ ایسے امام کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں۔ (۲) جو امام گیارہویں بھی کھاتا ہو اور قل شریف بھی پڑھتا ہو اور مشرکین کا جنازہ بھی پڑھتا ہو اور دیگر رسومات میں بھی حصہ لیتا ہو ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

۱-۲- ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ لائق امامت نہیں۔ اس کا امامت کے منصب پر فائز رکھنا گناہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ

۲ رجب ۱۳۹۶ھ

عقائد فاسدہ رکھنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں جبکہ محلہ کی مسجد کا امام بریلوی ہے۔ اس کا عقیدہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق حاضر اور ناظر یا عالم الغیب کا ہو اور یا اہل حدیث کہلاتا ہو یا ہے تو دیوبندی مسلک کا۔ لیکن ڈاڑھی کتراتا یا منڈواتا ہو لہٰذا ان سب صورتوں میں ان حضرات کے پیچھے نماز ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

جس بریلوی کا عقیدہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ ہو کہ وہ حاضر وناظر ہیں یا علم غیب جانتے ہیں تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور اہل حدیث بہت طرح کے ہیں بعض ایسے ہیں کہ ان کے پیچھے حنفی کی نماز باطل ہے اور بعض کے پیچھے خلاف احتیاط یا مکروہ ہے چونکہ پورا حال معلوم نہیں ہے اس لیے احتیاط یہی ہے کہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے اور دیوبندی ڈاڑھی منڈے کے پیچھے بھی اس سے بہتر کی موجودگی میں مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قبر والوں سے مشکل کشائی کا عقیدہ رکھنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جس آدمی کا عقیدہ یہ ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم غیب جانتے ہیں۔ اور بشر (انسان) کہنے سے غصہ لگتا ہے۔ اور قبر والوں سے حاجت روائی مشکل کشائی سفارش کروانے کو ضروری سمجھتا ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس کو مستقل امام بنانا درست ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

شرح فقہ اکبر میں ہے۔ ثم اعلم ان الانبیاء علیہم السلام لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما اعلمہم اللہ تعالی احیانا و ذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی علیہ السلام یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالی قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ کذا فی المسایرۃ ص ۱۵۸۔

پس معلوم ہوا کہ شخص مذکور کا عقیدہ غلط ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے سے احتراز لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
اس شخص کی اقتداء کرنا اور امام بنانا جائز نہیں۔ والجواب صحیح

امام پر اختلاف ہو تو کس رائے پر عمل کیا جائے گا

﴿س﴾

مکرمی ومحترمی بزرگوارم جناب قبلہ مفتی محمود صاحب۔ قاسم العلوم ملتان۔

موضع پیرہ جانگلہ تحصیل تلہ گنگ ضلع کیمبلپور میں تین مسجدیں ہیں۔ جن میں سے ایک مسجد قوم شیعہ اور دو مسجدیں اہل سنت والجماعت کی ہیں۔ اور یہاں کی آبادی تقریباً دو ہزار کی ہے شیعہ آبادی کا تقریباً ۱/۴ یا ۱/۵ حصہ ہیں۔ اور بقایا تمام اہل سنت والجماعت ہیں۔ ہر دو مسجدوں کے ساتھ برابر آبادی ہے۔ ہماری ایک مسجد اہل سنت والجماعت جس میں آج سے تقریباً چالیس بیالیس سال پیشتر سید فرمان علی شاہ امام مسجد تھا۔ جس نے تقریباً پچیس ساٹھ سال اس مسجد کی امامت کے فرائض سرانجام دیے۔ وہ بزرگ اور نیک ہستی تھے۔ ان کے فرمان کے مطابق ان کی قبر صحن مسجد میں بنائی گئی۔ جو آج تک موجود ہے۔ مسجد ہذا سے تعلق رکھنے والے لوگوں میں سے تقریباً نصف شاہ صاحب مرحوم کے مرید تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے لڑکے سید نجی شاہ رسول کے ذمہ فریضہ امامت لگایا گیا۔ جنھوں نے تقریباً چالیس اکتالیس سال مسجد ہذا کی ڈیوٹی امامت کو سرانجام دیا۔ لیکن اس عرصہ میں میری عمر بھی تقریباً ساٹھ سال کے قریب ہو رہی ہے۔ نمونے کے طور پر بھی ایک دن ایسا نہیں کہ کسی دن ٹھیک پانچ وقت باجماعت نماز ہوئی ہو۔ جس کی وجہ غیر حاضری امام ہوتی تھی۔ ورنہ جن کے اوپر اللہ تبارک وتعالیٰ کی پاک ذات راضی ہے۔ وہ گو پانچ وقت ادائیگی فریضہ کے لیے مسجد میں آ جاتے تھے۔ جوں جوں زمانہ بدلتا گیا لوگ سمجھدار اور تعلیم یافتہ ہوتے گئے۔ تو شاہ صاحب یعنی سید نجی شاہ رسول سے متنفر ہوتے گئے۔ اس کی وجہ صرف ان کی غیر حاضری اور ساتھ ہی ہر آدمی کے ساتھ بدکلامی تھی۔ کہ جس نے بھی جماعت کے لیے عرض کی جواب ملا۔ کہ بھائی اپنا کوئی امام لے آؤ۔ آخر ایسا ہی کیا گیا۔ دوسرا امام جو کہ حافظ قرآن پاک صحیح شریعت محمدی پر چلنے والا اور پانچوں وقت مسجد میں حاضر رہنے والا لایا گیا۔ جس کے آنے پر قبلہ شاہ صاحب سابقہ امام خود بخود امامت سے استعفیٰ دے کر الگ ہو گئے۔ لیکن اس وقت سے عہدۂ امامت پارٹی بازی کی نذر ہو گیا اور اس امام مسجد نے ہزاروں باتیں اور ناجائز سننے کے باوجود عرصہ تین ماہ اس ڈیوٹی کو سرانجام دیا اور چھوڑ گیا۔ پارٹی بازی کے علاوہ امامت چھوڑنے کا سبب اور بھی تھا۔ وہ یہ کہ حقوق امام مسجد جو کہ ہم باپ دادا سے دیتے چلے آ رہے ہیں۔ مثلاً شادی ہو تو دس روپیہ نکاح اور مبلغ پانچ روپیہ ہدیہ کلام پاک اور کچھ شکر کوئی مر جائے تو پانچ روپیہ ہدیہ کلام پاک اور دو یا تین یا چار یا حسب توفیق مسرا اور کوئی پیدا ہو تو ۵ روپیہ کان میں اذان دینے کے اور عیدوں پر

بھی نقدی چالیس سے لے کر ساٹھ ستر تک اور فصل ربیع پر غلے گندم چھ سیر اور فصل خریف پر غلہ گندم یا باجرا ...
سیر فی گھر۔ مذکورہ تمام حقوق مسجد بھی اس امام کو کسی نے نہ دیے لیکن ایک ٹائم روٹی عرصہ تین ماہ میں دی ...
صرف زمیندار بذات خود واز گرہ خود مبلغ ۳ روپے ماہوار دیتا تھا۔ جس پر اس کا گزارہ مشکل تھا۔ تو بھی اس ...
سے دستبردار ہو گیا۔ کچھ روز تمام آدمیوں نے الگ الگ پڑھیں تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ماہ رمضان المبارک
۱۹۶۸ء آ گیا یہاں ایک آدمی جو پانچ وقت کا نمازی اور اچھا آدمی ہے۔ اور جو حافظ قرآن پاک تو نہیں ...
چند سورتیں یاد ضرور ہیں صرف برائے تراویح ماہ رمضان میں مقرر کیا گیا۔ جس نے تراویح ماہ رمضان ...
پڑھائیں عید بھی پڑھائی اور عید پر اسے ایک جوڑا کپڑا ساٹھ ستر روپیہ بطور ہدیہ دیا گیا۔ جب اس نے ...
چیز دیکھی کہ عبادت اپنی کرنی اور یہ آمدنی تو اس نے سلسلۂ امامت کو مضبوط کرنے کی خاطر ہر بڑے زمیندار ...
خوشامد کرنی شروع کر دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج کے دن تک وہی امام مسجد ہے۔ آج ٹھیک عرصہ ایک سال ...
گیا۔ زیادہ سے زیادہ ایک یا دو دن کی نہیں کہہ سکتا کہ اس نے ظہر اور عصر کی جماعت کرائی ہو یا مسجد میں آیا ...
تین ٹائم فجر' مغرب' عشاء' عرصہ ایک سال سے ہماری مسجد میں صرف تین ٹائم جماعت ہوتی ہے۔ اور یہی ...
ہے کہ کافی لوگ موجودہ امام مسجد کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے مسجد میں جاتے ضرور ہیں لیکن اپنی اپنی الگ ...
پڑھتے ہیں۔ اس کی وجہ ایک تو پرانی پارٹی بازی چلتی آ رہی ہے۔ دوسرا جو امام کا طریقہ کار کہ صرف مندرجہ ...
تین ٹائم آتا ہے۔ آپ عالم دین ہیں۔ از راہ کرم کافی لوگوں کی نمازوں کا خیال فرما کر بمطابق شرع محمدی ...
طریقہ اہل سنت والجماعت تحریری حکم نامہ بھیج کر مشکور فرماویں۔

﴿ج﴾

امامت کے لیے افضل وہ شخص ہے۔ جو مسائل نماز کے جانتا ہو اور صالح و متقی ہو۔ اور پابند جماعت ہو۔ (والاحق بالامامة) تقديما بل نصبا (الاعلم باحكام الصلوة) فقط صحة وفسادا بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة. (الدر المختار باب الامامة ص ۴۱۲\ج ۱) صورت مسئولہ میں موجودہ امام جبکہ عرصہ ایک سال سے ظہر اور عصر کی جماعت نہیں کراتا۔ اور اسی امام کی وجہ سے اہل محلہ مسجد میں پانچ وقتہ جماعت سے محروم ہیں۔ تو پھر اس کو معزول کرنا نہ صرف ضروری بلکہ واجب ہے۔ چنانچہ شامی میں تصریح ہے۔ اذا عرض للامام والمؤذن عذر منعه من المباشرة ستة اشهر للمتولي ان يعزله ويولي غيره وتقدم مايدل على جواز عزله اذا مضى شهر يرى اقول ان هذا العزل لسبب

مفض والكلام عند عدمه قلت و سيذكر الشارح عن المؤيدة التصريح بالجواز لو غيره اصلح الخ (شامی کتاب الوقف ص ۴۵۲\ج ۳) خصوصاً ایسے امام کے لیے جس سے اس کے مقتدی ناراض ہوں۔ اور اس امام کو نہ چاہتے ہوں سخت وعید آئی ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ثلاثة لا تجاوز صلوتهم اذا نهم العبد الابق حتى يرجع وامرأة باتت وزوجها عليها ساخط وامام قوم وهم له كارهون (مشكوة ص ۱۰۰) وفي رواية ثلاثة لا تقبل منهم صلوتهم من تقدم قوما وهم له كارهون الحديث.

پس مسئولہ صورت میں بہتر تو یہی ہے۔ کہ متفقہ طور پر امام کا انتخاب ہو تاکہ کوئی اختلاف راہ نہ پا سکے۔ لیکن اگر اختلاف پیدا ہی ہو جائے۔ تو اکثریت پر فیصلہ کیا جانا چاہیے اور پھر سب کو اکثریت کا فیصلہ تسلیم کر لینا چاہیے۔ البتہ اس بات کا ضرور خیال رکھا جائے۔ کہ وہ منتخب امام دیندار اور پانچ وقتہ نماز باجماعت کا اہتمام کرے در مختار ص ۴۱۳\ج ۱ میں ہے۔ (فان استووا يقرع) بين المستويين (او الخيار الى القوم) فان اختلفوا اعتبر اكثرهم الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳ ذوالقعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

بلا وجہ ایک امام معزول کر کے دوسرا امام رکھنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو عرصہ بیس سال سے ایک چک کی مسجد میں امامت کر رہا ہو۔ اس میں کسی قسم کا شرعی لحاظ سے نقص نہ ہو چک والے اسے امامت سے خارج کرنا چاہیں مگر پیش امام مسجد چھوڑنا پسند نہ کرتا ہو بلکہ ناراضگی کا اظہار کرے لیکن اس کو مجبور کر کے اسے خارج کر کے دوسرا امام مقرر کر دیا جائے کیا شرع میں اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز۔

جو امام عرصہ بیس سال سے نماز پڑھانے والا ہے اس کے پیچھے کچھ مقتدی نماز پڑھنا نہ چاہیں تو وہ امام مسجد خود بخود چھوڑ دے یا نہ چھوڑے۔ ہر دو سوال کا جواب تحریر کر کے تفصیل وار مکمل جواب دیں۔ نوازش ہوگی۔

﴿ج﴾

دوسرے امام کے پیچھے نماز تو جائز ہے لیکن احق بالامامت پہلا امام تھا جبکہ اس کو بغیر کسی شرعی خرابی کے معزول کیا گیا ہو اگر امام سابق میں کوئی خرابی نہ ہو اور بلاوجہ اس کو نکالا گیا ہو تو نکالنے والے گنہگار ہوں گے اب اگر اوصاف امام میں دونوں برابر بھی ہوں پھر بھی حق سابق امام کا ہے۔ کیونکہ سوال میں لکھا گیا ہے کہ کچھ مقتدی اس کے پیچھے نماز پڑھنا نہیں چاہتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر اس پر راضی ہیں اور اعتبار اکثر کا ہے۔ **کذا فی الدر المختار جلد اول فان استووا یقرع بین المستویین والخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبر اکثرھم** ج ۱/ص ۴۱۳ ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالرحمن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جس شخص کی امامت پر نمازیوں کی اکثریت راضی ہو؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ گاؤں کی اکثریت عبدالشکور کو امام مسجد برقرار رکھنا چاہتی ہے۔ عبدالشکور نیک سیرت اور پرہیزگار آدمی ہے۔ نماز کے مسائل سے واقفیت رکھتا ہے۔ مکمل قرآن مجید صحیح تلفظ کے ساتھ ناظرہ پڑھا ہوا ہے اور تقریباً دو پارے زبانی یاد بھی ہیں۔ ہم اہالیان چک نمبر R ۹/۷ بنومان گڑھ کی یہ دلی خواہش ہے کہ آپ عبدالشکور کو ان شرائط پر جانچ کر جو کم از کم ایک امام کے ہونے چاہئیں۔ مطلع فرماویں۔

﴿ج﴾

اگر اکثریت اس کے امام ہونے پر رضامند ہے تو اس کا امام بننا درست ہے۔ ایک دو آدمیوں کا محض کسی وجہ سے اس کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ رجب ۱۳۹۸ھ

لڑائی میں امام کے ہاتھ سے کسی کو چوٹ لگ گئی تو اس کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک شخص پیش امام ہے۔ اس کی ہمسایوں کے ساتھ لڑائی ہوئی۔ تو اس کے ہاتھوں کسی آدمی کو چوٹ لگی ہے تو کیا صورت مذکورہ میں اس امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

اگر امام مذکور اپنے فعل سے توبہ تائب ہو جائے اور اکثر نمازی اس کی امامت سے راضی ہوں تو اس کو امام بنانا درست ہے اور اس کی امامت میں کچھ کراہت نہیں ہے۔ **قال النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ رجب ۱۳۹۸ھ

ناراضگی میں اقتداء کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی کی امام مسجد سے کافی عرصہ سے بول چال نہیں ہے۔ وجہ یہ ہوئی کہ دونوں میں جھگڑا صرف دنیا داری پر ہے۔ اور باقی لوگوں نے ان دونوں کو منانے کی کوشش کی لیکن صلح نہیں ہو سکی نہ امام مسجد مانتا ہے اور نہ مقتدی مانتا ہے۔ گزارش ہے۔ کہ اگر مقتدی اس امام کے پیچھے نماز پڑھ لے تو نماز ہو سکتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

شخص مذکور اگر امام مذکور کے پیچھے نماز پڑھے گا تو نماز ادا ہو جائے گی۔ فقط و اللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۴ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ

دیر سے آنے والوں کے خیال سے قرأت کو لمبا کرنے والے امام کو معزول کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ اگر کوئی امام صاحب قرأت لمبی کرتے ہوں اور ان کو نمازی لوگ کہیں کہ قرأت لمبی نہ کیا کریں تو وہ کہتے ہیں کہ میں نے مسئلہ معلوم کیا ہے کہ کچھ لوگ وضو بنا رہے ہوں تو ان کے لیے قرات لمبی کر دیا کریں تو اس بارے میں عرض یہ ہے کہ جو وضو بنا رہے ہیں۔ وہی تو نہیں اور بھی آ جائیں گے ان کے لیے بھی پہلے ہی سے لمبی قرات کی نیت چل رہی ہے کہ سب کو نماز جماعت سے مل جائے۔ کوئی بھی نہ رہے۔ اور جب سلام پھیر کر دیکھتے ہیں کہ کتنے آدمی رہ گئے ہیں۔ اب کے اس سے بھی لمبی قرات کروں گا۔ تاکہ یہ بھی نہ رہنے پائیں۔ اور جواذان ہوتے ہی جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے آگے بیٹھے ہیں ان کو کام بھی ہیں وہ چھوڑ کر آئے ہیں۔ جلدی جماعت سے

نماز پڑھ کر فارغ ہو کر ہی کام کریں گے۔ تو ان کو جب دیر ہوتی ہے اچھی نہیں لگتی۔ پھر غصہ آنے لگتا ہے اور قرات ایسے پڑھتے ہیں کہ جیسے ریڈیو پر یا مجلس کے شروع میں رکوع پڑھتے ہیں۔ خوب لے لگا کر طرز سے اور جب دیکھتے ہیں کہ نمازی کم ہیں تو چھوٹی سورت بھی اتنی دیر میں پڑھتے ہیں۔ جیسے عم یتساءلون هل اتك وغيره ایک تو پہلے ہی دیر سے آتے ہیں۔ مقتدیوں کے کہنے پر چند دن ٹائم پر آتے ہیں۔ پھر وہی حالت ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے کچھ مقتدی تنگ ہو کر ناراض ہو گئے ہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا ہے۔ تو کیا ان وجوہات کی بنا پر امام صاحب کو امامت سے معزول کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

مقررہ وقت سے پانچ منٹ تاخیر سے جماعت کھڑی ہو یہ کوئی ایسا عیب نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے امام کو معزول کیا جاوے۔ یا اس کے پیچھے نماز مکروہ ہو اسی طرح قرات لمبی پڑھنا اگر اکثریت اس پر راضی ہو تو بھی بلا کراہت درست ہے البتہ امام کو مناسب یہی ہے کہ فرض نمازوں میں اس قدر قرات لمبی نہ کرے جس سے معذورین اور بیماروں کو شاق گزرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفراللہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ ذوالحج ۱۳۹۶ھ

بلا وجہ امام کی مخالفت نہ کی جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص احمد یار فیکٹری یونین کونسل ملک کلاں ایک عورت سے بدفعلی یعنی زنا رات کے وقت کرنے گیا اور عین موقعہ پر اس کو پکڑ لیا گیا۔ اور رسی وغیرہ سے باندھ دیا گیا۔ شہر کے نمبردار کو جب علم ہوا تو اس نے ایک میل دور بستی میں مولوی شیخ غلام یسین کو اپنے ڈیرہ میں بلایا۔ مگر مولوی مذکور کو پہلے علم نہ تھا۔ جب وہ آ گیا تو اس نے اور نمبردار نے ملکر اس عورت کے ورثاء کو بلا کر کہا۔ کہ یا تو زانی اور زانیہ کو قتل کر دو یا چھوڑ دو۔ اس طرح تمہاری بھی عزت ہے مگر انہوں نے کہا کہ ہم تو رپورٹ تھانہ پر کریں گے صبح نماز کے وقت احمد یار مذکور خود بخود کسی ذریعہ سے چھوٹ گیا اور بعد لوگوں سے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ مولوی صاحب مذکور نے احمد یار زانی کی امداد کی ہے۔ جب کہ وہ رات کو آ کر ہمیں کہتا تھا کہ یا قتل کر دو یا چھوڑ دو۔ ایسے مولوی صاحب کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہے۔ آپ حکم دے دیں۔

﴿ج﴾

واضح رہے کہ اس شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے جو کہ فاسق ہو اور فاسق وہ ہوتا ہے جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا ہو۔ اور اس سے توبہ تائب نہ ہوا ہو۔ یا گناہ صغیرہ پر اصرار کرتا ہو۔ یہ ہے مسئلہ امامت کی شرعی حیثیت کا باقی مولوی صاحب مذکور کے فعل وعمل سے تو کوئی خاص گناہ کا ارتکاب معلوم نہیں ہو رہا ہے چہ جائیکہ اسے گناہ کبیرہ قرار دے کر اس کی امامت کو مخدوش ومکروہ سمجھا جائے۔ بلا وجہ ایک عالم دین کو بدنام کرنا اور اسے اذیت پہنچانی شرعاً جائز نہیں ہے۔ اور بے بنیاد وغلط پروپیگنڈہ کرنا جس سے مولوی صاحب کی علمی وجاہت کو ٹھیس پہنچے۔ قطعاً جائز نہیں ہے۔ مذکورہ لوگوں کو اس حرکت سے باز آنا چاہیے اور بے گناہ مولوی صاحب کا احترام اور وقار دلوں میں رکھنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ

۱۹ ذوالقعدہ ۱۳۸۵ھ

اختلاف کی صورت میں امام کون بنے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ علاقہ زہری میں تقریباً سات چھوٹے چھوٹے قصبے محدود ہیں گورنمنٹ کی تحصیل ایک قصبہ میں ہے۔ شہر نامی نورگامہ و دیگر معتبر سردار قصبہ سوانی میں رہائش پذیر ہیں۔ طویل مدت سے دو جگہ عید کی نماز ادا کرتے ہیں۔ نو دس برس کا واقعہ ہے کہ ایک خدا پرست دیندار تحصیلدار نے تمام علاقہ یعنی سات قصبہ سے متفق طور سے چندہ حاصل کر کے ایک عیدگاہ تیار کی۔ تمام مدت ایک جگہ سوانی قصبہ کے پیش امام کے پیچھے نماز عید ادا کرنے چلے آتے ہیں۔ چار پانچ برس کے بعد نورگامہ والوں نے اعتراض کیا کہ ایک عید کی نماز ہمارے پیش امام دیں اور ایک عید کی نماز سوانی کا پیش امام ادا کرائے۔ اس میں جھگڑا فساد کا خدشہ ہوا۔ حکماء نے فیصلہ کیا کہ عید کی نماز نورگامہ والے پیش امام دیں۔ ایک سوانی والے۔ چار پانچ سال یہ سلسلہ جاری رہا۔ سوانی والے حضرات کے پیش امام ایک دیندار متقی عالم تھے۔ وہ چلے گئے۔ سوانی والے حضرات نے ایک بریلوی خیالات کا پیش امام مقرر فرمایا۔ نورگامہ والے دوسرا ایک عالم حقانی دیندار خدا پرست علماء دیوبند کے ہم خیال اپنے مدرسہ کے لیے لائے۔ تمام علاقہ کے خیالات یہ ہیں۔ جو زیادہ عالم ہے وہ عید کی نماز ادا کریں۔ مگر سوانی والے حضرات کا فرمان ہے کہ یہ مسلمہ عیدگاہ قدیم الایام سے ہمارا ورثہ ہے۔ بغیر ہمارے پیش امام کے دیگر کسی کو حق نہیں۔ براہ کرم واضح کریں کہ عید کے مسئلہ میں سرداری معتبر ہے یا کہ شرع میں جو زیادہ عالم ہو اس کا حق ہے یا کہ نفری ومردم شماری کے لحاظ سے کثیر التعداد اشخاص کے لحاظ کیا جاتا ہے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح رہے کہ امامت کا حق سب سے پہلے بڑے عالم کو ہے اور اگر دو آدمی علم میں برابر ہوں تو جو شخص اچھا قاری ہو اور اگر اس میں بھی برابر ہوں تو جو شخص زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو۔ علی ھذا القیاس۔ نیز امام راتب (مستقل) کا حق دوسرے سے مقدم ہے۔ اگرچہ وہ دوسرا شخص اس سے بڑا عالم ہی ہو۔ **کما قال فی العالمگیریہ مطبوعہ ماجدیہ کوئٹہ ص ۸۳ ج ۱ دخل المسجد من ھو اولی بالامامۃ من امام المحلۃ فامام المحلۃ اولی کذا فی القنیہ** ۔ اور اگر کہیں تنازعہ ہو جائے تو اعتبار زیادہ لوگوں کا ہوگا۔ وہ جس کو امام مقرر کر دیں وہی امام بنے گا۔ اب اگر انھوں نے دونوں میں سے اچھے اور بہترین شخص کو پسند فرمایا تو بہتر ہے اور اگر دونوں میں سے اچھے اور بہترین کو پسند نہ کیا۔ تب بھی یہ امام بن جائے گا۔ اگرچہ ایسا کرنا خلاف اولیٰ ہے۔

کما قال فی الدر المختار علی حامش الشامی ص ۴۱۳ ج ۱ **(فان استووا یقرع) بین المستویین (او الخیار الی القوم، فان اختلفوا اعتبر اکثرھم ولو قدموا غیر الاولی اساؤا بلا اثم** ۔ صورت مسئولہ میں جو بڑا عالم ہے اور متقی ہے۔ اگر اس کی امامت پر اتفاق ہو جائے تب تو بہتر ہے اور اگر اس پر اتفاق نہیں ہوتا اور فتنہ فساد پیدا ہوتا ہے تو جیسے پہلے تنازعہ کا فیصلہ حکماء وقت نے کیا تھا کہ ایک عید نور گامہ والا پیش امام پڑھائے اور ایک عید سموانی والا پیش امام پڑھائے۔ اب بھی اسی فیصلہ پر کاربند رہنا چاہیے۔ فتنہ اور فساد ناجائز ہے۔ صلح وصفائی کے ساتھ زندگی گزارنی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ

۱۷ ذوالقعدہ ۱۳۸۵ھ

اصل امام کے ہوتے ہوئے دوسرے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی میں ایک عرصہ سے ایک حافظ امام مسجد موجود ہے۔ بستی کے کچھ لوگوں کی ذاتی طور پر اس سے عداوت ہوگئی انھوں نے ایک دوسرا امام بلا لیا اور کچھ لوگ اس کے پیچھے وقتاً فوقتاً نماز پڑھتے رہے۔ اگرچہ اکثریت اس امام کے ساتھ ہے۔ ایک دن صبح کو قدیم امام آیا تو اس نے دیکھا کہ نیا امام جماعت کرا رہا ہے اس نے یہ خیال کیا کہ اگر اس کے پیچھے میں نماز نہ پڑھوں گا تو فتنہ برپا ہوگا اس لیے اس نے اور اس کے بعض ہمراہیوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھ لی تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس نے کہا کہ تم نے ہمارے پیچھے نماز پڑھ کر ہماری نماز خراب کر دی۔ مہربانی فرما کر ایسا نہ کرو اور اس نے پھر دوبارہ جماعت کرائی۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسے امام کا کیا حکم ہے۔ جو لوگوں کو اپنے پیچھے نماز پڑھنے سے روکتا ہے؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

امام صاحب (یعنی پنجگانہ اوقات کا امام) جو عرصہ سے بستی کے لوگوں کی اکثریت کا امام ہے۔ اور وہ برابر نماز پڑھا رہا ہے اس کے ہوتے ہوئے بغیر اس کی اجازت کے کسی دوسرے شخص کو امامت کرنے کا حق نہیں ہے اور اگر اس نے نماز پڑھائی اور اس کے پیچھے امام سابق نے نماز پڑھ لی تو اس کا یہ کہنا کہ تم نے ہماری نماز خراب کر دی آئندہ ایسا نہ کیا کرو یہ اس نے بہت ظلم کیا۔ کیونکہ کسی شخص کو نماز باجماعت سے روکنا بہت بڑا ظلم ہے۔ امام مسجد کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو نماز باجماعت ادا کرنے کی تاکید کرے نہ یہ کہ جو لوگ پڑھتے ہیں ان کو روکے پھر اس کا یہ کہنا کہ تم نے ہماری نماز خراب کر دی اور جماعت دوبارہ ادا کی۔ اس کی جہالت اور کم فہمی اور مسائل شرعیہ سے ناواقفی پر دلالت کرتا ہے کہ اس کو اتنا پتہ نہیں کہ کسی فاسق وفاجر کے بھی امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے امام کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا ہے۔ ایسے جاہل اور ناواقف امام کو کہ جو اپنی ذاتی عداوت کی وجہ سے اور دوسرے لوگوں کے اشارہ سے لوگوں کو نماز سے روکے ہرگز ہرگز امام نہ بنانا چاہیے مسلمانوں کے درمیان میں اتحاد پیدا کرنا امام کا فرض اولین ہے۔ یہ امام لوگوں کے درمیان میں فتنہ اور فساد پھیلانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچاتا ہے۔ ایسے شخص کو امام نہ بنایا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بشرط صحت واقعہ حکم مذکور صحیح ہے اگر واقعہ مستفتی نے صحیح نہ بیان کیا ہو تو یہ حکم نہ ہوگا۔ مفتی مستفتی کے بیان کے مطابق جواب کا ذمہ دار ہے۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

امامت کا زیادہ حقدار کون ہے؟

﴿س﴾

الاستفتاء مشتمل چند سوالوں پر

(۱) اول یہ کہ ایک قوم نے اپنے قومی بھائی عالم کو پیش امام بنایا اس کی زندگی تک وہ قوم اس کی امامت پر متفق تھی۔ جب وہ فوت ہو گیا اس کا بیٹا اس کی جگہ پر خلف ہو گیا اور وہ بھی امامت کے قابل تھا۔ اسی پیش امام کے رشتہ داروں وخویشوں نے اس کو کہا کہ ہم تجھ کو پیش امام نہیں بناتے بلکہ ہم بذات خود اسی قوم کی امامت کرتے ہیں۔ اور بعض قوم کو انھوں نے اپنے اوپر تملق وفریب سے متفق کیا۔ اور فی الواقع اسی بعض قوم کے اتفاق پر صرف ایک فتنہ اور فساد پھیلانے کے لیے تھا۔ نہ یہ کہ اسی بعض قوم نے پیش امام اول میں کوئی قصور پایا تھا۔ اور بعض قوم کہنے لگے کہ ہم امام مقدم کی امامت پر راضی ہیں۔ کیونکہ

ہم نے اس امام میں کوئی عزل کا موجب نہ پایا- یہ جھگڑہ اور تنازعہ قوم کے رئیس وسردار کو پیش ہوا- سردار نے امام قدیم کے مخالف لوگوں سے استفسار کیا کہ تم کیوں مقدم سے ناراض ہوگئے- کیا اس امام میں امامت کی قابلیت نہیں- مخالف لوگوں نے کہا کہ ہم نے امام قدیم میں کچھ قصور نہیں دیکھا صرف امامت مرضی کی چیز ہے- لہٰذا ہم پہلے امام کو چھوڑتے ہیں- اور مقدم کے موافق لوگ سردار کے سامنے کہنے لگے کہ یہ بعض قوم اور خصوصاً امام کے رشتہ دار اور اقرباء صرف ہمارے اتفاق توڑتے ہیں- اور مساجد بکثرت بنانا چاہتے ہیں- اور اسکے علاوہ بھی دوسروں کو اتحاد سے بذریعہ مکر وفریب منع کرتے ہیں- براہ مہربانی امام مقدم کو ہمارے درمیان سے ان مفسدوں کے کہنے سے نہ نکالو- اور سردار صاحب کے حضور میں بہت احتجاج کیا- اور علاوہ اس قوم مخالف اور امام کے رشتہ داروں وغیرہ کو کہہ دیجیے کہ امام مقدم پر ہمارے ساتھ اتفاق کریں- سردار صاحب نے فرمایا کہ جمعہ کو تو امام مقدم کی امامت کرنا منظور ہے- مگر چونکہ میں عالم نہیں ہوں اور نہ ہمارے علاقہ میں ایسا جید ومحقق عالم ہے- لہٰذا تم پنجاب کے حضرات علماء کرام سے استفتاء کرو- امید قوی ہے کہ خدا پاک اس کی توفیق اور تحقیق سے تمھارے درمیان متنازعات رفع فرمائیں گے- (۲) دوسرا یہ کہ عزل کے موجبات براہ مہربانی آپ حضرات سے بوضوح مطلوب ہیں فقراء کے انتشار کو رفع فرما کر مشکور فرمادیں- جزاکم اللہ تعالیٰ عنا (۳) تیسرا یہ کہ امام اول متعلمین کو زمانہ مدید سے تعلیم دیتا ہے اور ہر وقت پڑھائی میں مشغول ہے- اس لیے رشتہ داروں وعزیزوں نے اس کے طلباء کی تفریق کے لیے اور اشخاص اپنے ساتھ رکھے ہیں کہ تم اس امام کے متعلمین کو الگ کرو- اور ہر وقت تم بھی روٹی مانگنے کے وقت اس کے پیچھے چلو- اس بنا پر امام اول ان رشتہ داروں کے متعلمین کو بند کرسکتا ہے کہ تم صرف عناداً اس قوم کو تنگ کرتے ہو اور چاہتے ہو کہ تدریس دینی بند ہوجائے- اور امام قدیم اور قوم موافق کے مابین اتحاد کی بو نہ رہ جائے از راہ مہربانی استدعا ہے کہ مسائل مرقومہ بالا تحقیق وتدقیق سے حوالہ کتب ارسال فرمائیں-

﴿ج﴾

اگر امام اول میں کوئی فساد دینی ہو- یا دوسرا کوئی اس سے احق بالامامت موجود ہو اور وہ اس کے باوجود اس امامت پر مصر ہے اور چھوڑنے کے لیے تیار نہیں- تو امامت اس کی مکروہ تحریمی ہے اور اگر نہ تو اس میں فساد ہو جیسا کہ سوال میں مخالفین نے خود اقرار کرلیا ہے اور نہ دوسرا امام اس سے احق بالامامۃ یعنی اعلم واقرأ ہو تو اس کی امامت بلا کراہت صحیح ہے- بلکہ اس کا عزل مکروہ ہوگا- اور مخالفین بوجہ تفریق بین المسلمین کے ارتکاب کے گنہگار ہوں گے- درمختار ص ۴۱۳ میں ہے- (ولو ام قوما وهم له كارهون ان) الكراهة (لفساد فيه او لانهم احق بالامامة منه كره) له ذالك تحريما لحديث ابى داؤد لا يقبل الله صلوة من تقدم قوما وهم له كارهون (وان هو احق ل)ا والكراهة عليهم- بالخصوص یہاں تو ساری قوم مخالف نہیں بلکہ بعض قوم ہی مخالف ہے نیز طالبان علوم دینیہ کو تنگ کرنا اور علم سے روکنا سخت گناہ ہے- اس سے توبہ کرنا لازم ہے- اور اگر اس فعل شنیع سے نہ رکیں تو ان کو نہ پڑھایا جائے- واضع العلم عند

غیر اهله كمقلد الخنازير الجواهر واللؤلؤ او كما قال النبى صلى الله عليه وسلم- البتہ اگر والدین اس گناہ کا ارتکاب کریں- تو ان کے بچوں کو علم کی تحصیل سے محروم نہ کیا جائے- ان لا تزر وازرة وزر اخرى الأيه - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جس امام کی امامت پر تمام نمازی متفق ہوں اس کو معزول کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی صاحب جنھیں عرصہ پچاس سال ایک ہی محلہ میں منصب امامت پر فائز ہوئے گزر گیا ہے مولانا صاحب شریف النفس اور سلیم الطبع انسان ہیں اور قرب وجوار میں ان کے کثیر تلامذہ بھی ہیں اور مولانا صاحب دین کی بہت خدمت کررہے ہیں- حال ہی میں ایک شخص نے مولانا صاحب کے خلاف نفرت آمیز کلمے کہے اور دشنام طرازی بھی کی شرعاً ایسے انسان کے لیے کیا حکم ہے اور مذکور شخص دوسرا امام لے آنا چاہتا ہے تو ایسی صورت میں امامت کا حق دار سابق امام ہے یا جو اب آنے والا ہے جبکہ سارا محلہ سابق امام پر راضی ہے- بینوا توجروا

﴿ج﴾

جس کو جماعت کے زیادہ اشخاص مقرر کریں وہی امام رہے گا: لان الاعتبار للاكثر (اوالخيار الى القوم) فان اختلفوا اعتبر اكثرهم ج ۱ ص ۴۱۳ شامی- پس جبکہ سابق امام پر تمام محلہ والے راضی ہیں تو وہی امام رہے گا- نیز بغیر شرعی وجہ اس کو معزول کرنا درست نہیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احق بالامامۃ کون ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک شخص متقی عالم قدیم الایام سے ایک آبائی جگہ منصب امامت پر فائز المرام رہا ہے اب بھی اہل دیہہ کا سمجھ دار طبقہ امام قدیم کا عقیدت مند ہے- لیکن چند ایک ناسمجھ لوگوں نے ایک نئے امام کو اسی جگہ امام مقرر کرا کر ایک عظیم الشان ہنگامہ اور انتشار پیدا کر رکھا ہے- امام سابق ہر حیثیت سے امام ثانی سے فائق ہے- بحیثیت علم بھی وعمل بھی- کیا شرعاً امام قدیم بہتر ہوگا یا جدید؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال اگر حقیقت حال یہ ہے کہ امام سابق امام ثانی پر بحیثیت علم وعمل فائق ہے اور اہل دیہہ کا

سمجھدار طبقہ اسی امام سابق کا حامی ہے-چند ایک ناسمجھ لوگوں کا امام سابق کو معزول کر کے فتنہ وفساد پیدا کرنا جائز نہیں-امام سابق کو بہرحال فوقیت ہوگی-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کے امام صاحب کو بداخلاق کہا گیا اور انھوں نے امامت سے معذرت کردی؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد عرصہ دراز سے امامت کے فرائض سرانجام دے رہا ہے-چند دن ہوئے ہیں کہ دو نمازیوں کا امام صاحب کے ساتھ نماز کا وقت تبدیل کرنے کے بارہ میں جھگڑا ہوگیا، باتوں باتوں میں ایک نمازی نے امام صاحب کو بداخلاق کہا ہے-جس کی وجہ سے امام صاحب نے مصلیٰ چھوڑتے ہوئے کہا کہ میں چونکہ آپ کے خیال کے مطابق بداخلاق ہوں- لہٰذا جو بااخلاق امام ہو اس کو امامت کے لیے مقرر کرلیں-میں نے جو ۱۵ یا ۱۶ سال مسجد شریف کی خدمت کی ہے خداوند قدوس منظور فرمائے-اب آپ اپنا انتظام کرلیں-تین چار دن کے بعد متولی صاحب اور عوام نے آکر امام صاحب کو راضی کرلیا کہ ہم آپ سے اور آپ کی امامت سے خوش ہیں-آپ بااخلاق ہیں جو اتنی لمبی مدت گزار گئے اب امام صاحب بدستور امامت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں-کیا مصلیٰ چھوڑنے کا امام صاحب پر کوئی جرم تو نہیں ہے-کیا شریعت اجازت دیتی ہے کہ امام صاحب مندرجہ بالا کی روشنی میں مصلیٰ چھوڑنے کی عوام سے معافی مانگے-بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

بلاشرعی عذر کے امام صاحب پر اعتراض کرنا اور بدنام کرنا گناہ ہے اگر واقعی امام صاحب میں کوئی عیب نہیں تھا صرف تبدیلی وقت پر معمولی سا جھگڑا ہوا اور امام صاحب کو ایک مقتدی نے بداخلاق تک کے الفاظ سے یاد کیا اور امام صاحب اس سے ناراض ہوکر مصلیٰ چھوڑ گئے-تو یہ مصلیٰ چھوڑنا امام صاحب کا کوئی جرم نہیں اور نہ ہی اس کو معافی مانگنے پر مجبور کرنا چاہیے-بلکہ جس نے امام صاحب کو ناراض کیا ہے اس کو امام صاحب اور دیگر نمازیوں سے معافی مانگ لینی چاہیے-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مکمل ناظرہ اور دو پارے حفظ کیے ہوئے غیر عالم کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک شخص جو پرہیزگار ہو قرآن مجید مکمل صحیح تلفظ کے ساتھ ناظرہ پڑھا ہو ہو-تقریباً دو پارے کا حافظ بھی ہو عالم نہ ہو نہ ہی بہترین خطیب ہو-اور نہ ہی حافظ لیکن گاؤں کے اکثر لوگ اسے اپنی مسجد کا

امام رکھنا چاہتے ہوں-تو کیا وہ امام مسجد بننے نماز پنجگانہ نماز جمعہ اور نماز عیدین پڑھانے کا اہل ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

اگر امام صاحب متقی و پرہیزگار ہیں-نماز اور امامت کے مسائل سے واقف ہیں-قرآن مجید صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھتے ہیں اور اکثر مقتدی ان کی امامت سے راضی ہیں-تو شرعاً ان کی امامت نماز پنجگانہ اور جمعہ وعیدین وغیرہ میں بلاشبہ جائز ہے-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امام مسجد اور انتظامیہ کی مرضی سے دوسرا امام رکھا گیا تو اس کی اقتدا کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی کے امام مسجد صاحب سردیوں میں اکثر بیمار رہتے ہیں-تو ان امام صاحب کی جگہ، عارضی طور پر ایک امام رکھ لیتے ہیں-اس سال نمازیوں نے امام مسجد کی رضامندی سے عارضی امام کو مستقل امام رکھ لیا-لیکن سابقہ امام نے صحت یاب ہونے پر چاہا کہ بعد میں آنے والا امام صاحب چلا جائے مگر ایسا نہ ہوسکا البتہ چند افراد نے سابقہ امام کی حمایت کی اور ایک چھوٹی جماعت کی تشکیل الگ ہوگئی-اب صورت حال یہ ہے کہ یہ نئی جماعت مسجد کے ایک حصہ میں الگ تھلگ بیٹھ جاتی ہے-جب جماعت ہوجاتی ہے تو یہ لوگ سابقہ امام کے پیچھے دوبارہ جماعت کرتے ہیں-تو کیا ایسا کرنا درست ہے-

(۲) مسجد کی انتظامیہ نے مسجد میں ایک کمرہ بنا کر مدرسہ قائم کیا ہے-جس میں بستی کے بچے پڑھتے ہیں قربانی کی کھال وغیرہ کی رقم میں سے امام مسجد کو پڑھانے کی ماہوار تنخواہ دیتے ہیں-تو کیا یہ درست ہے-

﴿ج﴾

(۱) جبکہ سابقہ امام کی رضامندی سے دوسرے شخص کو مستقل امام رکھ دیا گیا اور اکثر نمازی اس کی امامت پر خوش ہیں تو اس کا حق مقدم ہے-دوسری جماعت کرنے والوں پر لازم ہے کہ وہ اس امام کے پیچھے نماز پڑھیں اور الگ جماعت نہ کریں-فقہاء کے نزدیک دوسری ۶۰ جماعتوں سے بھی پہلی جماعت کی فضیلت حاصل نہیں ہوتی-

(۲) قیمت چرم قربانی اور عشر زکوٰۃ کا مصرف فقراء ومساکین ہیں-تنخواہ میں دینا جائز نہیں-تمام صدقات واجبہ میں تملیک فقراء بلاعوض شرط ہے-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

معقول وجوہات کی بنا پر جس امام سے اس کے مقتدی ناراض ہوں اس کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تین شخص-زید-عمر-بکر تینوں ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور نزدیکی رشتہ دار ہیں-ان میں سے زید تاجر ہے بکر زمینداری کا کام کرتا ہے اور عمر امام ہے-تینوں کی جائیداد مشترکہ ہے کافی

جائیداد کے مالک ہیں اور جائیداد کے علاوہ کافی نقدی بھی رکھتے ہیں امامت بھی تینوں کی مشترکہ ہے اور یہ امامت ان ...
آبائی وراثت چلی آرہی ہے تینوں میں سے کوئی بھی عالم نہیں ہے صرف معمولی مسائل عامہ سے واقفیت رکھنے کے ...
تعلیم قرآن شریف ناظرہ خواندگی تک محدود ہے۔ جس طرح کہ ایک عامی مسلم کو ہوا کرتی ہے۔ اور اس امام کی ناخواندگی
اس واقعہ سے ظاہر ہے۔ کہ ایک دفعہ ایک مردہ لڑکی جو ماں کے بطن سے مردہ پیدا ہوئی تھی وہ امام صاحب اس کی نماز جنازہ
پڑھانے کے لیے آئے تو عالم لوگوں نے اس سے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ جو اولاد ماں کے بطن سے مردہ ہی پیدا ہو جائے
اس کی نماز جنازہ نہیں ہوا کرتی تو اس پر پیش امام نے کہا کہ چلو پھر نہیں پڑھائیں گے اب پوچھنا ہے کہ اس شخص یعنی ...
سے وہاں کے لوگوں کی دینی ضروریات قطعاً پوری نہیں ہوتیں اور اس کے ساتھ یہ شخص امام اتنا متمول ہونے کے باوجود
امامت آبائی وراثت سمجھتے ہوئے وہاں کے لوگوں سے زکوٰۃ، عشر، صدقات وغیرہ بھی وصول کرتا ہے۔ چونکہ ایک متمول اور
کافی رسوخ کا مالک ہے۔ اس لیے لوگوں سے اپنے ذاتی دباؤ کی وجہ سے یہ سب کچھ وصول کرتا ہے کافی لوگوں نے اس
کے صدقات اور واجبات کے عدم مستحق ہونے کی وجہ سے اور اس کی ناخواندگی کی وجہ سے اس سے اختلاف کیا اور اس کے
پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی۔ اور اس سے درخواست کی کہ چونکہ ہماری دینی ضروریات کو آپ پورا نہیں کر سکتے اس لیے آپ
کسی اور عالم دین کو جو ہماری ضروریات دینی کو پورا کر سکتا ہو منگوا دو یا ہم خود منگوا لیتے ہیں۔ لیکن وہ اس پر رضامند نہیں
ہے۔ بلکہ الٹا اگر کوئی کسی عالم دین کو منگواتا بھی ہے تو یہ اسے نہیں چھوڑتا ہے اور جو لوگ اس سے اختلاف کرتے ہیں اور اس
کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے بلکہ اپنے گھر نماز ادا کرتے ہیں تو یہ امام اس شخص پر گمراہی اور گناہ گاری اور تارک جماعت جیسے
فتوے لگاتا ہے۔ اب لوگوں میں کافی اختلاف ہے کچھ لوگ تو اس کے رشتہ دار ہونے کی وجہ سے اور کچھ اس کے ذاتی دباؤ
کی وجہ سے بادل نخواستہ اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور کچھ لوگ اپنے گھر ہی نماز پڑھتے ہیں۔ اب جبکہ یہ امام نہ کسی اور
امام کو اور نہ کسی طالب العلم کو چھوڑتا ہے تو کیا اس امام مذکور کو زکوٰۃ، عشر اور صدقات واجبہ وغیرہ دینا جائز ہے یا نہیں اس کے
پیچھے نماز ادا ہوتی ہے یا نہیں اور جو شخص اس کے پیچھے نماز نہ پڑھے بلکہ اپنے گھر ہی ادا کرے کیا وہ گنہگار ہوگا یا نہیں اور وہاں
کے لوگوں کو اپنی دینی ضروریات پوری کرنے کے لیے کسی اور عالم دین کو لانا چاہیے یا اسی امام کے پیچھے نمازیں ادا کریں اور
اسی سے دینی ضروریات پوری کریں۔ جبکہ دوسرا عالم دین بھی مل رہا ہو لیکن امام اس کو نہ چھوڑتا ہو اور امام مذکور کا حال اوپر
بیان ہو چکا ہے۔ کہ نماز بھی درست نہیں پڑھا سکتا۔ اس کے علاوہ یہ امام مذکور حیلہ اسقاط کو بھی اس طریقہ سے کرتا ہے کہ
آپنے اردگرد مسکینوں کا حصہ بنا کر قرآن شریف کو ایک دفعہ چکر دینے کے یعنی پہلی مرتبہ چکر دینے کے چار روپیہ اور پھر ہر
مرتبہ چکر دینے کے تین تین روپے لیا کرتا ہے۔ اسی طرح سے جتنے روپے بنتے ہیں پھر وہ شخص اسی حساب سے رقم وصول کر
لیتا ہے۔ اور یہ رقم پھر اس سے لیتا ہے۔ اور اس میں اس کا حصہ مقرر ہے اور یہ چکر قرآن مجید کا کافی مرتبہ کیا جاتا ہے۔ یہ بھی
درست ہے یا نہیں؟ (بینوا و توجروا)

﴿ج﴾

سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم کی اکثریت اپنے امام پر رضامند نہیں پس اگر واقعی امام میں ایسی خصلتیں موجود ہوں تو اس کو معزول کرنا چاہیے۔ ایسا امام منصب امامت کا اہل نہیں ہوتا۔ کیونکہ جس کیفیت سے اس نے حیلہ اسقاط وغیرہ رائج کر لیا ہے اس کا ثبوت سلف صالحین سے نہیں ملتا نیز اس کے لیے زکوٰۃ وعشر کا لینا جائز نہیں۔ جن لوگوں نے باوجود اس کے متمول ہونے کے اس کو زکوٰۃ یا عشر کا مال دے دیا ہے تو ان کا ذمہ فارغ نہیں ہوگا۔ البتہ دوسرے امام کے تقرر تک اس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے۔ نماز کا اعادہ نہ کرے یعنی دوبارہ منفردانہ پڑھے۔ بہرکیف یہ امام دائمی امامت کا اہل نہیں ہے۔ جیسے کہ درمختار کی عبارت میں نصبا کا لفظ اس پر دال ہے۔ پوری عبارت یہ ہے۔ والاحق بالامامة تقديما بل نصبا (مجمع الانهر) الاعلم باحكام الصلوة۔ فقط صحة و فسادا بشرط اجتنابه للفواحش۔ اگر اس امام کے رشتہ دار دوسرے امام کے تقرر پر راضی نہ ہوں تو ان کی بات مسموع نہیں ہوگی بلکہ قوم کی اکثریت معتبر ہے۔ كما قال صاحب الدر بعد هذه العبارة ۔ فان اختلفوا اعتبر اكثرهم ۔ چونکہ قوم چاہتی ہے کہ اس سے بہتر کسی عالم کو امام مقرر کر لیں اور بلا وجہ امام سے متنفر نہیں ہے۔ اس لیے حدیث کی رو سے اس امام کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی حدیث میں ہے۔ لا يقبل الله صلاة من تقدم قوما و هم له كارهون۔ درمختار جلد اول ص ۴۱۳۔

خواب کی بنا پر امام کو ہٹانا درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ محمد انور نامی امام مسجد قرآن کا حافظ ہے۔ جس کے پاس متعدد بچے قرآن پاک پڑھتے ہیں۔ آج تک اس کے بارے میں کوئی شکایت نہیں۔ اس کے شیعہ رشتہ داروں نے اس سے رشتہ چاہا۔ تو اس نے سنیت کی قید لگائی چنانچہ ان رشتہ داروں نے اس کے پیچھے سنی والی نماز شروع کر دی۔ اور امام نے نکاح کر دیا بعد میں جب یہ امام ان کے پاس گیا تو انھوں نے کہا کہ شیعہ ہو جا۔ امام نے کہا میں شیعہ ہرگز نہیں بنتا۔ اگر تم رشتہ نہیں دیتے تو اپنے پاس رکھو اس اثنا میں امام صاحب کے بھائی کو کہتا ہے۔ کہ خواب آئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں فرمایا کہ اس امام کو مصلی سے ہٹا دو۔ چنانچہ اب مسجد ویران ہے۔ اب اس خواب سے اور اس واقعہ سے وہ حق امامت سے محروم کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

برتقدیر صحت واقعہ خواب اور اسی طرح مذکورہ بالا رشتہ کرنے سے امام مذکور کو امامت سے ہٹانا درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سودخور کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص علانیہ سودخوری کرتا ہے کیا ایسا شخص [illegible]
مسجد کا امام یا متولی ہوسکتا ہے یا کہ نہیں۔

﴿ج﴾

سودخور شخص امامت کے لائق نہیں ہے۔ اور تولیت مسجد کا بھی اہل نہیں ہے۔ **لقوله تعالى ان اولياء**[illegible] **الا المتقون** فقہاء کی تصریح ہے۔ **كره امامة الفاسق** کراہت سے مراد کراہۃ تحریمی ہے۔ اور سود کھانا کبائر میں سے ہے۔ اگر حلال سمجھے تو کافر ہے۔ بہرحال فاسق ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
۳ شعبان ۱۳۹۵ھ

غاصب، سودخور کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے جنت کا نکاح بکر کے ساتھ پڑھا اور درج رجسٹر بھی کیا جنت کے ورثاء نے جنت کے نکاح کے متعلق زید سے دریافت کیا۔ زید اس وقت بعد نماز فجر مسجد میں قرآن کی تلاوت کررہا تھا۔ زید نے کہا کہ میں تلاوت قرآن پاک کررہا ہوں نہ میں نے جنت کا نکاح پڑھا ہے اور نہ مجھے کوئی علم ہے۔ زید نے حلف اٹھا کر صریحاً جھوٹ بولا۔ کیا ایسے شخص کی اقتداء میں نماز جائز ہے یا نہیں۔
ایسے شخص کی شہادت معتبر اور معقول ہے یا نہ۔ (۲) زید غاصب اور سودخور بھی ہے۔ غاصب اور سودخور کی اقتداء میں نماز جائز ہے یا نہ۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں رہنمائی فرمائی جاوے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

تحقیق کی جاوے اگر زید نے واقعی جھوٹ بولا ہو اور وہ غاصب وسودخور بھی ہے تو اس کی امامت مکروہ ہے۔ اس پر لازم ہے کہ وہ توبہ تائب ہوجائے توبہ تائب ہونے کے بعد اس کی امامت درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ ۲۱ رجب ۱۳۹۱ھ

سود کی حلت کا فتویٰ دینے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

یک شخص سودخور ہے اور سود کی حلت کا فتویٰ دیا ہوا ہے۔ موصوف بصفات ذیل ہے مسجد اور مدرسہ کی خیانت کرتا ہے۔ وعدہ خلافی کرتا ہے۔ جھوٹی قسم اٹھاتا ہے اپنے مقرر شدہ امام کے پیچھے کبھی نماز نہیں پڑھتا کبھی جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا بعد میں دوسری جماعت کرتا ہے۔ کبھی عین جماعت کے وقت بالمقابل دوسری جماعت شروع کردیتا ہے۔ اس کے متعلق حکم شرعی کیا ہے۔ ایسا شخص امامت کے لائق ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

جس امام میں مذکورہ بالا صفات ذمیمہ موجود ہیں شرعاً وہ فاسق ہے۔ ایسا شخص لائق امامت نہیں، جس سود کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام فرمایا ہے۔ اس کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ جب تک اس شخص کا فتویٰ سود کی حلت کا معلوم نہ ہو جائے اس وقت تک اس شخص کے اس فتوی دینے کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے۔ بہرحال اس کے فسق کے لیے یہ دوسری باتیں اگر واقعی اس میں ہوں کافی ہیں اور فاسق کے پیچھے شرعاً نماز مکروہ تحریمی ہے۔ فاسق شرعاً امامت کا اہل نہیں کیونکہ امامت مقام تعظیم ہے اور فاسق شخص بوجہ فسق کے قابل توہین ہے۔ کذا فی الشامی واللہ تعالیٰ اعلم

احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ ذوالقعدہ ۱۳۸۳ھ

سودخور کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ میں کہ زید ایک برائے نام عالم دین اور حافظ قرآن ہے۔ بستی مذکورہ میں امامت کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔ کافی عرصہ سے اس نے بنکاری کا کاروبار کررکھا ہے اور وہ یوں کہ بنک سے قرضہ پر رقم لے کر آگے ضروریات کے لیے لوگوں کو اس رقم پر مبلغ دس فی صد سود لیتا ہے۔ مثلاً کسی نے سو روپے قرضہ لیا اور وہ قرض خواہ سال کے بعد ۱۱۰ روپے ادا کرے گا اس طرح کر کے اس نے سودی کاروبار چلا رکھا ہے۔ اس کے علاوہ امام صاحب کی کریانہ فروشی کی دوکان بھی ہے اور لوگ ادھار سودا سلف لیتے رہتے ہیں اور جب کوئی شخص اپنی سودی رقم کو ادا کرنا چاہتا ہے تو وہ اپنی کریانہ والی دوکان کا حساب بے باق کرلیتا ہے اور سودی رقم پھر چلتی رہتی ہے۔ تاکہ سود بڑھتا رہے اور کام خوب چلے کچھ دنوں سے کسی نے اس کی مخبری کردی اور جب مقتدیوں نے سنا تو امام مذکور کو برا بھلا کہا اور کہا کہ قرآن

کے حافظ ہو خود خوتی کرو تو اس پر کس نے یہ کام اپنے بیٹے بکر کے سپرد کر دیا ہے ۔ نہ بکر نابالغ اور ناسمجھ ہے ۔ اس طرح یہ کاروبار برائے نام لڑکے کے لیے اور کرتے خود امام صاحب ہیں اور سود کا نفع خود کھاتے ہیں' مقتدی امام مذکور سے تنگ ہیں اور اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ہیں کہ یہ سود خور ہے ۔ اس طرح یہ مسئلہ پیش خدمت ہے براہ کرم فتویٰ دے کر ہمیں بتلا دیں کہ آیا واقعی یہ ٹھیک ہے کہ اس امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی یا نہیں ۔

﴿ج﴾

چونکہ سود لینا شرعاً حرام قطعی ہے ۔ اس لیے اگر واقعی امام مذکور سود لیتا ہے اور اس کے مذکورہ بالا حالات ہوں تو وہ شرعاً فاسق اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے ۔ فاسق شرعاً لائق امامت نہیں' اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے' اس لیے مقتدیوں کو ایسے امام کو امامت سے ہٹانا لازم ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

سودی قرضہ کی رقم سے ٹیوب ویل لگوانے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

(۱) ہمارے گاؤں کے امام مسجد نے جو عرصہ اٹھارہ سال سے ہمارے گاؤں کی مسجد میں امامت کروا رہے ہیں' کئی اور حصہ داروں کے ساتھ مل کر زرعی ترقیاتی بنک سے ڈیڑھ ہزار روپے کی رقم چار فیصد شرح سالانہ سود پر قرض لے کر صرف اپنے حصہ کا ۵۰۰ روپیہ سے اپنی زمین میں ٹیوب ویل نصب کروایا ہے ۔ اصل زر اور سودی رقم اس پر سات سال کے عرصہ میں واجب الادا ہے ۔ ہم گاؤں کے مقتدی سخت تذبذب میں ہیں کہ ایسے شخص کی امامت کے بارے میں علماء دین و مفتیان شرع متین کوئی صحیح و مبین فتویٰ صادر فرمائیں تو ہمیں اطمینان قلبی نصیب ہو ۔ آیا ایسے امام کی امامت جائز ہے یا حرام ۔ (۲) نیز ایسی مہندی کا استعمال جس سے بال سیاہ ہو جائیں' جائز ہے یا حرام' اور (۳) اگر جماعت کراتے وقت اگلی قطار میں بائیں ہاتھ نابالغ لڑکے کھڑے ہو جائیں' جب کہ پیچھے کافی جگہ موجود ہو اور پچھلی قطاروں میں مقتدی بھی کم ہوں تو کیا ایسی جماعت میں کوئی خلل یا کراہت ہوگی یا نہیں' اور (۴) اگر اسلامی طلباء پڑھ رہے ہوں' جماعت ہو جائے وہ شامل نہ ہو سکیں تو کیا معلم ان کے بعد میں جماعت کرا سکتا ہے یا نہیں' براہ کرم فتویٰ صادر فرما دیں ۔

﴿ج﴾

(۱) شرعاً چونکہ سود لینا دینا حرام ہے ۔ اس لیے اگر واقعی امام نے زرعی ترقیاتی بنک سے ڈیڑھ ہزار کی رقم سود پر لی ہے تو شرعاً یہ ارتکاب کبیرہ و فسق ہے ۔ وہ امامت کا اہل نہیں' اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے ۔ انتظامیہ مسجد کو اسے امامت سے

ہٹا دینا لازم ہے ۔ کیونکہ امامت مقام تعظیم اور کرامت ہے اور فاسق لائق توہین ہے ۔ کذا فی الشامی (۲) خالص سیاہ خضاب کے متعلق امداد الفتاویٰ جلد چہارم ص (۲۰۸ ۔ ۲۰۷) سے بعینہ ایک جواب نقل کیا ہے جس میں تحریر ہے کہ مردوں کو سر اور داڑھی میں سیاہ خضاب لگانا حرام ہے کہ اس پر کلیاً اور جزیاً وعید آئی ہے ۔ کما روی مسلم عن جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنه) قال اتی بابی قحافة یوم فتح مکة وراسه ولحیته کالثغامة بیاضا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم غیروا هذا بشیء واجتنبوا السواد مسلم الکتب الستة ص ۱۰۵۴ حدیث نمبر ۵۵۰۹ والامر للوجوب وترک الواجب یوجب الوعید وروی ابوداؤد والنسائی عن ابن عباسؓ عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال یکون قوم یخضبون فی آخر الزمان بالسواد کحواصل الحمام لا یریحون رائحة الجنة ابو داؤد الکتب الستة ص ۱۵۲۹ حدیث نمبر ۴۲۱۲ البتہ اگر سیاہ خضاب کے علاوہ کوئی دوسرا رنگ ملا دے جیسے سرخ مہندی یا کتم تو حرام نہیں ہوگا (۳) نابالغ اگر ایک ہو تو صف کے ساتھ دائیں یا بائیں کھڑا ہو اور اگر دو یا زیادہ ہوں تو بڑوں کی صفوف کے پیچھے کھڑے ہوں ایک سے زیادہ بڑوں کے ساتھ کھڑے نہ ہوں ۔ (۴) جماعت میں شامل ہونا ضروری ہے ۔ اگر کوشش شمولیت کی ہو اور کسی وقت رہ جائے تو معلم مسجد سے باہر ان کے ساتھ دوسری جماعت کرا سکتا ہے ۔ لیکن یہ عادت ہرگز نہ بنائیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

سود پر قرض لیکر کاروبار پر لگانے والوں سے امام مسجد کے تنخواہ لینے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ موجودہ دور میں پاکستان کی منڈیوں میں جو کاروبار ہو رہے ہیں ۔ اکثر آڑھتی حضرات بنک سے رقم لے کر کاروبار پر لگاتے ہیں اور اس رقم کا سود حکومت کو دیتے ہیں ۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی منڈیوں میں کہ جس میں اکثر آڑھتیوں کا اس طرح کا کاروبار ہو از روئے فتویٰ امام مسجد کے لیے ان لوگوں سے تنخواہ لینا جائز ہے یا ناجائز ہے ۔

﴿ج﴾

احتیاط اس میں ہے کہ امام مسجد کے لیے کسی شخص سے قرض لے کر تنخواہ ادا کر دی جائے ۔ پھر مشتبہ آمدنی سے قرضہ ادا کر دیا جائے ۔ فقط واللہ اعلم ۔

سودی لین دین کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک صاحب جو کہ امام اور خطیب جامع مسجد ہیں۔ انھوں نے پچھلے سال گورنمنٹ سے کپاس پرلی اور سود ادا کیا۔ حالانکہ حکومت کی طرف سے کوئی جبر نہیں تھا میں نے انوار العلوم ملتان سے اس کا فتویٰ مانگا۔ انھوں نے فرمایا ایسا شخص علی الاعلان توبہ کرے۔ اور اس پر استقامت اختیار کرے تو اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے۔ لہٰذا صاحب موصوف نے اعلانیہ توبہ کی اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عہد کیا۔ اس سال پھر انھوں نے ایسا کیا ہے۔ مگر فرق صرف یہ ہے کہ اپنے بیٹے کے نام خریدی ہے۔ جو کہ نافرمان نہیں، شادی شدہ ہے۔ ابھی ابھی بلوغ کو پہنچا ہے۔ اپنے والد کا نہایت تابع ہے۔ ایک ہی گھر میں اکٹھے رہتے اور اکٹھے کھاتے پیتے اور سوتے بیٹھتے ہیں۔ اب فرمائیے کہ صاحب موصوف کے پیچھے نماز جائز ہے یا کہ نہیں؟

﴿ج﴾

ہر قسم کا سودی کاروبار حرام ہے۔ اور سودی کاروبار کرنے والے اور اس کی کتابت کرنے والے اور اس کی گواہی دینے والے سب پر حدیث میں لعنت آئی ہے اور ایسے کاروبار کرنے والے کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ صورت مسئولہ میں مسجد کی تنظیمی کمیٹی اور باقاعدہ جماعت کی پابندی کرنے والے نمازی تحقیق کریں۔ اگر واقعی امام صاحب نے خود سودی سودا کیا ہے اگرچہ کاغذات میں بیٹے کا نام درج کیا ہے تو اس کو امامت سے ہٹا دیا جائے اور کسی متدین شرع کے پابند عالم کو امام مقرر کیا جائے۔ اگر یہی امام صدق دل سے توبہ تائب ہو جائے اور منتظمہ کمیٹی کو یقین غالب ہو جائے کہ وہ آئندہ اس کا ارتکاب نہیں کریں گے اور اس کی امامت پر مقتدی خوش ہوں تو اس کی امامت بھی جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بینک میں رقم جمع کرا کر سود لے کر خود استعمال نہ کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں:

(۱) کہ ایک آدمی ہے جس نے صرف حفاظت کے لیے اپنی رقم بینک میں جمع کرائی ہوئی ہے۔ بغیر سود پر یعنی سود مطلقاً نہیں لیتا۔

(۲) اور ایک دوسرا آدمی ہے جس نے بینک میں رقم جمع کرائی ہوئی ہے سود پر یعنی سود بینک سے ضرور وصول کر لیتا ہے۔ لیکن وہ سودی رقم خود نہیں کھاتا بلکہ سودی رقم کو مساکین وغرباء میں تقسیم کر دیتا ہے۔ برائے مہربانی ہر دو بالا صورتوں کی دلائل شرعیہ سے وضاحت فرمائیں۔ اور کیا ان دو بالا اشخاص کا امامت کرانا درست ہے۔ بینوا توجروا؟

﴿ج﴾

پہلا شخص امامت کا مستحق ہے۔ اور اسے کوشش یہ کرنی چاہیے کہ بینک والوں سے مطالبہ کرے کہ اس کا روپیہ سود پر نہ لگائیں۔ در کوشش کا طریق زبانی معلوم کرلیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مجبوری میں بنک سے سود لے کر توبہ کر لینے والے کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے کسی کی رقم دینی تھی رقم لینے والے نے اپنے مقروض کو اپنی رقم کے مطالبہ میں بہت تنگ کیا یہاں تک کہ ایک دن کہنے لگا کہ یا تو میری رقم ادا کرو یا اپنی امامت اس کے عوض میں دے دو۔ مقروض نے مجبور ہو کر بینک سے سود پر قرض اٹھا کر اسے رقم ادا کر دی اور یہ شخص سود کو حرام بھی سمجھتا ہے محض مجبوری کی بناء پر اس نے اس کا ارتکاب کیا ہے۔ سود کو نہ حلال سمجھتا ہے اور نہ ہی جائز کیا یہ شخص امامت کا حق دار ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اگر اس مجبوری کی بناء پر سود لے چکا ہو اور اس کو ناجائز سمجھتا ہو اور اس غلطی پر توبہ تائب بھی ہو چکا ہو تو ایسی صورت میں اس شخص کی امامت درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

امام مسجد نے قسم کھائی اور حانث نہ ہو تو اس کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حافظ فضل الٰہی امام مسجد سے اس مضمون کی تحریر پر دستخط کرائے گئے کہ اگر میں اپنی بھتیجی کا نکاح اپنے بیٹے کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے ساتھ اشارۃً یا ارادۃً بھی کروں تو تمام حلال چیزیں مجھ پر حرام ہوں گی اس کے بعد امام مسجد کی بھتیجی مذکورہ کا نکاح حسب بیان امام مسجد اس کی لاعلمی میں دوسری جگہ کرا دیا گیا امام مسجد کا بیان ہے کہ میں اس نکاح میں اشارۃً یا ارادۃً تو شریک نہیں ہوں۔ لیکن بستی کے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ امام مسجد اس نکاح میں شریک تھا لہٰذا اس کی قسم ٹوٹ گئی۔ اور تمام حلال چیزیں حرام ہو گئیں۔ اس جھگڑے کو بصورت استفتاء پیش کیا گیا علماء کرام نے متفقہ فتویٰ دیا کہ اگر شرعی ثبوت اور شہادت سے

یہ امر ثابت ہو جائے کہ امام مسجد مذکور نے اپنی بھتیجی مذکورہ کے نکاح میں قسم کے خلاف اشارۃً یا ارادۃً شرکت کی ہے تو حافظ فضل الٰہی صاحب امام مسجد کی بیویوں کو طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ چنانچہ تین علماء دین حافظ صاحب موصوف کی بستی میں پہنچے اور مسجد میں علماء کی موجودگی میں تمام بستی کے باشندے اور قرب و جوار کے معززین شریک مجلس ہوئے۔ علماء نے عوام کے سامنے اعلان کیا کہ اگر ہم لوگ جان بوجھ کر قصداً شریعت کے خلاف فیصلہ کریں تو ہماری بیویوں کو تین طلاق ہوں۔ اس اعلان پر حاضرین نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہمیں علماء پر کامل اعتماد ہے علماء کے فیصلہ کو ہم لوگ بہ دل و جان تسلیم کریں گے چنانچہ حافظ فضل الٰہی کے خلاف شہادتیں طلب کی گئیں صرف ایک شہادت شرعی طور پر گزری دوسرے شاہد کے ساتھ چونکہ حافظ فضل الٰہی امام مسجد مذکور کی عداوت ثابت ہوگئی جس کا اقرار خود شاہد نے اپنی زبان سے کیا اس لیے اس کو قبول نہ کیا گیا اور حافظ صاحب نے عدم شرکت پر حلف اٹھایا اس کے بعد تینوں علماء نے تمام قوم کے سامنے متفقہ طور پر اعلان کر دیا کہ ایک شہادت سے کوئی الزام ثابت نہیں ہو سکتا لہٰذا حافظ صاحب امام مسجد مذکور ان کی قسم میں حانث ہونا ثابت نہیں ہو اس لیے ان کی بیویاں ان پر حلال ہیں اور ان کے لیے نماز جائز ہے علماء کرام کا یہ متفقہ اعلان سن کر تمام لوگ خاموشی کے ساتھ واپس چلے گئے اور علماء بھی مسائل بتا کر واپس آ گئے۔ اب بعض لوگ علماء کے اس فیصلہ کو غلط سمجھ کر امام مسجد مذکور کے پیچھے نماز ناجائز سمجھتے ہیں اور بغیر ثبوت شرعی بیویوں کو مطلقہ بائنہ خیال کرتے ہیں اور محض عداوت کی بناء پر چاہتے ہیں کہ کوئی دوسرا امام اس مسجد میں مقرر کر دیں لہٰذا جواب طلب یہ امر ہے کہ امام موصوف کے مخالفین کا یہ رویہ شرعاً کیسا ہے۔ حافظ صاحب کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اور جو شخص بغیر ثبوت شرعی کے حافظ صاحب پر الزام عائد کرے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جبکہ علماء کرام نے بستی میں پہنچ کر شرعی شہادتیں طلب کیں اور حافظ فضل الٰہی صاحب کے خلاف صرف ایک شہادت شرعی ملی اور دوسری شہادت کو علماء کرام نے شرعی نہ ہونے کی وجہ سے رد کر دیا تو حافظ فضل الٰہی صاحب اپنی قسم میں حانث نہ ہوئے اور ان کی بیویاں ان کے لیے حلال و جائز ہیں اور ان کے پیچھے نماز جائز و درست ہے۔ علماء کرام نے جب فیصلہ شریعت کے موافق کر دیا تو لوگوں کا اس فیصلہ شرعی کو نہ ماننا علماء کرام اور شریعت مطہرہ کی توہین اور اتباع ہوئی ہے یہ حرکت سخت گناہ بلکہ کسی وقت حد کفر تک پہنچ جاتی ہے قرآن شریف میں ہے ارایت من اتخذ الٰهه هواه لہٰذا ان کو چاہیے کہ علماء کرام کے فیصلہ پر عمل کریں اور

حافظ صاحب کے پیچھے نماز پڑھیں اور ان کی بیویوں کو ان کے لیے حلال سمجھیں اور حکم شرعی سننے کے بعد حافظ صاحب پر الزام نہ لگائیں کیونکہ ایسی صورت میں کسی پر الزام لگانا بہت سخت گناہ ہے حدیث شریف میں ہے من قال فی مؤمن ما لیس فیه اسکنه الله رونمة الخبال اور جو لوگ حافظ صاحب کے متعلق مذکورہ بالا احکام شرعیہ سننے کے بعد محض عداوت اور نفسانیت کی بنا پر کسی دوسرے شخص کو امام بناتے ہیں۔ یہ لوگ مسلمانوں کی جماعت میں تفریق اور فتنہ و فساد کا دروازہ کھولنے والے ہونگے اور یہ بھی ناجائز و حرام اور موجب عذاب ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان الله لا یحب المفسدین مسلمانوں کو چاہیے کہ اس میں اتفاق و اتحاد کو قائم رکھنے کی کوشش کریں اور تفریق بین المسلمین سے احتراز کریں قرآن کریم میں ہے واعتصموا بحبل الله جمیعا و لا تفرقوا الآیه.

بے نکاح کسی کی عورت رکھنے والے کی جماعت کی نماز میں شرکت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کے متعلق مشہور ہے کہ اس نے بے نکاح عورت اپنے گھر میں رکھی ہوئی ہے اور اس کا پچھلا خاوند بھی زندہ ہے اور وہ شخص نمازی ہے اور باجماعت نماز پڑھتا ہے چند دن سے یہ شہرت ہے بلکہ ایک عالم دین نے کہہ دیا ہے کہ جس جماعت میں مل کر یہ نماز پڑھتا ہے نہ ان نمازیوں کی اور نہ اس امام کی نماز ہوتی ہے جس کے پیچھے یہ نماز پڑھتا ہے۔ نمازیوں کو اور امام کو اس میں ازحد پریشانی ہے۔ جواب سے مطلع فرمائیں۔

﴿ج﴾

جس نماز میں وہ شخص شریک ہوتا ہے دوسرے نمازیوں اور امام صاحب کی نماز پر اس کی شرکت سے کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اگر یہ بات درست ہے کہ شخص مذکور اس فعل کا مرتکب ہے تو دوسرے لوگوں کو اس سے قطع تعلقات کرنا درست ہوگا۔ اور اس کو خوشی و غمی میں شریک نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن اگر یہ شخص جماعت کی نماز میں شریک ہو جائے۔ تو اس سے دوسروں کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ مذکورہ عالم دین نے مسئلہ غلط بتایا ہے۔ فقط واللہ اعلم

حق زوجیت ادا نہ کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

علماء کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ ایک شخص جس نے پہلے دو شادیاں کی ہوئی

ہیں۔ اور انصاف ایک کے ساتھ بھی نہیں کرسکتا اس کا بین ثبوت اس کی جسمانی حالت اور طبعی صحت کی عدم موجودگی ہے۔ لیکن ضد کی بناء پر اس نے تیسری شادی بھی کرلی ہے۔ حالانکہ اسی کی پہلی دو بیویاں اپنے اپنے میکوں میں مصیبت اور تکلیف کے دن کاٹ رہی ہیں۔

اس تیسری شادی کے موقع پر ایک عالم نے یہ کہہ کر نکاح پڑھنے سے انکار کردیا۔ کہ یا تو تو اپنی پہلی بیویوں کو طلاق دو یا انھیں گھر میں آباد کرو۔ تب نکاح درست ہے۔ اور میں پڑھوں گا۔ ورنہ نہیں۔ لیکن انھوں نے ضد کی اور دوسرے عالم نے لالچ سے نکاح پڑھ دیا ہے۔ جواب سے مطلع فرمادیں۔ کیا اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال اگر واقعی یہ شخص حقوق زوجین ادا نہیں کرتا اور حقوق کی ادائیگی میں قصداً کوتاہی کرتا ہے۔ تو یہ شخص گنہگار ہے اگر وہ امام ہے تو اس کی امامت مکروہ ہے۔ نکاح خواں مولوی صاحب کی امامت درست ہے اور اس کے پیچھے نماز صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۹ ذوالقعدہ ۱۳۹۰ھ

نکاح پر نکاح پڑھانے والے مولوی صاحب کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ آج سے پندرہ سولہ سال قبل ایک یوم ایک برادری کے مجمع میں بیک وقت چھ نکاح منعقد ہوئے۔ نکاح سب کے سب لڑکیوں کے ورثا نے برضا مندی اپنی لڑکیوں کے پڑھائے بعد ازاں ان کی شادیاں ہوگئیں۔ مگر ایک لڑکی جس کا نکاح اس کے والد نے برادری میں پڑھایا تھا کی شادی میں تاخیر ہوتی چلی گئی کیا اس کا والد کچھ انکار کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ چنانچہ اس نے وہ لڑکی کسی دوسرے آدمی کے حوالے کردی اور اس سے اپنی ایک دوسری لڑکی جو پہلے ایک شخص کی منکوحہ تھی وہ لے کر آگئے۔ دو ہزار میں فروخت کردی اور یہ متنازعہ لڑکی بلا نکاح اس کے ساتھ روانہ کردی بلا نکاح کی حالت میں اس لڑکی کے دو بچے بھی ہوگئے۔ حالانکہ اس کا نکاح جس شخص سے ہوا تھا۔ اس کے گھر آباد بھی نہ ہوئی تھی۔ انھیں دنوں ایک مولوی صاحب نے جان بوجھ کر حالات سننے کے باوجود بلا حصول طلاق از خاوند اول اس لڑکی کا نکاح اسی دوسرے مرد سے کردیا۔ حالانکہ سب کے نکاح شرعی پر بیسیوں شاہد موجود ہیں۔ علاقے کے معزز افراد ممبر نمبردار چیئرمین وغیرہ تک شہادت دیتے ہیں کہ سب کا نکاح ہمارے سامنے ہوا تھا اور یہ کہ

بجائے چھ نکاح تھے۔ وہ سب خوشی اور رضا کے ساتھ ہوئے تھے۔ اب یہ نکاح پر دوسرا نکاح مولوی صاحب نے جو پڑھا ہے منعقد ہوا یا کہ نہیں۔ نیز مولوی صاحب نے جو جان کر یہ کام کیا اب وہ امامت نماز کا لائق رہا یا کہ نہیں۔ اس کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا کہ نہیں۔ اگر ہوتی ہے تو مکروہ تحریمی یا تنزیہی اور جب بعد میں اس سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ نکاح کیوں کیا تو فرمانے لگے میری مرضی میں نے کیا ہے۔ جاؤ کرلو جو کچھ کرنا ہے۔ حالانکہ نکاح سابق والد نے خود کیا تھا۔ جن پر خیار بلوغ بھی نہیں ہوسکتا۔ نیز وہ لڑکی بھی اس وقت بالغہ راضیہ تھی۔ نیز اس مولوی صاحب کے اپنے نکاح کا کیا حال ہے۔ کہ حرام کو حلال کہنے کا بلکہ بنانے کا مرتکب ہے۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اگر فی الواقع امام مذکور نے منکوحہ غیر کا نکاح بلا طلاق شوہر اور جان بوجھ کر دوسرے شخص سے پڑھ دیا تو وہ فاسق ہے۔ مرتکب کبیرہ کا ہوا۔ لمافی ردالمحتار مطلب فی النکاح الفاسد ص ۳۸۰ ج ۲. واما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته الخ لم یقل احد بجوازہ . لہٰذا اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور وہ شخص امامت کے لائق نہیں جب تک توبہ نہ کرے۔ کما فی الدر المختار ص ۴۱۲ ج ۱. ویکرہ امامة عبدالخ وفاسق وفی ردالمحتار ص ۴۱۴ ج ۱' (قولہ فاسق) من الفسق وھو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد من یرتکب الکبائر الخ بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراھة تقدیمه کراھة تحریم. وفی الکبیری للحلبی ص ۴۷۹ قدموا فاسقایاثمون بناء علی ان کراھة تقدیمه کراھة تحریم. علامہ شامی نے فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہونے اور فاسق کو امام بنانے کی حرمت کی دلیل میں یہ لکھا ہے کہ فاسق از روئے احادیث واجب الاہانت ہے اور اس کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے۔ اس طرح امام بنانا اس کو حرام ہوا۔ عبارت شامی کی یہ ہے۔ اما الفاسق فقد عللوا کراھة تقدیمه بانه' لایھتم لامر دینه وبان فی تقدیمه للامامة تعظیمه' وقد وجب علیھم' اھانته شرعاً الخ (شامی ص ۴۱۴ ج ۱) واللہ اعلم

بغیر نکاح کے عورت رکھنے والے سے تعلقات رکھنے والے کے پیچھے نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے بے نکاح عورت رکھی ہے اور دو لڑکے بھی اس کے ہیں بیس سال کے عرصہ سے زیادہ ہو چکا ہے اور ایک حافظ امام مسجد اس کے ساتھ کھانا کھاتا ہے کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

ایسے شخص کے ساتھ تعلقات رکھنا اور اس کے ساتھ خورد ونوش اور اختلاط کرنا درست نہیں لہٰذا امام مسجد کو چاہیے کہ اس سے تعلقات اور خورد ونوش ختم کردے پھر اس کی امامت درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

جوان بیٹی کو گھر بٹھائے رکھنے والے امام کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک امام مسجد کی بالغ جوان لڑکی گھر بیٹھی ہے۔ باوجود سمجھانے اور تاکید کرنے کے وہ کسی سے نکاح نہیں کراتا۔ تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

نماز اس کے پیچھے صحیح ہے لیکن باوجود اچھا موقعہ کفو میں ملنے کے اپنی دختر کا نکاح نہ کرنا برا ہے۔ ایسا نہ کرنا چاہیے۔ ارشاد ربانی ہے۔ وانکحوا الایامی منکم۔ فقط واللہ اعلم

غیر شادی شدہ، حقہ پینے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

(۲) ایک شخص عالم ہے اور درس نظامی کا فاضل ہے اور بظاہر اس میں کوئی بات خلاف شرع نہیں پائی جاتی۔ البتہ وہ غیر شادی شدہ ہے اور حقہ پینے کا عادی ہے تو ایسے شخص کی امامت جائز ہے یا نہیں۔ نیز یہ فرمادیں کہ شادی شدہ ہونا امامت کی اُن شرائط میں سے ہے جس کے بغیر امامت نہیں کراسکتا۔ نیز واضح کریں کہ شریعت کی رو سے حقہ پینا کیسا ہے۔

﴿ج﴾

غیر شادی شدہ ہونا مانع امامت نہیں۔ البتہ حقہ وسگریٹ ودیگر منشیات استعمال کرنے والے امام کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بیٹی کو خاوند کے گھر نہ بھیجنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد نے اپنی لڑکی جو کہ زید کی منکوحہ ہے۔ عرصہ چار پانچ سال سے

ناجائز طور پر بیٹھا رکھی ہے نہ فیصلہ کرتا ہے اور نہ ہی اس کو آباد ہونے دیتا ہے۔ بلکہ تنسیخ کا دعویٰ کرایا ہے اور عدالت نے بھی اس کو بھیجنے کے لیے کہا ہے لیکن وہ نہیں بھیجتا۔ نہ شریعت کو مانتا ہے اور نہ قانون کو مانتا ہے۔ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں۔ زید کی اس بیوی میں سے ایک بچی بھی ہے جو کہ عرصہ پانچ سال سے والد کی شفقت سے محروم ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

اگر بلا وجہ شرعی اس شخص نے اپنی لڑکی کو خاوند کے پاس جانے سے روک رکھا ہے تو یہ شخص شرعاً گناہگار ہوگا اور اس کی امامت مکروہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ شرعیہ پر عمل نہ کرنے والے کی بنائی ہوئی مسجد میں امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے مسئلہ شرعی نہ ماننے کی بنا پر ایک علیحدہ دوسری مسجد بنوائی۔ مسئلہ شرعی یہ کہ اس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں۔ اس نے پھر دوبارہ نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو مولوی صاحب سے پوچھنے کے بعد اس نے بغیر حلالے کے نکاح کر دیا۔ کیا اس مسجد میں کوئی مولوی صاحب مستقل امام رہ کر امامت کراسکتا ہے یا نہیں۔ مدرسہ کا مدرس اس مسجد میں بغیر معاوضہ کے مسجد کو آباد کرنے کی نیت سے نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر اس شخص نے یہ مسجد قربت کی نیت سے بنائی ہے اور نماز کے لیے وقف کر دی ہے تو اس میں نماز صحیح ہے اور جس نے مطلقہ ثلاثہ کے ساتھ بغیر حلالہ کے نکاح کیا ہے۔ اس کو سمجھایا جاوے لیکن اگر وہ باز نہیں آتا تو اس سے قطع تعلق کیا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

جس کے اہل خانہ کا چال چلن درست نہ ہو اس کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص جو ایک گاؤں کی مسجد میں خطیب مقرر تھا۔ اس کی بیوی لڑکیوں کا چال چلن انتہائی خراب ہوگیا اور باوجود نمازیوں کے اصرار کے وہ شخص اس معاملہ میں دانستہ طور پر کوئی بندوبست نہ کر سکا۔ بلکہ نشاندہی کرنے والے نیک لوگوں کی دیگر اہالیان سے لڑائی کرانے کی کوشش کرنے لگا۔ اندریں صورت کہ اس کو مسجد سے علیحدہ کر دیا گیا۔ لیکن پھر اوباش قسم کے لوگ اس کو دوبارہ چک میں لے آئے ہیں اور خطیب مقرر کرنے پر مصر ہیں۔ چک دو دھڑوں میں تقسیم ہو چکا ہے۔ حالات انتہائی کشیدہ ہیں ان کا چال چلن پہلے ہی زیادہ خراب ہے۔ کیا ہم ان

حالات میں اس کو خطیب مقرر کر سکتے ہیں یا چک میں اس کی رہائش کا بندوبست کر سکتے ہیں۔

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال اگر واقعی یہ شخص اپنی بیوی اور لڑکیوں کے خراب چال چلن پر راضی ہے اور اس فعل سے چشم پوشی کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ کیونکہ بیوی کے خراب چلن سے چشم پوشی کرنے والے کو دیوث کہا جائے گا اور اس کی امامت مکروہ ہوگی۔ ویکرہ امامة عبدالخ وفاسق (درمختار) بل مشی فی شرح المنیة ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم (ردالمحتار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جوان لڑکی کو بیاہنے میں تاخیر کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ (۱) ایک ہمارے چک کے امام مسجد جن کی صاحبزادی عرصہ تقریباً چھ سال سے جوان ہے لیکن انھوں نے اس کا اب تک رشتہ کہیں نہیں کیا۔ جب بھی ان سے اس کی شادی کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے ہمیشہ اچھے اور مناسب رشتہ نہ ہونے کا بہانہ کیا۔ آخر کار چند احباب نے ایک اچھے مناسب رشتے کا گھر بتلایا تو جناب امام مسجد نے ایک بڑا عذر تلاش کیا کہ میرے دو لڑکے جوان ہیں۔ ان کے لیے وہ رشتے دیں لیکن جب ان کی یہ شرط پوری ہونے کی توقع ہوئی تو انھوں نے ایک اور بہانہ ڈھونڈ نکالا کہ لڑکی کا اچھا تعلیم یافتہ اور خاصی جائیداد کا ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ آج جب کہ لڑکی کو بالغ ہوئے ساتواں سال گزر رہا ہے ایسے حالات میں آیا شرعی طور پر بزعم خود ایک مناسب اور اچھے رشتہ کی تلاش میں بالغ لڑکی کو اتنا عرصہ بٹھانے کی اجازت ہے۔ (۲) آیا ایسے امام مسجد صاحب کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے۔ یعنی وہ امام کے فرائض سرانجام دے سکتے ہیں۔ (۳) نیز شرعی طور پر وٹے کے رشتہ کا کیا حکم ہے جب ابتدا میں یہ شرط رکھی گئی ہو کہ اگر آپ رشتہ دیں گے تو میں رشتہ دونگا۔ (۴) ہمارے امام مسجد صاحب فال نامہ لکھتے ہیں اور غائب کی خبریں بتاتے ہیں کہ جناب یہ فلاں مصیبت آنے والی ہے تمھارے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا یا لڑکی اس لڑکی کے فلاں لڑکے کے ساتھ ناجائز تعلقات ہیں۔ نیز غریب مخلوق خدا سے یہ بہانہ کر کے روپیہ بٹور رہے ہیں کہ جنات نے دوصد روپیہ مانگا ہے۔ اگر آپ دیدیں گے تو آپ کا رشتہ فلاں لڑکی سے ہو جائے گا۔ نیز اس کے پاس ایک جادو کی کتاب بھی ہے جب ان سے سوال کیا گیا کہ جناب جادو کرنا جائز نہیں تو جواباً فرمانے لگے کہ جادو سے جادو کا اثر دور کرنے کی اجازت ہے۔ نیز ادویات مشروبات وغیرہ پر دم کر کے ان سے دولت لوٹ رہے ہیں۔ حالانکہ وہ کوئی ڈاکٹر یا حکیم نہیں ہے۔ آیا شرعی طور پر مندرجہ بالا اعمال کا کوئی جواز ہے۔ (۳) کیا سود پر رقم لینا کسی صورت میں جائز ہے۔ مثال کے طور پر کوئی آدمی کسی غریب کو یک صد روپیہ ادھار دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اگر وہ ادھار دیتا ہے تو ایک گائے جس کی موجودہ قیمت اندازاً ۱۰۰ روپے یا ۹۰ روپے ہے اور وہ اس غریب کو ۲۰۰ روپے میں ادھار دے دیتا ہے۔ وہ بیچارا مرتا کیا نہ کرتا یا پھر مجبوری سے اپنی ضرورت جائز پوری کرنے کے لیے لے لیتا ہے اور چھ ماہ کے بعد سو روپیہ کی بجائے اس غریب کو دوصد روپیہ ادا کرنے پڑتے ہیں۔ اب جب کہ بینک ایک سو روپیہ میں عرصہ چھ ماہ کے بعد صرف

پانچ روپیہ سود لیتا ہے اور چھ ماہ کے بعد اسے اپنی ضرورت پوری کرنے کے بعد سو روپیہ کی بجائے ایک سو پانچ روپیہ ادا کرنے پڑتے ہیں۔ جب کہ گائے کے سودے میں اس گائے کو فروخت کر کے سو کی بجائے دوسو روپے ادا کرنے پڑے۔ تو بینک سے قرض لینے میں اسے تقریباً پچانوے روپے کے بوجھ سے نجات ملی۔ حالانکہ پہلی گائے والی بیع بھی شرعی طور پر حرام ہے۔ (۳) یہ کہ بندہ دیہہ ہذا کا نمبردار ہے۔ بحیثیت ایک ذمہ دار شخص کے بندہ پر امام مسجد کی مندرجہ کمزوریوں کے گناہ کا بوجھ تو نہیں ہے۔ جب کہ عوام الناس بندہ کو اس گناہ میں برابر کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ نیز اگر واقعی ان کے امام مسجد رکھنے میں بندہ گناہ میں برابر کا شریک ہے تو ازراہ کرم جلد از جلد مطلع فرمادیں تاکہ بندہ اس گناہ سے نجات پا سکے۔ نیز عوام الناس میں ایسے امام صاحب کے پیچھے نماز باجماعت پڑھنے میں نماز کے نہ ہونے کا چرچا ہے۔ اسے دور کیا جا سکے۔

﴿ج﴾

(۱) اس امام کے پیچھے نماز جائز ہے۔ (۲) بشرط صحت سوال ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے۔ (۳) سود پر رقم لینا جائز نہیں (۴) اگر واقعی امام خلاف شرع امور کا مرتکب ہوتا ہو تو اس کو امامت سے ہٹانا چاہیے اور ہٹانے پر قدرت کے باوجود نہ ہٹانے والا گنہگار ہوگا۔ امام کے بارے میں پوری تحقیق کی جاوے۔ بلاتحقیق اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ

۸ شعبان ۱۳۹۰ھ

امام مسجد کی بیوی اگر بے پردہ ہو تو امامت کا حکم؟

﴿س﴾

قابل احترام علماء کرام پاکستان (ملتان)

السلام علیکم عرض خدمت ہے کہ یہ بھی ہمیں تحریر کریں کہ امام مسجد کی بیوی اگر پردہ نہیں کرتی تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز ہے۔ پردہ سے مراد یہ نہیں ہے کہ بیوی گھر کی چاردیواری میں بند رہے۔ بلکہ یہ کہ ہر قسم کے کاروبار کے تحت باہر پھرتی رہے۔

﴿ج﴾

عورتوں کا غیر محرم کو دیکھنا درست نہیں اور شوہر بیوی کا نگران ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔ **والرجل راع علی اهل بیته وهو مسئول عن رعیته** (مشکوٰۃ کتاب الامارہ ص ۳۲۰)۔ امام کو چاہیے کہ اپنی اہلیہ کو بے پردگی سے روکے منع کرنے کے بعد اگر وہ نہ مانے تو گناہ اس پر ہے۔ سو یہ بری الذمہ ہے اور اس کے پیچھے نماز صحیح ہے۔ **ولا تزر وازرة وزر اخری الایه** ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔ ۲ شعبان ۱۳۹۰ھ

جھگڑالو اور درشت گفتار شخص کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

علمائے دین ومفتیان شرع متین حسب ذیل مسئلہ سے متعلق کیا تحریر فرماتے ہیں کہ باپ اور بیٹا دونوں ایک مسجد کی امامت کرتے ہیں اور ان دونوں کا یہ کردار ہے کہ دنیاوی بات پر رشتہ داروں سے ناراض ہو کر اپنی بیویوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور اگر کبھی لے جاویں تو ان کے ساتھ یہ برتاؤ ہے کہ ان کو الگ رکھتے ہیں اور ناجائز مار پیٹ کرتے ہیں بلکہ والد کا یہ حال ہے کہ اپنی بیوی کو تہمت لگاتا ہے کہ یہ لڑکی میری نہیں غیر کی ہے اور پھر جب لڑتا ہے تو کہتا ہے کہ میری لڑکی ہے اور چلی جا اور جب رشتہ داروں سے لڑتا ہے تو کسی کو کافر کہتا ہے اور کسی کو سور خنزیر کہتا ہے۔ جب بھی لڑے گندی گالیاں نکالتا ہے اور غیبت اور تہمت بہت ہے اور نمازی بھی اس پر راضی نہیں ہیں اور ناجائز بنا پر لڑتا جھگڑتا ہے بلکہ ان کی خواہشات ہی ہیں۔ دین کی بات ان میں کوئی نہیں۔ یہ اس حد تک جا چکے ہیں کہ اپنے بڑے بھائی کو صرف دنیاوی معاملہ میں مار پیٹ کی اور ناجائز گالیاں دیں اور اپنی بہن کو اتنا مارا کہ بے ہوش کر کے چلا گیا۔ ان حالات میں ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

دراصل غلطی اور گناہوں سے معصوم تو انبیاء علیہم السلام ہیں۔ باقی سب لوگ خطا کار ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ ان باپ اور بیٹے کو سمجھایا جائے۔ درشتی اور نرمی دونوں سے کام لیا جائے کہ آپ حضرات اپنا رویہ بدل دیں ورنہ امامت سے الگ کر دیں گے۔ وغیرہ وغیرہ امید ہے کہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

داماد کی بدعہدی کے سبب بیٹی کو رخصت نہ کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو کو اس معاہدہ پر اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا کہ عمرو شرع شریف کے مطابق زندگی بسر کرے گا مگر نکاح کے بعد اور رخصتی سے پہلے عمرو سے ایسے قبیح افعال سرزد ہوئے جو کہ خلاف شریعت ہیں۔ مثلاً بدزبانی نیز منکوحہ کے لیے شرعی پردہ کا انکار وغیرہ ذلک۔ لڑکی کے بالغ ہونے پر عمرو نے بصورت پنچایت زید سے مطالبہ کیا۔ کہ لڑکی کی رخصتی کر دو مگر زید نے اسی مجمع پنچایت کے سامنے عمرو کو کہا کہ میرا اور آپ کا نکاح سے قبل جو معاہدہ ہوا ہے۔ آپ اس پر کاربند نہیں رہے۔ آپ کی زبانی مواعید غیر معتبر ہیں۔ لہٰذا اس معاہدہ کو تحریری شکل دیدی جاوے اور جملہ احباب جو شریک پنچایت ہیں اس امر کے شاہد ہو جائیں پھر میں اپنی لڑکی کو تمھارے ساتھ رخصت کرنے کے لیے تیار ہوں مگر عمرو نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا اور اپنے احباب کو لے کر مجلس منعقدہ سے اٹھ کر چلا گیا تاہنوز عمرو نے زید کو کوئی تحریر نہیں لکھ کر دی اور نہ لکھ دینے کے لیے تیار ہے بنا بریں زید بھی اپنی لڑکی کو (جو ایک سال سے بالغ ہو چکی ہے) ناکح عمرو مذکور کے گھر بھیجنا نہیں چاہتا تو کیا جب کہ (۱) زید کسی مسجد کا امام ہو۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں (۲) زید کے فرزند بکر کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا ناجائز۔ جب کہ بکر مذکور بھی اس معاملہ میں اپنے والد زید کا ممد ومعاون ہے۔ (۳) کیا زید کے گھر کا کھانا پینا حلال ہے یا حرام۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

زید اور بکر دونوں کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے اور ان کے گھر کا کھانا بھی حلال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مطلقہ کی عدت گزرنے سے قبل نکاح کرا دینے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے کسی عورت کا نکاح پڑھا بعد میں معلوم ہوا کہ زید نے قبل از عدت مطلقہ نکاح پڑھا اور زید کو کہا گیا کہ تم نے قبل از عدت شرعاً نکاح کیوں پڑھا تو زید نے اللہ تعالیٰ کو حاضر جانتے ہوئے اور حلف اٹھا کر کہا کہ مجھ کو اس کی عدت کے گزرنے کے بارے میں بالکل معلوم نہ تھا اور نہ گھر والوں نے عدت کے بارے میں مجھ سے کچھ ذکر کیا یعنی لاعلمی اور بے خبری سے نکاح پڑھا جس میں مجھے نہ اس وقت اور نہ اس سے قبل کوئی علم تھا۔ میں حلفاً کہتا ہوں کہ میں نے عمداً نکاح نہیں پڑھا اپنی غلطی سے اور بے خبری سے نکاح کیا گیا میں اللہ تعالیٰ سے معافی کا طلب گار ہوں اللہ معاف فرما دے۔ لہٰذا اب زید اور نکاح میں جو لوگ عمداً شامل ہوئے ہیں ان پر شرعی حد کیا وارد ہو سکتی ہے اور زید نے جو نمازیں پڑھائی ہیں ان کو قضا کرنا لازم ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

صورتِ مسئولہ میں اگر لاعلمی اور غلطی سے مطلقہ کا عدت کے اندر نکاح خواں مولوی صاحب نے نکاح کیا ہے اور دوسرے لوگ اس میں شریک ہوئے ہیں اور بعد میں نکاح خواں مولوی لاعلمی کی وجہ سے غلطی ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے تائب ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کی ہے تو اس صورت میں نکاح خواں مولوی صاحب کے پیچھے بلاشبہ نماز پڑھنا درست وصحیح ہے اور اگر اس میں کوئی اور عیب ونقص شرعی جو کہ موجب فسق بنے نہ ہو تو وہ بلاشبہ امامت کرا سکتا ہے اور اس کے پیچھے نماز درست ہے اور جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی گئی ہیں وہ بھی صحیح ہیں۔ ان کی بھی کوئی قضا لازم نہیں۔

البتہ عدت کے اندر جو نکاح کیا گیا ہے وہ نکاح نہیں ہوگا۔ دوبارہ عدت شرعی یعنی تین حیض کامل گزرنے کے بعد یا ہو تو وضع حمل ہو جانے کے بعد نکاح کرے۔ دوسری جگہ آباد ہو سکتی ہے عدت کے اندر کیے ہوئے کا کوئی اعتبار نہیں اور زید نکاح خواں اور دوسرے لوگ جو نکاح میں غلطی سے شریک ہوئے ہیں ان پر شرعاً کوئی حد نہیں۔ اس کے پیچھے نماز درست ہے اور امامت کروا سکتا ہے اور جو اس کے پیچھے نمازیں پڑھی گئی ہیں۔ ان کی قضا بھی کسی پر لازم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم

بہن کی رخصتی نہ کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ (۱) کہ مولوی محمد رمضان نے اپنی حقیقی ہمشیرہ صاحبہ کا نکاح بطور شرع محمدی کے کر دیا تھا جس کو عرصہ تقریباً تمیس سال کا گذر چکا ہے لہٰذا وہ لڑکی بالغ ہوئی کو بھی تقریباً عرصہ بارہ سال کا گزر چکا ہے لیکن مولوی صاحب اب تک اپنی ہمشیرہ صاحبہ کی شادی (رخصتی) نہیں کرتا حالانکہ پیش امام مسجد ہے لہٰذا التماس ہے کہ ایسا مولوی امامت کے قابل ہے یا کہ نہیں کیونکہ مولوی صاحب کے ذمہ یہ کبیرہ گناہ ہے (۲) کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا کہ نہیں اس مسئلہ کا مفصل جواب تحریر فرما دیں آپ کا نہایت مشکور ہوں گا۔

﴿ج﴾

مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابوسعید اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من ولد له ولد فليحسن اسمه وادبه واذا بلغ فليزوجه فان بلغ ولم يزوجه فاصاب اثما فانما اثمه على ابيه (مشکوٰۃ باب فی النکاح ص ۲۷۱) اور دوسری روایت میں حضرت عمر بن الخطاب اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تورات میں لکھا ہوا ہے کہ جس کی دختر بارہ سال کی ہوگئی اور اس نے اس کا نکاح نہ کیا پس وہ گناہ کو پہنچی تو وہ گناہ اس کے باپ پر ہے۔ (صفحہ بالا) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ لڑکی جب بالغہ ہو جاوے اور نکاح کا مناسب موقع ملے تو ضروری ہے کہ اس کے عقد میں دیر نہ کرے اور ایسا ارادہ رکھنا کہ ہرگز اس کا نکاح نہ کروں گا برا ہے اور خلاف حکم خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے۔ خصوصاً جب کہ نکاح ہو چکا ہے تو اب رخصتی میں تاخیر کرنا اور بھی زیادہ برا ہے چاہیے کہ اس ارادہ سے باز رہے اور رخصتی کرے خصوصاً امام مسجد کو زیادہ اتباع شریعت کا خیال چاہیے اور برے خیال سے توبہ کرنی چاہیے اس کے بعد اس کے پیچھے نماز صحیح ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایسے شخص کو جو لڑکی بالغہ کو اپنے خاوند کے پاس جانے سے منع کرے امام نہیں بنانا چاہیے اور معزول کر دینا ضروری ہے۔
...علم

ایسے شخص کی امامت کا حکم جس کی بیوی سے اس کے داماد کے ناجائز تعلقات کا شبہ ہو؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام صاحب کی بیوی سے اس کے داماد کے ناجائز تعلقات کا شبہ ہے اور اس بنا پر اس کو اس کے گھر آنے جانے سے روک دیا گیا لیکن اس کے باوجود وہ اس کے گھر آتا رہا تو مقتدیوں نے اس بنا پر اس کو امامت سے ہٹا دیا۔ تو وہ کہتا ہے کہ میں نے بیوی کو طلاق دی مجھے دوبارہ امام رکھ لو۔ حالانکہ بیوی اس کے گھر میں موجود ہے۔

﴿ج﴾

کسی نیک دیندار عالم کو امام مقرر کریں۔ ایسے شخص کو امام نہ مقرر کریں جس کی دیانت اور تقویٰ پر عام نمازیوں کو اعتماد نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

یکم محرم ۱۳۹۷ھ

ایسے شخص کی امامت کا حکم جو غلط قرآن پاک پڑھے اور اس کی بیوی بے پردہ پھرے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام قرآن مجید عموماً غلط پڑھتا ہے۔ کیا شرعاً نماز جائز ہے یا نہیں اور بیوی پیش امام صاحب کی بے پردگی کی صورت میں پھرتی ہے اور اس کی لڑکی کے دوسروں سے ناجائز تعلقات ہیں اور ان کو علم بھی ہے۔ بلکہ اس کو بار بار کہا ہے اور اس کو دکھایا گیا جس سے اس کی لڑکی کے تعلقات ہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال اگر امام واقعی قرآن غلط پڑھتا ہے اور مذکورہ دوسرے امور پر چشم پوشی کرتا ہے اور باوجود قدرت کے ان کو روکتا نہیں تو اس کی امامت درست نہیں۔ مسجد کی منتظمہ کمیٹی اور نمازی تحقیق کریں اگر واقعی امام مسجد میں یہ امور پائے جاتے ہیں تو اس کو امامت سے ہٹا دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱ شوال ۱۳۹۶ھ

غلط سازشوں میں شرکت اور تعاون کرنے والے کی امامت کا حکم؟

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ ایک شخص (الف) ایک بزرگ سید اور مشہور پیر کا مرید ہے۔ پیر صاحب مرحوم نے اس پر بے انتہاء مہربانیاں کی ہیں۔ اس کی ہمیشہ کفالت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اس کی شادی بھی پیر صاحب مرحوم نے اپنے خرچ سے کی۔ (۲) پیر صاحب مرحوم کے بیٹے و پوتے ان کی زندگی میں ہی انتقال فرما گئے۔ ان کی زندگی میں ہی ان کے مرحوم پوتے کی بیوہ نے ان کے شاطر مرید (ب) سے نکاح کر لیا (۳) پیر صاحب مرحوم کی نابالغہ پوتی کو جو اس بیوہ سے تھی اس کی نانی اور ماموں لے گئے اور اس کی پرورش انھوں نے کی۔ تھوڑے عرصے بعد لڑکی کی والدہ کا بھی انتقال ہوگیا۔ پیر صاحب کی پوتی بدستور نانی و ماموں کے قبضے میں رہی (۴) پیر صاحب مرحوم کے عرس کے موقع پر مریدین نے اپنے ایک آدمی کو بھیج کر پیر صاحب کی پوتی کو نانی ماموں کے پاس سے بلوایا اور بعد عرس عزت و حرمت کے ساتھ واپس نانی ماموں کے پاس پہونچا دیا۔ اس موقع پر پیر صاحب مرحوم کی پوتی کے سوتیلے باپ (ب) نے جو عرس پر آیا تھا۔ ایک دوسرے شخص (ج) سے کچھ روپیہ قرض لے لیا اور لڑکی کے ساتھ اس کے نانی ماموں کے پاس چلا گیا۔ پیر صاحب موصوف کے دوسرے عرس کے موقع پر پیر صاحب مرحوم کی پوتی اپنے ماموں کے ہمراہ آئی۔ اور لڑکی کا سوتیلا باپ بھی آ گیا۔ بعد عرس لڑکی کو اس سوتیلے باپ (ب) نے اپنے قبضے میں لے لیا ماموں بغیر لڑکی کے واپس چلا گیا۔ دوسرا ماموں کچھ عرصہ کے بعد لڑکی کو لینے آیا۔ مگر لڑکی کے سوتیلے باپ (ب) نے اس کو بھی نہ دی۔ اس اثناء میں لڑکی کا سوتیلا باپ لڑکی کی شادی ایک شخص (ج) سے جس کا وہ مقروض تھا کرنے پر رضامند ہوگیا۔ جب مریدین کو شاطر مرید (ب) کی اس خواہش کا علم ہوا کہ وہ لڑکی کی شادی شخص (ج) سے کرنا چاہتا ہے تو مریدین سخت برہم ہوئے کیونکہ وہ لوگ اس شخص (ج) کو کسی طرح بھی لڑکی کے لیے مناسب خاوند نہیں سمجھتے تھے (۵) یہ دوسرا شخص (ج) شادی شدہ تھا۔ اس کی پہلی بیوی زندہ تھی اور اب بھی زندہ ہے اور وہ اس گاؤں کے ایک شخص کی لڑکی تھی (۶) جب یہ معاملہ اس حد پر پہنچا تو شاطر (ب) نے جو لڑکی کا سوتیلا باپ ہے۔ اپنا مطلب نکالنے کے لیے مصلحت یہی سمجھی کہ گاؤں والے مریدین کو دھوکہ دے کر کسی دوسری جگہ لڑکی کو لے جائے۔ چنانچہ اس نے گاؤں والے مریدین کو حلفیہ یقین دلایا کہ میں ہرگز لڑکی کی شادی شخص (ج) سے نہیں کروں گا۔ (۷) جب وہ شاطر مرید (ب) لڑکی کو لے کر جانے لگا تو شخص (الف) نے جو خود بھی شاطر مرید (ب) سے در پردہ ملا ہوا تھا۔ گاؤں کے مریدین کو یہ دھوکہ دیا کہ میں شاطر مرید (ب) کے ہمراہ جاتا ہوں۔ میں ضرور لڑکی کو واپس لے آؤں گا تم اس وقت شاطر مرید (ب) کو لڑکی لے جانے دو۔ مت روکو۔ اس کی امداد کی اور خود بھی اس کے ہمراہ چلا گیا۔ اس شخص (الف) نے چند

روز بعد واپس آ کر مریدین سے یہ غلط بیانی کی کہ شاطر مرید (ب) نے کہا ہے کہ میں لڑکی کو چند روز بعد لے کر واپس گاؤں میں آ جاؤں گا اور یہ بات اس نے قسم کھا کر کہی ہے۔ اس کے بعد شاطر مرید (ب) نے بجائے لڑکی کو واپس لانے کے اس کو شخص (ج) کے حوالہ کر دیا۔ جو اس کو لے کر اور دوسری جگہ گیا۔ وہاں پر پہنچ کر اس نے لڑکی سے نکاح کرنا چاہا۔ وہاں پر لڑکی کے سوتیلے باپ نے بالقسم کہا کہ لڑکی سید کی نہیں ہے بلکہ شیخ کی ہے۔ یہ بات بالکل غلط تھی کچھ دنوں بعد وہ شخص (ج) لڑکی کو لے کر واپس گاؤں مریدین میں آ گیا اور بیان کیا کہ میں نے لڑکی سے نکاح کر لیا ہے اور میں دونوں بیویوں میں انصاف کو مدنظر رکھوں گا (۸) گاؤں والے مریدین اس کی اس حرکت سے ناراض تو ضرور ہوئے مگر اس کا یہ اقرار سن کر خاموش ہو گئے اور اس سے کوئی باز پرس نہ کی (۹) پیر صاحب مرحوم کی پوتی کو گھر میں ڈال لینے کے بعد وہ شخص (ج) اپنی پہلی بیوی سے خلوت صحیحہ کرتا رہا۔ مگر ساتھ ہی ساتھ اپنے خاص آدمیوں سے یہ بھی کہتا رہا کہ میں نے اپنی پہلی بیوی کو عرصہ ڈیڑھ سال سے طلاق بائن دیدی ہے۔ ان کے دریافت کرنے پر کہ پھر طلاق دینے کے بعد اپنی پہلی بیوی کو کیوں رکھ چھوڑا ہے۔ اس نے اقرار کیا ہے۔ کہ اگرچہ میں اس سے حرام کرتا رہا ہوں۔ مگر چونکہ وہ بے قصور ہے اس لیے اس کو بہن سمجھ کر رکھ چھوڑا ہے۔ یہ بات جب اس کی پہلی بیوی کے بھائیوں کو معلوم ہوئی تو انھوں نے اس شخص (ج) سے اس کی صحت کرنی چاہی جن پر اس شخص (ج) نے اقرار کیا کہ یہ سب کچھ ٹھیک ہے اور میں نے ان اشخاص سے کہا ہے۔ میں اپنی پہلی بیوی کو ڈیڑھ سال قبل طلاق دے چکا ہوں۔ اس پر لڑکی کے ورثاء نے کہا کہ تو پھر تحریری طلاق نامہ دو۔ چنانچہ اس شخص (ج) نے اپنی پہلی بیوی کے ورثاء کو تحریری طلاق نامہ دیدیا۔ اس تحریری طلاق نامہ میں اس نے خود اپنی مطلقہ بیوی کو بے قصور مانا ہے اور اقرار کیا ہے کہ اس نے اپنی مطلقہ بیوی سے زیورات و کپڑے وغیرہ لے لیے ہیں۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے بحالت غصہ طلاق دی ہے اور یہ بھی تحریر کیا ہے کہ اس کے دریافت کرنے پر علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ طلاق ہو چکی اس طلاق نامہ پر دو گواہوں کی شہادت بھی موجود ہے (۱۰) اس کے بعد مطلقہ لڑکی کے برادران نے گاؤں کی پنچائیت سے یہ شکایت کر کے انصاف چاہا۔ تو گاؤں کی پنچائیت نے اس شخص (ج) کا حقہ پانی بند کر دیا اور مطلقہ لڑکی کے ورثاء کو ہدایت کی کہ وہ قانون کے تحت عدالت مجاز سے اپنی دادرسی کے لیے درخواست کریں چنانچہ مطلقہ لڑکی کے ورثاء نے مہر وغیرہ کا دعویٰ کر دیا ہے (۱۱) اب جب کہ اس شخص (ج) نے یہ حالت دیکھی تو اس نے خلاف واقعہ مشہور کیا ہے کہ مجھ سے طلاق زبردستی دلائی گئی ہے اور یہ کہ میں اپنی مطلقہ بیوی سے رجوع کرنے کے لیے تیار ہوں۔ مگر لڑکی اور اس کے ورثاء اس پر رضامند نہیں ہیں۔ اس معاملہ میں شخص (الف) معہ چند اور اپنے موکدین کے اس دوسرے شخص (ج) کے کچھ دنیوی فوائد کے لیے ہمنوا ہو گئے ہیں۔ (۱۲) شخص (الف) اہل سنت و جماعت کی ایک مسجد کا پیش امام ہے اور خود اور اس کے حواری عوام الناس کو یہ کہہ کر کہ شرعاً طلاق نہیں ہوئی۔ لوگوں کو گمراہ

کرتا ہے۔اس کی تعلیمی حالت عربی وفارسی تو کجا اردو میں بھی نفی کے برابر ہے۔وہ لوگوں کو محض اپنی امامت کی دعوٰی ہو کر اس شخص (ج) کا جس کو سب لوگ خادم کہتے ہیں امدادی بنانا چاہتا ہے۔ لہٰذا التماس ہے کہ عوام کو گمراہی سے بچانے اور مظلوم کی دادرسی کے لیے اہل سنت والجماعت کے صحیح عقائد کے مطابق اول تو شخص (الف) دوم شخص (ب) اور تیسرے شخص (ج) اور اس کے حواریوں کے متعلق شرعی نقطہ نگاہ سے صاف صاف فتوی عنایت فرمایا جاوے اور بتلایا جاوے کہ ان حالات میں طلاق بائن ہو چکی یا نہیں اور کیا اب وہ شخص (ج) اپنی مطلقہ بیوی کو زبردستی اس کی خلاف مرضی رجوع کرنے پر مجبور کرسکتا ہے۔ نیز شخص (الف) یعنی پیش امام اس ذمہ داری کے عہدے کے قابل ہے۔ یہ یہ سب شخص واجب التعزیر ہیں۔

﴿ج﴾

اگر یہ بیان صحیح ہے تو ج کی پہلی بیوی مطلقہ بائنہ ہو چکی ہے۔اور اس نے اگر مہر ادا نہیں کیا۔ یا عورت نے معاف نہیں کیا تو عورت اس سے حق مہر لے سکتی ہے ورنہ نہیں باقی (الف۔ب۔ج) کے مجموعی حالات اس قابل نہیں ہیں کہ ان پر اعتماد کیا جاسکے۔ ایسے اشخاص کو امام بنانا بھی غیر مناسب ہے۔ باقی سزا دینا تو موجودہ معاشرہ میں کسی کے اختیار میں نہیں ہے۔جس کے متعلق کچھ عرض کیا جاسکے۔ان کو ایسی حرکات سے باز رکھنے کی ہر اچھی صورت پر عمل کیا جاسکتا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔۴ ربیع ثانی ۱۳۷۷ھ

بعداز طلاق بدونِ حلالہ عورت کو گھر میں رکھنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو بھری مجلس میں تین طلاق دے دیں بغیر حلالہ کے اب تک گھر میں آباد ہیں جس کو تین چار ماہ گزر گئے ہیں گھر میں آباد کر رکھی ہے کیا اس کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے یا نہ اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

اگر واقعی یہ درست ہے تو اس کے ساتھ قطع تعلق ضروری ہے۔اس کے پیچھے نماز درست نہیں ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے۔ کہ اس سے مجبور کر کے عورت کو الگ کرادیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جس شخص کی ایک بیوی اپنے حقِ شب باشی سے دوسری کے حق میں دستبردار ہو جائے اس کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر کہ ایک شخص ہے جو بلا کسی اجرت کے نماز پڑھا دیتا ہے اس کے گھر میں دو بیویاں ہیں ایک بیوی بڑی ہے اس کے تقریباً تیرہ بچے ہو چکے ہیں۔اب اس کی عمر ساٹھ سال ہو چکی ہے۔دوسری بیوی کی عمر پچاس سال ہوگی۔اس کے بطن سے گیارہ بچے ہو چکے ہیں اس شخص کی ہمیشہ یہ عادت تھی کہ ایک مہینہ ایک بیوی کے ہاں اور ایک مہینہ دوسری بیوی کے ہاں رہتا تھا اب چونکہ بوڑھا ہو گیا عمر تقریباً ستر سال کی ہو گئی ہے۔ بڑی بیوی نے خود اجازت دی ہے کہ چھوٹی بیوی کے بڑا بچہ کوئی ایسا نہیں ہے جو گھر کا کام سنبھال سکے اس لیے تم چھوٹی بیوی کے ہاں رہو۔ اول تو بڑی بیوی کے آٹھ پوتا پوتی ہیں۔لڑکوں کی کمائی خود رکھتے ہیں۔والد صاحب نے کوئی لڑکوں کی کمائی سے پیسہ بھی نہیں لیا اور نہ لینے کا خیال ہے۔لڑکے اپنی بوڑھی ماں کو خود سنبھالتے ہیں اور خود لڑکوں نے یہ کہا اس گھر میں بوجہ بچے زیادہ ہونے کے جگہ بھی کم ہے۔ بچوں کو بھی اور آپ کو بھی تکلیف ہوتی ہے امر مجبوری ہے ہم کو کوئی اعتراض نہیں ہے یہ آپ کی مرضی ہے۔جس وقت چاہے گھر رہے مختار ہے۔ اکثر دو چار روز میں جاتا رہتا ہے جو کچھ کسی بیوی کی ضرورت ہوتی ہے دے دیتا ہے۔ ناراضگی کسی قسم کی نہیں ہے۔لوگ اس بات سے تو واقف نہیں ہیں۔خواہ مخواہ کا اعتراض بنا کر فتنہ پھیلا کر لوگوں کو ورغلایا کہ اس کے پیچھے نماز درست نہیں چونکہ یہ ایک بیوی کی حق تلفی کرتا ہے۔لہٰذا عرض ہے کہ اگر واقعی اس طرح حق تلفی ہے تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔جس طرح علمائے دین فرمادیں۔عمل کیا جاوے۔حکم شرعی کے خلاف بالکل کرنے کے لیے تیار نہیں۔جو حکم شریعت کا ہوگا کیا جائے گا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جب ایک بیوی نے خوشی سے خاوند کو اپنا حق شب باشی معاف کر دیا ہے تو اب خاوند پر تقسیم رہائش شرعاً لازم نہیں ہے اور اس کے پیچھے نماز بلاشبہ جائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنا حق حضرت عائشہ کے لیے بخش دیا تھا۔ والسلام

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

فاحشہ بیوی کو بسائے رکھنے، فاحشہ کو طلاق بامال دینے، بغرض لالچ گاؤں میں عید شروع کرنے، عدالتی طلاق پر نکاح پڑھانے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص جس کی عورت نہایت بدکار اور فاحشہ ہو۔ خاوند کو باوجود علم ہونے کے اس کو گھر میں رکھتا ہے لیکن عورت بدفعلی سے باز نہ آئے اور خاوند بھی اسے طلاق نہ دے تو کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے۔ (۲) ایک فاحشہ عورت جو بالکل آوارہ ہو۔ یعنی خاوند کے قبضہ میں نہ رہے اور خاوند کو خاوند نہ سمجھے اور اسے طلاق دینے پر مجبور کر دے۔ خاوند اس عورت کے رشتہ دار سے طلاق دینے کے عوض کچھ رقم لے کر طلاق دیدیتا ہے تو کیا ایسے شخص کو امام بنایا جا سکتا ہے۔ (۳) کسی گاؤں میں بروئے مسئلہ شریعت نماز عید نہیں ہو سکتی۔ ایک شخص جو اس وقت امام مقرر نہ ہو تو وہاں نہ خود نماز عید پڑھتا ہو اور دوسروں کو بھی منع کرے۔ بعد ازاں وہی شخص امام مقرر ہو جاتا ہے۔ اور پھر خود بھی وہیں نماز عید پڑھے۔ اور دوسروں کو پڑھائے بغرض لالچ جائز قرار دے تو کیا اس کو امام بنایا جا سکتا ہے۔ (۴) ایک عورت جس کا نکاح الف کے ساتھ ہے۔ لیکن بروئے فیصلہ عدالت (سرکاری) عورت طلاق حاصل کرتی ہے۔ چند آدمی مل کر اس کا نکاح ج کے ساتھ کر دیتے ہیں۔ جب کہ بدفعلی کی وجہ سے عورت حاملہ ہو گئی ہو۔ تو ایسا نکاح پڑھانے والے اور دیگر شریک ہونے والوں کے نکاح میں کوئی خلل آتا ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (۱) اگر یہ شخص اپنی بیوی کو بدکاری سے روکتا ہے اور وہ نہیں رکتی۔ تو اس کو طلاق دیدینا مستحب ہے۔ اس کے ذمہ طلاق دینا واجب نہیں ہے۔ اگر طلاق نہ دے تب بھی اس کے پیچھے نماز جائز ہے۔ کیونکہ یہ شخص تارک مستحب ہے۔ نہ تارک واجب۔ کما قال فی البحر ص ۲۳۷ ج ۳ وفی غایة البیان یستحب طلاقها اذا کانت سلیطة مؤذیة او تارکة للصلوة لاتقیم حدود اللہ تعالٰی اھ. وهو یفید جواز معاشرة من لا تصلی ولا اثم علیه بل علیها ولذا قالوا فی الفتاوی له ان یضربها علی ترک الصلاة ولم یقولوا علیه . مع ان فی ضربها علی ترکها روایتین ذکرهما قاضیخان ۔ ہاں ایسے شخص کو مستقل امام نہ بنایا جائے تو بہتر ہے۔ اگر کوئی دوسرا امام میسر ہو سکتا ہے۔ (۲) ایسی عورت سے کچھ رقم عوض طلاق لے لینی شرعاً جائز ہے۔ قال فی الدر المختار (وکره) تحریماً (اخذ شیء) ویلحق به الابراء عما لها علیه (ان نشز وان نشزت لا ولو منه نشوز ایضا ولو باکثر مما اعطاها علی الاوجه فتح و صحح الشمنی کراهة الزیادة وتعبیر الملتقی لاباس به یفید انها تنزیهیة وبه یحصل التوفیق (ج ۲/۶۰۹). (۳) معمولی گاؤں میں عید کی نماز پڑھنی جائز نہیں ہے۔ باقی اس امام کی نیت پر ہم حملہ آور نہیں ہو سکتے۔ اور نہ اس وجہ سے کہ وہ گاؤں میں عید کی نماز پڑھاتا ہے۔ اس کی امامت میں کوئی فساد آتا ہے۔ (۴) اگر عورت کی تنسیخ نکاح (طلاق) کا جو فیصلہ عدالت کر چکی ہے وہ شریعت کے مطابق ہو اور اس فیصلہ کے بعد عدت گزار لینے کے بعد یہ عورت زنا سے حاملہ ہو گئی ہے۔ تو اس کا نکاح شرعاً دوسرے شخص کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ شخص اگر وہی زانی نہیں ہے۔ تو اس کے لیے وضع حمل سے قبل اس کے ساتھ صحبت کرنی ناجائز ہے۔ ویسے نکاح صحیح ہوا ہے۔ جو لوگ اس نکاح میں شریک ہوئے ہیں۔ ان پر کوئی گناہ وغیرہ نہیں ہے اور اگر عدالتی فیصلہ شریعت کے مطابق نہ ہو تو اس کا نکاح دوسری جگہ صحیح نہیں ہے اور جو لوگ باوجود علم رکھنے کے اس نکاح میں شریک ہوئے ہیں۔ وہ گناہ گار ہیں۔ ان کو توبہ کرنی ضروری ہے۔ خود ان کے نکاحوں میں پھر بھی کوئی خلل نہیں آیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبد اللطیف غفرلہ۔
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ
۲۵ شوال ۱۳۸۵ھ

لڑکی روکے رکھنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع مبین اس مسئلہ کے بارے میں زید کا نکاح کنیز کے ساتھ ہے اور بکر کا نکاح صغریٰ کے ساتھ ہے۔ عوض معاوضہ میں روبرو گواہان وکیل مجلس عام میں طرفین نے اپنی رضامندی سے ایجاب وقبول کیے۔ ایک سال کے بعد مسماۃ صغریٰ برضائے الٰہی فوت ہو گئی جس پر عرصہ تین سال سے بکر کے چچا وغیرہ لواحقین نے مسماۃ کنیز کو پابند کیا کہ زید دوسرا رشتہ دے یا کنیز سے جو لڑکی ہو وہ دے یا نقدی دے تو حقوق زوجیت ادا کرنے کو بھیج دیں اور حق مہر کنیز کا زیور سونے کا ادا کیا ہوا ہے۔ کیا شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں جائز ہے کہ جوان لڑکی قید میں رکھنا اور حقوق زوجیت ادا نہ کرنے دینا۔ اور پیشہ امامت کرنا کیا ایسے شخص کی امامت جائز ہے۔ مہربانی کریں اللہ اس گناہ عظیم سے خلق کو بچائیں اور اللہ تعالیٰ کے غضب وقہر سے خوف دلا کر نصیحت انگیز تحریر فرما دیں کہ عبرت حاصل ہو اور دین حق ظاہر ہو۔

﴿ج﴾

پوری تحقیق کی جاوے اگر واقعہ درست ہے تو شخص مذکور امامت کا استحقاق اور اہلیت نہیں رکھتا کہ لڑکی کے عوض نکاح ہو جانے کے بعد کسی قسم کا مطالبہ جائز نہیں اور نہ کوئی رقم وغیرہ لی جا سکتی ہے۔ اگر لے گا تو حرام ہوگا۔ شخص مذکور کو فوراً تائب

اپنی بیوی کو معلق چھوڑ دینے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص ہے جس نے اپنی بیوی چھوڑی ہوئی ہے- بیوی ہندوستان میں ہے ۲۳ سال کا عرصہ ہو گیا ہے نہ اس کو طلاق دی ہے نہ اس کو خرچہ دیتا ہے- یہ شخص مسجد میں امامت کا کام کرتا ہے- کیا اس شخص کے پیچھے نماز جائز ہے- علماء دین کی کیا رائے ہے کہ اس شخص کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

اپنی زوجہ کو کالمعلقہ رکھنا کہ نہ اس کو طلاق دے اور نہ خبر گیری کرے حرام اور ناجائز ہے- قال الله تعالی **فلا تميلوا كل الميل فتذروها كالمعلقة** -الایۃ- پس اس شخص کو اگر قدرت ہے- تو اس کی خبر گیری کرے اور اگر خبر گیری بھی نہیں کر سکتا اور عورت بھی اس حالت میں رہنا پسند نہیں کرتی- تو پھر طلاق دینا چاہیے- البتہ اگر عورت اسی حالت میں شرعی حدود کے اندر اندر گزارہ کر سکتی ہے اور طلاق لینا نہیں چاہتی تو پھر طلاق دینا ضروری نہیں- لیکن اگر خبر گیری بھی نہیں کر سکتا اور عورت بھی اس حالت میں نہیں رہنا چاہتی پھر طلاق دینا ضروری ہے- اور اس حالت میں طلاق نہ دینے کی صورت میں یہ شخص عاصی وظالم ہوگا- اور امامت اس کی مکروہ ہوگی- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جوان لڑکی کو بعد از نکاح رخصتی سے روکنے والے کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص اپنے عقد میں ایک عورت کو لایا جس عورت کے اگلے گھر سے ایک نوجوان لڑکی بھی ہے اور جس کا نکاح ہوا ہے اب وہ شخص لڑکی بالغہ منکوحہ کو شادی کرنے نہیں دیتا کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں؟ صورت مسئولہ یہ ہے کہ شخص نامی نواز شاہ کے گھر اس کے عقد میں ایک عورت تھی جس سے ایک لڑکی بھی تھی ان کو گھر سے نکال دیا نہ خرچ وغیرہ دیا اور نہ گھر رہنے دیا بعد ازاں دوسری ایک عورت سے نکاح کیا جس کے پچھلے گھر سے ایک لڑکی بھی تھی نوجوان اور اس لڑکی کا نکاح بھی کیا ہوا تھا لیکن اب وہ کسی ضد بازی میں آ کر نہ تو اس کی شادی کر دیتا ہے اور نہ کی رسوخ پر آتا ہے- امر دریافت طلب یہ ہے کیا ایسے شخص کے پیچھے جو کسی مسجد میں امام ہو نماز جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

امامت کے لیے کسی متقی پرہیزگار عالم دین کو مقرر کرنا مناسب ہوتا ہے اس لیے پیش امام مذکور کے پیچھے اگرچہ نماز جائز تو

ہو کر لڑکی کو اپنے خاوند کے حوالہ کرنا لازم ہے ورنہ مسلمانوں کو چاہیے اس قسم کے غیر متبع احکام شرع شخص کو امامت سے معزول کر دیں- واللہ علم محمود عفا اللہ عنہ

بغیر طلاق کسی کی عورت رکھنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک دوکاندار ہے جس وقت پیش امام موجود نہیں ہوتا تو وہ نماز پڑھاتا ہے تو ہم کو اس دوکاندار امام کے متعلق اس کے رشتہ داروں نے بتلایا کہ اس کے گھر بغیر طلاق عورت ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو ہم نے پوچھا تو اس نے بتلایا کہ مجھے ٹھٹھہ سے فتویٰ مل گیا ہے تو مجھے طلاق کی ضرورت ہے پھر علماء کرام سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی جس کی وجہ سے تمام لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے رک گئے اور اس کے بعد پھر یہ امام صاحب حج پر تشریف لے گئے اور حج کر کے واپس آ گئے تو ہماری مسجد کا جو پیش امام تھا وہ گزر گیا جو لوگ اس دوکاندار کی امامت کو چاہنے والے تھے انھوں نے اس کو دوبارہ پھر قائم کر دیا جب یہ نماز پڑھانے لگ گیا تو پھر یہ شور ہوا کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو مولوی صاحب نے کہا کہ اس وقت تو میں آپ کو فتویٰ بھی دکھا سکتا ہوں- آپ نماز پڑھ کر دو چار آدمی میرے پاس آئیں تو میں آپ کو فتوی دکھا دوں گا جب آدمی اس کے پاس گئے تو اس نے فتویٰ دکھایا جس پر کسی کی کوئی مہر یا دستخط نہیں تھے ان لوگوں نے کہا کہ آپ اس کا فیصلہ کیوں نہیں لیتے تو جواب ملا کہ جن لوگوں نے مقرر کیا ہے میں انکو نماز ضرور پڑھاؤں گا باقی آپ میرے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور اس کی جو بیوی ہے اس کا گھر والا زندہ ہے جو کہ ہم سے تین میل کے فاصلہ پر ہے اس سے اس عورت کے متعلق پوچھا تو کہ میں نے طلاق نہیں دی اس کے بھائی بھتیجے وغیرہ تمام کو پوچھا مگر انھوں نے بھی یہی جواب دیا اور جس شخص کو اس کے حال کا علم ہو گیا تو کیا وہ اس امام کے پیچھے نماز ادا کر سکتا ہے کہ نہیں اور یہ بات وہ دوسرے نمازیوں کو بتلا سکتا ہے یا کہ نہیں اور ان کی نماز ہو سکتی ہے یا کہ نہیں؟

﴿ج﴾

حسب سوال جب تک نکاح والی عورت کو اس کے خاوند کے ہاں واپس کر کے توبہ نہ کرے امامت کے قابل نہیں یا طلاق لے کر بعد عدت کے خود نکاح کرے- بلا نکاح کسی عورت کو گھر میں رکھنا اور امام مسجد بننا نہایت درجہ جرأت ہے اگر سوال کے مطابق واقع ہے- واللہ اعلم

ہے لیکن مناسب یہ ہے کہ اس سے کہا جائے کہ تم اپنے اس فعل مذکور سے باز آ جاؤ۔ اگر باز آ جائے تو بہتر ورنہ اگر کوئی متقی عالم مل سکے تو اسے پیش امام بنا کر موجودہ امام کو معزول کر دینا مناسب ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

غلط مسائل بتانے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک معصوم بچی پاخانے میں ہاتھ بھر کر قرآن پاک کے ورق پر لگا دے۔ نجاست قرآن پاک کے ورق پر لگ گئی جب بڑے بچے نے جو قرآن پاک پڑھ رہا تھا حافظ صاحب سے کہا کہ آپ کے بچے نے نجاست لگا دی تو حافظ صاحب نے کہا کہ کاغذ سے صاف کر دے اس کے بعد یہ بات بڑوں تک گئی تو حافظ صاحب سے دریافت کیا تو کہا کہ نجاست نہیں سالن کا ہاتھ لگا دیا۔ دیکھا تو نجاست تھی۔ ورق کاٹ کر دوسرا سفید کاغذ لگا کر حروف لکھ دیے۔ اب اصل مسئلہ یہ ہے کہ جس حافظ صاحب نے غلط بیانی کی اور قرآن پاک کا احترام کرنے کے بجائے کہا کہ کوئی حرج نہیں کاغذ سے صاف کر لو تو حافظ صاحب کی اقتداء میں نماز ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

قرآن پاک کے ورق کو جہاں پر نجاست لگی تھی پانی سے صاف کرنا ضروری ہے۔ کاٹنے کی ضرورت نہیں۔ حافظ صاحب کو اس بارے میں سستی اور جھوٹ سے کام نہیں لینا چاہیے۔ اور حافظ صاحب کو غلط بیانی پر توبہ تائب ہونا چاہیے۔ پھر اس کی امامت درست ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۳ ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ

الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۴ ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ

غلط عقیدہ بیان کرنے والے خطیب کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک خطیب نے فضائل حسنین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہوئے کہا کہ حسنین شریفین بہشت میں ہم سب کے سردار ہوں گے۔ تمام اولیاء کے سردار ہوں گے۔ اور تمام انبیاء کے سردار ہوں گے۔ اس موقعہ پر ان کو ٹوکا گیا کہ حسنین شریفین انبیاء کے سردار نہیں ہوں گے۔ خطیب صاحب نے ٹوکنے والے کو چپ کرا دیا اور کہا کہ تفسیر خازن اٹھا کر دیکھو مشکوٰۃ شریف میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے وہ دیکھو۔

لہٰذا مندرجہ بالا گفتگو کو مدنظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب عطا فرماویں۔ (۱) کیا یہ بات درست ہے کہ حسنین شریف جنت میں انبیاء کے سردار ہوں گے۔ (۲) اس قسم کا عقیدہ رکھنے والے کے پیچھے نماز درست ہوئی کہ نہیں۔

﴿ج﴾

خطیب مذکور جاہل ہے۔ کسی تفسیر کی کتاب میں ایسا قول موجود نہیں ہے۔ اور نہ ہی تفسیر خازن اور مشکوٰۃ شریف میں اس کا ذکر ہے۔ لہٰذا فوراً اس کو اپنی بات سے رجوع کرنا چاہیے اور توبہ استغفار کرنا لازم ہے۔ ورنہ امامت سے علیحدہ کر دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۵ محرم ۱۳۹۹ھ

غلط مسائل کی تبلیغ کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

ادریائی سرحد کی وساطت سے آپ کا یہ استفتاء ہمیں ملا۔ سوال میں امام مسجد مولوی عبدالرحمن صاحب پر مندرجہ ذیل الزامات کا ذکر ہے۔

(۱) مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے میں مصروف ہے (۲) قرآن مجید غلط پڑھتا ہے (۳) غلط مسائل کی تبلیغ کرتا ہے (۴) جھوٹ سے کام لیتا ہے (۵) تحریری معاہدہ سے منحرف ہو گیا ہے۔ وغیرہ

﴿ج﴾

مسجد کی منتظمہ کمیٹی و معتمد علیہ نمازی تحقیق کر لیں۔ اگر واقعی یہ الزامات درست ہیں تو ایسا شخص لائق امامت نہیں۔ اس کو

امامت سے ہٹا دیا جاوے اور کسی معتمد علیہ دیندار حنفی المسلک عالم کو امام مقرر کر دیا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۷ ذوالقعدہ ۱۳۹۲ھ

کفار ومشرکین کے جہنم میں دخول کا عقیدہ نہ رکھنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مذکورہ ذیل باتیں کہنے والے پر شرعاً کیا فتویٰ عائد ہوتا ہے۔ کیا ایسے انسان کو مسلمان سمجھا جائے یا اگر ایسا آدمی امام ہو تو اسے امامت پر باقی رکھا جا سکتا ہے۔ کہنے والے کے جملہ یہ ہیں (۱) نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار نے کہا کہ ہم آپ کے ساتھیوں پر غلبہ کیسے حاصل کریں آپ نے فرمایا کہ جب وہ نماز میں کھڑے ہوں تو تم ان پر حملہ کر دو۔ کفار نے ایسا ہی کیا تو کافی صحابہ قتل ہو گئے۔ پھر اس بات کو یہ رنگ دینا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنے رحیم وکریم تھے کہ مشرکوں کو بھی صحیح مشورہ دیا کرتے تھے۔ (۲) قیامت کے روز جب حساب چل رہا ہوگا تو ابلیس رب العزت سے عرض کرے گا کہ اے اللہ تعالیٰ موافق وعدہ **لاملئن جهنم** کے آج جہنم کو انسان اور جنوں سے بھر دو حکم ہوگا کہ چار اماموں سے فتویٰ لو۔ تو ابلیس امام ابوحنیفہؒ کے ہاں پہنچ کر دریافت کرے گا کہ اس کے متعلق کیا فتویٰ ہے۔ امام صاحب فرمائیں گے کہ مغصوب زمین میں اگر غاصب پودے لگائے پھر یہ مسئلہ قاضی کے پاس جائے تو قاضی کا فتویٰ یہ ہوگا کہ زمین تو مالک کو واپس دی جائے۔ رہے پودے تو وہ غاصب نکال کر لے جائے اب رہے اس مسئلہ میں بندے جو خدا کی ملک میں ہے۔ وہ تو سارے کے سارے بغیر حساب جنت میں جائیں گے۔ رہے اعمال کفر و شرک یا گناہ یہ شیطان کے ساتھ جہنم میں جائیں گے۔ جو کہ بمنزلہ پودے ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ جہنم میں فقط کفر و شرک اور گناہ جائیں گے۔ نہ وہ بندہ جو کہ کافر یا مشرک فاسق یا فاجر ہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسلام میں داخل کرانے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی تکلیفیں اٹھائیں۔ **لعلک باخع نفسک ان لایکونوا مؤمنین.** پھر انہیں کے قتل کی تجویز کفار کو بتلانا۔ اسلام کی بنیاد کو اکھیڑنا نہیں تو اور کیا ہے۔ ایسی بات کی نسبت آپ کی طرف کرنا انتہائی بے وقوفی اور جہالت اور افترائے عظیم ہے۔ کسی مسلمان آدمی کا قتل گناہ کبیرہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں۔ **الدنیا وما فیها اهون علی الله من قتل رجل مسلم او کما قال** اور فرماتے ہیں **سباب المسلم فسوق وقتاله کفر** پھر ان واضح ارشادات کے بعد خود ہی افضل المسلمین صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم کے قتل وقتال اور ان کی مغلوبیت کا مشورہ کس طرح دے سکتے ہیں۔ (والعیاذ باللہ) ایسی بات کا قائل دین سے عاری ہے اور **من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار** (الحدیث) کا مصداق ہے (۲) یہ بات محض جھوٹ افترا اور کفریہ کلام ہے۔ اس میں نصوص قرآنیہ محکمہ واحادیث صریحہ بکثرت وارد ہیں اور اس پر اجماع امت ہے۔ کہ خود کفار ومشرکین **بذواتهم واشخاصهم واجسادهم** خلود ابدی کے ساتھ جہنم میں رہیں گے مشرکین وکفار کے خلود ابدی فی النار کا انکار کفر ہے۔ ایسے شخص کی امامت جائز نہیں اور نہ اس سے تعلقات رکھنا روا ہے۔ بلکہ اس پر تجدید ایمان وتوبہ علی العلانیہ لازم ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ محرم ۱۳۷۹ھ

صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھانے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ایک امام مسجد ٹوپی کپڑے والی پہن کر امامت کراتا ہے۔ اس کو مقتدیوں نے کئی دفعہ کہا ہے کہ آپ ٹوپی پر پگڑی باندھ کر امامت کرایا کریں۔ مگر وہ اس چیز پر مصر ہے کہ میں تو ٹوپی پہن کر ہی امامت کراؤں گا۔ ٹوپی پہن کر یا ٹوپی پر پگڑی پہن کر میں سے کون سا عمل افضل ہے؟ (۲) اگر وہ اس کو نہ مانے کہ میں پگڑی کے بغیر ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھاؤں گا تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ کہ افضل کو چھوڑ کر ادنیٰ کو فوقیت دیتا ہے۔

﴿ج﴾

ٹوپی سے نماز پڑھنا نیز امامت کرنا جائز ہے۔ البتہ پگڑی سے نماز وامامت افضل ہے۔ اور افضل پر عمل بہتر ہے۔ لیکن اگر وہ پگڑی ہونے کے باوجود ٹوپی سے نماز پڑھاتا ہے تو امام ایک جائز پر عمل کرنے کی وجہ سے مستحق اعتراض نہیں ہے اور مقتدیوں کو بار بار کہنا اور پگڑی سے امامت کرانے پر اصرار کرنا اس کے خلاف استفتاء حاصل کرنا اور پھر اس کے ذریعہ سے اسے پہننے پر مجبور کرنا اور نہ پہننے پر ملامت کرنا ایک خلاف اولیٰ پر ہرگز جائز نہیں۔ امام کا احترام اس سے زیادہ ہے۔ فقط واللہ اعلم

حضرت حسینؓ کو تمام اصحاب رسول پر فضیلت دینے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد اگر لوگوں کو اس طرح کی ہدایت کرے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام

جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ عنہ وحضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ وحضرت علی کرم اللہ وجہہ ان سارے اصحاب سے حضرت امام حسینؓ کا مرتبہ بلند ہے۔ بلکہ یہ بھی ساتھ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ سارے اصحاب حضرت امام حسین کے غلام تھے۔

کیونکہ حضرت امام حسین نے لکھ کر دیا تھا کہ آپ ہمارے غلام اور اصحاب رسول نے سند سمجھ کر اپنے پاس رکھ لیا جو وہ قبر تک موجود رہا۔ کیا ایسے عقائد رکھنے والے امام مسجد کے پیچھے اہل سنت والجماعت کی نماز ہوجاتی ہے یا نہیں۔ اور یہی امام مسجد ایک مطلقہ عورت کی عدت طلاق ختم ہونے سے پہلے دوسرے خاوند ہونے والے کے گھر بٹھادیوے اور کئی دن تک عورت مرد اکٹھے کھاتے پیتے رہیں۔ تو ایسے امام مسجد کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ مولوی صاحب خود جانتے ہیں کہ جب تک عدت ختم نہ ہو تو دوسرے شخص کے ساتھ مطلقہ عورت نہیں رہ سکتی۔ اور پھر یہی مولوی صاحب حکم دیتے ہیں۔ بلکہ خود لے جاکر اس شخص کے گھر مطلقہ عورت کو رہنے پر مجبور کرکے کچھ عرصہ تک اس کے گھر میں رہائش کراتے ہیں۔ اس قسم کے مولوی صاحب کے متعلق علماء دین کیا حکم فرماتے ہیں۔

﴿ج﴾

سوال میں درج کیا گیا عقیدہ ایک غلط عقیدہ ہے۔ اہل سنت حضرات کا متفقہ اور مسلمہ عقیدہ یہ ہے کہ حضرات شیخین بلکہ خلفاء راشدین تمام امت سے افضل ہیں۔ اس طرح کی ضعیف اور موضوع روایات سے استدلال کرنا علم کی نہیں بلکہ جہالت کی دلیل ہے۔ ایسے شخص کو امام نہ رکھا جائے۔ بلکہ فوراً معزول کرکے کسی معتمد صحیح العقیدہ عالم کو امام مقرر کیا جائے۔ ساتھ ہی عدت والی عورت کو کسی اجنبی شخص کے گھر میں بٹھانا بھی سخت گناہ ہے۔ لیکن تحقیق ضروری ہے کہ کیا واقعی امام مذکور نے یہ حرکت کی ہے۔ یا ایسے خیالات کی اشاعت کی ہے یا نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غلط مسائل بتانے والے کا امام بننا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا ایک نابالغ لڑکی سے نکاح ہوا۔ کچھ عرصہ (چھ ماہ) بعد لڑکی کی والدہ بیوہ ہوگئی ہمارے امام مسجد نے فتویٰ دیا کہ نابالغ کو طلاق دے کر اس کی والدہ کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے۔ ہذا عمل درآمد کرایا گیا۔ اب اس بیوہ مذکورہ جس کا نکاح شخص مذکور سے کردیا گیا حاملہ ہے۔ ہمارے علاقہ کے رواج کے مطابق اس شخص نے اس بیوہ عورت کے رشتہ داروں کو رشتہ دیا۔ اب علماء کرام اس نکاح کو حرام کہتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر حرام ہے تو مولوی صاحب کو کیا سزا ملنی چاہیے۔ اور یہ نماز پڑھانے کے قابل ہے یا نہیں؟ اور اس شخص کے متعلق کیا کیا جائے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں امام مسجد نے غلط فتویٰ دیا۔ ساس کے ساتھ نکاح حرام ہے چاہے لڑکی نابالغہ غیر مدخولہ ہو۔ اس شخص کو فوراً بیوہ سے الگ کردینا لازم ہے۔ مولوی صاحب نے جو فتویٰ دیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کم علمی اور جہالت کی بناء پر دیا ہے۔ مولوی صاحب کو اب توبہ کرنا لازم ہے۔ اور آئندہ کے لیے اس پر ضروری قرار دیا جائے کہ علم دین حاصل کرے۔ یا فتویٰ سے میل جول رکھے۔ تاکہ صحیح معنی میں امام بن سکے۔ اگر وہ اس کے لیے تیار نہ ہو تو اسے امامت سے الگ کرکے کوئی دیندار اور عالم دین شخص کو امام بنادیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بے تحقیق فتوے لگانے والے کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی صاحب نے کہا کہ جو شخص غیر مقلد کو مسلمان کہے اور اس کے پیچھے نماز درست سمجھے وہ بے ایمان ہے۔ مولوی صاحب کو بہت کچھ کہا گیا ہے کہ یہ حکم نہ لگائیں۔ اس سے توبہ کریں لیکن مولوی صاحب اپنی بات پر جما ہوا ہے اور توبہ نہیں کرتا کیا اس مولوی صاحب کو امام مسجد مقرر کرنا درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اگر اس بات کا یقین ہو کہ غیر مقلد مذکور ہمارے مذہب کے تمام شرائط وارکان وواجبات وسنن نماز کی رعایت کرتا ہے تو اس کے پیچھے اقتداء کرنا بلا کراہت درست ہے۔ اور یہ یقین ہو کہ شرائط وارکان نماز کی رعایت نہیں کرتا تو اس کے پیچھے اقتداء کرنی درست نہیں۔ اور اگر یہ یقین ہو کہ واجبات کی رعایت نہیں کرتا یا رعایت وعدم رعایت کا کوئی پتہ نہ ہو تو اس کے پیچھے اقتداء کرنا مکروہ ہے۔ قال فی الدر المختار علی هامش ردالمحتار ج ۱ ص ۴۱۶ و مخالف کشافعی لکن فی وتر البحر ان تیقن المراعاة لم یکره او عدمها لم یصح و ان شک کره۔

چونکہ مندرجہ بالا تفصیل ہے اس لیے غیر مقلد کے پیچھے نماز درست نہ سمجھنے والے کو بے ایمان کہنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ غیر مقلد کی امامت میں مندرجہ بالا تفصیل ہے۔ البتہ ایسے شخص کو امام مقرر کرنا بغیر توبہ کیے مصلحت شرعیہ کے خلاف ہے اور مکروہ ہے۔ لہٰذا بغیر توبہ تائب ہوئے مقرر نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایسی حرکات کرنے والے کی امامت کا حکم جن سے شبہات پیدا ہوتے ہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عنایت پور بستی کی جامع مسجد میں جو امام مسجد مقرر ہیں۔ بستی کے مقتدیوں کو ان میں کچھ خامیاں نظر آئیں۔ جن سے امام مسجد بھی اقراری ہے۔ اس لیے ان خامیوں کے بارے میں فتویٰ دریافت ہے۔ حرکات یہ ہیں (۱) ۱۲'۱۳ سالہ بچے سے گھٹنوں سے اوپر تک ٹانگیں دبوانا۔ جب کہ بچے دوسرے قریباً ۷'۸ بچے نزدیک ہی چراغ جلا کر فرش پر قرآن کریم پڑھ رہے ہوں اور اس فاصلہ کے درمیان کوئی پردہ کی آڑ نہ ہوا اور امام مسجد چارپائی پر لیٹ کر اس عمل میں مشغول ہوں۔ (۲) ۶'۷ سالہ بچے کو اس طریقہ کا پیار کرنا کہ بچے کی گال پر دانت کے نشان پڑ جائیں۔ (۳) ان بچوں کے ساتھ اس قسم کے مذاق کرنا کہ امام مسجد ان بچوں کے اوپر اتنا پانی پھینکے کہ بچوں کے کپڑے تمام تر ہو جائیں۔ اور بچے امام مسجد پر پانی پھینکیں اس طریقہ سے کھیلنا۔ (۴) امام مسجد کا ایک جھوٹ ثابت ہوا کہ جن دنوں میں امام مسجد صاحب مسجد ہذا میں تشریف لائے۔ مقتدیوں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ شادی شدہ ہیں انہوں نے جواب دیا میں شادی شدہ نہیں ہوں اکیلا ہوں۔ مجھے صرف روٹی کپڑے کی ضرورت ہے لیکن ابھی چند دن ہوئے ان کے والد صاحب آئے تھے ان سے زبانی معلوم ہوا کہ ان کا نکاح ہو چکا ہے۔ صرف چار ماہ تک رخصتی ہونی ہے اس بات کا امام مسجد اقراری ہو چکے ہیں' کیونکہ ایک حرکت پیشتر کر چکے تھے۔ معافی دے کر سمجھا دیا گیا تھا کہ آئندہ ایسی حرکات نہ ہونی چاہئیں لیکن اب پہلے سے زیادہ حرکات کی گئیں اور اس وقت بھی امام مسجد صاحب معافی کے خواست گار ہیں۔ اس لیے ہم اہالیان بستی اب قرآن کریم کے فیصلہ پر متفق ہوتے ہیں۔

﴿ج﴾

جب امام معافی کا خواست گار ہے اور نادم ہے تو اس کی امامت جائز ہے۔ امام پر لازم ہے کہ وہ آئندہ اس قسم کی حرکات ہرگز نہ کرے۔ جو شرعاً منع ہوں یا جس سے لوگوں میں شبہات پیدا ہوں۔ امام کو دیندار صالح اور متقی ہونا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

غلطی سے نکاح درج کر دینے پر تائب شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک مولوی رجسٹرار نکاح نے مقدمہ تنسیخ شدہ کا کسی مغالطہ پر نکاح درج کر دیا۔ اس کے بعد اس نے اندراج کو خطا سمجھ کر مسجد میں لوگوں کے سامنے توبہ تائب اور نادم ہوا۔ ایسے مولوی کی اقتداء نماز میں جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر غلطی سے اس نے ایسا کام کر لیا ہے اور پھر معلوم ہو جانے پر صدق دل سے توبہ تائب ہو گیا ہے تو بنا بر حدیث التائب من الذنب کمن لا ذنب له۔ یہ شخص امامت کا اہل ہے۔ اس کے پیچھے نماز درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مسجد کے چندہ سے کچھ رقم چھپا لینے کے بعد توبہ کر لینے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسجد کا امام ہے اور اس کی تنخواہ بھی مقرر ہے اور جمعہ کے روز نماز جمعہ کے بعد چندہ برائے مسجد کیا جاتا ہے۔ امام مذکور نے اس چندے میں سے دو تین دفعہ کچھ پیسے چھپا لیے اور اس کا اعتراف بھی کر لیا اور مقتدیوں سے معافی بھی مانگ لی۔ تو کیا اب جب کہ اس نے توبہ کر لی اور معافی مانگ لی تو اس کی امامت درست ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ امام مذکور اگر صدق دل سے توبہ تائب ہو چکا ہے اور جو رقم مسجد کی اس نے اٹھائی ہے۔ وہ مسجد کے چندہ میں جمع کر دے۔ تو اس کی امامت درست ہے۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب له. الحدیث۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد انور شاہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۴ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ

بدکاری کے ارتکاب کے بعد تائب شخص کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امام مسجد زنا کا مرتکب ہوا ہے بستی والوں نے اسے بستی سے عرصہ دو سال تک نکال دیا عرصہ دو سال کے بعد وہ توبہ تائب ہوا کہ آئندہ میں ایسا فعل ہرگز نہ کروں گا اور توبہ اور معافی کا اظہار کرتا ہے تو کیا اب بعض لوگ اس کی امامت سے متنفر ہیں اور بعض راضی کیا اب وہ شخص از روئے شرع شریف بعد از توبہ قابل امامت ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر شخص مذکور تائب ہو گیا ہے اور اس میں اخلاص و راستبازی کے آثار ظاہر ہیں اس کی حرکات چال چلن سے یہ معلوم ہو... تو یہ حقیقت پر مبنی ہے اور وہ واقعی اپنے کیے پر نادم ہے تو اسے امام بنانے میں کوئی حرج نہیں اور اگر آثار اخلاص کے ظاہر نہیں تو احتیاطاً امام نہ بنایا جاوے۔ منصب امامت کے لیے کامل تقویٰ کی ضرورت ہے۔ البتہ اس سے نفرت بھی نہ کی جاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ناجائز چندہ جمع کرنے کے الزام کے بعد امامت کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید جو کہ حافظ قرآن ہے وہ ایک مسجد میں عرصہ آٹھ سال سے امام و مدرس ہے۔ آج تک اس سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی اور مقتدیوں کا اس پر پورا اعتماد ہے۔ یہی زید ایک مدرسہ کا ناظم بھی ہے۔ تقریباً مدرسہ ہذا میں آٹھ سال سے مدرس ہے اور نظامت بھی اس کے سپرد رہی اس کام کو ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ تک ایمانداری سے کرتا رہا۔ ذاتی دشمنی کی وجہ سے اس پر ایک آدمی نے الزام لگایا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ مدرسہ ہذا کا چندہ اکٹھا کرتا تھا۔ تو جو رسید بک اس کو دی گئی تھی وہ ختم ہوئی اور اس کی رقم بھی مدرسہ میں جمع کرا دی۔ ... رمضان شریف میں رسید بک نہ ہونے کی وجہ سے ایک پرانی رسید بک پر جو پہلے ہی اس کے پاس تھی چندہ جمع کرنا شروع کیا۔ انتظامیہ کو اطلاع دیے بغیر اور جو چندہ جمع کیا تھا۔ وہ مدرسہ کے حوالہ کر دیا۔ اس پر اس کے ایک مخالف نے مشہور کر دیا کہ حافظ صاحب ایک ناجائز رسید بک پر چندہ جمع کرتا ہے۔ حالانکہ وہ بھی مدرسہ کی چھپی ہوئی رسید بک ہے۔ اور اس پر ایک مولوی صاحب نے فتویٰ دیا کہ اس حافظ صاحب کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ تو مدرسہ والوں نے باعزت طور پر ان کو رخصت کر دیا۔ تو اس حافظ کی امامت جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال اس شخص کی امامت بلا کراہت جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم محرم الحرام ۱۳۹۷ھ

مرزائیوں کے خلاف تحریک میں جیل جانے کے بعد معافی پر رہائی حاصل کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ہمارے چک کے امام مسجد صاحب جو ... موضع ... ہیں اور ان میں امامت کی صلاحیت بھی ہے مظاہر العلوم سہارن پور کے مستند بھی ہیں وہ تحریک خلاف مرزائیت میں رضاکاروں کے ساتھ جیل میں گئے تھے۔ پھر وہ معافی مانگ کر باہر آ گئے تھے وہ کہتے ہیں کہ میں بیمار تھا اور بیماری کی وجہ سے میں معذور تھا۔ اب چند لوگوں کو یہ بہانہ مل گیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ جن لوگوں نے معافیاں مانگی تھیں وہ مسلمان ہیں یا نہیں اور ان کی امامت نماز شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

... مذکور میں اور کوئی خلاف شرع باتیں نہ ہوں تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا درست ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

ایسے استاذ کی امامت کا حکم، جس نے طلبہ کو مباح کام کا حکم دیا اور طلبہ مباح سے تجاوز کر گئے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مسئلہ ذیل میں کہ زید ایک مسجد کا امام ہے اور بچوں کو تعلیم بھی دیتا ہے لیکن زید نے اپنے متعلمین سے یہ کہا کہ پانی ... وغیرہ پکانے کے لیے ڈسٹرکٹ بورڈ کی حدود میں جو درخت ہیں ان درختوں کی سوکھی ہوئی شاخیں لا کر جلا لیا کرو۔ زید نے یہ مباح سمجھ کر اپنے متعلمین سے کہا تھا۔ مگر متعلمین بجائے شاخوں کے موٹی لکڑیاں کاٹ کرلانے لگے اور ... میں استعمال کرنے لگے۔ اس واقعہ پر بکر نے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ زید جو کہ امام مسجد ہے کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے کیونکہ زید نے اپنے متعلمین کو چوری کا حکم دیا ہے۔ لیکن زید اس چیز سے لاعلمی کا اظہار کرتا ہے اور اس طرح ڈسٹرکٹ بورڈ کی حدود سے لکڑیاں کاٹ کرلانے کو خود بھی ناجائز سمجھتا ہے۔ لیکن بکر اپنی بات پر مصر ہے۔ اور ایک ہی مسجد میں دوسری جماعت علیحدہ کھڑی کر کے مسلمانوں میں جدائی ڈالنے کا سبب بن رہا ہے۔ فتویٰ کیا ہے۔

﴿ج﴾

بہر صورت جب تک زید مسجد کا امام ہو اور اسے معزول نہ کیا گیا ہو اس وقت تک اس کی اجازت کے بغیر دوسرا کوئی شخص امام بنے اور مسجد میں جماعت ادا کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ اور یہاں تو امام مسجد پر بظاہر کوئی الزام ہی نہیں ہے۔ جبکہ امام صاحب اس الزام کی تردید کر رہا ہے۔ بہر صورت مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنا حد سے زیادہ برا فعل ہے۔ اس سے تو بہر حال اس امام کے پیچھے ہی نماز پڑھنا اولیٰ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

فسق وفجور سے توبہ کر لینے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی دین محمد ولد امام دین جو ۲۰ سال سے لے کر ۳۵ سال کی عمر تک ارتکاب کرتا رہا۔ جس کے چند گناہ درج ذیل ہیں۔ ایک قتل بے گناہ اور عورت کو طلاق دینے کے بعد گھر میں رکھا اور پھر ... نکال دیا۔ جھوٹی گواہیاں دینا اور بیل جو اس کے کھیت میں جاتا ہے اس کو وہاں ہی مار دیتا تھا۔ صغیرہ گناہوں کی تو ... نہیں بعد ۳۵ برس کے اس نے تمام گناہوں سے توبہ کر کے علم دین حاصل کرنا شروع کیا۔ چند سال کے بعد قرآن مجید ... قرأت حفظ کیا۔ اب اس نے علی الاعلان لوگوں کے سامنے توبہ کی اور سب لوگوں سے معافی مانگ لی ہے۔ اور اللہ ... کے دربار میں بھی تائب ہوا ہے۔ صرف مقتول کے وارثوں سے معافی نہیں مانگتا اور ان کا جنازہ بھی نہیں پڑھتا اپ... کے تمام مولوی صاحبان سے علمی فوقیت رکھتا ہے۔ صاحب جائیداد (غنی) ہے۔ گاؤں کی جامع مسجد میں امام اور خطیب ... ضرورت ہے۔ اب کیا از روئے شریعت یہ شخص امامت خطابت کے فرائض سر انجام دے سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ واضح رہے کہ گناہ متعدد قسم کے ہوتے ہیں بعض گناہوں کا تعلق حقوق اللہ سے ہوتا ہے۔ اور بعض ... حقوق العباد سے ہر ایک گناہ سے توبہ کرنے کی نوعیت کچھ مختلف سی ہے۔ اگر حقوق اللہ میں سے کسی فریضہ مثلاً نماز کا تا... وغیرہ رہا ہے تو اس سے توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ اس پر پشیمان اور نادم ہو کر رب سے معافی مانگ لے اور اس فریضہ کی قضا لائے۔ اور اگر کسی حرام کام کا ارتکاب کر چکا ہے تو آئندہ کے لیے اس کے ترک کا پختہ عزم کرنا کافی ہے۔ اور اگر حقوق العباد سے متعلق ہے تو ایسی صورت میں رب تعالیٰ سے معافی مانگ لینے کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی توبہ کے لیے ضروری ہے کہ اس حق والے کا حق ادا کر دے اور اس سے معافی مانگ لے۔ صورت مسئولہ میں شخص مذکور اگرچہ دیگر لوگوں سے معافی لے کر حقوق معاف کرا چکا ہے لیکن اولیاء مقتول کا حق بدستور اس کے ذمہ باقی ہے لہٰذا جب تک ان سے معافی لے کر یہ حق معاف نہ کروالے یا کوئی صلح صفائی ان کے ساتھ نہ کر لے۔ تب تک یہ توبہ ناکافی کہلائے گی۔ اور وہ جامع مسجد کی امامت، خطابت کا اہل نہ بن سکے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نامرد ہو جانے والے اور زنا سے توبہ کرنے والے کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص پیدائشی مخنث نہیں لیکن بعد میں کسی بیماری کی وجہ سے یہ شخص مذکور نامرد ہو گیا

یعنی عورت کے قابل نہیں رہا۔ ویسے یہ شخص نیک بھی ہے اور اہل علم وفضل بھی ہے۔ کیا اس شخص کو مستقل امام بنایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ یہ لوگوں کی نماز اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایک شخص بہت بدزاتی ہے یہاں تک کہ اس شخص نے کسی قسم کا زنا بھی نہیں چھوڑا یعنی زنا کی کوئی ایسی قسم نہیں کہ اس شخص نے چھوڑی ہو۔ لیکن شریعت کے باقی احکام بجالاتا ہے۔ یعنی نماز بھی پڑھتا ہے اور روزہ بھی رکھتا ہے اور قدرے ... مرجع ہے۔ اگر یہ شخص خالص دل سے توبہ کر لے اور آئندہ کے لیے عہد کرے کہ ایسا کبھی نہیں کروں گا تو کیا یہ شخص مستقل طور پر لوگوں کا امام بن سکتا ہے یا نہیں؟ کیا اس کے پیچھے لوگوں کی نماز درست ہے یا نہیں؟ سائل خادم العلماء بشیر احمد

﴿ج﴾

یہ شخص امام بن سکتا ہے اس کی امامت میں کوئی قباحت نہیں۔

(۲) خالص توبہ کرنے کے بعد یہ شخص امام بن سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کیا مردے نہلانے کا کام کرنے والے کے پیچھے نماز جائز ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ میت کو نہلانے کا اجر کتنا ہے اور میت کو غسل دینے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ ہمارے اندر اختلاف ہو گیا ہے۔ ایک کہتا ہے کہ اس کو تمام گناہوں سے پاک کر دیتا ہے اور ایک کہتا ہے کہ اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ سائل فتح محمد دہاڑی

﴿ج﴾

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ میت کو غسل دینے میں بہت ثواب ہے۔ حتیٰ کہ جب کوئی دوسرا نہ ہو تو وہاں فرض ہو جاتا ہے اور خلوص کے ساتھ للہ کسی مسلمان کی خدمت کرنے کی غرض سے غسل دینا بہت نیک کام ہے لیکن اس کو پیشہ بنا کر ذریعہ معاش بنایا جاوے تو جہاں جہاں اس پیشہ کرنے والے کو حقیر اور ذلیل سمجھا جاوے وہاں اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ لہٰذا اصول میں دونوں باتیں اپنی جگہ صحیح ہیں۔ واللہ اعلم۔

مردہ شوئی کا کام کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص زید امام مردہ شوئی کا کام کرتا ہے۔ تو کسی نے کہا کہ مردہ شو امام مسجد کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اب استفسار یہ ہے کہ کیا یہ درست ہے۔

(۱) کہ ایک مولوی صاحب مثلاً خالد نے کہا کہ امام مسجد اگر مردوں کو غسل دے اس کے پیچھے نماز بلا کراہت بلاشبہ جائز ہے۔ مردہ کو غسل دینا بڑے ثواب کا کام ہے۔ غسل کی اجرت بھی جائز ہے مگر افضل یہی ہے کہ اجرت نہ لی جاوے۔ نیز امام مذکور کو حقارت سے نہ دیکھا جائے اور اس کے پیچھے نماز پڑھی جاوے۔

(۲) عرف کے بدلنے سے بعض احکام بدل جاتے ہیں۔ تتغیر الاحکام بتغیر الزمان (شامی).

بے شک پہلے اچھے لوگ اچھے لوگوں کو غسل دیتے تھے۔ صحابہ تابعین، تبع تابعین میں یہ رواج تھا۔ مگر پیشہ نہ تھا۔ اب بھی ایسا ہوتا ہے۔ اچھے لوگوں علماء حقانی صوفیاء کرام اولیاء اللہ کو غسل دینے میں بڑے بڑے اچھے لوگ شریک ہوتے ہیں۔ لیکن بطریق پیشہ نہیں بلکہ ثواب اور برکت حاصل کرنے کے لیے غسل دینے میں شریک ہوتے ہیں۔ مگر مردہ شوئی کا پیشہ اختیار کر لینے والے کو حقیر و ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ تعظیم و تکریم نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں لہٰذا امام مسجد کے لیے جائز نہیں کہ مردہ شوئی کا کام کرے۔ قدوری کے حاشیہ میں ہے۔ مضمرات سے نقل کیا گیا ہے۔ ولا یجوز للامام الحی ان یغتسل للمیت الخ. مضمرات قدوری مترجم پشاوری چھاپ ص ۸۶ حاشیہ نمبر ۱۰ لہٰذا امام مسجد کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر نہیں کراہت سے خالی نہیں۔ اب استفسار یہ ہے کہ دونوں مولویوں میں سے کس مولوی صاحب کا قول معتبر ہے تاکہ اس پر عمل کیا جاوے۔ بینوا و توجروا

﴿ج﴾

اموات کو ائمہ مساجد غسل دلائیں یہ درست ہے۔ حقیر جاننے والے بے وقوف ہیں۔ امام تو کچھ مسائل جانتا بھی ہے۔ صحیح غسل دے گا۔ امام سے غسل بند کراتے ہیں تو دوسرے پیشہ ور تو بالکل ہی غلط سلط غسل دیں گے۔ اب رہی بات پیشے والے کی۔ تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ امام کو تنخواہ دیں کہ اس کو تندرستی انتہائی مدد دے سکے۔ یہ فعل حسن ہو اپنے غلط طرز عمل کے باعث اہانت بنانے کے اہل محلہ خود ذمہ دار ہیں۔ واللہ اعلم۔

محمد عاشق الٰہی عفا اللہ عنہ دار العلوم کراچی

جواب صحیح۔ بندہ محمد شفیع

[illegible]

رمضان ۱۳۹۲ھ

جواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دور جہالت کا ہے اور لوگ دین سے غافل ہو رہے ہیں۔ پس بہتر یہی ہے کہ وارثان میت اپنی میت کو غسل دیں۔ جیسا کہ بہشتی زیور وغیرہ میں طریق غسل و کفن تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔ مگر بوجہ جہالت و نادانی اگر لوگ اس فریضہ کو انجام نہ دیں اور ائمہ مساجد غسل دیں تو کوئی حرج نہیں کہ جب احتیاط سے کام کریں اور کپڑے و بدن کو صاف ستھرا رکھیں اور اجرت لینا بھی جائز ہے۔ پس ایسے ائمہ مساجد کے پیچھے نماز جائز ہے۔

مردے نہلانے کے کام کو اپنی ڈیوٹی قرار دینے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کے ایک آدمی نے مردے نہلانے کا کام اپنے ذمے کر رکھا ہے۔ اور دو موضع کے مردے کو غسل دینا اور نہلانا اپنی ڈیوٹی اور اپنے لیے ملکیت کر رکھی ہے۔ کیا اس آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا یا جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ یہ بات بھی ہے اگر کوئی آدمی اس مولوی سے مردہ نہلوائے یعنی غسل کا کام نہ کرائے تو مولوی صاحب ان سے بائیکاٹ کر دیتا ہے۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

مردہ کو غسل دینا جائز کام ہے۔ خواہ اجرت لے کر خواہ بلا اجرت۔ درمختار ص ۶۳۴/ج ۱ میں ہے۔ (والافضل ان یغسل) المیت (مجانا فان ابتغی الغاسل الاجر جاز' ان کان ثمة غیره والا لا) لتعینه علیه وینبغی ان یکون حکم الحمال والحفار کذالک سراج.

لہٰذا اس کی امامت درست ہے لیکن اگر وہ کسی اور کو غسل دینے کی اجازت نہیں دیتا اور کسی اور کے غسل دینے کی صورت میں اس کے ساتھ بائیکاٹ کر دے یا جو ان سے مردہ نہ نہلائے۔ ان سے بائیکاٹ کر کے بول چال بند کر لیتا ہے تو مومن کے ساتھ بلا وجہ شرعی قطع تعلق فسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ ہے۔ لہٰذا اس کی امامت مکروہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

میت کو غسل دینے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر امام مسجد غسل میت دے تو جائز ہے یا نہیں۔ اس کو ذرا تفصیل سے بیان فرمادیں۔

﴿ج﴾

اصل تو یہ ہے کہ مردے کو اس کے عزیز و اقارب غسل دیں اگر کسی کو غسل دینا نہیں آتا تو اس کو سیکھنا چاہیے۔ باقی امام مسجد کا غسل دینا جائز ہے بلکہ اس صورت میں جب کہ کوئی دوسرا غسل دینے والا موجود نہ ہو تو واجب اور ضروری بھی ہو جائے گا۔ غسل کی اجرت لینا مختلف فیہ ہے اجرت نہ لینا بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ولی حسن دار الافتاء مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی نمبر ۵

الجواب صحیح محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ دار الافتاء دار العلوم کراچی نمبر ۱۴

الجواب صحیح عبداللہ رائے پوری مدرس مدرسہ رشیدیہ ساہیوال

الجواب بعون اللہ الوھاب

میت کو غسل دینا ائمہ مساجد کے لیے موجب تحقیر واہانت ہرگز نہیں مگر لوگ محض اتنی بات پر ان کو حقیر سمجھتے ہیں تو ان کی جہالت ونادانی ہے۔ البتہ ائمہ مساجد اس کو بہ طور ایک پیشہ کے اختیار کریں کہ اس کو کمائی کا ایک ذریعہ سمجھتے ہوں تو اس صورت میں لوگ طبعاً اس کو حقیر سمجھیں گے اور یہ ضروری ہے کہ مقتدیوں کی نگاہوں میں امام مسجد ہر پہلو سے قابل احترام اور معزز ہو اور اگر یہ چاہتے ہوں کہ ہمارا امام واقعی معزز وقابل احترام رہے تو وہ اس کی اتنی مالی خدمت کریں اور ضروریات زندگی کے اعتبار سے مطمئن کر دیں کہ وہ غسل میت کا ایک شرعی عمل کسی اجرت کے بغیر کیا کرے اور یقیناً ایک عالم دین یہ کام احسن طریقہ سے اور سنت کے موافق سرانجام دے گا۔ غسل میت پر اجرت لینا فی نفسہ جائز ہے اور مقتدیوں کی بے توجہی اور کم توجہی سے امام مسجد مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ اجرت لیتا اور یہ کام کرتا ہے۔ اس لیے محض اس بناء پر حقیر سمجھنا اور اس کی اقتداء میں نماز مکروہ قرار دینا درست نہیں ایسے ائمہ مساجد کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔ کسی شیطان کے پیچھے لگ کر جماعت ترک نہیں کرنی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مفتی سیاح الدین کاکا خیل صدر مدرس ومفتی مدرسہ اشاعت العلوم جامع مسجد لائل پور

۲ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ

غسل دینا ایک اسلامی کام ہے غسل دینے سے ثواب ہوتا ہے اور بڑے بڑے بزرگوں نے غسل دیے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی غسل دیے پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ غسل دینے والے کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ یہ بڑی جہالت ہے اگر جہلاء کے خیال کے مطابق غاسل کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ سمجھا جائے یا اس کو حقارت سے دیکھا جائے تو آئندہ مسلمانوں کو کوئی بھی غسل دینے والا نہیں ملے گا۔

غسل میت کا شرعاً حکم یہ ہے کہ میت کے ولی پر لازم ہے کہ وہ غسل دے اگر وہ غسل نہ دے تو کوئی نیک شخص متقی پرہیزگار ہو۔ ویستحب للغاسل ان یکون اقرب الناس الی المیت فان لم یعلم الغسل فاھل الامانة والورع' کذا فی الزاھدی . فتاوی عالم گیری (ص ۱۵۹) ھکذا فی صغیری ص ۲۸۷ اور دیہاتوں میں امام مسجد سے غسل دلواتے ہیں۔ چونکہ امام مسجد مسائل جانتے ہیں اور اپنی نظروں میں پرہیزگار ان کو جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ صحیح طور پر غسل دیں گے اگر امام مسجد اجرت غسل کی لیں تو اجرت بھی جائز ہے گو بہتر نہیں۔ مگر جائز ہے۔ والافضل ان یغسل المیت مجانا فان ابتغی الغاسل الاجر جاز ان کان ثمة غیرہ و الا لا ج ا /ص ۶۳۴ ترجمہ افضل یہ ہے کہ بغیر اجرت کے غسل دیا جائے۔ اگر اجرت لے تو بھی جائز ہے۔ جبکہ کوئی اور بھی غسل دینے والا ہو ورنہ نہیں۔

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب فتاوی دار العلوم دیوبند ص ۵۲ پر لکھتے ہیں۔

میت کو نہلانے والے کی امامت کا حکم

کیا چالیس مردے نہلانے والا بہشتی ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ دیکھا گیا ہے آج کل شہر سے باہر دیہات میں جو ملاں ہیں۔ اکثر مردہ شوئی بااجرت کرتے ہیں اور امامت یعنی نماز بھی پڑھاتے ہیں کیا ان کے پیچھے نماز ہوگی یا نہ۔ یعنی پڑھی جائے یا نہ نیز ایک صاحب حنفی المذہب جو حافظ القرآن پاک ہے۔ نماز بھی پڑھاتے ہیں اور مردہ شوئی بھی کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جو چالیس مردہ نہلائے وہ بہشتی ہے۔ کیا یہ درست ہے۔ براہ کرم اس مسئلہ پر مکمل جواب دیتے ہوئے راہبری فرمائی جاوے باری تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے گا۔ والسلام

﴿ج﴾

مردہ شو کے پیچھے اگرچہ نماز درست ہے۔ نیز غسال اجرت غسل بھی لے سکتا ہے لیکن اگر کسی جگہ عرف میں اس کی امامت سے لوگ نفرت کرتے ہوں تو وہاں امامت اس کی مکروہ ہوگی۔ علامہ شامی نے اعرابی' عبد ولد زنا کی امامت کی کراہت کی علت تنفر جماعة لکھی ہے۔ اگر مردہ شو میں اس علت کا تحقق ہو۔ تو یہاں بھی مکروہ ہے۔ لیکن اگر وہ سب قوم سے افضل واعلم ہے تو قوم کو چاہیے کہ اس کی امامت پر راضی ہوں۔ نیز اس کو بھی چاہیے کہ عالم ہوتے ہوئے موجب نفرت کام سے بچے باقی غسل میت کے بارہ میں جو ثواب ہے وہ اس صورت میں ہے۔ جب کہ حق مسلم کے ادا کرنے کی نیت سے ہو۔ اجرت لینے کی صورت میں کوئی ثواب نہیں ملتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

میت کو نہلانے والے کے جنازہ میں امام بننے کا حکم؟

﴿س﴾

میت کو نہلانے والا نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے یا نہیں۔ فرض نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

مردوں کو نہلانا گناہ نہیں۔ اس کے پیچھے نماز صحیح ہے۔ کچھ کراہت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۲۰ محرم ۱۳۹۲ھ

مردے نہلانے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جو لوگ مردہ شوئی کرتے ہیں۔ ہمیشہ اس کو اپنائے رکھتے ہیں۔ کیا ان کے پیچھے نماز جمعہ یا نماز پنجگانہ صحیح ہے یا نہیں۔ (۲) یا وہ لوگ جو قبروں پر اذانیں دیتے ہیں یا دفن کے بعد مروجہ ختم القرآن پاک کرتے ہیں اور تمام موضع بھر کی روٹیاں لیتے ہیں اس کے علاوہ گیارھویاں کھاتے ہیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ (۱) مردہ شو کے پیچھے نماز جائز ہے کیونکہ مردوں کو غسل دینا فرض کفایہ ہے۔ آخر صحابہ کرام بھی تو مردوں کو غسل دیا کرتے تھے۔ لہٰذا اس کی امامت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ ہاں اگر اس کو بطور پیشہ کرتا ہو اور اس پر اجرت لیتا ہو اور لوگوں کی نظروں میں اس پیشہ کو حقارت سے دیکھا جاتا ہو تب اس کی امامت خلاف اولیٰ ہے۔

مفتی عزیز الرحمن صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ مردہ شو کے پیچھے نماز درست ہے اور غسال کو اجرت غسل مردہ بھی لینا درست ہے۔ اگرچہ اولیٰ نہیں (۲) یہ بدعات ہیں۔ جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ کتاب البدعات میں تفصیل سے مذکور ہیں۔ اور بدعتی کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔

کیا فاحش غلطیاں کرنے والے کو امام بنانا جائز ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں اگر پیش امام قراءت میں غلطی کرکے پڑھتا چلا جائے۔ درکار سا کی جگہ کاس پڑھے تو کیا مقتدی اسے صحیح لفظ بتادے یا نہ؟ کیا یہ شرط ہے کہ پیش امام تین آیتوں کے بعد غلط پڑھتا چلا جائے اور کوئی نہ بتائے۔ قراءت میں عام غلطیاں مثلاً اَلْحَمْدُ کو اَلحمدُ پڑھنا اَنْعَمْتَ کو انعمت پڑھنا اھدنا کو اھدما پڑھنا۔ نَسْتَعِیْنُ کو نستاعینُ پڑھنا اِنْ اھلکنی کو اِنْ اھلکنی اللّٰہ بصیغہ امر پڑھنا، ضرب اللّٰہ مثلاً کو اضرب۔ پڑھنا ایسے پیش امام کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہ؟

﴿ج﴾

پیش امام کو اگر وہ غلط فاحش سے قرآن پڑھ رہا ہو۔ صحیح تلفظ بتانا چاہیے۔ خواہ تین آیتوں کے بعد ہو یا قبل تبدیل حرف بحرف ازدیاد حرف، نقصان حرف و تبدیل حرکت بسکون و بحرکت دیگر۔ و تبدیل سکون بحرکت یہ سب اغلاط فاحش ہیں۔ ان اغلاط میں سے کوئی غلطی کرکے قرآن پڑھنا لحن جلی ہے۔ جس کا پڑھنا سننا دونوں گناہ ہیں۔ ھکذا فی کتب الفقہ

والفرائض ایسے شخص کو پیش امام بنانا ہرگز صحیح نہیں ہے۔ خواہ مسائل سے واقف عالم کیوں نہ ہو بلکہ اس کو لازم ہے کہ قرآن کی تصحیح میں سعی بلیغ کرے بعد تصحیح اگر مناسب ہو تو اس کو دوبارہ امام بنایا جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

قرآنِ پاک غلط پڑھنے والے، مسائل نماز سے بے پرواہ کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

ہمارا گاؤں چک نمبر ۳۵۷-W-B متصل دنیاپور ضلع ملتان ہے۔ اس گاؤں میں صرف ایک ہی مسجد ہے۔ آبادی تقریباً ۲۰۰۰ کے لگ بھگ ہے۔ لوگ دینی تعلیم سے کوسوں دور ہیں۔ نمازی بھی تعداد میں بہت کم ہیں۔ دینی تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے مسائل سے بھی واقف نہیں۔ گاؤں ہذا کی مسجد میں دو شخص باپ اور بیٹا امامت کے فرائض ادا کرنے پر مامور ہیں۔ دینی مسائل سے پورے واقف نہیں۔ بعض اوقات تو ان سے ایسی حرکات نماز وغیرہ کے متعلق سرزد ہوتی ہیں کہ بت کدہ میں بیان کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری۔ امام مسجد یعنی باپ۔ درست قرآن پاک نہیں پڑھ سکتا۔ اس لیے بعض اوقات نماز دہرانی پڑتی ہے۔ نو وارد تو یقیناً نماز دہراتے ہیں۔ جمعہ کا خطبہ نہیں پڑھ سکتا۔ ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں پڑھ سکتا ہے۔ نماز عیدین پر خوب درگت ہوتی رہی ہے۔ لیکن اس کو کوئی اثر نہیں۔ ویسے قرآن پاک کی متعدد سورتیں اس نے یاد کر رکھی ہیں۔ جن کی ادائیگی الامان۔ الامان۔ امام مسجد کا بیٹا خود قرآن حکیم کا حافظ ہے۔ باپ کی نسبت قرآن پاک قدرے اچھا پڑھتا ہے۔ لیکن نماز کا پورا پابند نہیں۔ دینی مسائل سے واقفیت نہیں رکھتا۔ ہر آٹھ دن کے بعد داڑھی کٹواتا ہے۔ ظہر اور عصر تو شاید ہی ادا کرتا ہو۔ ناول پڑھنے کا شوقین ہے۔ تصویریں وغیرہ خوب دل جمع کر دیکھنے کا دلدادہ ہے۔ نماز تراویح کو نفل نماز کہتا ہے۔ پہلے دو تین سال حسب منشا پڑھتا رہا ہے۔ اب صرف جمعہ پر اکتفا کرتا ہے۔ باپ اور بیٹا بے وضو اذان پڑھنے کے بھی عادی ہیں۔ وضو میں کوئی عضو کہیں سے سوکھا رہ جائے تو بتلانے پر بھی پرواہ نہیں کرتا۔

بیٹے نے جمعہ کا وعظ بھی شاید ہی کبھی سنا ہو۔ صرف خطبہ پڑھنے کے موقع پر آیا کرتا ہے۔ اس کا والد ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں وعظ فرماتے ہیں۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس بارہ میں کہ گذشتہ جمعہ باپ وعظ فرما رہے تھے۔ جب انھوں نے وعظ ختم کیا تو بیٹے کو آواز دی کہ منبر پر پہنچ کر خطبہ دے۔ لیکن بیٹا ابھی غسل کرنے کے لیے کپڑے اتار رہا تھا باپ نے پھر وعظ شروع کر دیا۔ بیٹا نہا رہا ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ ایک منٹ وعظ فرمایا۔ اور کسی نمازی کے کہنے پر بند کر کے خطبہ پڑھنا شروع کر دیا۔ وہی غلط ملط بیٹا نہا رہا ہے۔ یونہی خطبہ ختم ہوا تکبیر شروع ہوئی۔ بیٹا امامت کرانے کے لیے مصلیٰ پر آن کھڑا ہوا نہ وعظ سنا نہ خطبہ جمعہ سنا حالانکہ خطبہ جمعہ سننا یا پڑھنا غالباً واجب ہوگا۔ اور نہ ہی سنت اول جمعہ ادا کی۔ جماعت کرائی دو سنت اور دو نفل پڑھ کر گھر کو چلا گیا۔ داڑھی کٹوائی ہوئی تھی حالانکہ داڑھی کو کٹوانے کے لیے بندہ نے دس بارہ دفعہ پہلے کہا بھی ہے کہ یہ فعل حرام ہے۔ خاص کر امام کے لیے مگر اس پر کوئی اثر نہیں۔ بندہ نے اپنی ظہر کی نماز ادا کی۔

گزشتہ جمعہ کی نماز بھی ظہر کی ادائیگی میں پڑھی کیا بندہ کا یہ فعل درست ہے۔ یا بندہ غلطی پر ہے۔

کیا ایسے امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا کہ نہیں اگر نماز نہیں ہوتی تو کیا کیا جائے جب کہ گاؤں میں اور کوئی مسجد نہیں۔ کسی اور جگہ نماز نہیں پڑھی جاتی بندہ نے اسی دن سے بلا جماعت نماز ادا کرنی شروع کر دی ہے۔ کیا بندہ حق پر ہے یا غلطی پر۔ کمترین نماز باجماعت کا سختی سے پابند ہے۔ بلکہ تکبیر اولی کے چلے جانے کا بندہ کو صدمہ ہوا کرتا ہے۔ گاؤں والے، مسجد صاحب اور ان کے بیٹے کو نہیں کہتے کہ داڑھی رکھ لو۔ جمعہ کا خطبہ سنا کرو۔ نماز کی پابندی رکھو۔ اور اپنے قرآن پاک کو درست کرو۔ بلکہ مجھے میرے بھتیجے سے کہلواتے ہیں کہ جماعت سے نماز پڑھا کرو۔ ٹس سے مس نہیں ہوتے بلکہ یوں کہتے ہیں کہ داڑھی کا کیا ہے کئی امام ایسے ہی ہیں۔ اگر نماز کا پابند نہیں تو اسے گناہ ہوگا۔ تمہیں کیا اس گاؤں میں عرصہ میں کئی امام بدلے گئے ہیں کیونکہ گاؤں میں پارٹیاں ہیں کوئی کسی کا حامی ہے کوئی کسی کا حامی۔

اب میرے لیے شریعت محمدی کے مطابق حکم دیا جائے تاکہ میری پریشانیاں جو دن بدن بڑھتی جا رہی ہیں دور ہوں اور اطمینان قلب کے ساتھ دینی فریضے ادا کر سکوں۔ خدا آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

﴿ج﴾

امام موصوف اگر قرآن شریف ایسا غلط پڑھتا ہے۔ جس سے نماز میں فساد آتا ہے۔ یا اعضاء وضو خشک رہ جانے کے باوجود نماز پڑھتا ہے تو اس کی اقتداء جائز نہیں۔ لیکن اگر غلطی مفسد نماز نہ ہو۔ تو نماز اس کے پیچھے ہو جاتی ہے اور اکیلے پڑھ لینے سے امام کے ساتھ باجماعت پڑھنا اولی ہے۔۔۔ جو شخص داڑھی منڈوائے یا ایک مشت سے کم کتروائے وہ فاسق ہے اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ اگرچہ نماز اس کے پیچھے ہو جاتی ہے اور ایسے شخص کو امام بنانے والے گنہگار ہوں گے۔ سب مسلمانوں کو چاہیے کہ اتفاق کر کے اس کو امامت سے علیحدہ کر دیں اور کسی دوسرے عالم و صالح و متقی کو امام بنا دیں۔ جو قرآن کو ترتیل و تجوید سے پڑھتا ہو۔ والدلیل علی کل ما ادعینا۔

والسنة فيها القبضة الخ. ولذا قال يحرم على الرجل قطع لحية (الدر المختار على هامش ردالمحتار كتاب الحظر والاباحة ص ۳۵۹ ج ۵) ويكره امامة عبد و فاسق درمختار) بل مشى في شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم (شامي باب الامامة ص ۴۱۴ ج ۱) وفي النهر عن المحيط صلى خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة (درمختار ص ۴۱۵ ج ۱) فإن امكن الصلوة خلف غيرهم فهو افضل والا فالاقتداء اولى من الانفراد ردالمحتار ص ۴۱۳ ج ۱ (الدر المختار باب الامامة ص ۴۱۲ ج ۱) والاحق بالامامة تقديما بل نصبا الاعلم باحكام الصلوة بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة وحفظه قدر فرض و قيل واجب وقيل سنة ثم الاحسن تلاوة وتجويدا للقراءة (درمختار) فقط واللہ تعالی اعلم

قرآنِ پاک غلط پڑھنے والے کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں۔
(۱) ایک امام مسجد قرآن شریف غلط پڑھتا ہے۔ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز۔ (۲) کیا امام مسجد پرچون کی دوکان کر سکتا ہے یا نہیں۔ (۳) ایسا امام جو بدمعاش آدمیوں اور عورتوں سے تعلق قائم رکھتا ہے۔ اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔ ایسے امام کے بارہ میں شریعت کیا حکم دیتی ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

(۱) وہ غلطی معلوم ہونا چاہیے تاکہ اس کے موافق مطلب اور معنی دیکھ کر حکم لکھا جاوے (۲) کر سکتا ہے۔ (۳) اگر اس جرم کا کچھ ثبوت نہ ہو جو امام پر لگایا ہے۔ تو اس کی امامت بلا کراہت صحیح ہے اور اگر ثبوت ہے تو یہ شخص فاسق و عاصی ہے اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ ويكره امامة عبد الخ. وفاسق (درمختار) قوله فاسق من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة و لعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني الى قوله بل مشى في شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم (ردالمحتار باب الامامة ج ۱/ص ۴۱۴) واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ ۲۴ جمادی الاولی ۱۳۸۸ھ

علم تجوید سے ناواقف شخص کو امام مقرر کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

مکرمی جناب مولوی صاحب عرض ہے کہ ایک شخص ہے جو کہ اپنے آپ کو حافظ کہتا ہے- اور قرآن کریم کبھی بھی آج تک رمضان شریف میں سنایا نہیں ہے اور امام بننے کا شوق بہت ہے- یعنی نماز پڑھانے کا بہت شوق ہے اور قرأۃ جو پڑھتا ہے تو وہ الف- عین- ھمزہ- ان تینوں حرفوں کی ادائیگی صرف الف ظاہر کرتا ہے- اور ت- ط ان دونوں حرفوں کو ت ادا کرتا ہے- اور ث- س- ش- ص ان چاروں حرفوں کو صرف چھوٹا سین پڑھے گا- اور آگے خ- ذ- ز- ظ- ان چاروں حرفوں کو خ سے ادا کرے گا اور ک- ق کا چھوٹا کاف ادا کرے گا- اور ض- د میں سے صرف د ظاہر کرتا ہے برائے کرم فرمایئے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں- یعنی مقتدیوں کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

ایسے شخص کو لازم ہے کہ قرآن مجید کو سیکھے علم تجوید جس کے ذریعہ سے حروف کو مخارج سے ادا کرنا اور صفات کے ساتھ پڑھنا

معلوم ہوتا ہے حاصل کرے۔ کسی اچھے قاری کے پاس مشق کرے۔ جب تک وہ ایسا نہ کرے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ اس کو مستقل طور پر امام مقرر کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

تجوید کے خلاف قرآن پڑھنے والے کے پیچھے نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جو امام ضاد کو اس کے صحیح مخرج سے ادا نہ کرے بلکہ اس کو دال یا ذال کے مشابہ پڑھے تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جو امام ضاد کو اس کے صحیح مخرج سے ادا کرنے پر فی الحال قادر ہے لیکن اس کو اپنے مخرج سے ادا کرنے کی بجائے دال کے مشابہ پڑھے یا جو امام فی الحال اس کو اپنے مخرج سے ادا کرنے پر قادر نہیں اور سیکھنے سے قدرت حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن وہ اس کے مخرج کے سیکھنے سے غافل ہے یا اس کو ضروری نہیں سمجھتا تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۲،۱) ضاد عربی زبان میں مستقل حرف ہے۔ اس کو دال مفخم پڑھنا بھی غلط ہے اور ظاء پڑھنا بھی درست نہیں۔ کسی ماہر قاری سے اس کی مشق ضروری ہے۔ اگر باوجود سعی کے صحیح پڑھنے پر قادر نہ ہوا تو جو لفظ بھی نکلے نماز درست ہوگی۔ اور اگر صحیح پڑھنے کی کوشش نہ کرے۔ تو گنہگار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ادائیگی الفاظ میں فحش غلطیاں کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام مسجد حنفی المذہب نماز میں دو تین جگہ درج ذیل طریقہ سے پڑھتا ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ وہ قصداً نہیں پڑھتا۔ بلکہ اس کی زبان اوائل سے اس کی عادی ہے اس لیے وہ پڑھتا چلا جاتا ہے۔ حالانکہ اس کو کہا گیا ہے کہ ذیل کی دو تین جگہ آپ اس طرح پڑھتے ہیں ان پر غور کر کے کوشش کریں تاکہ صحیح ہو جاوے لیکن اس کی درستگی اس سے نہیں ہو سکتی کسی ایک جگہ کو صحیح پڑھ لیتا ہے تو دو جگہ اپنی سابقہ عادت کے موافق پڑھتا ہے۔ اب عرض ہے کہ اس صورت میں نماز میں کوئی جرح ہے یا نہیں۔ نماز ہو جاتی ہے یا نہیں۔ غلطیاں یہ ہیں۔ الحمد۔ میں الحمدللہ لام کے ساتھ الف پڑھتا ہے۔ انعمت میں عین کا کسرہ پڑھتا ہے سمع اللہ لمن حمدہ۔ میں لیمن ساتھ الف پڑھ کر کھینچتا ہے اور لمن کے لام پر شد پڑھتا ہے۔

﴿ج﴾

یہ مندرجہ غلطیاں فحش غلطیاں ہیں۔ ایسی غلطیاں کسی عامی آدمی سے ہی سرزد ہو سکتی ہیں۔ ایسے آدمی کو مسجد کا امام ہرگز نہیں ہونا چاہیے جب سورۃ فاتحہ جیسی معروف و مشہور و سہل سورت میں اس کی یہ غلطیاں ہیں تو باقی سورتوں میں بہت زیادہ ہوں گی۔ اس لیے اس کو امامت سے معزول کر دیا جائے باقی رہا اس کی نماز کی صحت و فساد کا مسئلہ تو جاننا چاہیے کہ اس تبدیلی کی وجہ سے یہ لفظ بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس لیے قواعد کے لحاظ سے تو فساد لازم آتا ہے لیکن بوجہ عموم بلویٰ کے عجمی عامی آدمی کے بارہ میں جواز اور صحت کی امید کی جا سکتی ہے۔ اور اس شخص پر صحیح سیکھنا ہر حال میں لازم ہے۔

مہندی ملا خضاب لگانے والے اور بدعتی کی امامت؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک عالم دین عرصہ دراز تقریباً ۱۸۔۱۹ سال سے ہمارے چک د ۵ بیولی کی جامع مسجد کے امام ہیں۔ فریضہ امامت کو پوری طرح ادا فرما رہے ہیں۔ پختہ حنفی المذہب ہیں پکے دیوبندی ہیں۔ صحیح العقیدہ ہیں صبح کو بعد نماز فجر قرآن پاک کا درس بھی دیتے ہیں۔ شرک و بدعات سے سخت نفرت رکھتے ہیں۔ جمعیت علماء اسلام کے نائب امیر بھی ہیں۔ چک ۵ میں تبلیغی جماعت کے بڑے کارکن بھی ہیں صرف بات اتنی ہے کہ امام مذکور سیاہ خضاب میں سرخ مہندی ملا کر اپنی ریش مبارک کو لگاتے ہیں تو کیا ایسے امام صاحب کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

(۲) اسی چک ۵ میں ایک سید صاحب ہے جو کہ بریلوی العقیدہ ہے جس کا عقیدہ درست نہیں ہے۔ پورا بدعتی ہے سال میں ہمیشہ میلاد کراتا ہے قوال منگاتا ہے۔ گاجے باجے سارنگی ڈھول دیگر پروگرام بھی ہوتے ہیں اس سید مذکور نے ایک مسجد چک ۵ میں تیار کر رکھی ہے جس میں امامت کراتا ہے لوگوں کو نماز پڑھاتا ہے شرکیہ اعمال و افعال کی قیادت کرتا ہے لہٰذا اس سید مذکور کی امامت جائز ہے یا نہ اس کے پیچھے نماز ادا کرنا جائز ہے یا کہ نہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

(۱) سیاہ خضاب میں مہندی ملا کر استعمال کرنا درست ہے اس لیے امام مذکور کی امامت بلا کراہت درست ہے۔
(۲) شخص مذکور مبتدع ہے اس کی امامت مکروہ ہے۔

تعویزات کے ذریعہ علم یقینی کے قائل کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ کسی آدمی نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ مجھے کیا ہے... صاحب نے فرمایا: تیرے ساتھ ایک فقیر رہتا ہے اور دو سال تک رہے گا۔ پھر چل جائے گا اور تیری طبیعت ٹھیک ہو... گی۔ تعویذ لے جاؤ۔ کچھ چند دنوں کے بعد ایک آدمی نے مولوی صاحب سے پوچھا یہ کس طرح معلوم کیا ہے کہ ... ساتھ فقیر رہتا ہے۔ مولوی صاحب نے جواب دیا میرا فنی علم ہے۔ یہ ایک فن ہے جس سے معلوم کر لیتا ہوں اور ... کو کہنا کہ تجھے فلاں مرض ہے تعویذ لے جاؤ۔ خیر ہو جائے گی اور بیمار آدمی کو قبروں پر بھیجنا اور زبان سے کہنا کہ ... ہے کہ قبر والوں سے جسمانی اور روحانی فائدہ حاصل ہوتا ہے اور حلفیہ کہنا کہ میں جانتا ہوں تو کہتا ہوں اگر کوئی ... ہو جائے تو اس کے بارے میں کہنا کہ فلاں جگہ ہے اور اس کے رشتہ دار وہاں سے پھر پھرا کر واپس آ گئے ... وہاں نہیں ملتا اگر اپنا جوتا گم ہو جائے اس کا پتہ نہیں کر سکتے۔ اگر جوتا مل بھی جائے تو جوتا لے جانے والے کو بھی ... نہیں کر سکتے۔ یہ باتیں دیکھ کر اور سن کر جماعت کے ساتھ میں نماز ادا نہیں کرتا کیونکہ مجھے شرک معلوم ہوتا ہے۔ ... فرمائیں کہ یہ باتیں شرک ہیں یا نہیں اور اس جیسے امام کے پیچھے نماز ادا ہوتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

شخص مذکور مبتدع ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ فقط واللہ اعلم

غلط اور ناجائز عملیات وتعویذات کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عامل صاحب نے مبلغ اڑھائی روپے وصول کر کے تعویذ دے ... تعویز ایک ایسے شخص نے حاصل کیا جو ایک منکوحہ عورت سے راہ ورسم پیدا کرنا چاہتا ہے۔ جب کہ عورت اس شخص کے علاوہ کسی دوسرے شخص سے منکوحہ ہے۔ عامل نے ایک آسیب زدہ مسلمان عورت کے لیے برائے علاج فیتہ کے ... کتے کا پاخانہ جلا کر اس کا دھواں ناک کے ذریعہ چڑھانے کا حکم دے دیا۔ چھوٹے شیر خوار بچوں کے علاج کے سلسلہ میں تعویذ کے ہمراہ سات مختلف کنوؤں کا پانی منگوا کر استعمال کرنے کا حکم دیا۔ ایسے عامل صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے کیا یہ گناہ کبیرہ کی تعریف سے باہر ہے۔

﴿ج﴾

(۱) صورت مسئولہ میں اگر واقعی یہ عامل صاحب اس قسم کے ناجائز عمل کرتا ہے اور کسی شخص کی درخواست پر غیر کی منکوحہ سے تعلق ودوستی قائم کرنے کے بارے میں اس شخص کے لیے عمل کرتا ہے۔ تو یہ عامل صاحب گنہگار مرتکب کبیرہ وفاسق ہے ...

... امامت کے قابل نہیں۔ اسے امامت سے ہٹایا جائے۔ (۲) نیز اس عامل کا آسیب زدہ کے لیے علاج فیتہ اور کتے ... کے پاخانہ کا دھواں آسیب زدہ کے ناک میں کرنا بھی ناجائز ہے۔ (۳) عامل کا چھوٹے شیر خوار بچوں کے علاج کے ... میں تعویز کے ہمراہ سات مختلف کنوؤں کے پانی کے استعمال کا حکم دینا جائز ومباح ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

... مفتی مدرسہ ...

جادو ٹونے کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے عالم دین اور خطیب مسجد ہو کر ایک غیر مسلم مردے کی قبر کو کھود کر اس میں ... اور دو مچھلیوں میں سینکڑوں سوئیاں چبھو کر دفن کیا اور پھر قبر پر کھڑے ہو کر جادو ٹونے کا عمل کیا۔ جس کے نتیجے میں ... نے عالم کو پکڑ لیا اور مارا پیٹا۔ پتہ چلنے پر لوگوں نے اس عالم دین کے پیچھے نمازیں پڑھنا ترک کر دی ہیں۔ ... لوگوں کا یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟ کیا زید کا فعل درست ہے۔ جبکہ وہ اب بھی امامت کر رہا ہے؟

﴿ج﴾

یہ عالم دین جو اس طرح کے سفلی عملیات پر عقیدہ رکھتا ہے۔ امامت کے لائق نہیں۔ لہٰذا ایسے شخص کو امام نہیں بنانا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مشترک زمین کو غیر شرعی طریقہ پر مدرسہ کے نام کرانے والوں کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے گاؤں میں ایک دینی ادارہ قائم ہے۔ بنام تجوید القرآن رحمانیہ مدرسہ ... صاحبان نے ایک کنال زمین بنام مدرسہ ہبہ کروا کر اپنے نام انتقال کروا لیا۔ جب کہ اس مذکورہ زمین کے ... حصہ دار ہیں اور ان حصہ داروں میں سے صرف پندرہ سولہ حصہ داروں نے اپنی رضامندی سے زمین ہبہ کی بقیہ ... حصہ داروں کی منشاء ومرضی رضا ورغبت کے خلاف تحصیل دار اور دیگر متعلقہ لوگوں کو رقم دے کر انتقال نامہ ... لیا۔ جب کہ بقیہ حصہ دار اپنی غربت کی وجہ سے ان سے خائف ہو کر مطالبہ نہیں کر سکے۔ اگر کرتے بھی ہیں تو زمین ... نہیں کی جاتی۔

(۲) مدرسہ مذکورہ بالا کا کل اہتمام دو بھائیوں نے سنبھالا ہوا ہے۔ وہ کل آمد وخرچ کے معاملہ میں سیاہ وسفید کے مالک ... جب کہ گاؤں کے لوگوں کو مطالبہ کے باوجود حساب نہیں دکھایا جاتا۔ پھر جو طلبہ طلب علم کے لیے آتے ہیں ان سے

بیگار لیتے ہیں۔ان سے فصل کٹواتے ہیں۔زمینوں کو پانی لگواتے ہیں۔بلا معاوضہ مدرسہ کی اشیاء برتن بعینہٖ
کے استعمال میں رہتے ہیں۔کیا ایسے لوگوں کو زکوۃ فطرانہ قربانی کی کھالیں صدقہ دینا جائز ہے اوران کی امامت
یانہیں؟

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال یعنی اگر واقعی اس زمین کے کچھ حصہ دار ہیں جنھوں نے یہ زمین مدرسہ کو وقف نہیں کی بلکہ متولی نے
زبردستی اس زمین کا انتقال مدرسہ کے نام کروالیا ہے تو یہ متولی غاصب ہے اور اس کی امامت مکروہ ہے۔متولی
طریقہ سے اس مسئلہ کا تصفیہ کرانا چاہیے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسجد کے حسابات منتظمہ کمیٹی کے سامنے پیش نہ کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک حافظ قرآن وامام مسجد کی منتظمہ کمیٹی کو مسجد کی آمد وخرچ کا حساب
سے صاف انکاری ہے۔حساب وکتاب طلب کیا گیا تو امام صاحب منتظمہ کمیٹی سے سخت کلامی کے ساتھ پیش آئے۔
ایسے امام صاحب کو مسجد کے لیے چندہ دینا درست ہے۔جو چندہ کا باقاعدہ حساب نہ رکھتا ہو اور جو اپنے وعدہ اور
پابند نہ ہو۔زبان سے کچھ کہتا ہے اور فعل کچھ اور کرتا ہے۔اس طرح سے مسجد کی آمدنی میں فرق پڑتا ہے۔ایسے شخص
لیے شرع میں کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

اس مسئلہ میں امام مسجد پر مسجد کے چندہ کا باقاعدہ حساب وکتاب رکھنا اور عند الطلب منتظمہ کمیٹی کو حسابات کے
کرنا ضروری ہے اور اگر باقاعدہ حساب وکتاب نہیں رکھتا اور نہ حساب وکتاب پڑتال کے لیے پیش کرتا ہے اور منتظمہ
کو اس کی خیانت پر یقین ہوگیا ہے تو اس شخص کا مسجد کے حسابات سے معزول کرنا ضروری ہے۔ورنہ بصورت
معزولی منتظمہ کمیٹی اس کی جوابدہ ہوگی۔اگر یقینی طور پر امام مسجد کی خیانت ثابت ہوجائے تو وہ فاسق ہے اور اس
پیچھے نماز مکروہ ہے اور وہ لائق امامت کے نہیں جب تک توبہ نہ کرے۔حدیث شریف میں وارد ہے۔حضور صلی اللہ
وسلم فرماتے ہیں۔ لا ایمان لمن لا امانة له ولا دین لمن لاعهدله او كما قال. (ترجمہ) جس میں امانت
نہیں اس میں ایمان نہیں۔اور جس کو عہد کا خیال نہیں اس میں دین نہیں۔ویکرہ امامة عبد الخ. وفاسق (در
اما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بانه لا يهتم لا مر دينه وبان في تقديمه للامامة تعظيمه
وجب عليهم اهانته شرعاً الخ (ردالمحتار ص۴۱۳ ج۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مدرسہ کا مال خورد برد کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے مدرسہ کا ناظم نالیاث مدرسہ کی اشیاء میں خورد برد کرتا ہے۔احقر نے چشم
خود دیکھا ہے۔نیز مہتمم مدرسہ کو بھی اس کا علم ہے۔لیکن وہ شخص اس لیے اس کو کچھ نہیں کہتے کہ پھر وہ استعفیٰ دیدیں گے
اور پھر کوئی ایسا کام والا آدمی میسر نہ ہوگا۔حالانکہ اس کو معقول تنخواہ بھی ملتی ہے تو کیا ایسے حرام خور کی امامت جائز ہے یا
نہیں۔بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

ایسے شخص کو امام نہیں بنانا چاہیے۔فقط واللہ اعلم۔

خائن کی امامت کا حکم

﴿س﴾

السلام علیکم۔مزاج شریف عرض یہ ہے کہ مولوی صاحب کے پاس مسجد کی امانت ہوا اور وہ اس میں خیانت کرکے استعمال
کر لیا ہے اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کر چکا ہے۔اس لیے اس کے متعلق شریعت میں کیا حکم ہے۔پھر دوسری بات یہ ہے
کہ وہی مولوی امانت کو اپنے استعمال میں لاکر پھر شیعہ مذہب اختیار کر گیا اور ان سے پوری طور پر امداد حاصل کی اور پھر
وہاں سے دوسری جگہ پر پہنچ کر اہل سنت والجماعت میں شامل ہوگیا اور لوگوں نے بھول کر اس کو پیش امام مقرر کیا اور پھر
بعد میں معلوم ہوا کہ اس مولوی نے مسجد کی امانت کو ہڑپ کیا اور پھر شیعہ مذہب اختیار کر کے اس امانت کو ادا کیا ہے اور
بغیر کسی تعزیر شرع کے وہ اہل سنت میں داخل ہوگیا ہے (۱) اب کیا اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں (۲) جب کہ لوگ دانستہ
اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہوں تو کیا اس حالت میں اس بستی کے اندر دوسرا جمعہ مبارک ہوسکتا ہے یا نہیں۔جب کہ اس
میں صرف ایک ہی جمعہ کی اجازت ہو۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اگر واقعی مولوی صاحب نے خیانت مسجد کے مال میں کی ہے تو خیانت کرنا شرعاً گناہ ہے۔جتنی خیانت
کی ہے اتنا ضمان اس پر واجب ہے۔نیز شیعہ بننا بھی باتفاق امت فسق ہے۔بلکہ آج کل کے شیعہ تو عموماً قطعیات اسلام
کا انکار کرتے ہیں۔جن کا انکار کفر ہے لیکن اگر مولوی صاحب شیعہ مذہب وغیرہ سے تائب ہوگیا ہے تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم
ہے۔ قوله تعالى يعبادى الذين اسرفوا على انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله يغفر الذنوب

حميعا انه هو الغفور الرحيم وقوله عليه الصلوة والسلام التائب من الذنب كمن لا ذنب له ... اہل سنت والجماعت سے ہونا صحیح ہے اور اس کی امامت بھی درست ہے البتہ اگر اپنے اغراض ومنافع کے لیے اس قسم ناجائز احکامات بنالے تو اس کی امامت مکروہ ہے۔

مسجد کے قرآن شریف بیچنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

ایک امام مسجد نے مسجد کے دو عدد قرآن شریف بعوض ایک سیر گھی اپنے شاگردوں کو فروخت کیے اور کچھ قرآن شریف جو کہ خستہ حالت میں تھے گاگران میں مٹی ملا کر اپنی شاگردنیوں سے برتن بنوائے تو ایسے امام مسجد کے متعلق شرعی فیصلہ تحریر کریں اسلام میں اس کی سزا کیا ہے۔

﴿ج﴾

اس پیش امام نے یقیناً جہالت کی وجہ سے اس بے ادبی کا ارتکاب کیا ہوگا۔ اس لیے اسے توبہ کرنی چاہیے۔ توبہ کے بعد اس کا گناہ معاف ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ

[illegible] رجب ۱۳۹۰ھ

مسجد کے حساب کتاب میں دھوکہ دہی کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امامت کرتا ہے۔ تنخواہ بھی لیتا ہے۔ مسجد کا تمام چندہ بھی اس کے سپرد کیا گیا ہے۔ اور امام نے ایسے خرچ کیے ہیں کہ ۱۲۰ کی چیز خریدی ہے اور ۲۲۵ روپے لکھ رہے ہیں۔ اور اسی طرح کئی اور چیزوں میں رقم زیادہ کر رکھی ہے اور ان کے پاس رسید بھی موجود ہے۔ اور جس شخص کو بھیجتے رہے۔ وہ شخص بھی ان کے سامنے کہتا ہے اور مانتے نہیں ہیں۔ اس کے بعد دوسری چیز یہ ہے کہ قربانی کی کھالوں کی قیمت امام صاحب نے میرے سپرد کیے۔ ایسے ایسے خرچ انھوں نے کیے ہیں۔ اب اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

اہل محلہ و مسجد ایک کمیٹی معزز دیندار حضرات کی منتخب کریں۔ وہ اس امام صاحب کے حساب کی پڑتال کریں۔ اگر حساب اس کا ٹھیک ہو تو اس کے پیچھے نماز درست ہے اور مخالف اور خیانت کی تہمت لگانے والوں کو توبہ تائب ہو جانا اور امام

صاحب سے معافی مانگنا ضروری ہے اور اگر واقعی خیانت ثابت ہو جائے تو اس سے خیانت کی رقم وصول کریں نیز اسے سمجھائیں کہ آئندہ اس قسم کی خیانت آپ سے نہ ہو پھر اگر وہ تائب ہو جائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے۔ اور آئندہ کے لیے بہتر یہ ہے کہ مالیات کے شعبہ سے اسے برطرف رکھیں۔ اور کمیٹی خود حساب وکتاب اپنے ہاتھ میں لے لے یا کسی اور بہترین شخص کے سپرد کردے اور اگر کمیٹی کی تحقیق وثبوت کے باوجود بھی وہ تائب نہ ہو تو وہ امامت کا اہل نہیں ہے۔ اسے امامت سے علیحدہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ احمد جان عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

شطرنج باز لحیہ تراش حقہ نوش کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کسی مسجد کی امامت سے مستعفی ہوتے ہوئے اس کے پاس اتنا گزارہ کا کفیل ہے کہ کسی قسم کا محتاج نہیں۔ اور پھر زید لاولد بھی ہے تقریباً اس کی چھ ایکڑ زمین بھی ہے۔ کیا اسے مسجد کے فنڈ سے معین کرنے کی اجازت ہے اور اگر مسجد کے نام کچھ رقبہ بھی ہو تو اس میں سے بھی غبن کرسکتا ہے۔ کتاب وسنت سے بیان کریں۔ (۲) بالغ غیر بالغ مسجد میں تعلیم دین حاصل کر سکتے ہیں۔ حالانکہ ان کو طہارت غیر طہارت کا امتیاز نہ ہو۔ (۳) شطرنج باز، حقہ نوش، لحیہ تراش بغیر اجازت امام خطابت سرانجام دے سکتا ہے یا نہیں (۴) بدعتی اور مردہ شو کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

امام مذکور غبن بمعنی خیانت کا تو کسی طرح مجاز نہیں ہے۔ البتہ مسجد کی کمیٹی ہو تو اس کمیٹی کی رائے اور مشورہ سے اپنے لیے تنخواہ مقرر کرسکتا ہے۔ باقی گزارہ کا ذریعہ اگر اس کا موجود ہے جس سے فارغ اور مطمئن ہو کر امامت کا کام کرسکتا ہے تو اچھا ہے کہ مسجد کے فنڈ سے کچھ نہ لے۔ لیکن اگر لے تو بھی جائز ہے۔ (۲) فقہاء کرام نے مسجد میں اس تعلیم سے جو بامعاوضہ ہو منع فرمایا ہے اس طرح حدیث شریف میں چھوٹے بچوں کو مسجد میں لانے سے منع فرمایا ایسے چھوٹے جنھیں پاکی پلیدی کی تمیز نہیں ہوتی۔ پس اولیٰ وانسب یہ ہے کہ تعلیم صبیان کے لیے خارج از مسجد کسی مکان کا انتظام کیا جائے۔ چاہے وہ مکان کرایہ پر ہی کیوں نہ لیا جائے اور جب تک اس کا انتظام نہ ہو۔ اس وقت تک مسجد کو احتیاط سے استعمال کیا جائے۔ (۳) شطرنج باز، حقہ نوش اور لحیہ تراش امامت کے مستحق تو ہرگز نہیں اور خطبہ بھی اس سے سننا مکروہ ہوگا۔ اور صرف تقریر ووعظ اگر وہ بغیر اجازت متولی مسجد یا امام مسجد کے شروع کردے۔ تو یہ بھی درست نہیں ہے اور اجازت کے ساتھ نفس تقریر اگر وہ اچھی باتیں کرے تو سننا جائز ہوگا۔ بعد میں فہمائش کی جائے کہ خود بھی اپنی عملی اصلاح فرما دے۔ (۴) بدعتی کی امامت مکروہ ہے اور مردہ شوئی کرنے والا اگر محتاط ہو کر غسل دیتے وقت چھینٹوں سے اپنے آپ کو بچائے۔

پاک کپڑے رکھے اور غسل بھی کرے اور مردہ شوئی کو بطور پیشہ اختیار نہ کرے بلکہ ضرورت کے وقت اس کو بطور خدمت کے انجام دے بلا معاوضہ تو نماز بلا کراہت اس کے پیچھے درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبداللہ عفا اللہ عنہ

بدعہدی کرنے والے کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں کا پیش امام مسجد ایک شخص کا حق غبن کرنے کی خاطر عہد شکنی کر رہا ہے۔ گاؤں والے اس معاملہ کو بخوبی جانتے ہیں۔ کہ حقدار واقعی عنداللہ حق بجانب ہے۔ وہ تمام لوگ جمع ہو کر اپنے پیش امام کی خدمت میں آ کر اسے ہدایت کریں۔ مگر وہ پیش امام ہدایت پذیر نہ ہو۔ گاؤں والے ناراض ہو کر اور بدظن ہو کر واپس چلے جائیں۔ کیا لوگ متفقہ طور پر اس پیش امام کو ہٹا کر دوسرا پیش امام مقرر کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا بالکتاب وتوجروا بالثواب۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں حسب تحریر وحسب معاہدہ امام مسجد کو لازم ہے کہ جس سے معاہدہ کیا ہے اس کو پورا کرے اور خاندانی لڑکی کا نکاح کر دے۔ اور اگر قوی عذر شرعی موجود ہے تو اس معاہدہ کیے گئے شخص کو راضی کر کے دوسرے شخص کو لڑکی دینے کی گنجائش ہے۔ ورنہ امام مجرم ہوگا اور لوگوں کو حق ہوگا کہ اس امام کو بدل کر دوسرا امام مقرر کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

''میں ان لوگوں کے ساتھ شریعت نہیں کرنا چاہتا'' کہنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دامت برکاتھم کہ ایک عالم جو ایک گاؤں کی مسجد کے امام بھی ہیں کسی پنچایتی فیصلہ کے بعد اس کی زبان سے دو تین دفعہ یہ کلمہ نکلا ہے کہ میں ان لوگوں کے ساتھ شریعت نہیں کرنا چاہتا کیا اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہ اگر وہ امام توبہ کرے تو کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہو جائے گا۔ یا نہ حوالہ کتب سے جواب تحریر فرما کر ممنون فرماویں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سوال میں مندرجہ الفاظ کہ میں ان لوگوں کے ساتھ شریعت نہیں کرنا چاہتا بہت سنگین الفاظ ہیں اس شخص کو فوراً توبہ تائب ہونا چاہیے۔ ورنہ امامت سے ہٹا دیا جاوے اگر وہ توبہ تائب ہو جائے تو اس کی امامت بلا کراہت جائز ہے۔ لقوله عليه الصلوة والسلام التائب من الذنب كمن لاذنب له (الحدیث) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یہ کہنے والے کی امامت کا حکم کہ حدیث صحیح نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسجد میں نماز پڑھاتا تھا دیگر ایک شخص نے بیان کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے لیے بارگاہ الٰہی میں دعاء کی تو ان کو معلوم ہوا کہ میرے والد کی شکل بجو کی ہے۔ اس پر پہلے نماز پڑھانے والے نے کہا کہ پہلے تو حدیث صحیح نہیں ہے۔ اگر ہے تو بار بار کہنا مناسب نہیں کہ اس مسئلہ میں جھگڑا معلوم ہوتا ہے۔ مسئلہ کرنے والے نے کہا یہ شخص حدیث کا قائل نہیں کافر ہے۔ جو اسی جھگڑے پر عیب جوئی کرنے لگے اور جماعت میں تفرقہ ڈالا ان شخصوں کے واسطے کیا حکم شرع ہے۔ دیگر ان چند اشخاص نے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھی اور اسی امام کے لڑکے کو امام مقرر کر لیا۔ باپ بیٹے کو منع کرتا ہے کہ جب مجھ کو یہ لوگ کافر سمجھتے ہیں تو ان کو نماز نہ پڑھاؤ لڑکے کے پیچھے باپ اور چند لوگ نماز نہیں پڑھتے۔ کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

واقعی یہ حدیث صحیح بخاری شریف صفحہ ۴۷۳ پر موجود ہے۔ لیکن جس نے یہ کہا کہ پہلے تو حدیث صحیح نہیں اس کا یہ مطلب ہے کہ اس کی سند ٹھیک نہیں۔ تو یہ اس کو غلط فہمی لگی تھی۔ اس وجہ سے اس نے انکار کیا ہے۔ بہر حال یہ امام کافر نہیں ہے اور غلط فہمی کی وجہ سے گنہگار بھی نہیں ہوگا۔ جن لوگوں نے امام سے الگ ہو کر نماز پڑھنی شروع کی ہے وہ حق پہ نہیں بشرطیکہ امام سابق میں کوئی دوسرا عیب نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

غصہ میں یہ کہنے والے کی امامت کا حکم ''میں توحید بیان نہیں کروں گا''

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد کو ایک شخص نے کہا آپ توحید کا مسئلہ بیان کریں امام مسجد نے جواب دیا میں توحید بیان نہیں کروں گا میں تو شرک بیان کروں گا مسجد کے امام نے کہا کہ مجھے کہتے ہیں اور دوسرے اماموں کو نہیں کہتے۔ یہ الفاظ غصے میں کہے ہیں۔ کیا عندالشرع ان الفاظ کے کہنے سے ایمان میں کچھ نقصان تو نہیں ہوا امامت کے قابل رہا یا نہیں۔

﴿ج﴾

ان کلمات سے اگرچہ کفر کا حکم نہیں دیا جاتا۔ لیکن امام صاحب کو لازم ہے کہ اپنے الفاظ پر نادم ہو کر توبہ تائب ہو اگر اس میں کوئی دوسرا عیب نہ ہو تو اس کی امامت درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمد انور شاہ غفر لہ

۱۸ رجب ۱۳۹۷ھ

بی بی زلیخا کے بارہ میں بدزبانی کرنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زلیخا مسلمان ہوئی تھی۔ یا نہیں زلیخا جو عزیز مصر کی بیوی تھی۔ اس زلیخا کے بارہ میں اگر کوئی شخص یہ الفاظ استعمال کرے 'کنجری' 'کراڑی' 'کمینی' 'فاحشہ' 'بدچلن' 'زانیہ' آیا ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

زلیخا (امراۃ العزیز) کے متعلق قرآن کریم سے صرف صغائر گناہ ثابت ہیں۔ جو حسنات سے معاف ہوجاتے ہیں۔ کبیرہ گناہ (زنا) سے اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے فضل وکرم سے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت وعفت وتقوی کی وجہ سے بچالیا ہے۔ پھر اس کو کس طرح زانیہ کنجری کہا جاسکتا ہے۔ یہ محض الزام ہے۔ بدزبانی ہے اور جہالت کا ثبوت ہے اس طرح کے بے احتیاط شخص کو امام مقتدا بنانا جائز نہیں ہے۔ امام کے لیے ضروری ہے کہ محتاط اور متقی ہو۔ واللہ اعلم۔

غلطی سے غلط مسئلہ بتادینے والے کی امامت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں صورت مسئلہ یہ ہے کہ چک نمبر ۳۵۹ کے امام مسجد نے جمعہ کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے تاش۔ شطرنج ونرد وشراب کی مذمت بیان کی اور اس میں یہ کہا گیا کہ جو شخص تاش کھیلے وہ اس طریقہ سے ہے کہ اپنی والدہ سے برائی کرتا ہے یہ مسئلہ حدیث میں ہے جب بعد میں پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ میں غلطی کا معترف ہوں کیونکہ میرے ذہن میں حدیث ربوا کا مضمون موجود تھا غلطی سے تاش کے بارے میں بیان ہوگئی ہے کیا اس امام مسجد کے پیچھے نماز باجماعت پڑھنا جائز ہے یا ناجائز ہے اور تاش وشطرنج ونرد اور شراب جو لوگ علانیہ پیتے پلاتے ہیں شرعاً ان کے ذمہ کون سے فدیے ہیں؟

﴿ج﴾

جب مولوی صاحب نے اپنی غلطی کا اقرار کرلیا ہے اور لوگوں کو صحیح مسئلہ سے آگاہ کیا تو مولوی صاحب پر اب کوئی ملامت نہیں اور اس کی امامت جائز ہے شطرنج ونرد کھیلنا ناجائز ہے شراب پینا حرام ہے اور پینے والے پر حد ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ناشائستہ الفاظ منہ سے نکالنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دو عالم شخص آپس میں ایک مسئلہ دینی میں مباحثہ کررہے تھے۔ پھر ان میں سے ایک نے دوسرے کو کہا کہ اگر آپ عدم جواز کے قائل ہو تو جامع مسجد میں بروز جمعہ اعلان کرو تاکہ لوگ جو جواز کا قول آپ کی طرف نسبت کرتے ہیں اس غلط فہمی سے بچ جائیں۔ تو اس دوران میں زید جو اس جامع مسجد کا خطیب تھا۔ طیش میں آکر کہا کہ جو کوئی شخص میری مسجد میں اعلان وتقریر کرے میں اس کی ٹانگ (پاؤں) توڑ کر اس کی مخصوص جگہ (دبر) میں دے دوں۔ اب یہ الفاظ جو زید سے صادر ہوگئے کیا توہین علماء دین کی ہے یا نہیں؟ پہلی صورت میں حکم شرعی کیا ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ اس کی عورت مطلقہ ہوگئی یا نہیں۔ دوسری صورت میں توہین نہ ہونے کی کیا دلیل ہے۔ حالانکہ زید کی مراد توہین علماء دین کی ہی تھی۔ اس پر قرائن دو عالموں کا مباحثہ دینی اور دینی مسئلہ کے اعلان کا قول کرنا اور اس کا اس پر غصہ ہونا اور ان الفاظ ناشائستہ کو منہ سے نکالنا موجود ہیں۔

﴿ج﴾

اس قسم کے الفاظ خلاف شرع ہیں اس شخص کو اس قسم کے الفاظ سے توبہ اور احتراز کرنا چاہیے۔ اس شخص کی امامت جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فتوی کو برا کہنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امام مسجد ہے اور ایک روز درود شریف پر دس بارہ آدمی اکٹھے ہوئے تھے۔ بات چیت کرتے کرتے جو امام مسجد تھا اس نے سب آدمی جو درود شریف میں شامل تھے ان سب کو کہا کہ تم کافر ہو۔ تو انہوں نے کہا کہ فتوی پوچھیں گے۔ کہ مسلمانوں کو کافر کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بات پر اس نے کہا کہ میں فتوی پر پیشاب کرتا ہوں۔ لہٰذا یہ مسئلہ علماء دین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے کہ وہ شخص امامت کے لائق ہے یا نہیں؟ اور اس کے حق میں شرع شریف کا کفارہ ہو تو کتب فقہ سے بحوالہ فرمائیں۔

﴿ج﴾

اس شخص نے یہ بہت سخت الفاظ استعمال کیے ہیں۔ واقعہ کی خوب تحقیق کی جائے اگر واقعی اس نے یہ لفظ کہے ہیں تو اس پر لازم ہے کہ وہ فوراً توبہ تائب ہوجائے اور استغفار کرے۔ توبہ تائب ہوجانے کے بعد اس کی امامت درست ہے اگر وہ توبہ تائب نہ ہو تو لائق امامت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

'میں فتوی کو نہیں مانتا' کہنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ حافظ صاحب- حاجی صاحب کے مابین اجنبی عورت کو تین دن پاس رکھنے کے الزام کے سبب کافی عرصہ سے بائیکاٹ کا سلسلہ جاری ہے- حافظ صاحب نے صلح کے لیے کافی کوشش کی مگر حاجی صاحب بالکل نہیں مانتے- بلکہ دوسروں کو بھی بائیکاٹ کے لیے کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حافظ صاحب پکا منافق ہے- دلیل کے لیے یہ آیت شریفہ پیش کرتے ہیں یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم - حاجی صاحب کی مسجد میں ایک مولوی صاحب امام مسجد ہے جس کو حاجی صاحب نے فرمایا کہ تم حافظ صاحب سے بائیکاٹ کرو- تو اس مسجد میں امام رہ سکتے ہو ورنہ نہیں- مولوی صاحب نے قرآن مجید کی آیت انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم الآیہ - کا مفہوم پیش کیا اور کہا کہ تم ہمیں روکتے ہو- حالانکہ ہمارا فرض ہے کہ ہم تمھارے درمیان صلح کرائیں- مگر حاجی صاحب نے سر اور ہاتھ کے اشارہ سے انکار کیا- پھر حدیث شریف سنائی گئی تو بھی انکار کر گیا- پھر کہا گیا کہ فتوی منگائیں جو شریعت کا فیصلہ ہو اس پر عمل کیا جائے- پھر بھی انکار کر دیا پھر نزاع فیصلہ کے لیے پنچایت کے متعلق کہا گیا تو بھی انکار کر دیا- اور ہر بار کہتے رہے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ ٹھیک ہے- قرآن شریف- حدیث شریف- فتوی- پنچایت کی بالکل پرواہ نہیں کی اپنی ضد پر پکے رہے- کیا حاجی صاحب کو صلح کرنا چاہیے یا نہیں؟

(۲) حاجی صاحب نے سر اور ہاتھ کے اشارہ سے قرآن- حدیث کا انکار کیا ہے کیا حاجی صاحب کے لیے توبہ کرنی ضروری ہے یا نہیں؟

دوبارہ پھر حاجی صاحب کے سامنے قرآن وحدیث پیش کیے گئے تو کہنے لگا کہ تمھارا فرض ادا ہو گیا اس انکار کا وبال مجھ پر پڑے گا- مجھ پر فتوی لگاؤ میں نہیں مانتا- کیا حاجی صاحب خط کشیدہ الفاظ سے سر اور ہاتھ کے اشاروں سے انکار کے سبب قرآن وحدیث کے انکار کے مرتکب ہوئے یا نہیں؟ اگر انکار کے مرتکب نہیں تو فبہا اگر انکار کے مرتکب ہیں تو توبہ علی الاعلان کرنا ضروری ہے- یا بغیر توبہ کیے امام بنائے جا سکتے ہیں- بینوا توجروا

﴿ج﴾

واضح رہے کہ بلا وجہ کسی پر تہمت لگانا شرعاً گناہ ہے- اگر حاجی صاحب کے پاس اس کا کوئی شرعی ثبوت نہیں تو وہ سخت گنہگار ہیں اور قرآن وحدیث سے ان کو سمجھانے کے باوجود بھی اگر وہ اس سے انکار کرتے ہیں- یعنی اس پر عمل نہیں کرتے تو اور بھی زیادہ سخت گنہگار بن گئے ہیں- ان پر لازم ہے کہ وہ عندیہ توبہ تائب ہو جائیں- اور حافظ صاحب سے مصالحت کریں- یہ بھی توبہ میں داخل ہے- لیکن اگر ان کے پاس کوئی شرعی ثبوت ہے تو اس کو پیش کر دیں تاکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہ مسئلہ ختم ہو جائے- اگر حاجی صاحب اس کا ثبوت پیش کر سکے تو ان پر تہمت کا گناہ نہ ہوگا- حدیث شریف میں تین دن

ے زیادہ کسی مسلمان کے ساتھ بلا وجہ شرعی بول چال ختم کرنے کی ممانعت آئی ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دماغی بیماری میں مبتلا شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

یا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام صاحب جو تقریباً ستر سال کی عمر کا ہے۔ کبھی کبھی اس کا دماغی توازن درست نہیں ہوتا۔ وہ بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ اس وقت ہر شخص محسوس کرتا ہے کہ اب امام صاحب کو دماغی دورہ ہو چکا ہے۔ توان دنوں ان کے پیچھے متقی اور اہل علم نماز نہیں پڑھتے اور عموماً سخت گرمیوں میں سخت سردیوں میں ایسا ہوتا ہے۔ کیا یسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے؟

(۲) جب اس کا دماغی توازن درست ہو تو اس کی اقتدا کرنا کیسا ہے۔ (۳) اس کا دماغی توازن درست نہ دیکھ کر میرا عقیدہ اس امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا نہیں رہا۔ چاہے اس پر دماغی دورہ بھی نہ پڑا ہوا ہو۔ لوگوں میں انتشار پھیلنے کی وجہ ے س کے پیچھے نماز پڑھ کر دوبارہ علیحدہ پڑھتا ہوں' دوسرا خوف جماعت کے ترک ہونے کا ہوتا ہے۔ کیا میرا یہ فعل درست ہے یا نہیں۔ (۴) مسجد کے اراکین کو امام بدلنے کے لیے جب کہا جاتا ہے تو وہ اس کے بے روزگار ہو جانے کا خطرہ پیش کر کے بات ٹال دیتے ہیں اور اس امام کو نہیں نکالتے۔ کیا مسجد کے اراکین کا یہ رویہ شرعاً درست ہے اور مسجد کے اراکین یہ بھی کہتے ہیں کہ جب اس کا دماغی توازن درست ہوتا ہے تو یہ نماز میں نہیں بھولتا۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

جس وقت امام کا دماغی توازن خراب ہو۔ اس وقت اس کی اقتداء درست نہیں۔ مسجد کے اراکین پر لازم ہے کہ وہ کسی ایسے عالم صالح اور متقی کو امام مقرر کر دیں جو امامت جیسی اہم عبادت کو بطریقہ احسن سرانجام دے سکے۔ امامت کا مسئلہ اسلام میں بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں کسی قسم کی کوتاہی درست نہیں۔ امام مقتدیوں کی نماز کا ضامن ہوتا ہے۔ جس ام سے مقتدی نفرت کرتے ہوں اس شخص کا امام بننا مکروہ ہے اور حدیث شریف میں اس کی سخت وعید آئی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

دورانِ نماز امام گر گیا تو نماز کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید ایک مسجد کا خطیب ہے۔ وہ دونوں پاؤں سے اس قدر معذور ہے کہ جب دوسری رکعت کے لیے اٹھتا ہے تو بعد از بسیار دقت اور منبر کا سہارا لے کر اٹھتا ہے۔ اس جمعہ کے موقع پر جب وہ اٹھنے لگا تو

اس نے ابھی لفظ اللہ ہی کہا تھا کہ دھڑام سے اوندھے منہ زمین پر چت گر گیا۔ ٹانگیں پیچھے کو باہر نکل گئیں۔ دونوں بازو اطراف کو اور چہرہ بھی ایک طرف مڑ گیا۔ سینہ زمین کے ساتھ پیوست ہو گیا۔ پھر اسی حالت میں دوبارہ تکبیر اللہ اکبر کہہ کر اور بیٹھے بیٹھے قرأت شروع کر دی۔ کیا یہ نماز درست ہو گئی یا اس میں نقص واقع ہو گیا۔ نیز اس پر آدھے نمازی ناراض بھی ہیں کہ یہ نماز نہ پڑھے مگر وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتا اور نماز پڑھاتا ہے۔ جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

ج

بظاہر یہ عمل کثیر معلوم ہوتا ہے اس لیے نماز کے فاسد ہونے کا قول کیا جائے گا۔ دہرانا چاہیے۔ دو نمازیوں کی امامت کا خیال رکھے امامت سے سبکدوش ہو جائے اور کسی عالم متقی صالح کو امام مقرر کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

معذور اور زبان میں لکنت والے کی امامت کا حکم

س

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی ہے کہ جس کو نماز کے متعلق کچھ مسائل یاد ہیں اور اس کی داڑھی سنت طریقے پر نہیں ہے یعنی کٹواتا ہے اور زبان میں تھوڑی سی لکنت ہے اور تھوڑا سا معذور یعنی پاؤں پر مسح بھی کرتا ہے۔ بعض اوقات میں کہ اور کوئی نہ ہو یعنی نہ عالم ہو اور نہ حافظ۔ ایسے شخص کی امامت صحیح ہے یا نہیں۔ اس کا جواب سائل کو مطلوب ہے۔

ج

درمختار میں ہے کہ چار انگشت سے کم داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے۔ واما قطعها وهي دونها فلم يبحه احد نیز درمختار میں ہے۔ وكذا يحرم على الرجل قطع لحية یعنی جو مسلمان داڑھی منڈواتا ہے یا ایک مشت سے کم کرواتا ہے وہ فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ لیکن اگر ایسا اتفاق ہو جائے کہ اور کوئی عالم صالح متقی موجود نہ ہو تو اس کے پیچھے پڑھ لینا چاہیے۔ اکیلے اکیلے نہ پڑھا کریں بہرحال جب تک کوئی صالح متقی مل سکے تو اسے چھوڑ کر اسکو امام مقرر کرنا جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

لنگڑے شخص کی امامت کا حکم

س

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امام دین ہے۔ مگر شومئی قسمت کہ اس کی ٹانگ منقلب ہو گئی اور اب نوبت یہ ہے کہ تشہد اور جلسہ کی حالت میں اس کی پوری ٹانگ سامنے کی طرف یعنی قبلہ رخ پھیلانی پڑتی ہے تو ایسے امام کی امامت درست ہے یا کسی اور کو امام مقرر کیا جائے۔

ج

اس کے پیچھے نماز صحیح ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا شخص جو لنگڑا نہ ہو لائق امامت کے موجود ہو۔ تو اس کو امام بنایا جائے۔ **وكذالك اعرج يقوم ببعض قدمه فالاقتداء بغيره اولى ردالمحتار باب الامامة** ج ۱/ص ۴۱۶) فقط واللہ اعلم

دونوں پاؤں سے معذور شخص کی امامت کا حکم

س

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک شخص حافظ قرآن ہے۔ اس کے ہر دو پاؤں ٹنڈے ہیں۔ مگر وہ کھڑا ہو کر دونوں پاؤں پر ٹھیک اور ایک پر ٹھیک طرح زور دے کر نماز پڑھا سکتا ہے۔ رکوع و سجود صحیح کر سکتا ہے۔ اس کی نسبت ثبوت کے ساتھ تحریر فرما دیں کہ وہ نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں۔ اس کی داڑھی ٹھیک ہے۔ خوبصورت ہے۔ نیک آدمی ہے۔ لیکن مسائل نماز سے ناواقف ہے۔ اسے چک میں امام مسجد رکھنا ہے۔ کیا ایسے شخص کا ہمیشہ کے لیے امام مقرر کرنا جائز ہے۔ یا نہ بدلائل بیان فرما دیں۔

ج

فی درالمحتار ص ۴۱۶ ج ۱ **وكذلك اعرج يقوم ببعض قدمه فالاقتداء بغيره اولى تاتارخانيه.**
اس سے معلوم ہوا کہ امام مذکور کی امامت بلا کراہت جائز ہے۔ اگر دوسرا کوئی اس کے ساتھ مساوی علم تقوی اور شرافت میں موجود نہ ہو اور دوسرے کی موجودگی میں اس کی امامت خلاف اولی ہے۔ لہٰذا اس امام کے برابر کا کوئی دوسرا وہاں پر نہیں ہے تو ان کے لیے اس کی امامت بلا کراہت جائز ہے۔ واللہ اعلم

ایک پاؤں سے معذور شخص کی امامت کا حکم

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک حافظ قرآن اور سند یافتہ قاری جو اچھے طریقے پر قرآن پاک کی تلاوت کر سکتا ہے اور مسائل ضروریہ سے بھی اچھی طرح واقف ہے۔ لیکن ایک پاؤں سے اتنا معذور ہے کہ جب کھڑا ہوتا ہے۔ تب پاؤں کا پنجہ زمین پر رکھتا ہے اور دوسرا پاؤں بالکل ٹھیک ہے اور جب سجدہ کرتا ہے اور التحیات پر بیٹھتا ہے تو پاؤں کو نکال کر رکھتا ہے۔ ایسے آدمی کو مستقل امام بنانا کیسا ہے اور اس کے پیچھے صحیح آدمیوں کی نماز کیسی ہے۔ جب کہ ان آدمیوں میں اس جتنا علم والا کوئی اور نہیں اگر اس کی امامت مکروہ ہے تو کونسی ہے۔ بینوا و توجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ایسے شخص کی امامت بلاکراہت درست ہے۔اگر کوئی دوسرا شخص اس جیسا عالم نہ ہو ورنہ خلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہی ہے۔کما قال فی الدر المختار علی هامش ردالمحتار (ص ۴۳۶ ج ۱ وکذا باعرج وغیرہ اولی. اسی طرح امداد الفتاوی ص ۲۴۸ ج ۱ پر بھی مذکور ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ

۸ رجب ۱۳۸۶ھ

قیام سے معذور شخص کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ زید اپنے گھر سے چل کر مسجد آتا ہے پھر مسجد میں بوجہ ضعف اور کمزوری کے بیٹھ کر نماز باجماعت پڑھتا ہے-اور عذر ترک قیام کا یہ کرتا ہے کہ میں بوجہ سن رسیدہ ہونے کے کمزور ہوں اور قیام کرنے سے قاصر ہوں-اس کو منع کیا گیا کہ تم گھر سے چل کر آتے ہو اور پھر بیٹھ کر نماز باجماعت پڑھتے ہو تو قیام فرض ہے اور جماعت واجب ہے تو واجب کے لیے فرض کو ترک نہ کرو اور منفرد نماز پڑھ لیا کرو-لیکن وہ کہتا ہے کہ اس طرح مجھے ۲۵ نمازوں کا ثواب ملتا ہے-اب اس شخص کے لیے کونسی صورت بہتر ہے؟ بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

کھڑے ہو کر نماز پڑھنا فرض ہے جماعت کی نماز کے لیے مسجد نہ جائے-ورنہ نماز نہیں ہوگی لیکن اگر یہ شخص چاہے گھر میں نماز پڑھے یا مسجد تک چل کر وہاں جماعت سے نماز پڑھے ہر حال میں قیام کرنے سے معذور ہے کھڑا نہیں ہو سکتا تو اس پر جماعت کی نماز کے لیے چلنا ضروری ہے-جماعت سے بیٹھ کر نماز ادا کرے اور بہتر یہ ہے کہ کھڑے ہو کر شروع کرے اور جہاں تک وہ امام کے ساتھ قیام میں کھڑا ہو سکتا ہے کھڑا رہے اور تھک جانے پر بیٹھ جایا کرے نیز امام کے رکوع کرنے سے کچھ پہلے کھڑا ہو کر رکوع میں جائے-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

معذور شخص کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

جو امام مسجد کی چوری کرتا ہو اور جس کی ہر وقت ہوا خارج ہوتی رہتی ہو اور اس کا وضو نہ رہتا ہو-اور اسے پیشاب کے قطرے آتے ہوں-جب وہ ہر وقت وضو کرتا ہے تو لوگوں کے پوچھنے پر وہ کہتا ہے کہ میرا وضو تو ہوتا ہے لیکن شبہ کی وجہ سے وضو کرتا

ہوں-جب اس سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو اچھی طرح نہیں سمجھا سکتا-اور جو امام دین کی خاطر نہیں بلکہ صرف پیٹ ... کی خاطر امامت کرتا ہو اور تنخواہ لینے کے باوجود کونڈے گیارھویں وغیرہ بھی کھاتا ہو-قرآن سامنے رکھ کر غلط ترجمہ کرتا ... عشاء سے پہلے سنتیں غیر مؤکدہ ہونے کی وجہ سے نہ پڑھتا ہو-نہ مولوی ہے اور نہ قاری ہے-تین چار مہینے پیشگی تنخواہ لے لیتا ہے-صرف چار پانچ آدمیوں کی وجہ سے اپنی امامت زبردستی سے کر رہا ہے-کیا کریں؟ بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

... واقعی معذور ہے کہ اس کا وضو نہیں رہتا کہ نماز میں بھی اس کو پیشاب کے قطرات خارج ہو جاتے ہیں اور ہوا خارج ہوتی ہے تو اس کی امامت جائز نہیں-معذور کے پیچھے غیر معذورین کی نماز نہیں ہوتی-اسی طرح اگر امام جھوٹ بولتا ہو اور ... کرتا ہو-قرآن غلط پڑھتا ہو یا مقتدی کسی وجہ سے اس سے ناراض ہوں تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے-فقط واللہ اعلم

غیر قادر علی القیام کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ

(۱) امام اعرج جو قیام نماز ادا کر سکتا ہے- (۲) دوسرا امام نماز معقد جو قیام نہیں کر سکتا-

(۳) ... معقد کا ایک ہاتھ شل ہے-دو نقص کا مالک ہے-ان کے پیچھے نماز کیسی ہے-جبکہ تندرست صحیح موجود ہے-

﴿ج﴾

(۳) نماز ان کے پیچھے ہو جاتی ہے-لیکن ایسا شخص جو تندرست ہے اور مسائل سے واقف ہو-اس کو امام بنانا اولیٰ اور ... ہے-کیونکہ اعرج اور معقد جس کا ایک ہاتھ شل ہے-لوگوں کی نفرت یا تکمیل طہارت میں کوتاہی کی وجہ سے ان کی امامت مکروہ اور غیر اولیٰ ہے-کما فی الشامیة و کذالک اعرج یقوم بعض قدمیه فالاقتداء بغیره اولی-(شامی باب الامامة ج ۱ ص ۴۱۶) و ایضا فی الشامیة ص ۴۳۵ ج ۱ وصح اقتداء متوضی لاماء معه ستیمم الخ-- و قائم بقاعد یرکع و یسجد الخ- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایسے بہرے امام کی امامت کا حکم جو بتائی جانے والی غلطی نہ سن سکے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں ایک پیش امام بہرہ ہے-وہ غلط قرآن شریف پڑھتا ہے-جب تصحیح کے لیے اسے بتایا جاتا ہے تو وہ بوجہ بہرہ پن اسے نہیں سن سکتا یا نہیں سمجھ سکتا-اور غلط ملط قرآن پڑھ جاتا ہے آیا وہ پیش امام رکھنے کے

قابل ہے یا نہیں۔ (۲) اس کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیے؟

﴿ج﴾

اگر قرآن شریف ایسا غلط پڑھتا ہے کہ جس سے نماز میں نقصان یا فساد آتا ہو۔ تو اس کو امام نہ بنایا جائے اور کسی صحیح خواں کو امام مقرر کیا جائے۔ (و) لا (غیر الالثغ بہ) ای بالالثغ (علی الاصح) درمختار باب الامام۔ ص ۴۳۰ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عالموں کی موجودگی میں نابینا شخص کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک نابینا قاری ہے اور عقیدہ اس کا صحیح ہے اور اس مسجد میں دو عالم باعمل بھی موجود ہیں اور وہ بھی صحیح الاعتقاد ہیں اور وہ بھی اسی نابینا قاری کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں اور مذکورہ قاری صاحب اپنی خوش الحانی سے بہت عادی ہیں کیا اس حافظ کے پیچھے ان عالموں کی اقتدا ٹھیک ہے یا نہیں اور ان علماء کے ہوتے ہوئے وہ امام بن سکتا ہے یا نہیں اور اس کی اقتداء کرنی مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی جواب مفصل تحریر فرمادیں۔

﴿ج﴾

نابینا کی امامت اس وقت صحیح ہے جب کہ اس سے بہتر کوئی دوسرا امام موجود نہ ہو اور اگر اس سے علم وقرات وغیرہ میں بالاتر کوئی موجود ہو تو نابینا کی امامت مکروہ ہے۔ قال الشامی حیث قال قید کراھۃ امامۃ الاعمی فی المحیط وغیرہ بان لایکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولی (ص ۴۱۴ ج ۱) اس نابینا کی امامت دوسرے عالم کی موجودگی میں مکروہ ہے اور اس کراہت پر دوام کرنے سے کراہت تحریمی آجاتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ام مکتوم کو امام مقرر کیا لیکن یہ اس وقت جب کہ تمام جلیل القدر صحابہ کرام غزوہ پر گئے تھے۔ کما یفھم من عبارۃ لکن ورد فی الاعمی نص خاص ھو استخلافہ صلی اللہ علیہ وسلم لابن ام مکتوم وعتبان علی المدینۃ وکانا اعمیین لانہ لم یبق من الرجال من ھو اصلح منھما (ردالمحتار ص ۴۱۴ ج ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(رجب ثانی ۵ء۔)

پرہیزگار نابینا کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام مسجد جس کو امامت کرتے تقریباً پچیس سال ہوگئے ہیں۔ وہ امام نابینا اور حافظ قرآن وقاری ہے۔ نیز قاری ہونے کے علاوہ وہ شریعت کے احکام سے بھی واقفیت رکھتا ہے۔ اور پرہیزگار بھی ہے۔ یہاں تک کہ ناپاکی وگندگی سے بچنے کے لیے ایک طالب علم ساتھ رکھتا ہے۔ چند اشخاص حافظ صاحب پر الزام چوری یعنی بیت المال بغیر ثبوت شرعی وگواہان کے لگاتے ہیں۔ نیز اس کے نابینا ہونے پر سوال پیدا کرتے ہیں کہ یہ نابینا ہے اور نابینا امامت کی اہلیت نہیں رکھتا۔ اب دریافت امر یہ ہے کہ ایسی صفات والے نابینا کی امامت شرعاً جائز ہے یا نہیں اور بلاوجہ الزام لگانے والوں کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

﴿ج﴾

یہ امام جو پچیس سال سے امامت کر رہا ہے اور حافظ وقاری بھی ہے۔ احکام شریعت سے بھی واقف ہے اور پرہیزگار بھی ہے اور طہارت وپاکی کا پورا لحاظ رکھتا ہے۔ جیسے کہ سوال میں مرقوم ہے۔ ایسے امام کو ذاتی جھگڑوں کی بناء پر مورد الزام قرار دینا جائز نہیں اور اسی طرح مسجد کی امامت سے الگ کرنا بھی روا نہیں جب کہ اکثریت اس کے حق میں ہو بلکہ بلاوجہ الزام لگانے والے مجرم ہیں۔ ان کو روکنا ضروری ہے اور نابینا کی امامت کا مکروہ ہونا اس وقت ہے جب کہ افضل القوم نہ ہو اور نجاست وطہارت کے معاملے میں احتیاط نہ کرتا ہو۔ ورنہ بصورت دیگر وہ مستحق ہے۔ کما فی بحر الرائق ص ۳۴۸ وقید کراھۃ امامۃ الاعمی فی المحیط وغیرہ بان لایکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولی۔

عالم امام کے ہوتے ہوئے نابینا کا امامت کی خواہش کرنا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید مدت سے امام مسجد ہے۔ اور اسی علاقہ میں ایک معتبر عالم سمجھا جاتا ہے اور تمام مقتدی اس امام میں ہر طرح سے متفق ہیں۔ بکر جو ایک نابینا ہے اور اپنے آپ کو عالم قاری سمجھتا ہے۔ وہ آکر جماعت میں زید کے شانہ بشانہ کھڑا ہو جاتا ہے اور تکبیر قرات شروع کر دیتا ہے۔ اس خیال سے کہ میں ہی نماز پڑھاتا ہوں۔ حالانکہ لوگ زید کی اقتدا کرتے ہیں۔ بکر خود بخود اونچی پڑھتا ہے۔ نیز بکر علی الاعلان کہہ دیتا ہے کہ زید کے پیچھے نہ میری نماز ہوتی ہے نہ آپ لوگوں کی۔ اس حالت میں از روئے شرع اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بکر مذکور کی یہ حرکت شرعاً نہایت قبیح ہے۔ آخر جب مسجد کا پیش امام پہلے سے مقرر ہے۔ اور لوگ اس کی امامت پر خوش اور رضامند ہیں اور ایک عالم دین اور بینا انسان ہے تو بکر نابینا (جس کی امامت بھی مکروہ ہے) کو خود اپنی ہی امامت کا

...وجہ شرعیات شوق کیوں چڑھا ہوا ہے۔ بکر کو سمجھایا جائے کہ ایسی نازیبا حرکت سے باز آجائے ویسے اگر ... میں نماز پڑھے تو وہ منفرد شمار ہوگا۔ ورنہ اس کا فرض ادا ہو جائے گا۔ اگرچہ ترک جماعت اور فتنہ پردازی کا گناہ ضرور ہوگا۔ اور بکر جو یہ کہتا ہے کہ زید کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہے۔ اس کی یہ وجہ بتاتا ہے۔ اگر یہ ... وجہ درست ... لوگوں پر ضروری ہے کہ زید مذکور کو امامت سے ہٹادیں یا زید اس وجہ فساد نماز کا ازالہ کرلے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبداللطیف ...
الجواب صحیح محمود ...
... صفر ۱۳۹۰ھ

نابینا کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نابینا امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں، جب کہ وہ نجی ستوں سے محفوظ پاک صاف رہتا ہے۔

﴿ج﴾

نابینا امام کے پیچھے نماز صحیح ہو جاتی ہے۔ مگر مکروہ ہے۔ ہاں اگر نابینا سب سے افضل و اعلم ہے لوگوں کی نظروں میں ... ہے۔ یا اور کوئی شخص نماز پڑھانے والا موجود نہیں ہے۔ تب اس کے پیچھے نماز بلا کراہت صحیح ہے اور اگر دوسرا کوئی شخص اس سے زیادہ علم رکھنے والا یا برابر علم و فضل رکھنے والا موجود ہو۔ تب اس کی امامت مکروہ تنزیہی ہے اور ایسی صورت میں اگر کسی دوسرے شخص کے پیچھے اقتدا میسر ہوسکے تو بہتر ہے۔ ورنہ پھر اس کے پیچھے ہی نماز ادا کی جائے۔ بلا جماعت ... نہ کی جائے۔ کراہت کی علت فقہاء نے یہ بیان کی ہے کہ نابینا نجی ستوں سے اچھی طرح محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اور نہ کہ ینبغی استقبال قبلہ از خود کر سکتا ہے۔ جس کی وجہ سے لوگوں کو اس کی امامت سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ جو تقلیل جماعت کا باعث بن جاتی ہے۔ كما قال فى الدر المختار (ويكره) تنزيهاً (امامة عبد) الى ان قال (و... واعمى) ونحوه الاعشى نهر (الاان يكون) اى غير الفاسق (اعلم القوم) فهو اولى) ج ۱ /۰۳... وقال فى الكبيرى شرح منية المصلى ص ۳۵۱ وتقديم الاعمى لانه لايمكنه الاحتراز ... النجاسة وتحقيق استقبال القبلة كما ينبغى. واما من جعله النبى صلى الله عليه وسلم اماماً مع ... اعمى فخارج من هذا لانه وفق ببركة النبى صلى الله عليه وسلم وقال فى البحر الرائق مطبوعه ايچ ايم سعيد ص ۳۴۹ ج ۱ تحت قول الكنز وكره امامة العبد. الخ. فالحاصل انه يكره لهؤلاء

...قدم ويكره الاقتداء بهم كراهة تنزيهية فان امكن الصلوة خلف غيرهم فهو افضل والا فالاقتداء اولى من الانفراد وينبغى ان يكون محل كراهة الاقتداء بهم عند وجود غيرهم والا فلا كراهة كما لايخفى. فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ
۱۲ رمضان ۱۳۸۵ھ

نابینا کی امامت کا حکم

﴿س﴾

... پر یک اہم مسئلہ زیر بحث ہے بعض لوگوں کا خیال ہے اور وہ اپنی رائے پر مصر ہیں کہ نابینا شخص خواہ وہ قرآن حکیم کا حافظ اور قاری ہی کیوں نہ ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ براہ کرم اس مسئلہ پر فتویٰ عنایت فرمادیں اگر آپ بھی اس رائے سے متفق ہوں تو اس کے ثبوت میں قرآن یا حدیث سے ... پیش فرمادیں شکر گزار ہوں گا۔

﴿ج﴾

نابینا کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے البتہ بعض مواقع میں اس کی امامت مکروہ ہوتی ہے مثلاً جب اس سے اچھا حافظ قاری اور عالم موجود ہو تو ان کی موجودگی میں اس کی امامت مکروہ ہوگی اور جس مقام پر اس سے اچھا قاری عالم نہ ہو تو اس کی امامت بالکل جائز ہے اور بغیر کراہت کے جائز ہے شامی جلد اول باب الامامت میں ہے. قيد كراهة امامة الاعمى فى المحيط وغيره بان لايكون افضل القوم فان كان افضلهم فهو اولى رد المحتار ص ۴۱۴ ج ۱. واللہ اعلم۔

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۴ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ

امی کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص قاری ہے اور وہ امی ہے اور اس کا لباس صاف رہتا ہے اور تمام شرعی مسائل سے واقف ہے۔ ایک شخص اس کی دیکھ بھال کے لیے ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے اور ہزاروں انسانوں کو پڑھا

بھی چکا ہے۔اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

ایسے شخص کی امامت درست ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نابینا محتاج کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک نابینا شخص ہے۔ محتاج اور غریبی زوروں پر ہے اس لیے وہ کہیں محنت کرتا ہے لیکن وہ اگر محلہ والوں کو نماز نہ پڑھائے تو پھر اسے محلہ کہیں نہیں ملتا اس لیے اس غریب کے بارے میں آپ بتائیں کہ نابینا کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں جبکہ وہ احتیاط بھی کرے اگر نہیں ہوتی تو اس غریب بندہ کے لیے اسی کے موافق کوئی دوسرا کام تجویز کریں اور بندہ صرف قرآن شریف کا حافظ ہے باقی عالم وغیرہ نہیں ہے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔نابینا کی امامت مکروہ تنزیہی ہے اس لیے کہ وہ نجاست سے کماحقہ پرہیز نہیں کر سکتا۔ویسے نابینا قوم میں سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہو تو اس کی امامت بالکل مکروہ نہیں ہے بشرطیکہ نجاست سے احتراز واحتیاط کرے۔ صورت مسئولہ میں حافظ نابینا موصوف بشرطیکہ نجاستوں سے خوب احتیاط کرتا ہو امامت کرا سکتا ہے ہاں اگر کوئی بڑے علم والا اس محلّہ میں موجود ہو تو اس کی امامت افضل ہے۔ کما قال فی الکبیری ص ۴۷۶ وفی حق الاعمی لانہ لایری النجاسة لیحترز عنها وقد لیحترز عن القلة وهو لا یشعر واذا تاملت وجدت سبب الکراهة فی الاعمی اخذ من غیرہ ولذالم یکرہ تقدیمه عندالائمة الثلاثة وذکر فی المحیط لاباس بان یؤم الاعمی والبصیر اولیٰ وفی الانفع انما یکرہ تقدیم الاعمی اذا کان غیرہ افضل منه وقد ثبت ان النبی صلی الله علیه وسلم استخلف بن ام مکتوم یؤم الناس وهو اعمی رواہ ابوداؤد فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللطیف غفر لہٗ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ رجب ۱۳۸۷ھ

بالکل اندھے اور لنگڑے شخص کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں (۱) بالکل اندھے، کانے اور لنگڑے بالغ آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو کیا نماز مکروہ نہیں ہو جاتی۔ (۲) زاہد کا والد ایک سال ہوا فوت ہو گیا ہے وہ مبلغ ۴۰۰ روپے چھوڑ کر مرا ہے اب تک وہ ۴۰۰ روپے زاہد کے پاس پڑا ہے اور زاہد کی ایک کنواری بہن اور بوڑھی والدہ ہے نیز زاہد ایک طالب علم ہے۔وہ اپنی تعلیم کا خرچ ٹیوشن وغیرہ پڑھا کر برداشت کرتا ہے اور اس کی والدہ محنت وغیرہ کر کے گھر کا خرچ برداشت کرتی ہے تو زاہد کو ۴۰۰ روپیہ پر زکوٰۃ دینی پڑے گی۔ اگر دینی پڑے گی تو کن کو دے کیا وہ اپنی بہن کو جو کہ گھر میں کنواری بیٹھی ہوئی ہے۔ زکوٰۃ دے سکتا ہے۔ نیز اگر اس کی بہن شادی شدہ ہو اور اس کا خاوند فوت ہو چکا ہو تو کیا اس صورت میں بہن کو زکوٰۃ کی رقم دے سکتا ہے جب کہ بیوہ بہن کا کوئی آمدنی کا ذریعہ نہ ہو۔ وضاحتی جواب سے سرفراز فرمادیں۔

﴿ج﴾

تنزیہاً اندھے کی امامت جائز تو ہے لیکن اس میں کراہت ہے۔ ہاں اگر اندھا ایک عالم قاری شخص ہو اور نجاست سے پوری طرح پرہیز اور احتیاط کرتا ہو تو پھر اس کی امامت مکروہ بھی نہیں ہے۔ قال فی العالمگیریه ص ۸۹ ج ۱ ولو کان لقدم الامام عوج وقام علی بعضها یجوز وغیرہ اولی کذا فی التبیین وقال فیها ایضا وتجوز امامة الاعرابی والاعمی والعبد وولدالزنا والفاسق کذا فی الخلاصة الا انها تکرہ کذا فی المتون قال فی التنویر ویکرہ امامة عبد الی ان قال (واعمی) (الا ان یکون اعلم القوم) ج ۱/ ۴۱۳

(۲) زاہد کے باپ نے جو ۴۰۰ روپیہ چھوڑے ہیں یہ سارے زاہد کے نہیں ہوئے۔ اس میں سے پچاس روپے اس کی بوڑھی ماں کے ۱۱۶ روپے اس کی ایک بہن اور ۲۳۳ روپے زاہد کے شرعاً ہوتے ہیں۔ اگر وارث صرف یہی ہیں اگر زاہد کے قرضوں اور دیگر حاجات اصلیہ سے یہ روپیہ فارغ پڑا ہو اور بقدر نصاب ہو تو اس صورت میں اس پر سال گزرنے کے بعد اس کا چالیسواں حصہ ہوگا۔ بہن کا مال وغیرہ اگر ساتھ شریک نہیں ہے تو بہن کو اگر وہ مسکین ہے صاحب نصاب نہیں۔ زکوٰۃ دے سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفر لہٗ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۴ رجب ۱۳۸۴ھ

صفائی ستھرائی کا خیال رکھنے والے نابینا کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایک حافظ نابینا گیارہ سال سے ایک مسجد میں امام مقرر ہے قرآن کریم بھی اچھا پڑھتا ہے۔ مسجد کے ساتھ ایک مدرسہ ہے مدرسہ مذکورہ میں دو عالم ہیں جو کہ عقائد دیو بند کے ہیں اور حافظ بھی دیو بندی ہے۔ علماء کرام کہتے ہیں کہ حافظ نابینا ہے اس لیے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ حافظ صاحب صفائی کا بھی بہترین خیال رکھتے ہیں۔ اگر حافظ صاحب کو امامت سے علیحدہ کریں تو جھگڑے کی صورت ہے تو اس صورت میں علمائے کرام فتویٰ دے کر مشکور فرمادیں۔

﴿ج﴾

نابینا کی امامت اس وقت مکروہ ہے جب کہ وہ نجاست سے بچنے پر قادر نہ ہو یا دوسرے لوگوں سے باعتبار قراءۃ قرآن اور علم مسائل افضل نہ ہو اور اگر کوئی نابینا ایسا ہے کہ نجاست سے بچنے کا انتظام رکھتا ہے تو اس کی امامت مکروہ نہیں ہے۔ قال الشامی **قید کراهة امامة الاعمی فی المحیط وغیره بان لایکون افضل القوم فان کان افضلهم فهو اولی۔** (ج ۱/ص ۴۱۴) جب کہ اس کو امامت سے الگ کرتے ہیں فساد کا بھی اندیشہ ہو اور قدیم سے جو اس کی امامت چلی آرہی ہے لہٰذا اس کا بھی تقاضا ہے کہ اس کو بدستور امام رکھا جاوے اور علماء اس کے پیچھے نماز پڑھیں بشرطیکہ بیان مذکور مستفتی کا صحیح ہو اور فی الواقع قوم میں افضل ہو ضروری مسائل نماز سے واقف ہو۔

محتاط نابینا شخص کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مسئلہ ذیل میں کہ ایک نابینا جو قرآن شریف کا حافظ اور قاری ہونے کے علاوہ شریعت کے احکام سے بھی واقفیت رکھتا ہے اور پرہیزگار بھی ہے۔ یہاں تک کہ ناپاکی اور گندگی سے بچنے کے لیے ایک طالب علم کو ہمیشہ اپنے پاس رکھتا ہے تاکہ ناپاکی سے محفوظ رکھے ایسے آدمی کا پیش امام رکھنا از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نابینا کو آگے ہونے کا موقع اپنی زندگی مبارک میں دیا ہے یا نہیں؟ نیز یہ کہ جو شخص لوگوں میں فتنہ برپا کرنے کے لیے کوئی ایسا مسئلہ پیش کردے مثلاً یہ کہے کہ ایسے مذکورہ بالا آدمی کے پیچھے نماز جائز نہیں تو اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

واقعی اگر پیش امام مذکور ناپاکی سے کافی احتیاط کرتا ہے اور قاری نیز واقف از احکام شرع ہے تو اس کی امامت میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ بلکہ افضل القوم ہونے کی وجہ سے وہی زیادہ لائق امامت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

عبد اللہ بن ام مکتوم کو ایک غزوہ پر جاتے وقت مسجد نبوی کا امام مقرر فرمایا تھا اور حضرت عتبان بن مالک کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسجد کا پیش امام مقرر فرمایا تھا۔ باوجودیکہ دونوں حضرات نابینا تھے۔ بحر الرائق مطبوعہ ایچ ایم سعید ص ۳۴۸ ج ۱ میں ہے۔ **وامامة عتبان بن مالک الاعمی لقومه مشهورة فی الصحیحین واستخلاف ابن ام مکتوم الاعمی علی المدینة کذلک (ثم قال) وقید کراهة امامة الاعمی فی المحیط وغیره بان لایکون افضل القوم فان کان افضلهم فهو اولی الخ۔** لہٰذا اس کے خلاف لوگوں میں فتنہ ڈالنے کی کوشش یا لوگوں کے دلوں میں شبہات ڈالنا بری بات ہے۔ اس لیے پرہیز کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اتفاق نصیب کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

افیون کا نشہ کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ یہاں ایک مولوی صاحب افیون کا نشہ کرتے ہیں۔ کیا ایسے مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہ؟

﴿ج﴾

افیون کھانے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ اس کو امام نہ بنانا چاہیے۔ **یحرم اکله وایضاً فیه وکذا تکره خلف امرد وسفیه (الی قوله) وشارب الخمر واکل الربوا** درمختار باب الامامة ج ۱/ص ۴۱۵ **وفی الشامیه وکراهة تقدیمه ای الفاسق کراهة تحریم الخ۔** ج ۱/ص ۴۱۴ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۲۸ ذوالحجہ ۱۳۹۳ھ

”بیڑا“ رکھنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل:

(۱) ایک امام مسجد بیڑا جو کہ تمباکو و دیگر نشہ آور اشیاء کی آمیزش سے تیار ہوتا ہے اس کے استعمال کا اس قدر عادی ہے کہ دوران مطالعہ بھی استعمال سے گریز نہیں کرتا ہے۔ اور جماعت کرانے سے ایک دو منٹ پیشتر کلی کر کے جماعت کی سعادت مندی اختیار کر لیتا ہے۔ کیا اس کی امامت اس صورت حالات کے اندر درست ہے؟

(۲) جب یہ جمعہ کے روز ممبر پر تشریف فرما ہوتے ہیں۔ اور بر و مقتدیان تو اس وقت کوئی السلام علیکم نہیں فرماتے۔ مگر تلاوت

قرآن شریف شروع کردیتے ہیں- اور تمہیدی دعا سے فارغ ہوکر پھر حاضرین کو مخاطب فرما کر السلام علیکم فرماتے ہیں جو
اولین اصول کے تحت حاضرین سے السلام علیکم کی دعا ہو اور پھر سلسلہ تبلیغ شروع ہو- کس حد تک ان کا یہ عمل درست ہے-

﴿ج﴾

(۱) معروف بیڑ اور نسوار کے استعمال کرنے والے کی امامت جائز اور درست ہے- کذا فی فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۹- لیکن خلاف اولیٰ ضرور ہے- امام صاحب کو احتراز کرنا چاہیے-

(۲) یہ طریقہ سلام مسنون طریقہ کے خلاف ہے- اسلاف سے منقول نہیں یعنی خطبہ کے بعد وعظ سے پہلے السلام علیکم کہنا دین میں منقول نہیں- امام مسجد کو چاہیے کہ ہر حال میں سنت کی اتباع کرے- اتباع کا مقام سب سے اونچا ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حقہ نوشی کے عادی نابینا قاری کی امامت دو عالموں کے ہوتے ہوئے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی یا ایک شہر میں دو عالم باعمل وصحیح الاعتقاد موجود ہوں- اور وہاں ایک قاری نابینا صاحب صحیح الاعتقاد کو امام مقرر کیا گیا ہے- اور وہ دو عالم بھی اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں- کیا اس کی امامت اور ان کی اقتداء بلا کراہت جائز ہے یا نہیں؟ باوجودیکہ وہ قاری صاحب اور احتیاط تو رکھتا ہے اور نیز اکثر مسائل نماز سے بھی واقف ہے- لیکن حقہ نوشی بہت کرتا ہے- اور اس کو حقہ کے ترک پر کئی بار مجبور کیا گیا ہے- لیکن وہ حقہ کسی صورت میں بھی نہیں چھوڑتا اور غلطی بھی تسلیم نہیں کرتا- لہٰذا مہربانی فرماتے ہوئے یہ مسئلہ پوری پوری وضاحت سے مبرھن فرما کر ہماری تشفی فرمائیں-

(۲) اور دوسرا یہ کہ نماز جمعہ کے فرض ادا کرنے کے بعد فرض احتیاطی پڑھنے چاہئیں یا نہیں؟ برائے کرم ان دونوں مسئلوں کو وضاحت سے تحریر فرمائیں-

﴿ج﴾

(۱) علامہ شامیؒ نے جلد اول ص ۴۱۴ میں لکھا ہے **قید كراهة امامة الاعمى فى المحيط وغيره بان لا يكون افضل القوم فان كان افضلهم فهو اولى** - بظاہر سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ہذا (نابینا) تمام قوم یعنی مقتدیوں سے علم میں افضل نہیں ہے کیونکہ دو عالم باعمل موجود ہیں- اس لیے ان کے ہوتے ہوئے- اس نابینا کی امامت مکروہ ہے- نیز حقہ نوشی اگرچہ گناہ صغیرہ ہے- لیکن اس پر اصرار کرنا اور ہمیشہ اس کا ارتکاب کرنا صغیرہ نہیں بلکہ اس سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے اور فاسق کے پیچھے غیر فاسق کی موجودگی میں نماز نہ پڑھنی چاہیے-

(۲) شہر میں جمعہ ادا کرنے کے بعد فرض احتیاطی ہرگز نہ پڑھیں- البتہ اگر کہیں جواز جمعہ میں شک پڑ گیا وہاں پر اگر پڑھی جائے تو درست ہے- **وعن الاختلاف فى المصر قالوا فى كل موضع وقع الشك فى جواز الجمعة ينبغى ان يصلى اربعا** اه مجموعہ فتاویٰ جلد ۳ ص ۶۱ لیکن عوام کے لیے فرض احتیاطی ٹھیک نہیں ہے- **كما هو المنقول عن البحر فى ردالمحتار يفيد انه على الراجح من جواز التعدد لا يصليها بناء على ما قدمه عن البحر من انه افتى بذلك مرارا خوف اعتقاد عدم فرضية الجمعة و قال فى البحر انه لا احتياط فى فعلها لانه العمل باقوى الدليلين شامى ج ۱ ص ۵۹۶)** واللہ تعالیٰ اعلم

امام کعبہ کی اقتداء میں نماز کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے ہاں بعض لوگ یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ امام کعبہ کی امامت میں نماز ناجائز ہے- کیونکہ ان کی داڑھی ایک مشت سے کم ہے- تو کیا یہ صحیح ہے-

﴿ج﴾

امام کعبہ کی امامت میں جو نمازیں ادا کی گئی ہیں وہ صحیح ہیں- واجب الاعادہ نہیں داڑھی منڈھے کی امامت مکروہ ہے- لیکن اگر کسی نے اس کی اقتداء میں نماز پڑھ لی تو واجب الاعادہ نہیں- **کذا فی فتاوی دار العلوم و امداد الفتاوی.**
فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی قاسم العلوم ملتان
۱۳ ذوالقعدہ ۱۳۹۸ھ

امام حرم کی اقتداء میں ادا کی گئی نمازوں کا حکم؟

﴿س﴾

محترم مفتی صاحب السلام علیکم
یہاں حاجیوں کو یہ کہا گیا ہے کہ حرم شریف میں امام چونکہ چاروں اماموں کی مخصوص جگہوں میں سے کسی پر بھی نہیں ہوتا اور امامت نئی جگہ پر کرواتا ہے- مسجد نبوی میں امام نجدی ہے- لہٰذا اہل سنت کی تمام نمازیں دوہرائی جائیں-

﴿ج﴾

محترم المقام جناب منظور احمد صاحب دام مجدکم- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ- نمازوں کے اعادہ سے متعلق آپ کا استفتاء ملا- جواباً عرض ہے کہ مسجد حرام میں چار مخصوص جگہوں میں سے کسی جگہ پر کھڑا ہونا امام کے لیے ضروری نہیں- مسجد حرام میں اس وقت جو امام نمازیں پڑھاتا ہے اور وہاں کھڑا ہوتا ہے ان کے پیچھے سب لوگوں کی نمازیں بلاشبہ صحیح اور

درست ہیں۔ اعادہ کا حکم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۰ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ

حرمین شریفین کے اماموں کی اقتداء کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ امام حرمین شریفین کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

بلا کراہت درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ

ایک مسلک کے اہل علم کی دوسرے مسلک کے امام کی اقتداء میں نماز کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: چند روز ہوئے مسجد نبوی شریف کے امام تشریف لائے جو مسلک کے اعتبار سے حنبلی ہیں۔ اور اب بیت اللہ شریف کے امام صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں قابل دریافت طلب امر یہ ہے کہ حنفی مسلک کے مستند علماء کی موجودگی میں حنفی مسلک رکھنے والوں کو اپنے علماء کے پیچھے جمعہ ادا کرنا بہتر ہے یا حنبلی، مالکی، شافعی امام کے پیچھے۔ بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

اہل سنت والجماعت کے نزدیک چاروں مذاہب (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) حق ہیں۔ ان کا آپس میں اختلاف فروعی مسائل میں ہے۔ لہٰذا حنفی کی نماز شافعی المذہب یا حنبلی مذہب والے امام کے پیچھے درست ہے۔ اگرچہ حنفی مسلک کے مستند علماء موجود ہوں۔ درمختار میں ہے۔ وکذا تکرہ خلف امرد الخ و مخالف کشافعی لکن فی وتر البحران تیقن المراعاة لم یکرہ۔ اور شامی میں ہے۔ و بحث المحشی انہ ان علم انہ راعی فی الفروض والواجبات والسنن فلا کراھة۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۳۶۶ فتاوی دارالعلوم ج ۳ ص ۱۹۴)۔ فقط واللہ اعلم

علماء دیوبند کی اقتداء میں نماز کا حکم؟

﴿س﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ علماء دیوبند کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں اگر کوئی دیوبندیوں کے پیچھے نماز پڑھے تو پھر دوبارہ پڑھنی ہوگی اعادہ کرے یا نہیں؟

﴿ج﴾

علماء دیوبند اہل حق اور صحیح علم دین کے حامل اور درست عقیدہ انھی حضرات کا ہے ان کی اقتداء میں اداء کی ہوئی نمازیں ادا ہو گئی ہیں۔ ان نمازوں کا اعادہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد بن عبدالوہاب کو بُرا کہنے والوں کا حکم؟

﴿س﴾

زید محمد بن عبدالوہاب نجدی کو برا کہتا ہے اور بخاری جلد چہارم یطلع قرن الشیطان والی روایت پیش کر کے ردالمحتار شامی کتاب جہاد البغات سے یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ پیشین گوئی ۱۲۳۳ ہجری میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کے ظہور سے پوری ہوئی۔ بکر زید کے خلاف کہتا ہے اور مشکوٰۃ ابو البیختری الدی والی روایت پیش کر کے یہ ثابت کرتا ہے کہ اس نے سنت علی پر عمل کیا ہے۔ اب یہ اختلاف ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ حالانکہ دونوں اہل سنت والجماعت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور دونوں امام مسجد اور خطیب ہیں اب علمائے کرام ومفتیان عظام کی خدمت میں التماس ہے کہ ہم زید کو اچھا سمجھیں یا بکر کو زید کے پیچھے نماز پڑھیں یا بکر کے پیچھے۔

﴿ج﴾

محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متعلق مختلف قسم کے اقوال وخیالات فقہاء وغیرہ ائمہ سے منقول ہیں لیکن بہر حال وہ حنبلی المذہب تھے اور عمل بظاہر اہل حدیث جیسا کہ اکثر امام احمدؒ کے مذہب میں ہوتا ہے۔ پسند کرتے تھے اہل سنت والجماعت سے بعض عقائد میں مختلف ہیں۔ مگر ان کی تقبیح وتوصیف میں غلو کرنا صحیح نہیں ہے۔ بکر اور زید دونوں کے پیچھے نماز جائز ہے۔ بخاری والی حدیث کا مصداق محمد بن عبدالوہاب کو قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ یہ محض ان کا اپنا خیال ہے۔

غیر مقلدین اور محمد بن عبدالوہاب کے پیروکاروں کی اقتداء میں نماز کا حکم

﴿س﴾

مارأی سماحتکم فی جواز الصلوة خلف اتباع محمد بن عبدالوهاب النحدی واهل الحدیث حمیعا ثم ماذا عقیدة سماحتکم فی شیخ الاسلام ابن تیمیة والحافظ ابن القیم الحوزی وقد افتی بعض المبتدعة فی دیارنا بعدم حوار الصلوة خلفهم وقال انهم من اهل الخوارج وقد نسب هذا القول الی الشیخ عبدالحق المحدث الدهلوی وابن عابدین الشامی وایضا استدل هذا المبتدع بحدیث النجد المشهور ها تطلع قرن الشیطن الخ. بینوا بیانا شافیا وتوجروا اجرا وافیا۔

﴿ج﴾

مبسملا وحامدا ومصلیا اقول التفصیل عندی ان غیر المقلدین هم اصناف فمنهم من یختلف مع المقلدین فی الفروع الاجتهادیة فقط بحکمهم فی حواز الاقتداء بهم للحنفیة کالشافعیة حیث یحوز بشرط المراعات فی الخلافیات الصلوة وفا قاوعند عدم المراعات خلافا وبالاول افتی الجمهور فان امر الصلوة ینبغی ان یحاط فیه. ومنهم من یختلف معهم فی الاجماعیات عنداهل السنة کتحریر نکاح مافوق الاربع وتجویز سب السلف وامثال ذلک وحکمهم کاهل البدعة حیث یکره الاقتداء بهم تحریما عندالاختیار وتنزیها عندالاضطرار وحیث یشتبه الحال فالاولی ان یقتدی بهم دفعا للفتنة ثم یعید اخذا بالاحوط ولو کانت الفتنة فی الاقتداء فلا یقتدی صونا للمسلمین عن التخلیط فی الدین (وهکذا حکم (ای یحوز بشرط مراعاة الخلافیات) الصلوة خلف متبعی عبدالوهاب النجدی و ابن تیمیة والله تعالی اعلم وعنده علم الیقین والحق المبین والکاتب مولانا اشرف علی التهانوی. امداد الفتاوی ۲۴۰،۲۳۹/ج ۱. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲ جمادی الاخری ۱۳۸۹ھ

ایسے امام کی اقتداء کا حکم کہ جس کا روزہ ہو اور قوم کی عید ہو، تعلیم قرآن پر اجرت لینے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع اس مسئلہ کے بارہ میں کہ (۱) ایک شخص امام مسجد ہو اور قوم اس کے پیچھے نماز ادا کرتی ہو ہمیشہ کے لیے اور اس نے روزہ رکھا ہو اور قوم کی عید ہو اور وہ روزہ رکھ کر قوم کو عید کی نماز پڑھا دے۔ ایسے امام کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہ۔ ایک شخص امام ہو اور اس کے گھر میں پردہ نہ ہو اس کی عورت بے پردہ گلیوں میں پھرتی ہو

بوقتی ہو ایسے امام کے لیے کیا حکم ہے (۲) ایک شخص لڑکوں کو قرآن کریم کی تعلیم دے اور ان بچوں سے مقرر کر کے ایک ... کے آٹھ آنے یا زیادہ اجرت لے۔ اس کے لیے کیا حکم ہے (۳) ایک شخص ہے جس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ... بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ حضورؐ کو علم ماکان ومایکون ہے۔ ایسے شخص کے متعلق کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں امام صاحب کا جان بوجھ کر عید کے دن روزہ رکھنا گناہ ہے۔ اس طرح باقی امور بھی جو دیگر سوالات میں مذکور ہیں۔ غیر مشروع ہیں امام مذکور کی فہمائش کی جائے کہ ان وجوہ کی بنا پر آپ کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ لہٰذا آپ اصلاح کرلیں اور اگر وہ اصلاح نہ کرے تو اسے تبدیل کر کے اچھا امام مقرر کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

قرآن خوانی پر طے کر کے اجرت لینے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جس امام کے اندر یہ علامتیں پائی جاتی ہوں۔ اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے۔ (۱) جو جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے کا عادی ہو (۲) جو جماعت میں تفرقہ بازی پیدا کرتا ہو (۳) جو قرآن خوانی پر سو پچاس روپیہ اجرت طے کرتا ہو (۴) جو تعویذ گنڈوں کا کاروبار کرتا ہو اور نامحرم عورتوں اور مردوں سے اجرت لیتا ہو۔ (۵) جو مسائل نماز سے واقفیت نہ رکھتا ہو۔ (۶) جو صاحب نصاب ہوتے ہوئے زکوٰۃ لیتا ہو۔ (۷) جو نکاح پڑھاتا ہو اور فریقین کے مابین جھگڑا فساد ہونے پر سچی شہادت دینے سے انکار کرتا ہو۔ (۸) کیا ایسا شخص امامت کے قابل ہے۔ جب کہ اکثر جماعت اس سے ناخوش ہو۔ (۹) جو گھر میں ٹیلی ویژن بھی رکھتا ہو؟

﴿ج﴾

اگر واقعی امام ان امور کا ارتکاب کرتا رہتا ہے۔ جو سوال میں درج ہیں تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ وہ توبہ تائب ہو جائے۔ ورنہ امامت سے الگ کر دیا جاوے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۲۱ شوال ۱۳۹۸ھ

امامت پر مشاہرہ کے طالب کی امامت کا حکم

﴿س﴾

ایک شخص امامت مسجد کا طالب ہے اور اس پر مشاہرہ بھی طلب کرتا ہے۔ کیا ایسے شخص کو امام بنانا چاہیے۔

﴿ج﴾

جملہ متاخرین فقہاء نے امامت پر تنخواہ لینے کو جائز لکھا ہے۔ لہٰذا امر جائز کے مطالبہ پر شخص مذکور کی امامت میں کوئی کراہت نہیں۔ بلا کراہت اس کی امامت صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۴ شوال ۱۳۹۷ھ

اماموں خطیبوں مؤذنوں کے محکمہ اوقاف سے تنخواہ لینے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی محکمہ اوقاف کا ملازم ہے۔ مثلاً کسی مسجد کا مؤذن۔ امام خطیب ہے۔ اس کو تنخواہ محکمہ دے رہا ہے جب کہ محکمہ والوں نے ایک اکاؤنٹ کھول رکھا ہے۔ جس میں مساجد کی دوکانوں کا کرایہ، مزاروں کے نذرانے وغیرہ ایک جگہ جمع کرتے ہیں اور اس جمع شدہ رقم میں سے اس مؤذن یا امام مسجد، خطیب کو تنخواہ دیتے ہیں۔ اب ان کے لیے یہ تنخواہ لینا جائز ہے یا ناجائز۔ جب کہ ان کا عقیدہ بھی یہ ہے کہ مزاروں پر نذرانے چڑھانا جائز ہے۔

﴿ج﴾

خطیب مذکور کے لیے تنخواہ لینا درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر لہٗ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ محرم ۱۳۹۷ھ

صدقۂ فطر اور قربانی کی کھالوں کی شرط پر امام رکھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ہمارے قصبہ میں مولوی صاحب ہیں۔ جن کو اس شرط پر امامت کے لیے منتخب کیا گیا کہ فصل ربیع وخریف کے علاوہ بقرہ عید کے چرم وصدقہ عید الفطر بھی دیے جاتے ہیں۔ چنانچہ گزشتہ عید الفطر میں اس مذکورہ شرط پر عمل کیا گیا۔ اور مطلب یہ ہے کہ صدقہ عید الفطر ادا ہو جاتا ہے یا نہیں اگر مالک نصاب ہو یا نہ ہو۔ جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

﴿ج﴾

امامت پر اگرچہ اجرت لینی جائز ہے۔ لیکن زکوٰۃ، عشر، صدقہ کا اجرت میں دینا جائز نہیں اور اگر اس اجرت میں یہ

صدقات دیے جائیں تو زکوٰۃ وغیرہ فرائض وواجبات ادا نہیں ہوں گے۔ خواہ امام صاحب نصاب نہ ہو البتہ اگر امام صاحب صاحب نصاب نہیں اور لوگ اجرت نہیں بلکہ اس کو مصرف صدقات سمجھ کر صدقات دیتے ہیں تو درست ہے۔ صدقات ادا ہو جاتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ
۲۹ ذوالقعدہ ۱۳۸۰ھ

منکرین حدیث سے تعلقات رشتہ داری رکھنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ ایک شخص ایک بستی کی مسجد میں کچھ عرصہ نماز کی جماعت کراتا رہا مگر اس کی بعض حرکات کی وجہ سے نمازی اس سے متنفر ہونا شروع ہو گئے حتیٰ کہ نمازیوں کی اکثریت نے اس کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا اور خود اس نے بھی کہہ دیا کہ بے شک کوئی دوسرا آدمی امام بنا لیں۔ اب میں تمہیں نماز نہیں پڑھاؤں گا مگر جب دوسرا آدمی تجویز کرا لیا گیا تو اس نے یعنی پہلے امام نے اس مسجد میں پھر دو تین نمازیوں کو نماز پڑھانا شروع کر دی۔ اب اس مسجد میں بیک وقت دو جماعتیں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ اکثریت اس امام سے بایں وجہ بھی متنفر ہے کہ اس کا کھانا پینا اور رشتہ داریوں کے تمام تعلقات اس فرقہ سے ہیں جو اپنے آپ کو اہل قرآن کہتا ہے۔ جو صرف تین نمازوں کے قائل ہیں پانچ نمازوں کو فرض ہی نہیں سمجھتے ہیں۔ نیز کھلے طور پر انکار حدیث کرتے ہیں اور اپنے لڑکے کی شادی بھی ایسے لوگوں کے گھر ہی کر رکھی ہے اور ان کا ہر وقت اس کے ہاں آنا جانا رہتا ہے اور برت برتاؤ کھانا پینا بھی انھی کے ساتھ ہے کیا یہ شخص کو امام بنانا اس سے جماعت کرانا جائز ہے جب کہ سوائے ایک دو آدمیوں کے اس کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے کوئی آدمی تیار نہیں ہے اور اہل محلہ اس سے بیزار ہیں نیز اس پر اس کے علاوہ اور بھی فسق وفجور کے شبہات ہیں۔

﴿ج﴾

اگر یہ باتیں درست ہیں کہ امام مذکور میں فسق وفجور بھی پایا جاتا ہے نیز اس کے تعلقات اور رشتہ داریاں فرقہ منکرین حدیث سے ہیں اور انھی وجوہات کے سبب اہل محلہ اس سے بیزار ہیں اور اکثریت نے اس کی اقتداء ترک کر دی ہے تو امام مذکور کو لازم ہے کہ اس مسجد کی امامت سے الگ ہو جائے اور زبردستی اپنی امامت ان لوگوں پر ٹھونسنا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔ بلکہ اس کی امامت مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ یکم محرم ۱۳۹۶ھ

پرویزی کی نماز جنازہ پڑھانے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مسئلہ میں کہ مشہور منکر حدیث غلام احمد پرویز جس کو جمہور علماء امت نے کافر قرار دیا ہے- اس کا ایک پیروکار ہم عقیدہ ہم مسلک اور مسلک پرویز کا مبلغ مر گیا ہے- جبکہ جمہور علماء امت نے پرویز کے متبعین کو بھی خارج از اسلام قرار دیا ہے- اس پرویزی پر اہل سنت والجماعت کے ایک پیش امام نے جنازہ پڑھا ہے- لہٰذا (۱) شریعت اسلامی میں مذکورہ امام کا کیا حکم ہے؟

(ب) نماز جنازہ کی اس امامت کے بعد اس امام کے پیچھے اقتداء جائز ہے؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم- امت مسلمہ کے تمام علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ غلام احمد پرویز بوجہ انکار حدیث کافر ہے- لہٰذا اس سے تعلق رکھنے والا پرویز کا متبع و پیروکار بھی کافر ہوگا اور کافر کا نماز جنازہ پڑھنا ناجائز ہے- لہٰذا جس سنی پیش امام نے اس پرویزی کا جنازہ پڑھا ہے اگر اس کو اس کے پرویزی ہونے کا علم ہو یا اس کا پرویزی ہونا بالکل ظاہر اور معروف ہو تو اس نے بڑا ناجائز کام کیا ہے- اور اس کی امامت مکروہ ہوگی- مسلمانوں کو اسے امامت سے معزول کرنا چاہیے البتہ اگر یہ صدق دل سے علانیہ توبہ کر لے اور عوام مسلمانوں کو اس پر اعتماد ہو جائے تو اس کی امامت درست ہوگی اور اس کو امام رکھنا بھی جائز ہوگا- لما فی الحدیث التائب من الذنب کمن لا ذنب له- و فی الکنز و کرہ امامة العبد والاعرابی والفاسق والمبتدع- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حیات النبیؐ کے منکر کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ جو آدمی حیات النبی کا قائل نہ ہو اور یہ کہتا ہو کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے تو ایسے آدمی کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

جانبین کو اس مسئلہ میں شدت سے احتراز کرنا چاہیے امامت اس کی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق

۱۰ شوال ۱۳۹۶ھ

عدم سماع درود عند القبر کے دلائل پسند کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان کرام کہ مندرجہ ذیل عقیدہ شرعاً کیسا ہے اور اس قسم کے عقیدہ والے امام کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے- عقیدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں- (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ حیاۃ برزخیہ ہے اور اس حیات دنیوی سے لاکھوں درجہ اعلیٰ وارفع ہے- (۲) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف اگر دور سے پڑھا جائے تو فرشتے پہنچا دیتے ہیں اور اگر قبر مبارک پر پڑھا جائے تو اس میں اختلاف ہے بعض سماع عند القبر درود شریف کے قائل ہیں اور بعض نہیں- دونوں طرف کے دلائل دیکھے پسندیدہ رائے ان کی ہے جو قائل نہیں- مگر جو درود شریف کے سماع عند القبر کے قائل ہیں ان کو بھی صحیح مسلمان اور اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کا خادم سمجھتا ہے- اور اگر کوئی چاہے اور حضرتؐ کو ہمارا درود شریف سنا دے اور حضرتؐ خود شرف قبولیت بخشیں تو یہ درست ہے؟

﴿ج﴾

اس کی امامت درست ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایسے شخص کی امامت کا حکم جو سیّد ہوتے ہوئے صدقۂ ایصال ثواب استعمال کرے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص سید ہو کر صدقہ ارواح کے کھانے لے کر کھائے باقی عقائد اس کے درست ہیں- تو کیا اس کی امامت وخطابت درست ہے- (۲) مذکورہ عذر کی وجہ سے چند مقتدی اپنے گھر میں اذان و نماز پڑھیں تو شرعاً جائز ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

(۱) اگر اس کے عقائد صحیح ہیں تو اس کے پیچھے نماز درست ہے۔ البتہ امام مذکور پر لازم ہے کہ اپنے آپ کو اور بچوں کو بھی اس حرام کے کھانے کھانے سے محفوظ کرے۔ (۲) ان لوگوں کو چاہیے کہ مذکور امام کے پیچھے نماز پڑھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۸ رمضان ۱۳۹۶ھ

ایسے شخص کی امامت کا حکم جس کی بیوی فوت ہو چکی ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان عظام کہ ایک آدمی دو شادیاں کر چکا ہے۔ چنانچہ ان سے تین بچے پیدا ہوئے پھر اس کے بعد ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد وہ بچے بھی فوت ہو گئے۔ چنانچہ اب وہ ایک گاؤں میں پیش امام ہے ایک پیر صاحب نے فتویٰ عائد کیا ہے کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ انھوں نے کہا ہے کہ بخاری شریف میں ہے غیر شادی شدہ کے پیچھے نماز ٹھیک نہیں ہوتی اور اس کی نماز نہیں اور لوگوں کو برانگیختہ کر کے ان کی سوچ خراب کر دی ہے۔ آپ براہ کرم اس مسئلہ کی اہل سنت والجماعت حنفی المسلک کے مطابق پوری طرح تشریح فرمائیں۔

﴿ج﴾

غیر شادی شدہ اگر متقی و پرہیزگار ہے اور باقی شرائط امامت اس میں پائی جاتی ہوں تو صرف اس لیے کہ وہ غیر شادی شدہ ہے اس کی امامت میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ بلا کراہت اس کی امامت جائز ہے۔ بخاری شریف میں ایسا مسئلہ درج نہیں ہے۔ پیر صاحب کا مسئلہ گھڑا ہوا ہے۔ اس کی کوئی حقیقت کتاب و سنت میں نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۰ھ

غیر شادی شدہ کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عالم ہے درس نظامی کا فارغ التحصیل ہے مگر غیر شادی شدہ ہے کیا ایسے شخص کی امامت ناجائز ہے اور کیا شادی شدہ ہونا شرائط امامت میں سے ہے۔ دلائل شرعیہ جواب دے کر مشکور فرمائیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

امامت کے لیے مسائل نماز سے واقف ہونا اور متقی ہونا ضروری ہے شادی شدہ ہونا ضروری نہیں۔ پس صورت مسئولہ میں اس کی امامت درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

گھر میں اہل و عیال کو ساتھ ملا کر جماعت کرانے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) زید کسی عذر کی بنا پر مسجد نہیں جا سکتا گھر میں اپنی عورت اور جوان سال بیٹی کے ساتھ جماعت کرا لیتا ہے۔ کبھی صرف بیٹی کبھی صرف عورت اور کبھی صرف نابالغ بچے کے ساتھ جماعت کراتا ہے۔ کیا مذکورہ بالا تمام صورتوں میں جماعت درست ہے؟

(۲) ایک امام اور ایک مقتدی مرد ہونے کی صورت میں جو جماعت کی شکل ہے۔ یعنی امام کے دائیں طرف ذرا پیچھے لیکن متصل جیسے مقتدی مرد کھڑا ہوتا ہے۔ کیا اسی طرح زید اپنے گھر میں اپنی زوجہ یا جوان سال بیٹی کے ساتھ جماعت کرائے یا کوئی اور صورت ہو۔ براہ کرم تفصیلی جواب عنایت کر کے مشکور فرمائیں۔

﴿ج﴾

واضح رہے کہ بلا عذر شرعی ترک جماعت مسجد دائمی طور سے معصیت ہے۔ اور اصرار اس پر فسق ہے۔ لیکن اگر کبھی اتفاق سے مسجد میں جماعت نہ ملے تو گھر پر عورتوں بچوں کو شامل کر کے جماعت کرے جیسا کہ درمختار میں ہے۔ اور حدیث احراق بیوت سے ثابت ہوتا ہے کہ مردوں کو بلا عذر گھر پر جماعت نہ کرنی چاہیے۔ بلکہ مسجد میں آئیں۔ اور شریک جماعت ہوں۔ نیز معلوم رہے کہ مرد کو صرف عورتوں کی امامت کرنا ایسی جگہ مکروہ ہے جہاں کوئی مرد نہ ہو۔ نہ کوئی محرم عورت مثل اس کی زوجہ یا ماں، بہن وغیرہ کے موجود ہو۔ ہاں اگر کوئی مرد یا محرم عورت موجود ہو تو پھر مکروہ نہیں۔ اگر مقتدی عورت ہو یا نابالغ لڑکی تو اس کو چاہیے کہ امام کے پیچھے کھڑی ہو۔ خواہ ایک ہو یا ایک سے زائد۔

ویکرہ تحریما جماعۃ النساء) الخ کما تکرہ امامۃ الرجل لھن فی بیت لیس معھن رجل غیرہ و لا محرم منہ) کاختہ او زوجتہ) (درمختار باب الامامۃ) و فی الشامیۃ ج ۱ ص ۴۲۳ باب الامامۃ المرأۃ اذا صلت مع زوجھا فی البیت ان کان قدمھا بحذاء قدم الزوج لا تجوز صلا تھما بالجماعۃ وان کان قدماھا خلف قدم الزوج الخ۔ جازت صلا تھما الخ۔ لو اقتدت بہ متاخرۃ عنہ بقدمھا صحت صلا تھما۔ الخ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عورت کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عورت عورتوں کی امامت کر سکتی ہے یا نہیں۔ اگر امامت کی گئی ہو تو نماز ہو جاتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

عورت عورتوں کی امامت کر سکتی ہے لیکن مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عورت کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عورت فقط عورتوں کی نماز عیدین وجمعہ میں امامت کرا سکتی ہے یا نہ حضر تراویح میں اور فرائض پنجگانہ وغیرہ میں اگر کرا سکتی ہے تو اذان محلہ ومسجد والی کافی ہے یا کوئی اور صورت چونکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ لہٰذا بحوالہ جواب دیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

عورتوں کی امام اگر عورت ہو تو ہر نماز مکروہ ہے۔ فی العالمگیریہ ج ا ص ۸۰ و یکره امامة المراة للنساء فی الصلوة کلها من الفرائض والنوافل الخ۔ تنہا عورت کی جماعت مکروہ تحریمی ہے۔ ویکره تحریماً جماعة النساء ولو فی التراویح ۔ (در المختار)۔ عورت تنہا بھی جہریہ نماز میں جہر نہیں کر سکتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عورتوں کے مسجد میں آنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اگر ایک جامع مسجد ہو اور اس کے دائیں بائیں پہلو میں حجرے ہوں اور عورتیں وہاں قرآن وحدیث کا وعظ جمعہ کے دن سننے کے لیے آتی ہیں اور ان حجروں میں جو بالکل مسجد کی دیوار کے ساتھ متصل ہیں ان میں باقاعدہ پردہ کے ساتھ بیٹھتی ہیں اور ان حجروں کو بھی پردہ کے ساتھ کیا ہوا ہے یعنی پردوں کے ساتھ حجروں کو بند کیا گیا ہو تو کیا عورتیں وہاں بیٹھ کر قرآن وحدیث سن سکتی ہیں اور جمعہ کی نماز امام کی اقتداء سے پڑھ سکتی ہیں یا نہ اگر اس ہیئت وصورت میں نہ پڑھ سکتی ہوں تو کوئی اور صورت بیان فرما دیں جس میں عورتیں قرآن وحدیث کا وعظ بھی سن سکیں اور نماز بھی

پڑھ سکیں۔ مسجد کا برآمدہ بھی ہے اگر برآمدہ میں پردہ کا انتظام کیا جائے تو اس صورت میں بھی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

فقہ تو بہر حال اسی میں ہے کہ عورتوں کو مطلقاً اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ فساد زمانہ میں اس کی اجازت سے مفاسد پیدا ہونے کا قوی احتمال ہے۔ ویکره حضورهن الجماعة ولو لجمعة و عيد و وعظ مطلقا و لو عجوزا ليلاً على المذهب المفتى به لفساد الزمان و استثنى الكمال العجائز المتفانية ۔(درمختار باب الامامہ ج ا) لیکن وہاں کے لوگوں نے ایسا کوئی انتظام کر دیا ہے جس سے وہاں کے محافظ حضرات بھی مطمئن ہوں تو اس صورت میں وہاں کے علماء خود صورت کا مشاہدہ کر کے فتویٰ جواز کا دے دیں۔ تو اس پر عمل کی گنجائش ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

غیر مقلد کی اقتداء میں نماز کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ غیر مقلد کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

فقہاء کرام رحمہم اللہ یہ تصریح کر چکے ہیں کہ اگر مخالف مذہب شخص امام بن جائے تو اگر واجبات وفرائض میں دوسرے فریق کی رعایت کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز درست ہے اور اگر ان امور میں فریق مخالف کی رعایت نہ کرے تو اگر وہ شخص ایسے امور کا ارتکاب کرے جس سے فریق مخالف کے نزدیک نماز فاسد ہوتی ہے تو پھر اس کی اقتداء میں نماز درست نہ ہوگی اور اگر ایسے امور کا مرتکب نہ ہو تو مکروہ ہوگی۔ قال فی الدر و كذا تكره خلف سفيه الى ان قال ومخالف كشافعى لكن فى وتر البحر ان تيقن المراعاة لم يكره اوعدمها لم يصح وان شك كره (صفحہ ۴۱۶ ج ا) ۔ فقط واللہ اعلم

محمد اسحاق غفی عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۵ شعبان ۱۳۹۷ھ

مسجد کے مقررہ وقتِ نماز سے پہلے کچھ لوگوں کے جماعت کرانے کا حکم؟

﴿س﴾

مسجد ... خان والی واقع اندرون دہلی گیٹ بالمقابل چوکی پولیس ملتان شہر۔ محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہے۔ اہل محلہ نے اس مسجد میں ایک باتنخواہ امام اور ایک مؤذن مقرر کیا ہوا ہے۔ پانچوں وقتوں کے لیے امام مقرر کیا ہوا ہے اور وقت مقررہ پر نمازیں ادا کی جاتی ہیں۔ چند اصحاب جن کی تعداد پانچ اور کبھی چھ ہوتی ہے۔ ارادۃً وقت مقرر سے پہلے نماز باجماعت ادا کر

تے ہیں- علماء اس میں کیا فرماتے ہیں- اور ان اصحاب کا رویہ اور نماز کیسے ہے-

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں اگرچہ ان اصحاب کا ذمہ فارغ ہو جاتا ہے فرض نماز ادا ہو جاتی ہے- لیکن جب اس مسجد میں امام مقرر ہے اصحاب کے علاوہ دوسرے اکثر اہل مسجد کو پانچوں نمازیں وقت مقررہ پر پڑھاتا ہے- تو اس امام مقرر کے علاوہ ان اصحاب کا بلا شرعی قوی عذر کے جماعت کرنا گناہ ہے- وہ عند اللہ مجرم و ماخوذ ہیں- ان کا یہ فعل جس سے مسلمانوں کے درمیان فتنہ و فساد کا اندیشہ ہے- برا فعل ہے- ان اصحاب کے لیے ضروری ہے کہ اسی امام مقرر کے پیچھے نماز با جماعت ادا کریں- اور یا کسی دوسری مسجد میں ادا کریں یا اپنے لیے نئی مسجد تیار کریں- تاکہ فتنہ پیدا نہ ہو- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بلا وجہ مسجد میں اختلاف کر کے دوسری جماعت کرانا درست نہیں)

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ مثلاً زید کو ایک چک میں لوگوں نے امام مقرر کیا تقریباً سات آٹھ ماہ اس نے امامت کرائی سارے لوگ نماز پڑھتے رہے- اور اب دوسرا امام چند لوگ لے آئے ہیں دوسری جماعت شروع کر دی ہے اکثر لوگ پہلے سے مقرر امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں- اور امام عالم باعمل متقی پرہیز گار ہے کوئی عذر شرعی بھی پیش نہیں آیا- دوسری جماعت کرانی کیسی ہے؟ بینوا توجروا-

﴿ج﴾

الدر المختار علی رد المحتار ج ۱ ص ۴۱۳ پر ہے- **(او الخيار الى القوم) فان اختلفوا اعتبر اكثرهم الخ عالمگیری ج ۱ ص ۸۸** پر ہے- **و ان اختار بعضهم الاقرأ و اختار بعضهم غيره فالعبرة للاكثر** الخ- ان عبارات فقہیہ سے واضح ہے کہ صورت مسئولہ میں جب تک اکثر اہل مسجد سابق مقرر امام کی معزولی پر متفق نہ ہوں اور معزول نہ کر دیں- اس وقت تک مسجد میں نماز پڑھانا سابق امام کا حق ہے- چند آدمیوں کا دوسرے امام کو لانا اور مسلمانوں میں فتنہ اور اختلاف ڈالنا بہت برا فعل اور بڑا گناہ ہے- جس کے متعلق سخت وعیدیں قرآن و حدیث میں وارد ہیں- اور اس صورت میں جبکہ امام عالم باعمل اور متقی اور پرہیز گار ہے- تو بلا کسی شرعی نقص کے اس کو امامت سے علیحدہ کرنا شرعاً جائز نہیں ہے لہٰذا ان چند آدمیوں پر شرعاً لازم ہے کہ اکثر اہل مسجد سے اتفاق کر لیں اور فتنہ و اختلاف ختم کر کے سابق امام کے پیچھے نماز پڑھنا شروع کر دیں- اس صورت میں دوسری جماعت کرنا ناجائز اور گناہ ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

جماعت ثانیہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ایک مسجد کو عرصہ پندرہ سولہ سال سے تعمیر کراتا ہے اور لوگوں سے چندہ وصول کر کے لگاتا ہے اور جمعہ جماعت بطور مہتمم و متولی کراتا ہے- لیکن اب چند اشخاص نے اس مسجد میں دوسرا شخص کھڑا کر کے جمعہ جماعت شروع کر دی ہے- پہلا مہتمم و متولی پہلے جماعت کراتا ہے- فریق ثانی بعد میں اسی مسجد میں جماعت کراتا ہے- کیا فریق ثانی کا دوسری مرتبہ جمعہ جماعت کرانا جائز ہے یا نہ کیا فریق ثانی کی جماعت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ قرآن مجید و حدیث شریف سے حوالہ دیا جائے- بینوا توجروا-

﴿ج﴾

اگر شہر والوں نے بالاتفاق کسی امام کو پہلے مقرر کیا ہو تب تو دوسرے امام کے پیچھے نماز مکروہ ہے البتہ اگر سابق امام کو معزول کر دیا گیا اور معزول کرنے والے بھی شہر کے اہل حل و عقد ہی ہوں تو اس صورت میں دوسرے امام کے پیچھے بھی نماز جائز ہوگی- لیکن معزول ہوئے بغیر دوسرے امام کے پیچھے جماعت ثانی سے نماز پڑھنا سخت مکروہ ہے- نیز سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے امام کو مقرر کرنے والے تھوڑے ہیں تو ایسی صورت میں اکثر کا ہی اعتبار ہوتا ہے- اس لیے دوسرے امام کے پیچھے نماز مکروہ ہے- **و فی الدر المختار فان استووا يقرع بين المستويين او الخيار الى القوم فان اختلفوا اعتبر اكثرهم- درمختار جلد اول ص ۴۱۳ باب الامامة- والله تعالى اعلم**

احناف کی مسجد میں غیر مقلدین کا دوسری جماعت کرانا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بعض غیر مقلدین پہلے ایک امام حنفی کے پیچھے نماز ادا کرتے رہے اور بعد میں مسئلہ اٹھایا کہ امام حنفی کے پیچھے نماز ادا نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ حنفی رفع یدین نہیں کرتے اور آمین بالجہر و قرأۃ خلف الامام کے قائل نہیں اب انھوں نے اسی مسجد میں ہر وقت کی دوسری علیحدہ جماعت کرانی شروع کر دی۔ آیا یہ دوسری جماعت ان کی درست ہے یا نہیں اور حنفی کی نماز غیر مقلدین کے پیچھے درست ہے یا کہ نہیں؟ جواب سے ممنون فرماویں۔

﴿ج﴾

آمین بالجہر۔ رفع یدین۔ قرأۃ خلف الامام میں سلف صالحین۔ صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین کا اختلاف چلا آ رہا ہے۔ مسئلہ مجتہد فیہا ہے۔ آمین بالسر بعض کے نزدیک افضل ہے اور بعض کے نزدیک آمین بالجہر نیز بعض کے نزدیک رفع

یدین افضل ہے۔ بعض کے نزدیک عدم رفع یدین یہ اختلاف فقط افضلیت میں ہے۔ نماز تو سب کے نزدیک ہر صورت میں ہو جاتی ہے۔ امت میں سے کسی نے بھی کسی کے فساد صلوۃ کا قول نہیں کیا۔ نیز امام تو قرأۃ کرتا ہی ہے۔ اس کے پیچھے اہل حدیث کی نماز انکے اپنے خیال کے مطابق بھی صحیح ہو جاتی ہے۔ لہٰذا کوئی وجہ نہیں کہ اہل حدیث کی نماز اس کے پیچھے جائز نہ ہو۔ یہ فتوی تو خود اہل حدیث علماء بھی نہیں دیتے۔ بلکہ جمعیۃ اہل حدیث کے صدر مولانا داؤد غزنوی صاحب احناف کے پیچھے نماز پڑھتے رہے۔ ایسے ہی حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم بھی پڑھا کرتے تھے۔ تو اب جو لوگ بلا وجہ حنفیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھ کر مسجد میں علیحدہ جماعت قائم کر کے مسجد میں فساد اور فتنہ پیدا کرتے ہیں یہ سخت گنہگار ہیں۔ یا تو توبہ کریں اور مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے سے بچیں ورنہ ان کو مسجد سے روک دیا جاوے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوم اور پیاز کھانے والے کو بوجہ اسکے کہ مسلمانوں کو مسجد میں اس کی بدبو سے تکلیف ہوگی۔ مسجد میں آنے سے روک دیا ہے۔ حدیث میں وارد ہے۔ من اکل من ھذہ الشجرۃ الخبیثۃ فلا یقربن مساجدنا او کماقال علیہ السلام علامہ شامی نے آخر باب مایفسد فی الصلوۃ ویکرہ فیھا ص ۴۸۹ ج ۱ پر لکھا ہے کہ جس سے بھی مسلمانوں کو تکلیف پہنچے۔ اس کو مسجد سے روک دیں والحق بالحدیث کل من اذی الناس بلسانہ وبہ افتی ابن عمرؓ وھو اصل فی کل من یتاذی بہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ جس سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچے اس کو مسجد سے روک دیں۔ باقی اہل حدیث کی اقتداء میں تفصیل ہے۔ اگر اس سے ایسی کوئی حرکت صادر ہو جس سے اس کی نماز ہمارے نزدیک فاسد ہو جاتی ہے۔ مثلاً خون نکل گیا۔ اور پھر اس کے باوجود وضو نہ کیا تو نماز اس کے پیچھے جائز نہیں اور اگر معلوم ہو کہ اس سے کوئی ایسی بات صادر نہیں ہوئی تو نماز بلا کراہت جائز ہے اور اگر پتہ نہ ہو تو مکروہ ہے۔ شامی میں ہے۔ ان علم انہ راعی فی الفروض والواجبات والسنن فلا کراھۃ وان علم ترکھا فی الثلثۃ لم یصح وان لم یدر شیئاً کرہ الخ باب الامامۃ ص ۴۱۶ ج ۱۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کسی شرعی ضرورت کے بغیر مسجد کی جماعت سے ہٹ کر دوسری جماعت کرانا درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مسجد میں امام متعین کی موجودگی میں بیک وقت دو جماعتیں کرانی جائز ہیں یا نہیں؟ یعنی جب بھی وہ امام نماز کرتا ہو تو دو تین آدمی دوسری جماعت کرواتے ہیں۔ حالانکہ شرعی لحاظ سے امام میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ اور اہل محلہ نے ہی اس امام کو متعین کیا ہوا ہے۔ دوسرا فریق کبھی کسی کو اپنا امام بنا لیتا ہے کبھی کسی کو اپنا امام بنا لیتا ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اگر مقررہ امام میں کوئی شرعی قباحت نہیں تو دوسری جماعت کرانا درست نہیں۔ پہلے امام کے پیچھے ہی اقتداء کریں نماز کے بارے میں اپنی خواہشات کو دخل دینا جائز نہیں۔

پہلی جماعت فاسد سمجھ کر دوسری کرائی گئی، دوسری میں اقتداء کرنے والوں کی نماز کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ نماز جماعت میں والذین کفروا بایاتنا ھم اصحب المشئمۃ میں بجائے کفروا کے کذبوا پڑھا گیا۔ آیا نماز جائز ہے یا نہ؟

(۲) بوجہ اختلاف کے جماعت ثانیہ کرائی گئی تو بصورت جواز جماعت اولی کے اگر جماعت ثانیہ میں دو تین آدمی ایسے جو کہ پہلی جماعت میں نہ تھے۔ انھیں نماز از سر نو پڑھنی پڑے گی یا نہ؟

﴿ج﴾

نماز فاسد نہیں ہوگی۔ فساد کا تعلق معنی کے تغیر فاحش سے ہوتا ہے۔ چونکہ یہاں معنی میں تغیر فاحش نہیں اس لیے نماز صحیح ہے۔

(۲) دوسری جماعت جب نماز فرض کے لیے قائم نہیں ہوئی تو وہ لوگ جو اس کے ساتھ فرض ادا کرنے کی غرض سے شریک ہوئے ہیں ان کی نماز صحیح نہیں۔ اقتداء مفترض کی متنفل کے پیچھے جائز نہیں۔ لہذا فقط دوسری جماعت میں شریک ہونے والوں کا فرض ادا نہیں ہوا۔ ان پر قضا واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

قصداً جماعتِ مسجد میں شریک نہ ہونے والے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) ایسا شخص جو مسجد کے پاس رہتا ہے نماز کے وقت کسی سے کہتا ہے کہ دیکھو نماز با جماعت ہو چکی ہے یا نہیں پھر نماز ہو چکنے کے بعد اکیلا نماز پڑھتا ہے۔ اس کی نماز ہوئی یا نہ ہوئی؟ اس بارہ میں کیا حکم ہے۔

(۲) ایک مسجد کے امام صاحب نے اپنی مسجد کے خادم کو حکم دیا کہ مسجد کے اندر کسی کو سونے کی اجازت نہیں ہے اور نہ کسی کو سونے دینا کہ شریعت میں منع ہے۔ اس پر ایک شخص ناراض ہوا۔ نہ وہ امام مذکور کے پیچھے نماز پڑھتا ہے۔ اور نہ

ہی بولتا ہے۔اور اس واقعہ سے قبل وہ اس امام صاحب کے پیچھے باجماعت نماز پڑھتا رہا ہے۔

(۳) منافق کسے کہتے ہیں۔بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ (۱) اگر بلا وجہ شرعی عذر عمداً تارک جماعت ہے تو یہ شخص فاسق ہے مردود الشہادت ہے کیونکہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی واجب ہے۔یا سنت مؤکدہ۔ کما قال فی الدر المختار ج ۱ ص ۶۰۸ الجماعة سنة مؤكدة كذا فی المتون والخلاصة والمحيط و محيط السرخسی و فی العناية قال عامة مشائخنا انها واجبة الخ۔

(۲) اس بنا پر ترک جماعت اس کی جہالت ہے۔اس پر لازم ہے کہ فوراً باجماعت نماز پڑھنی شروع کردے اور امام صاحب کے ساتھ راضی ہو جائے۔

(۳) منافق دو قسم کا ہوتا ہے۔ایک منافق اعتقادی اور دوسرا منافق عملی۔منافق اعتقادی تو وہ ہوتا ہے جو دل میں کافر اور بظاہر ایمان کا اظہار کرتا ہو۔اور منافق عملی وہ ہوتا ہے جس میں یہ چار عادتیں یا ان میں سے کوئی ایک عادت پائی جائے۔ (۱) امانت میں خیانت کرے۔ (۲) باتوں میں جھوٹا ہو۔ (۳) وعدہ کی خلاف ورزی کرے۔ (۴) اور تنازعہ کے وقت سب وشتم کرے۔اور ہذیان بکے۔جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اربع من كن فيه كان منافقا خالصا و من كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها اذا اؤتمن خان و اذا حدث كذب و اذا عاهد غدر و اذا خاصم فجر متفق عليه۔ مشكوة ص ۱۷ ۔ فقط والله تعالى اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

جماعتِ اول کی ہیئت سے ہٹ کر دوسری جماعت کرانے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسجد محلہ میں تکرار جماعت بلا اذان و اقامۃ و بلا ہیئت اول و بلا عادۃ مستمرہ جائز ہے یا نہیں؟

شامی جلد اول ص ۴۰۸ میں ہے و لو كرر اهله بدونهما او كان مسجد طريق جاز اجماعا كما فى مسجد ليس له امام و لا مؤذن و يصلى الناس فيه فوجا فوجا فان الافضل ان يصلى كل فريق باذان و اقامة على حدة۔ اس کے بعد ہے و التقييد بالمسجد المختص بالمحلة احتراز من الشارع و بالاذان الثانى

احترازا عما اذا صلى فى مسجد المحلة جماعة بغير اذان حيث يباح اجماعاً۔

اس کے بعد ص ۴۰۹ پر ہے۔ و قد مر فى باب الاذان عن آخر شرح المنية عن ابى يوسف انه اذا لم تكن الجماعة على الهيئة الاولى لا تكره و الا تكره و هو الصحيح و بالعدول عن المحراب تختلف الهيئة كذا فى البزازية۔ و فى التتار خانية عن الولوالجية و به ناخذ۔

مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ تکرار جماعت بلا اذان و اقامت و بلا ہیئت اولی مسجد محلہ میں جائز ہے اور یہی بات صحیح ہے اور یہ کہ ماخوذ بھی یہی بات ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تکرار جماعت بلا اذان و اقامت بھی مکروہ تحریمی ہے کیا ان کا یہ خیال درست ہے فقہاء رحمہم اللہ کی کسی عبارت سے ان کے اس خیال کی تائید ہوتی ہے؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے جو لوگ جماعت ثانیہ کی مسجد محلہ میں کراہت کے قائل ہیں۔ان کی دلیل البدائع الصنائع کی درج ذیل مدلل و مفصل عبارت ہے۔ قال فى البدائع ج ۱ ص ۱۵۳ (ولنا) ما روى عبد الرحمن بن ابى بكر عن ابيه رضى الله عنهما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج من بيته ليصلح بين الانصار التشاجر بينهم فرجع و قد صلى فى المسجد بجماعة فدخل رسول الله صلى الله عليه وسلم فى منزل بعض اهله فجمع اهله فصلى بهم جماعة و لو لم يكره تكرار الجماعة فى المسجد لما تركها رسول الله صلى الله عليه وسلم مع علمه بفضل الجماعة فى المسجد وروى عن انس بن مالك رضى الله عنه ان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كانوا اذا فاتتهم الجماعة صلوا فى المسجد فرادى و لان التكرار يؤدى الى تقليل الجماعة لان الناس اذا علموا انهم تفوتهم الجماعة فيستعجلون فتكثر الجماعة و اذا علموا انها لا تفوتهم يتاخرون فتقل الجماعة و تقليل الجماعة مكروه بخلاف المساجد التى على قوارع الطريق لانها ليست لها اهل معروفون فاداء الجماعة فيها مرة بعد اخرى لا يؤدى الى تقليل الجماعة و بخلاف ما اذا صلى فيه غير اهله لانه لا يؤدى الى تقليل الجماعة لان اهل المسجد ينتظرون اذان المؤذن المعروف فيحضرون حينئذ و لان حق المسجد لم يقض بعد لان قضاء حقه على اهله۔ الخ۔

مولانا اشرف علی صاحب ایک مفصل و مدلل فتویٰ کے آخر میں ارشاد فرماتے ہیں۔(امداد الفتاوی ج ۱ ص ۲۳۱) پس غایۃ ما فی الباب ایک فعل مباح ہوا جس میں نہ ثواب نہ عقاب اور امام صاحب کراہت کے قائل تب بھی اسلم و احوط اس کا ترک

ہی ہوا۔ کیونکہ فعل میں تو احتمال کراہت کا ہے۔ اور ترک میں کوئی ضرر محتمل نہیں۔ کہ حرمان ثواب بھی نہیں۔ پس ترک راجح ہوا یہ سب تحقیق ہے۔ باعتبار حکم فی نفسہ کے اور اگر مفاسد اس کے امام ابو یوسف کے روبرو پیش کیے جاتے تو کراہت شدیدہ کا حکم فرماتے لیکن چونکہ مسئلہ مختلف فیہا ہے اور علماء کے فتوی بھی مختلف ہیں۔ اس لیے کسی پر شدید طعن زیبا نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ورثہ کا حق نہ دینے والے کے معاون کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مسئلہ ذیل میں کہ ایک آدمی عالم پابند شریعت فوت ہو گیا۔ بوقت وفات موصوف ورثاء اہلیہ دو لڑکیاں دو بھائی دو ہمشیرہ اور والدہ تا حال زندہ ہیں۔ تمام وراثت کا انتقال موصوف کی اہلیہ ہندہ کے نام پر ہو چکا ہے اور باقی ورثاء تا حال محروم ہیں۔ (۱) کیا ورثاء موجودہ وراثت موصوف سے شرعاً حقدار ہیں یا نہ (۲) اہلیہ موصوف پر بحالت مذکورہ کیا حکم عائد ہوگا واضح فرمادیں۔ (۳) معاونین اہلیہ موصوف کا شرعاً کیا حکم ہے۔ کیا امامت ان کی شرعاً جائز ہے۔

﴿ج﴾

(۱) حقدار (۲) ظالمہ ہے توبہ کرنا لازم ہے۔ ظالم کی حمایت و تعاون ظلم ہے۔ (۳) اگر واقعی پیش امام صاحب بھی عورت کا حامی ہے اور یہ بات ثابت ہو جائے تو ایسے شخص کو پیش امام نہیں بنانا چاہیے۔ اگر ہے تو اس کو معزول کر کے کسی دوسرے متقی شخص کو امام بنایا جائے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہاں کے لوگوں کے سامنے یہ بات اگر واضح ہو تو اس پر عمل کریں۔ ورنہ وہاں کی تحقیق کے مطابق عمل ہو۔ واللہ اعلم۔

احکام شریعت پسِ پشت ڈالنے والے کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مسئلہ وراثت میں شریعت کی طرف استفتاء کرتا ہے۔ مگر ایک مولوی صاحب کہتا ہے کہ اس شرعی مسئلہ کو نہ چھیڑ و کیونکہ اس میں اس کا ذاتی نقصان تھا۔ لیکن مدعی نے شرعی استفتاء حاصل کر لیا۔ جس کی پاداش میں مولوی صاحب نے ساری برادری کو مدعی کے خلاف کر کے ایک فتنہ عظیم بنا دیا۔ جس پر بہت سے فسادات خلاف شریعت رونما ہونے لگے۔ کیا ایسے مولوی سے جو رواج کا پابند ہو اور شریعت کو پس پشت ڈالے بلکہ کتمان شریعت کی تبلیغ کرتے ہوئے نئی پارٹی بنائے۔ اس سے عام مسلمین کا تعلقات رکھنا یا اس کو امام نماز بنانا یا اس کا وعظ سننا یا اس سے اپنے بچوں کو تعلیم دلوانا درست ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

اگر واقعہ ایسا ہے جو سوال میں درج ہے۔ تو واقعی ایسے شخص کے ساتھ تعلقات اور اس کی امامت جائز نہیں۔ لیکن واقعہ کی تحقیق مقامی طور پر کر لی جاوے اگر استفتاء کا مضمون درست نہ ہو تو مفتی اس کا ذمہ دار نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اس شخص کی امامت کا حکم جس پر مجہول النسب ہونے کا اعتراض کیا گیا ہو؟

﴿س﴾

چہ می فرمایند علماء دین و مفتیان شرع متین در مسئلہ ذیل کہ پدر من از ملک کرم سیل افغانستان از عرصہ چند سال نقل مکانی کردہ بعلاقہ خاران و بلوچستان آمدہ و دراین بلاد ہا شادی و عروس کردہ و بعدہ از عروس بملک سندھ رفتہ بعد از چند عبور اوقات من تولد شدہ ام و بحالت طفل صغرسنی من پدرم و مادرم وفات کردہ اند و بعد ازاں من بصورت یتیم بوقت خوردگی بتعلیم علم محمدی مشغول شدم و ہر چہ کہ نصیب من بود از علم محمدی تحصیل کردہ ام و ہنوز کہ بعد از بلوغت و جوانی قابل امامت گشتم و گاہی گاہی خلائق را نماز خواناندم و امام میشدم مگر الآں چند عالمان اعتراض کردہ میگویند کہ پدر تو مجہول النسب است و نماز بہ پس تو ناجائز است ہنوز جواب طلب امر این است کہ آیا واقعی من از امامت محروم کردہ میشوم یا نہ و آیا واقعی جہالت نسب پدر من نماز را بہ پس من ناجائز میگرواند و چگونہ مگر چند مردمان میگویند کہ پدر ترا ما یان دیدیم و گفتہ اند نسب من کم است مگر نشانے کسی ندہد الحال عرض است کہ مسئلہ را از قرآن و حدیث رسول ﷺ تحریر کردہ مشکور فرمائید۔

﴿ج﴾

درصورت مسئولہ خلف سائل نماز جائز بلا کراہت است مجہول النسب بودن والد سائل سبب کراہت نماز در پس سائل نے شود۔ بلاشبہ نماز جائز است و اعتراض عالمان بالکل بے بنیاد است۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ

۳۰ ذوالقعدہ ۱۳۷۷ھ

یزید پر رحمت، لعنت اس کے بارہ میں سکوت اختیار کرنے والے کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

اہل سنت والجماعۃ و علماء حق کا کیا فتویٰ ہے مندرجہ ذیل مسائل میں (۱) جو شخص یزید پر لعنت بھیجتا ہے ایسے شخص کو امام بنانا جائز ہے؟ اگر امام ہو تو اہل سنت والجماعۃ کے لوگ اس کی اقتدا کر سکتے ہیں یا نہیں (۲) جو امام یزید کو رحمت کا مستحق سمجھتا

ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے؟ (۳) جو شخص اس بارے میں سکوت اختیار کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

﴿ج﴾

یزید کے بارے میں سکوت کرنے والا شخص راہ اعتدال پر ہے۔ وہی راہ راست پر ہے اور باقی دونوں افراط وتفریط میں مبتلا ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

عالم کی نماز غیر عالم کے پیچھے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں صورۃ کہ ایک گاؤں میں مسجد کا پیش امام اہل گاؤں کی طرف سے مقرر ہے اور ایسے گاؤں میں ایک مولوی صاحب عارضی طور پر سکونت پذیر ہے چونکہ مذکورہ بالا گاؤں کے بڑے ہونے کی وجہ سے صلوٰۃ جمعہ ادا کی جاتی ہے مولوی صاحب جامع مسجد کے متصل ایک مکان میں جمعہ پڑھاتا ہے۔ جامع مسجد میں صرف اس لیے نہیں آتا کہ عالم کی نماز غیر عالم کے پیچھے صحیح نہیں ہے اس طریق کا لازمی نتیجہ ہے کہ مسجد کے مقتدی منقسم ہو جاتے ہیں اور مسجد کی بے رونقی کا باعث ہے امام جو کہ جمعہ پڑھاتا ہے عالم نہیں مگر ضروری مسائل سے واقف ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرعاً عالم کی نماز ایسے غیر عالم کے پیچھے صحیح ہے یا نہ اور جامع مسجد کے متصل ایک مکان میں جمعہ پڑھانا جائز ہے یا نہ مدلل بحوالہ کتب جواب تحریر فرمائیں۔ نیز عدم تحصیل علم تجوید میں ہر دو برابر ہیں۔ فقط

﴿ج﴾

عالمگیری ج ۱ ص ۸۷ پر ہے۔ **دخل المسجد من هو اولى بالامامة من امام المحلة فامام المحلة اولى** درمختار میں ہے۔ **والمسلم ان صاحب البيت و مثله امام المسجد الراتب اولى بالامامة من غيره مطلقا** شامی میں لکھا ہے **(مطلقا) اى و ان كان غيره من الحاضرين من هو اعلم و أقرأ منه** عبارات بالا سے معلوم ہوا کہ مقرر امام مسجد عالم مذکور سے اولیٰ ہے اگرچہ وہ علم وفضل میں اس سے فائق ہی کیوں نہ ہو یہ دلیل صحیح نہیں کہ عالم کی غیر عالم کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء تمام کتب حدیث میں ثابت ہے تو کیا اس عالم اور امام مسجد کے درمیان کا تفاوت درتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ تابعین کے فرق مراتب سے بھی زیادہ ہے (اعیاذ باللہ) اس کے علاوہ دیہات میں خود جمعہ مشتبہ اور پھر وہاں جامع مسجد کے متصل ایک مکان میں قیام جمعہ کرنا اور مسلمانوں کی قلیل آبادی کو منقسم کرنا تفریق بین المسلمین کا ایک

سبب ہے جو عالم دین کے شایان شان ہرگز نہیں البتہ اہل محلہ کو یہ ضرور چاہیے کہ وہ اعلم وافضل ہی کو مسجد کا دائمی امام مقرر کریں۔ درمختار ج ۱ ص ۴۱۲ میں ہے **(الاحق بالامامة) تقديما بل نصبا.... (الاعلم باحكام الصلوة)** شامی لکھتے ہیں **(بل نصبا) اى للامام الراتب** مسلمانوں پر لازم ہے کہ مسجد میں حتی الوسع عالم وفاضل کو ہی امام رکھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تراویح میں امامت کا حقدار کون ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ: ایک بستی میں ایک حافظ صاحب تراویح پڑھاتا ہے۔ اور ساری جماعت متفق ہے۔ کہ یہی ہماری اپنی بستی کا حافظ تراویح پڑھاوے۔ مگر چند آدمی اختلاف کرتے ہیں کہ اس حافظ صاحب کے پیچھے نماز جائز نہیں اور شرارت کرنے کے واسطے کسی دوسری بستی سے ایک حافظ صاحب کو لاتے ہیں۔ جبکہ اس حافظ صاحب کی اپنی مسجد بھی ہے۔ اس کو چھوڑ کر صرف شرارت کے لیے مقابلہ کے لیے آ جاتا ہے۔ اور آخر کار اس مسجد میں دو جماعتیں بیک وقت ہوتی ہیں۔ پہلا حافظ جس کی مسجد ہے اور جو اس بستی کا رہنے والا ہے اور جس کے ساتھ زیادہ جماعت ہے اندر نماز پڑھاتا ہے اور اس کی جماعت کی تکبیر پہلے ہوتی ہے۔ اور دوسرا حافظ صاحب باہر جماعت کراتا ہے اب فرمائیں کہ کون سے حافظ صاحب کی جماعت صحیح ہوگی۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ امام مقرر کرنے کا حق بانی یا اہل محلہ کو ہے۔ اگر نمازیوں میں نصب امام کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو جس شخص کو زیادہ اشخاص مقرر کر دیں وہی امام رہے گا۔ **(او الخيار الى القوم) فان اختلفوا اعتبر اكثرهم** (شامی باب الامامة ص ۴۱۳ ج ۱) فقہاء نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ مسجد کا جو امام مقرر ہو اور اس میں امامت کی اہلیت ہے۔ تو وہ امام مقرر ہی دوسرے شخص کی نسبت امامت کا زیادہ مستحق ہے۔ **و اعلم ان صاحب البيت و مثله امام المسجد الراتب اولى بالامامة من غيره مطلقا قال الشامي قوله مطلقا اى و ان كان غيره من الحاضرين من هو اعلم و أقرأ منه۔ (ردالمحتار ص ۴۱۳ ج ۱ باب الامامة)**

پس صورت مسئولہ میں اگر پہلے امام کے عزل کی شرعی وجہ ان چند افراد کے پاس نہیں تو پہلا امام احق بالامامت ہے۔ دوسرے امام کو اس مسجد میں امامت کا حق نہیں۔ جماعت کے ہوتے ہوئے دوسری جماعت نہ کرنی چاہیے یہ فعل برا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عالم کی نماز غیر عالم حافظ کی اقتدا میں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک عالم دین ایک مسجد کے خطیب اور امام تھے کسی وجہ سے مقتدیان ناراض ہو گئے- مولوی صاحب نے امامت چھوڑ دی انھوں نے ایک حافظ صاحب جو دین سے ناواقف ہیں- اور قرآن شریف بھی سادہ پڑھتے ہیں- اور ایک ٹانگ سے لنگڑے ہیں- کو امام مقرر کیا- آپ صاحب ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھاتے ہیں- (۱) کیا اس سابقہ عالم کی نماز علی الدوام اس حافظ صاحب کے پیچھے جائز ہے یا نہ؟ (۲) دوسرے لوگ جو اقتداء کر رہے ہیں جائز ہے یا نہ اگر کوئی اور امام وہ تلاش کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں؟

﴿ج﴾

نماز ان کی اور دوسروں کی اس حافظ صاحب کے پیچھے جائز تو ہے لیکن افضل و بہتر یہ ہے کہ مستقل امام کسی عالم دین قرآن شریف پڑھنے والے کو مقرر کیا جائے- اس قسم کے حافظ کو مستقل طور پر امام مقرر کرنا مکروہ ہے-

مستقل امام کے ہوتے ہوئے اس کی اجازت کے بغیر دوسرے شخص کے نماز پڑھانے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کہ ایک مسجد کا امام حافظ القرآن مستقل امام ہو اور مصلی امامت پر اس کی بغیر اجازت دو رضا مندی کے دوسرا امام جب کہ مستقل امام بھی موجود ہو امامت کے لیے مصلی پر کھڑا ہو جائے اور اس امام کی ایک مقتدی کی آپس میں عداوت ہو کیا مقتدی کی نماز ایسے امام کے پیچھے ہو جائے گی اور مقتدی کو بعض اوقات حالت نماز میں جب کہ یہ امام مصلی پر ہو- غصہ بھی آجاتا ہے اور یہی امام جو کہ مستقل امام کی بغیر اجازت جماعت کراتا ہے- اس کی بالغ لڑکی بھی عرصہ ڈیڑھ سال سے گھر بٹھا رکھی ہے- نکاح کہیں نہیں کرتا اور مقتدی بھی ایک اس پر ناراں ہے- جو مذکورہ بالا ہے- از راہ کرم جواب نص قطعی و احادیث صحیحہ سے بیان فرمادیں-

﴿ج﴾

معلوم رہے کہ مستقل امام کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے شخص کو امامت کرانی ناجائز ہے- اگر امام مستقل صراحۃ اجازت دیدے- یا وہ اس کی امامت کرانے پر ناراض نہیں ہوتا- یعنی دلالۃ اجازت ہو تب امامت کرانا جائز ہے- باقی بغیر اجازت کے بھی اگر نماز پڑھائے تو نماز ہو جاتی ہے- اگر چہ ایسا کرنا درست نہیں ہے- جس ایک مقتدی کی اس امام کے ساتھ عداوت ہے- اس کی نماز بھی اس امام کے پیچھے ادا ہو جاتی ہے- لیکن عداوت اگر بلا وجہ شرعی کے

ہو تو یعنی بہت بری بات ہے- فوراً توبہ کر کے عداوت کو دل سے نکال لے- ڈیڑھ سال سے بالغ لڑکی جو گھر میں ہے ممکن ہے ہو سکتا ہے کہ ابھی تک مرد کفو نہ ملا ہو- اس کی تلاش میں ہو- ظنوا المؤمنین خیراً ڈیڑھ سال کا عرصہ کوئی بڑی مدت نہیں ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

حررہ عبداللطیف غفرلہ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ
۹ ذوالقعدہ ۱۳۸۵ھ

سپاہی کے افسرانِ بالا کا امام بننے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ صوبیدار یا حوالدار وغیرہ افسران کی موجودگی میں ان کے ماتحت سپاہی کو امامت کرانا جائز ہے یا نہ اگر سپاہی امامت کرے اور حوالدار وغیرہ مقتدی ہوں تو کیا اس میں کوئی شرعی نقصان ہے؟

﴿ج﴾

صحت امامت کے لیے نماز کے مسائل کا جاننا اور قرآن مجید صحیح پڑھنا ضروری ہے اور جو امام نماز کے اکثر مسائل سے واقف ہو قرآن مجید صحیح پڑھتا ہو اس کی امامت صحیح ہے سپاہی امام ہو اور حوالدار وغیرہ مقتدی ہوں شرعاً سب کی نماز بلا کراہت صحیح اور درست ہے اس میں نہ کسی کی بے حرمتی ہے نہ بے ادبی ہے اس لیے صورت مسئولہ میں امامت بلا کراہت درست ہے نماز با جماعت جاری رکھیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امامت کا حقدار کون؟

﴿س﴾

محمد سعید ولد فضل احمد امام مسجد خوئیداد خیل بنام داسہ خان وغیرہ قوم کندی خوئیداد خیل مدعی بذریعہ وکیل پوردل خان موضع مذکور چہ رسد دعا علیہم-

فریقین جمع آمدند- مدعی دعوی اول بوغ خود کرد- باز دعوی امامت کرد- کہ من امام قوم کندی خوائیداد خیل مسجد ام- با تفاق قوم از روز مرگ و دفن پدر خود امام شدہ ام- بعض از قوم او انکار کرد- و گفتہ کہ مایاں او را بالکل امام نہ کردہ ایم- بعد از گرفتم بیانات ایشاں تعریف صلح نمودہ ام بفضل اللہ تعالیٰ صلح منظور کردہ اند- صورت صلح ایں باتفاق قوم قائم کردم کہ ممبر جو اسعید امام مسجد مقرر شد- بشرطیکہ بعد از عید الاضحی آئندہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۶ء از خانہ می رود- وعلم مذہبی و دینی شروع خود کند-

بحصول تعلیم دین مذهب در مسلک علماء منتظم کند- خواه که در ملک پشاور باشد یا هندوستان تا وقتیکه سند از مدرسه دیوبند
از مدرسهٔ دہلی وغیره حاصل کرده نباشد- ز طرف او خلیفه مقرر کردم- و باتفاق قوم خلیفه منظور کردند وحقوق امامت نیز
که کل سات جریب ست آمدن یک به حصه شوند- یک حصه امام اصلی را برائے کتاب وخرچ سفر سبق دین علم داده شود۔
حصه خلیفه را داده میشود- وشجر کجور که در مسجد است- حصه سوم امام اصلی را است و دو حصه خلیفه را است باقی وظائف مرسومه
خیرات وسرمایه ونکاح وغیره خلیفه را داده میشود- علاوه از زمین بالا اگر دیگر قطعه زمین متعلقه مسجد ہذا باشد-
در و نیز یک حصه امام اصلی را و دو حصه خلیفه راست- این فیصله و راضی نامه ز وجوهات شرط با التحریر کردم- که مذهب
مطبوعه ایچ ایم سعید کراچی ص۱۴۴۱ ج ۵ بریں تصریح کرده اند- ومقتضاه انه اذا مات الامام او المدرس لا یتم
توجیه وظیفته علی ابنه الصغیر وقدمناه فی الجهاد فی اخر فصل الجزئیة عن العلامة البیری بعد کلام
نقله الی ان قال اقول هذا مؤید لما هو عرف الحرمین الشریفین و مصر و الروم من غیر نکیر من ابقاء
ابناء المیت و لو کانوا صغارا علی وظائف ابائهم من امامة و خطابة و غیر ذلک عرفا مرضیا لان فیه
احیاء خلف العلماء و مساعدتهم علی بذل الجهد فی الاشتغال بالعلم و قدافتی بجواز ذلک طائفة من
اکابر الفضلاء الذین یعول علی افتائهم اه و قیدنا ذلک هناک بما اذا اشتغل الابن بالعلم اما لو ترکه و
کبر وهو جاهل فانه یعزل-

تحریر ۱۹ ذی القعده ۱۳۵۴ھ مطابق ۳ فروری ۱۹۳۶ء فقیر عبداللہ المعروف میاں صاحب مازاره پور دل خان وکیل دیہات
دلاسه وغیره-

جناب مفتی صاحب یہ فتویٰ جزء الثالث فی مطلب من له استحقاق فی بیت المال لیفی ولده بعده میں موجود
ہے- جناب والا اس فیصلہ کے بعد قوم کے بعض افراد نے قانونی حمایت سے ایک اجنبی فرد کو امام قرار دیا ہے- اور شرعی امام کو بغیر
عذر شرعی معزول کیا ہے- حالانکہ اصلی امام میں شرائط فیصل موجود ہیں- کیا اس دوسرے امام کی امامت شرعاً درست ہے یا نہیں
اور دوسرے فیصلہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

﴿ج﴾

قوم کے اتفاق سے مسجد کا جو امام مقرر ہوا اور اس میں امامت کی اہلیت ہے تو وہ امام مقرر ہی اس دوسرے شخص کی نسبت
منصب امامت کا زیادہ حق دار ہے- بلا وجہ شرعی قوم کے بعض افراد کو قوم کے متفقہ فیصلہ کے خلاف ورزی کر کے پہلے امام کو
معزول کرنے کا حق حاصل نہیں فیصلہ کی پابندی ضروری ہے- جزئیات ذیل اس کی مؤید ہیں- (البانی) للمسجد
(اولی) من القوم (بمنصب الامام والمؤذن فی المختار الااذا عین القوم اصلح ممن عینه) البانی

در محتار) و کذا ولده و عشیرته اولی من غیرهم (الدرالمختار کتاب الوقف ج ۳ ص ۴۳۴)
و الخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبر اکثرهم (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار باب الامامة) و
علم ان صاحب البیت و مثله امام المسجد الراتب اولی بالامامة من غیره مطلقا قال الشامی (قوله
مطلقا) ای و ان کان غیره من الحاضرین من هو اعلم و اقرأ منه (ایضا باب الامامة ج ۱ ص ۴۱۳)
فقط والله تعالی اعلم

کیا امام مقرر کے علاوہ کوئی اور شخص امامت کا مستحق ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید ایک مسجد میں تقریباً عرصہ ۴۵ سال سے امامت کر رہا ہے اور قرآن شریف کا
حافظ ہے عالم نہیں ہے- اب زید کا لڑکا عالم بن کر سند لے کر گھر آ گیا ہے اور زید کی رضاء کے بغیر مصلیٰ لے لیا ہے- اور
امامت کر رہا ہے- زید امامت دینے پر رضامند نہیں ہے- باقی لوگ رضامند ہیں کہ یہ عالم ہے- اور زید صرف حافظ ہے
اس لیے عالم امامت کرے اور حافظ نہ کرے- مگر کچھ لوگ اس بات پر راضی نہیں کہ زید ہمارا سب کا استاد ہے اور عرصہ دراز
سے امام بھی رہا ہے-

خدام الدین ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ ۲۳ جولائی ۱۹۷۱ء میں حقوق والدین کے متعلق حدیث شریف تحریر ہے- کہ
اپنے والد سے آگے بڑھ کر امامت نہ کرائے اگرچہ وہ علمی لحاظ سے زیادہ فقیہ ہو اور اپنے باپ سے علمی اور دینی سمجھ کے
اعتبار سے بہت بلند ہو- حدیث شریف تحریر نہیں ہے- صرف ترجمہ تحریر ہے- زید کا پسر زید کا شاگرد بھی ہے- قرآن شریف
اپنے والد صاحب سے حفظ کیا ہے-

﴿ج﴾

مسجد میں جو امام مقرر ہے اور اس میں امامت کی اہلیت ہے- تو وہ امام مقرر ہی اس کے لڑکے کی نسبت امامت کا زیادہ مستحق
ہے- اگرچہ دوسرا شخص افضل واعلم واقرأ ہو- درمختار اور شامی ج ۱ ص ۴۱۳ میں ہے- واعلم ان صاحب البیت و مثله
امام المسجد الراتب اولی بالامامة من غیره مطلقا قال الشامی قوله مطلقا ای و ان کان غیره من
الحاضرین من هو اعلم و اقرأ منه- فقط والله تعالی اعلم-

امامت کے لیے اعلم کی پہچان

﴿س﴾

نقل سابقہ فتویٰ جس نے صرف مقامی امیدواروں کو مستحق قرار دے کر انھیں میں سے سب سے زیادہ عالم کو امامت کا قطعی مستحق قرار دیا ہے- اور دوسرے مقامی علماء کی امامت غیر صحیح قرار دی ہے ایک خاص صورت میں غیر مقامی عالم کی امامت ۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا وہ علامۃ الدھر اور ہوا میں اڑنے والا کیوں نہ ہو- نماز جیسے اولین شعار اسلامی کے معاملے میں اہل مسجد (اہل محلہ) کی محض اپنی خواہش کو مقابلہ میں پیش کرنا یا اسے مصلحت قرار دے کر مصلحتوں سے بھرپور حکم شرعی پر ترجیح دینا مسلمان کی شان کے بالکل منافی ہے- انتہی

فتویٰ مذکورہ بالا مندرجہ ذیل سوالات کی روشنی میں کہاں تک صحیح ہے معتبر حوالہ جات کی روشنی میں بیان فرمائیں-

(۱) امامت کے لیے سب سے زیادہ عالم ہونا ضروری ہے؟ (۲) عالم ہونے کا کیا معیار ہے- مذہبی درسگاہوں میں فرق اس کی بنیاد ہے یا سندات میں وہ ریمارکس معیار ہیں جو سند یافتہ کی استعداد کے مطابق لکھے جاتے ہیں- یا سندات علوم وفنون دینیہ کی تعداد میں زیادتی و کمی اس کا معیار ہو سکتا ہے-(۳) امامت کے لیے امیدوار ہونا شرط ہے یا مستحق امامت کو مجبور کرنا پڑے گا-(۴) تمام دنیا کی مسلمان قوم میں سے سب سے زیادہ عالم کو مستحق امامت قرار دیا گیا ہے یا مقامیوں میں سے کسی عالم کو؟ (۵) مقامی سے اہل مسجد مراد ہیں اگر وہاں نہ ہوں تو اسی شہر یا گاؤں یا مضافات یا تحصیل یا ضلع کے باشندے مراد ہیں؟ (۶) اگر محلہ یا شہر یا علاقہ کے اندر امامت کا کوئی امیدوار نہ ہو بلکہ کوئی امیدوار تو مضافات شہر کے مستقل باشندے ہوں مشہور درسگاہ کے سند یافتہ ہوں ان کی سند کی ریمارکس بھی اعلیٰ ہوں- اعلیٰ سندات کی تعداد بھی زیادہ رکھتے ہوں مشہور علمی اور مذہبی خاندان سے بھی تعلق رکھتے ہوں- اور خود بھی ایسا کوئی شرعی قصور نہ کر چکے ہوں جو امامت کے لیے مناسب نہ ہو اس کے باوجود کسی دوسرے ضلع سے ملازمت کے سلسلہ میں آئے ہوئے ایسے شخص کو امام مقرر کیا جائے جس کے پاس صرف ایک سند ہو- اس کے ریمارکس بھی نسبتاً کمزور ہوں- مجہول النسب اور مجہول العمل ہو کیا اس قسم کی تقرری شرعاً صحیح ہے- اگر صحیح نہیں تو اس کا کیا نتیجہ ہوگا؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم- ہمیں آپ کے منقولہ سابقہ فتویٰ کے ساتھ مکمل اتفاق نہیں ہے- ہمیں فقہاء کے کلام پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل باتیں سمجھ میں آتی ہیں-

(۱) فقہاء کی مشہور ترتیب فی التقدیم والنصب یہ صرف استحبابی یا مسنون ہے کوئی واجب نہیں ہے- اگر غیر مستحق کو بھی جب اس کی امامت جائز ہو مقدم کریں یا اہل محلہ اسے مستقل امام منتخب کریں- تب بھی اس کی امامت جائز بلا کراہت

ہے- نماز میں کوئی نقص نہیں ہے گو باوجود اولیٰ وافضل کی تقدیم یا نصب کے ممکن ہونے کے غیر اولیٰ کو مقدم کرنا یا مستقل امام بنانا خلاف اولیٰ یا خلاف سنت ضرور ہوگا- اور باوجود اس کے کہ لوگ غیر اولیٰ کو مستقل امام بنا چکے ہیں- انھیں امام مذکور کو معزول کرنا نہیں چاہیے ہاں پہلے سے اس کی رعایت مسنون ہے کہ مستحق وافضل کا انتخاب کر لیا جائے- قال فی الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ج ۱ ص ۴۱۳ و لو قدموا غیر الاولی اساوا بلا اثم- و فی العنایۃ شرح الھدایۃ علی ھامش فتح القدیر ج ۱ ص ۲۴۷ و جملۃ القول ان المستحب فی التقدیم ان یکون افضل القوم قراءۃ و علما و صلاحا و نسبا و خلقا و خلقا اقتداء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ کان ھو الامام فی حیاتہ لسبقہ سائر البشر بھذہ الاوصاف.

(۲) اور اگر ایک امام راتب ہے مستقل مقرر ہے- اور دوسرا شخص غیر مقرر ہے تب اگر چہ دوسرا شخص علامۃ الدھر کیوں نہ ہو تب بھی حق تقدم امام مستقل کو حاصل ہے اگر اسے امام نماز پڑھانے کی اجازت دے دے تو ٹھیک ہے ورنہ حق اسی امام راتب کا ہی ہے وہ خود آگے بڑھ کر نہ پڑھائے- قال فی الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ج ۱ ص ۴۱۳ (و) اعلم ان (صاحب البیت) و مثلہ امام المسجد الراتب (اولی بالامامۃ من غیرہ) مطلقا- الخ

جناب کے تمام سوالوں کے متعلق مختصر گزارش ہے کہ اگر امام ایک مقرر ہو چکا ہے اب دوسرا کوئی عالم امیدوار بنتا ہے- پھر تو اگر یہ دوسرا بہت بڑا عالم بھی کیوں نہ ہو تب بھی مناسب یہی ہے کہ اس سے پہلے کو ہی امام رکھا جائے اور معزول نہ کر دیا جائے- اور اگر ابتداء انتخاب ہے تو پھر سب سے زیادہ عالم ہی کو امام مقرر کرنا مسنون ہے- سب سے زیادہ عالم ہونا یہ ایک علمی لیاقت ومہارت کا نام ہے اس کا تعلق سندات کی کثرت وقلت وغیرہ کے ساتھ نہیں ہے- وہاں کے لوگوں کو جو بہت بڑا عالم نظر آئے اس کی علمیت پر وہاں کے علماء کا اعتماد ہو تو یہی اعلم ہے- ویسے اگر غیر اعلم کو بھی امام مقرر کر لیا جائے تب بھی نماز صحیح ہوگی گو یہ انتخاب خلاف سنت شمار ہوگا- اس انتخاب میں مقامی غیر مقامی کا کوئی فرق نہیں ہے- اس مختصر سی تقریر سے آپ کے تمام سوالوں کا جواب تقریباً نکل رہا ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایسے شخص کی امامت کا حکم جس پر الزام لگایا گیا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایک پیش امام تقریباً ۷۰ یا ۷۵ سال کی عمر کے- ان کے پاس بچے پڑھتے ہیں- ایک چھوٹی سی لڑکی تقریباً جس کی عمر ۶ برس ہوگی- بروز ہفتہ سبق کے اوپر اس کو مارا تھا اور پھر اس کا سبق بڑھا دیا صبح اتوار کو آگے کھڑا کر کے پیار کیا- اور پھر اس کو سبق دے کر ۹ بجے صبح کے وقت شہر چلے جاتے ہیں ایک بج کر ۱۰ منٹ پر واپس آجاتے ہیں ایک مکان پر ۱۰ آدمی جمع ہو کر اس امام صاحب کو بہ۔۔تے ہیں اور صرف یہ کہہ جاتا ہے برائے مہربانی مسجد میں تشریف نہ ۔ ۔

اور بچے بھی نہ پڑھانا بچوں کی شہادت پر الزام لگایا اور لڑکی سے مار پیٹ کر زبردستی کہلوایا کہ حافظ صاحب گندی گندی باتے کرتے تھے۔ وہ لڑکی باہر کھیل کر آئی ہے اور کھیلتی پھرتی ہے۔ کیا یہ الزام صحیح ہے جب کہ وہ بچی باہر کھیلتی ہے۔

﴿ج﴾

یہ الزام از روئے شریعت قابل قبول نہیں ہے۔ نہ شہادت ہے نہ اقرار جب تک پورا ثبوت نہ ہو اس وقت تک الزام بالکل ناجائز ہے۔ اس پیش امام کو اگر قوم کی اکثریت چاہتی ہے تو بلاشبہ وہ امامت کرے کوئی گناہ کی بات اس میں نہیں۔ واللہ اعلم۔

عبد الرحمن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱ ذوالقعدہ ۱۳۷۹ھ

الزام لگنے پر قسم اٹھانے کے بعد امامت پر بحال کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ فیض آباد کالونی والوں نے امام مسجد رکھا ہوا ہے، عرصہ دو سال کے بعد کسی شخص نے امام مسجد پر الزام لگایا اور امام مسجد نے بھی الزام لگانے والوں پر الزام لگایا تو اس صورت میں انجمن اصلاح و ترقی اور تمام باشندگان نے امام مسجد پر الزام عائد کرنے والے کی قسم پر فیصلہ کیا جو کہ دونوں فریقین نے قسم قرآن پاک کی اٹھائی اب ہم امام مسجد کو رکھ سکتے ہیں یہ کہ نہیں؟

﴿ج﴾

شرعی ثبوت نہ ہونے کی صورت میں جبکہ الزام برأت میں امام صاحب نے قسم اٹھائی تو وہ بری ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر امام مذکور میں کوئی اور خلاف شرع بات نہیں تو اہل مسجد رضامندی سے اسے امام رکھ سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس پر الزام ہو اس کی امامت

﴿س﴾

رپورٹ تحقیقاتی کمیٹی درباره تنازعہ امام مسجد جنڈوالی مخدوم پور پہوڑاں

فریق۔ زید جو کہ جامع مسجد جنڈوالی کا خطیب اور امام مسجد ہے۔ فریق دوم' بکر جو کہ مسجد ہذا کا ایک نمازی اور امام مسجد مذکور کا گہرا دوست ہے۔

روئیداد :- باہمی دوستی کی وجہ سے زید کی آمد و رفت بکر کے گھر میں بے تکلفانہ تھی اور عوام پر بھی ان کی گہری دوستی اتنی

تھی۔ ایک روز بکر مغموم حالت میں تھا۔ تو اس کے ملنے جلنے والوں نے غم پرسی کی۔ تو اس نے غمناک حالت میں ایک افسوسناک واقعہ کا اظہار کیا۔ اور اپنی ۷/۸ سالہ بچی کے ساتھ ناشائستہ حرکت کرنے کے الزام میں زید کو مورد الزام ٹھہرایا۔ جس کا عوام میں خاصا چرچا ہو گیا۔ مسجد کے مقتدیان نے زید سے کہا کہ آپ پر الزام عائد ہو گیا۔ لہٰذا تاوقتیکہ آپ کی صفائی نہ ہو جائے احتیاطاً آپ امامت نہ کرائیں۔ جس کا ردعمل یہ ہوا کہ زید نے اپنی بریت ظاہر کرنے اور صفائی حاصل کرنے کی خاطر مجلس عام میں تقریر کی۔ کہ انسان خطا کا پتلا ہے اس سے خطا ہو جاتی ہے کیونکہ یہ دشمنوں یعنی شیطان اور نفس امارہ کے درمیان گھرا ہوا ہے۔ میں بھی ایک انسان ہوں مجھ سے خطا ہو جاتی ہے۔ پھر یہ آیت **ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطئنا** پڑھ کر اس کا ترجمہ کیا کہ اے ہمارے پروردگار تو ہماری بھول چوک اور خطاؤں پر ہمیں نہ پکڑنا۔ اس کے بعد کہا کہ مجھ پر جو نابالغ لڑکی کے بارے میں الزام لگایا گیا ہے مجھے اس کا کوئی ارمان نہیں کیونکہ اس قسم کے الزامات نبیوں پر بھی لگائے گئے اور بی بی مریم اور بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جیسی پاک دامن بیبیوں پر بھی الزام لگائے گئے۔ یہ الزام یا تو میری شامت اعمال کا نتیجہ ہے یا میرا امتحان ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور غلاف کعبہ کو ہاتھ میں لے کر کہتا ہوں اور بیت اللہ شریف کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور مسجد میں جتنے قرآن پڑے ہوں گے وہ سب لا کر میرے سر پر رکھ دو میں حلفاً کہتا ہوں کہ مذکورہ لڑکی سے برائی کرنے کی میری قطعاً نیت نہیں تھی۔ اور **لعنت اللہ علی الکاذبین** پڑھا۔ چند آدمی اس تقریر سے متاثر ہوئے۔ لیکن مجلس کی اکثریت نے قسم مجلس کے علاوہ بھی قسموں کی بھرمار پر یقین نہ کیا کچھ گڑبڑ کا اندیشہ ہوا۔ لیکن جلد ہی متفقہ طور پر گیارہ اشخاص پر مشتمل ایک تحقیقاتی کمیٹی تشکیل دی گئی۔ جس کی تحقیقاتی کارروائی حسب ذیل ہے۔

بکر کا بیان :- وقوعہ کے روز نماز مغرب کے بعد جبکہ میں اپنے گھر پر موجود نہیں تھا۔ زید میرے گھر آیا دروازے پر میرا پوتا اور ایک نوکر لڑکا موجود تھے۔ لیکن زید نے میری لڑکی کو آواز دے کر بلایا اور اسے دوسری طرف بیٹھک کا دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ اس نے بیٹھک کھول دی زید وہاں بیٹھ گیا پھر زید نے لڑکی سے پینے کے لیے پانی طلب کیا۔ لڑکی نے پانی کا گلاس گھر سے لا کر اس کو پلایا۔ پھر زید نے اس کو کہا کہ گلاس رکھ کر پھر آنا لڑکی گلاس گھر میں رکھ کر بیٹھک میں گئی تو زید نے اسے اپنی گود میں بٹھا لیا اس کو چھاتی سے لگا کر بھینچا اور اس کا منہ چومنے لگ گیا۔ اور ساتھ ہی لڑکی کا کمر بند کھول دیا۔ لڑکی خائف ہو کر رونے لگی تو زید نے اسے چھوڑ دیا اور لڑکی اپنی ماں کے پاس روتی ہوئی گئی اس کی ماں نے حقیقت حال سن کر زید کو گالیاں دینی شروع کر دیں تو زید وہاں سے نکل کر چلا گیا کچھ دیر کے بعد میں اپنے گھر آیا تو گھر میں ہنگامہ تھا۔ بیوی سے حال پوچھا تو اس نے زید کی حرکتوں کا رونا رو دیا لڑکی سے باتیں پوچھی گئیں تو اس نے ان باتوں کی تصدیق کی تو مجھے زید کی اس مذموم حرکت سے سخت صدمہ پہنچا کہ میں لوگوں میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔

زید کا بیان :- میرے اور بکر کے کافی عرصہ سے نہایت اچھے مراسم تھے۔ ایک روز بکر کی بیوی میرے گھر جا کر کہنے لگی

کہ میرا خاوند تمہارا گہرا دوست ہے۔ اسے سمجھائیں کہ وہ فلاں فلاں بدچلن عورتوں سے تعلق نہ رکھے۔ تو میں نے جواب دیا کہ میں نے اپنے دوست کے اندر اس قسم کی برائی نہیں دیکھی اس لیے میرا اسے کچھ کہنا زیب نہیں دیتا۔ وہ کہنے لگی کہ میرے آنے کی تو کوئی قدر نہ کی اور لفظ چنگا (اچھا) کہہ کر واپس چلی آئی۔ میں نے چنگا سے یہ مراد لی کہ وہ مجھ سے ناراض ہوگئی ہے۔ اور اس کا انتقام لینے کی ٹھانی ہے۔ کچھ دنوں کے بعد میں بکر کے گھر گیا تو وہ مغموم حالت میں بیٹھا ہوا تھا۔ سبب دریافت کرنے پر اس نے کہا کہ اس کی عورت نے مجھے بڑا پریشان کیا ہے۔ یہ عورتوں کے بارے میں مجھ سے بدظن ہے۔ اس وقت میں نے یہ بات کہہ دی کہ یہ بات تو اس نے مجھ سے بھی کہی تھی۔ ایک روز میں پھر بکر کے گھر گیا میں نے اہل خانہ کو آواز دیے بغیر بیٹھک کا دروازہ کھولا تو میں نے دیکھا کہ ایک غیر آدمی بکر کے گھر میں بکر کی بیوی کے شانوں پر ہاتھ رکھے ہوئے کھڑا ہے۔ میں نے بکر کی بیوی کو اچھی طرح دیکھا اور اس نے مجھے دیکھ لیا۔ اور اس غیر محرم آدمی کو دھکا دے کر ایک طرف کر دیا۔ انہی باتوں کی خلش کی وجہ سے اس نے مجھ پر زنا کا الزام لگایا ہے۔ حالانکہ بات یہ تھی کہ میں بکر کے کسی دوسرے دوست کی بیماری کی اطلاع دینے کے لیے مغرب کی نماز کے بعد بکر کے گھر گیا۔ لڑکی کو آواز دی اور پوچھا کہ تیرا ابا کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ کہیں باہر چلا گیا ہے۔ میں نے لڑکی سے بیٹھک کا دروازہ کھلوایا اور بیٹھک میں بیٹھ گیا۔ پھر لڑکی سے پانی منگوا کر پیا۔ وہ گلاس رکھ کر پھر بیٹھک میں آئی تو میں نے اس سے کہا کہ تو گھر چلی جا۔ جب تیرا ابا آئے گا تو اس کے ساتھ آ جانا۔ وہ گھر چلی گئی تو اس کی ماں نے پوچھا کہ اس نے کیا کہا۔ اور یک لخت مجھے گالیاں دینی شروع کر دیں۔ میں نے کہا بھر جائی (بھابی) میرا قصور نہیں ہے تو مجھے کیوں گالیاں دیتی ہو۔ اور مجھ پر ایسا الزام کیوں لگا رہی ہو مگر اس نے ایک نہ سنی تو میں وہاں سے چلا آیا۔

تنقید:- (۱) جب آپ کو معلوم تھا کہ وہ عورت مجھ سے ناراض ہے اور انتقام لینا چاہتی ہے تو آپ رات کے وقت مرد کی عدم موجودگی میں ان کی بیٹھک میں کیوں ٹھہرے۔ جواب دیا کہ میرا خیال تھا کہ وہ جلد ہی آ جائے گا اور میں سنیہا دے کر فارغ ہو جاؤں گا۔ (۲) جب آپ بکر کے گھر کے دروازے پر گئے اس کا پوتا اور نوکر وہاں موجود تھے یا نہیں؟ جواب دیا کہ موجود تھے۔ (۳) جب دولڑکے دروازے پر موجود تھے تو آپ نے بیٹھک کھلوانے کے لیے لڑکی کو گھر کے اندر سے آواز دے کر کیوں بلایا۔ جواب کہ بس میری غلطی۔ (۴) کیا اس سے پہلے آپ نے کبھی اس لڑکی سے پیار محبت کیا۔ اور بوسہ لیا ہے۔ جواب دیا کہ میں اس لڑکی کو گود میں اٹھا لیا کرتا۔ اور اکثر مرتبہ اس کے بوسے اس طرح لیتا رہا ہوں جس طرح ایک باپ اپنی بیٹی کا بوسہ لیتا ہے۔ (۵) آپ نے جس غیر محرم شخص کو بکر کی بیوی کے ساتھ مشتبہ حالت میں دیکھا وہ کون تھا؟ جواب دیا کہ میں نے اس کو نہیں پہچانا۔ (۶) کیا آپ نے اس غیر محرم شخص کو معلوم کرنے کی کوئی کوشش کی یا اس راز سے اپنے دوست کو آگاہ کیا جواب دیا کہ میں اسے دیکھ کر چپ چاپ واپس چلا گیا اور نہ ہی اپنے دوست بکر سے کبھی اس کا ذکر

کیا۔ (۷) جب آپ کے دوست کے گھر میں برائی جنم لے رہی تھی تو اپنے دوست کی خیر خواہی کرنا آپ کا فرض تھا مگر آپ خاموش تماشائی کیوں بنے رہے۔ جواب دیا کہ بس اس وجہ سے خاموش رہا کہ ایسی بات جتلانے سے برا محسوس کرنے لگتے ہیں۔ (۸) جب بکر کی بیوی نے آپ کے گھر جا کر شکایت کی۔ تو کیا اس وقت کوئی اور شخص بھی موجود تھا؟ جواب دیا۔ اس وقت میرے اور اس کے سوا کوئی تیسرا شخص موجود نہ تھا۔ ہم نے بالکل علیحدگی میں بات چیت کی تھی۔

رپورٹ کمیٹی:- (۱) ممبران کمیٹی نے جو فرداً فرداً اجتماعی طور پر تحقیقات کی ہیں اس میں کئی مردوں نے اور عورتوں نے اس امر کی تصدیق کی ہے کہ جب لڑکی کی والدہ واویلا کر رہی تھی تو ہم موقع پر پہنچے اور لڑکی کو نہایت پریشان حالت میں دیکھا اور لڑکی سے باتیں دریافت کی گئیں تو لڑکی نے واقعت کا صحیح ہونا بیان کیا۔ اور بکر کا بیان لڑکی کے بیان کے مطابق ہے۔ کمیٹی اس پر اعتماد کرتی ہے۔ (۲) زید کی عمر تقریباً ۴۵ سال ہے اور صحت نہایت اچھی ہے لیکن آج تک بالکل غیر شادی شدہ ہے۔ اور اس کی سابقہ زندگی بھی مورد الزامات رہی ہے۔ (۳) تنقیدی سوالات ۵ تا ۷ کے جوابات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اول تو زید کا بیان ہی مصنوعی ہے۔ اور اپنے الزام کا جوابی الزام ہے۔ دوم یہ ہے کہ وہ اس غیر محرم شخص کا رقیب ہے۔ سوم یہ کہ وہ عورت کا رفیق ہے۔ (۴) چند آدمی اپنے قوی شبہات کی بناء پر زید کے پیچھے پہلے سے ہی نماز نہیں پڑھتے تھے بکر اس معاملے کے بعد مسجد ہی چھوڑ گیا ہے اس تشہیر کے بعد اکثر نمازی زید کی امامت سے متنفر ہو گئے ہیں۔ براہ کرم اس کے متعلق فتویٰ صادر فرمائیں کہ ایسے حالات اور کردار کے امام کی امامت شرعاً کیسی ہے؟

﴿ج﴾

بالفرض امام مذکور پر مذکورہ بالا تہمت اگر ثابت بھی ہو جائے اور اس کے فی الواقع مذکورہ حرکت ناشائستہ صادر بھی ہوگئی ہو تب بھی یہ موجب فسق نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے اوپر کوئی زنا کا دعویٰ نہیں ہے۔ اس پر تو بوس وکنار وغیرہ کا دعویٰ ہے اور بوس وکنار وغیرہ گناہ صغیرہ ہے جو نماز پڑھنے وغیرہ نیکی کرنے سے بھی معاف ہو جاتا ہے۔ ایک صحابی ابوالیسر رضی اللہ عنہ نے کسی ایک اجنبی عورت کا بوسہ لیا تھا۔ پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اپنا واقعہ بیان کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ جواب نہیں دیا۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوگئی۔ **واقم الصلوة طرفی النهار و زلفا من الليل ان الحسنت يذهبن السيئات ذلک ذکری للذکرين** ۔۔یعنی نمازیں ادا کرو نیکیوں سے صغائر گناہ معاف ہوتے ہیں۔ (رواہ الشیخان) لہٰذا محض اس بنا پر اس کی امامت جائز ہے۔ ہاں اگر اس سے ایسی ناشائستہ حرکات عموماً صادر ہوتی ہوں یا اس کے اندر کچھ اور شرعی خرابیاں موجود ہیں تب اس کی امامت مکروہ ہوگی۔ ویسے اس سے صرف نظر کر کے بھی اگر محلے والے لوگوں کو اس سے نفرت ہے تو وہ باہم مشورہ کر کے اسے امامت سے ہٹا سکتے ہیں۔ کیونکہ محلے والوں یا متولی مسجد کا اختیار ہے۔ جب تک کسی امام کو رکھیں رکھیں۔ جب نہ رکھیں نہ رکھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اس استفسار کے بعد مولانا مفتی عبداللہ نے اس کا فیصلہ کیا اور فیصلے پر مفتی محمود صاحب کی تصدیق درج ہے-فیصلہ مفتی عبداللہ صاحب۔ میں نے مسئلہ متنازعہ سنا-میں امام مسجد مولوی عبدالحمید صاحب-میاں ڈنہ صاحب اور ممبران کمیٹی سے الگ الگ اور اجتماعی طور پر بات چیت کرنے اور غور وفکر کے بعد دورحاضر مقتدیوں اور امام مسجد مولوی عبدالحمید کے پیش نظر یہ فیصلہ تحریر کرتا ہوں اور زبانی طور پر مفصل تمام اہالیان مسجد کے سامنے کہتا ہوں کہ جرم شرعاً غیر ثابت ہے-لہٰذا مولوی صاحب اس معاملہ میں بری الذمہ قرار دیے جاتے ہیں-اب کسی شخص کو مولوی صاحب کے اوپر الزام لگانا جائز نہیں ہوگا-اور امامت کا عہدہ شرعاً خاص اہمیت اور تقدس کا مقام رکھتا ہے-مولوی صاحب مذکور کے متعلق چونکہ قیل وقال کافی ہو چکا ہے-اس لیے بھی اور دیگر مقامی مصالح کے پیش نظر فیصلہ کرتا ہوں کہ اب مولوی صاحب کو مسجد کی امامت سے سبکدوش کر دیا جائے اور ان کی بجائے برادر خورد حافظ صاحب مسجد مذکور کے امام رہیں-اور اہل محلہ کو اختیار ہے کہ وہ انھیں مستقل طور پر امام رکھیں اور اگر ان سے اور اچھا معتمد علیہ اور متفق علیہ امام مل جائے تو اسے مقرر فرمالیں-بہرحال حالات کے پیش نظر مولوی عبدالحمید صاحب کو دوبارہ امامت پر مقرر نہ کیا جائے-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جواب مفتی محمود صاحب:- چونکہ حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب مدظلہ العالی خود مخدوم پور پہوڑاں تشریف لے جاکر تمام حالات و واقعات کی مکمل تحقیق کر چکے ہیں-اس لیے مجھے ان کے اس فیصلہ پر مکمل اعتبار ہے وہاں کے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ مفتی صاحب مدظلہ کے اس شرعی فیصلہ کو دل وجان سے تسلیم کر کے اس پر عمل کریں اور اپنے جملہ اختلافات کو یکسر ختم کرائیں-مولوی عبدالحمید کو آئندہ اس قسم کا الزام بالکل نہ دیں-دل کی صفائی سے ان سے تعلقات قائم رکھیں-البتہ اس نزاع اور قیل وقال کے بعد انھیں امامت جیسے پاک اور مقدس منصب سے فارغ کر دیا گیا ہے-لہٰذا ان کے بھائی کو امام بنا دیا جائے-اس کی امامت میں اب اختلاف نہیں کرنا چاہیے-واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مدرسہ قاسم العلوم ملتان

متہم ومشتبہ شخص کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

پیر کوٹ مدہانہ ضلع جھنگ میں ایک مسئلہ زیر غور ہے-جس کے حل نہ ہونے پر موضع والے بڑے پریشان ہیں اس لیے آپ کی خدمت میں التجاء عوام پیش کی جاتی ہے- (۱) محمد فضل نامی ایک شخص بعمر تقریباً بیس (۲۰) بائیس (۲۲) سال کا کنوارہ ایک رشتہ دار کے گھر عارضی طور پر آ وارد ہوا-جس کا پیشہ ملازمت ہے کچھ عرصہ کے بعد وہ شخص اس کے گھر کا مالک بن گیا-اور دن رات اسی گھر میں رہنے لگا-عوام میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں کہ محمد فضل کا اس امام مسجد کے گھر رہنا ٹھیک نہیں-کیونکہ اس کی بیوی کے ساتھ اس کا ناجائز تعلق معلوم ہوتا ہے-یا تو اس کو گھر سے نکل جانا چاہیے یا اسے شادی کر لینی چاہیے-چنانچہ محمد فضل کو لوگوں نے اعلانیہ کہا کہ تم شادی کر لو تب اپنی بیوی کے ہمراہ اس گھر میں رہ سکتے ہو-جب اس نے انکار کیا تو عوام کو پورا یقین ہوگیا کہ اس کا اس گھر میں ناجائز تعلق ضرور ہے-اس لیے یہ شادی نہیں کرتا-اور نہ ان کو چھوڑتا ہے بلکہ شخص اسی طرح اس گھر میں گزارہ کرتا ہے-اور نہ نکلا ہے-

(۲) بعد میں ایک رات ایک شخص مسمی حاجی محمود گارڈ جو تہجد کی نماز ادا کرنے کے لیے مسجد میں موجود تھا-اس نے اچانک ہائے ہائے کی آواز سنی-امام مسجد کا گھر مسجد سے بالکل متصل ہے یہ شخص موقع پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ مسمی محمد فضل جو اپنی معشوقہ کے ہمراہ اللہ دتہ مولوی کو جو گھر کا مالک ہے مار رہے ہیں اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے محمد فضل کو خود اپنی بیوی کے ساتھ دیکھا مگر محمد فضل مجرم نے حاجی محمود کو کہا کہ یہ اللہ دتہ بیماری کی وجہ سے روٹی مانگتا ہے اس لیے ہم اسے مار رہے ہیں کہ اس وقت کوئی روٹی نہیں-اس وقت رات کے تین بجے تھے-اس سے پہلے لوگوں کو یہی شبہ تھا آخر یہ فیصلہ مولوی قطب الدین صاحب کے پاس لایا گیا-انھوں نے فرمایا کہ مجرم محمد فضل امامت کرنے کے قابل نہیں اس لیے یہ امامت نہیں کرسکتا-مجرم نے اپنی تبریت کے لیے حلف اٹھایا کہ میرا کوئی قصور نہیں جس کی بدولت کئی آدمی اعتبار کر کے اس کے پیچھے نماز پڑھنے لگ گئے-اور بہت سے تعلق شک کی وجہ سے نماز نہ پڑھتے تھے-(۳) ایک دفعہ دو آدمی مل کر کسی کام کے لیے رات کے دس بجے مولوی صاحب کے گھر گئے تو دیکھا کہ دروازہ بغیر قفل وکنڈہ کے بند تھا اور بتی جل رہی تھی-انھوں نے دروازہ دھکیلا تو کھل گیا تو دیکھا کہ محمد فضل اور اللہ دتہ کی بیوی برہنہ ایک چارپائی پر سوئے ہوئے تھے-عورت جلدی سے چارپائی پر سے اتری تو دیکھنے والے کے منہ سے یک دم نکلا (لاحول ولا قوۃ) یہ کیا ہوگیا-تو دوسرا آدمی جو ذرا دور کھڑا تھا اس نے پوچھا کیا بات ہے-اس نے کہا میں نے محمد فضل کو اللہ دتہ کی بیوی کے ساتھ سوئے ہوئے دیکھا-جب اس قسم کی بہت سی باتیں نکلیں تو اللہ دتہ نے اپنی بیوی محمد فضل کو نکاح میں دے دی-وہاں نکاح کسی نے نہیں پڑھا نہ کوئی آدمی مجلس میں بیٹھا-تو محمد فضل کے ایک رشتہ دار نے لوگوں کو بلایا- اس نے آ کر نکاح پڑھا اور لوگوں کو کہا مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھو-اس کے بعد نماز پڑھاتا گیا اس کے بعد اپنی ساس کی رضامندی خاوند حج پر گئے-واپس ہونے کے چند مدت بعد بدستور پھر دو آدمیوں نے دیکھا؟

﴿ج﴾

ان حالات میں یہ تو قطعی طور پر لازم ہے کہ اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے-ایسا متہم ومشتبہ شخص جس کے متعلق عوام الناس تک کے دلوں میں شبہات ہوں امامت کے لائق ہرگز نہیں-امامت کا مستحق عالم قاری پرہیزگار اور باوقار لوگوں کی نظروں میں معزز شخص ہوتا ہے-واللہ تعالیٰ اعلم

متہم شخص کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ھذا میں کہ اگر ایک امام متہم بالزنا ہے صرف اتہام نہیں بلکہ ایسے ایسے علامات وآثار پائے

جاتے ہیں۔ اگر عرف ان کا اعتبار کیا جائے تو عدم زنا کا احتمال تک باقی نہیں رہتا۔ مثلاً آدھی رات کے وقت مولوی صاحب کے مکان میں عورت کا جانا اور جواب میں وہ کہتی ہیں کہ میں تو تہجد پڑھ رہا تھا۔ پھر عورتوں کو منہ لگی دینا۔ اب ایسے مولوی کے پیچھے نماز کیسی ہے۔

﴿ج﴾

اس قسم کے امام کو پیش امام بنانا جائز نہیں ہے۔ امام مسجد کے لیے متقی پرہیزگار ہونا لازم ہے۔ مقتدیوں پر لازم ہے کہ اسے امامت سے معزول کریں۔ اور کسی دیندار عالم متقی کو امام بنالیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفی عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲ جمادی الاخری ۱۳۸۸ھ

حرام کاموں سے متہم شخص کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے چک نمبر ۲۳ میں ایک امام صاحب مسمی مولوی غلام رسول صاحب ہو۔ عربی علم سے بالکل ناآشنا ہے حتیٰ کہ الفاظ قرآن کریم کی ادائیگی تو سرے سے غلط کرتا ہے۔ عرصہ پندرہ سولہ سال سے امامت کر رہا ہے۔ اور مرزائیوں سے اندرونی گہرے تعلقات رکھتا ہے۔ بیرونی آمد و رفت اٹھنا بیٹھنا کافی ہے۔ اور مرزائیوں کے سالانہ جلسوں میں بھی شریک ہوتا رہتا ہے۔ ابتدائی حالت یہ ہے کہ ایک عورت جو کہ اب مولوی مذکور کی بیوی ہے۔ اغوا کر کے لایا اور کافی عرصہ تک اسے بغیر نکاح کے رکھا۔ ساتھ امامت بھی کراتا رہا۔ حتیٰ کہ ایک دو بچے بھی اسی کیفیت میں ہوئے بعدہ کہیں اس کا نکاح کیا اب اس کی ایک لڑکی ہے کہ جس کا نکاح پچھلے سال کیا۔ کچھ عرصہ بعد کے بعد اب اس کو گھر میں بٹھا رکھا ہے۔ یعنی شوہر کے ہاں بھیجتا نہیں۔ چک کے معزز حضرات نے بہت دفعہ مولوی مذکور کو سمجھایا کہ لڑکی بھیج دے۔ مگر بغیر کسی حیل و حجت و عذر کے شوہر کے ہاں بھیجتا نہیں۔ یعنی لڑکی کا آشنائی غیر سبب رکاوٹ ہے۔ جس پر مولوی مذکور مصر ہے۔ لہٰذا دریں صورت مقتدیوں نے تنگ آ کر آپ کی طرف رجوع کیا ہے کہ برائے کرم نوازی فتویٰ عنایت فرما دیں کہ آیا کس حد تک مولوی مذکور کی امامت جائز ہے یا ناجائز۔ بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں امام سے متعلق جو باتیں تحریر میں موجود ہیں۔ اگر یہ صحیح ہیں تو ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے۔ اور ایسے شخص کو امام رکھنا درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قاتل کی امامت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ جو شخص ایک مسلمان کا قاتل ہو اور قاتل نے مقتول کے وارثین سے معافی مانگی ہو وہ قاتل نماز بھی پڑھاتا ہو۔ یعنی شریعت سے کم مقدار رکھتا ہو۔ (۳) اور جن لوگوں نے جان بوجھ کر نمازیں ایسے شخص کی اقتداء میں پڑھی ہوں اور ادا کر رہے ہیں۔ ان کی نمازوں کے متعلق کیا حکم ہے۔ آیا اس قاتل کو امام رکھنا چاہیے یا نہیں۔

﴿ج﴾

بحوالہ مکروہات صلوٰۃ میں ہے وخلف فاسق اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کی امامت جس کے متعلق پوچھا گیا ہے۔ مکروہ ہے کیونکہ یہ فاسق ہے (بر تقدیر صدق مستفتی) اور فاسق کی امامت مکروہ ہے۔ لیکن بغیر جماعت کے نماز پڑھنے سے فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے۔ زمانہ ماضی کی نمازوں کے اعادہ کی ضرورت نہیں اور جب تک دوسرا متقی امام نہ ملے۔ اس وقت تک اس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے کیونکہ تنہا پڑھنے سے فاسق کے پیچھے پڑھنے میں ثواب زیادہ ملتا ہے۔ کما فی درالمختار ص ۴۱۵ ج ۱ صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة.

واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالرحمن

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ

۱۵ ذوالقعدہ ۱۳۸۰ھ

باب تسویۃ الصفوف

ضرورۃً صف میں انقطاع رکھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کا اندرونی حصہ اتنا ہے کہ جس میں تین صف آسانی کے ساتھ ہو سکتی ہیں۔ لیکن صبح کے وقت نمازی زائد ہوتے ہیں اور باہر کھڑے ہونے میں سردی کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے اب اگر مسجد کے اندر امام کے ایک بالشت فاصلہ سے چوتھی صف اس طرح بنائی جاوے کہ امام کے پیچھے ایک آدمی کی جگہ خالی رہے اور صف منقطع ہو جاوے تو کیا جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

واجبات متعلقہ بالصفوف ومقام الامام والماموم کے ترک سے کراہت کا لزوم اس وقت ہوتا ہے جب بغیر عذر کے ترک کیے جاویں ورنہ مع العذر ترک کرنے سے کوئی کراہیت لازم نہیں آتی تنگی مکان سردی اور گرمی بھی عذر میں داخل ہیں صاحب الدر المختار نے مکروہات الصلوۃ کو ذکر کرتے ہوئے جب قیام الامام فی المحراب وانفراد الامام علی الدکان وعکسہ کو ذکر کیا تو کہہ دیا۔ وھذا کلہ (عند عدم العذر) کجمعۃ وعید فلو قاموا علی الرفوف والامام علی الارض اوفی المحراب لضیق المکان لم یکرہ الخ وقال الشامی علی قولہ (کجمعۃ وعید) مثال للعذر وھو علی تقدیر مضاف ای کزحمۃ جمعۃ وعید. پھر صاحب الدر نے چند سطر کے بعد فرمایا۔ ومن العذر ارادۃ التعلیم او التبلیغ وقال الشامی (ومن العذر) ای فی الانفراد فی مکان مرتفع الی ان قال قلت لکن فی المعراج مانصہ وبقولنا قال الشافعیؒ الا اذا اراد الامام الخ ج ۱/ ۴۷۸۔ حاصل یہ ہے کہ عدم جواز الانقطاع فی الصف حکماً عدم جواز قیام الامام فی المحراب وانفرادہ علی الدکان وعکسہ ہے اور ضیق مکان سردی وگرمی کا عذر کسی طرح بھی تعلیم وتبلیغ کے عذر سے کم نہیں باوجود یکہ ان کو اعذار میں شمار کیا گیا ہے۔ لہٰذا اگر چہ صورت مسئولہ میں صریح جزئیہ تو اس وقت پیش نظر نہیں لیکن اعتبارا علی المسائل المحولہ یہاں بھی عذر مذکور کی وجہ سے کراہت نہ ہوگی۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ

باجماعت نماز میں درمیان سے جگہ چھوڑ کر صف بنانے کا حکم

﴿س﴾

جماعت سے نماز ہو رہی ہے اس کے دو یا ایک صف درمیان میں چھوڑ کر کچھ آدمی پیچھے کھڑے ہوں ان کی نماز ہوگی یا نہ۔

﴿ج﴾

ایسی صورت میں یہ خلاف سنت ہے۔ صفوں کو مکمل کرنا چاہیے۔ اور جگہ درمیان میں نہ چھوڑنا چاہیے مل کر کھڑا ہونا چاہیے اور بیچ میں جگہ خالی نہ چھوڑنا چاہیے یہی سنت طریقہ ہے۔ ایک سیدھ میں اور برابر میں آگے پیچھے نہ ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۸ رجب ۱۳۹۵ھ

صحن میں جماعت کرانے کی صورت میں امام کہاں کھڑا ہو، جماعت ثانیہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ

(۱) نماز فرض باجماعت اول ادا کرنے کے لیے امام ومقتدی صحن مسجد میں کھڑے ہوں۔ تو امام کو محراب مسجد کے سامنے کھڑا ہونا ضروری ہے؟

(۲) نماز فرض باجماعت ادا کرنے کے لیے امام کو محراب مسجد کے دائیں یا بائیں طرف ہٹ کر کھڑا ہونا ضروری ہے۔ سنت رسولؐ کی روشنی میں جواب تحریر کر کے مہر لگا کر مشکور ہونے کا موقع دیں۔

﴿ج﴾

(۱) امام کو وسط میں کھڑا ہونا چاہیے اور دونوں طرف برابر مقتدی کرنے چاہئیں طریقہ سنت یہ ہے کہ جس وقت جماعت کھڑی ہو۔ دونوں طرف برابر مقتدی ہوں پھر جو بعد میں آکر شریک ہوں۔ ان کو بھی یہ لحاظ رکھنا چاہیے کہ حتی الوسع دونوں طرف برابر شریک جماعت ہوں۔ اگر باہر فرش صحن میں کھڑا ہو۔ تب بھی محاذی محراب کے کھڑا ہو البتہ اگر کہیں مسجد کا صحن کسی طرف بڑھایا گیا ہو۔ تو صحن کے وسط کا خیال کر لیا جائے۔ اور امام کو صحن کے اعتبار سے بیچ میں کھڑا ہونا چاہیے۔ شامی ج ۱ ص ۳۲۰ میں ہے۔ السنۃ ان یقوم فی المحراب لیعتدل الطرفان ولو قام فی احد جانبی الصف یکرہ ولو کان المسجد الصیفی بجنب الشتوی و امتلأ المسجد یقوم الامام فی جانب الحائط لیستوی القوم من جانبیہ والاصح ماروی عن ابی حنیفۃ انہ قال اکرہ ان یقوم بین

الساريتين اوفى زاوية او فى ناحية المسجد او الى سارية لانه خلاف عمل الامة.

(۲) مسجد محلہ میں یعنی جس مسجد کا امام مؤذن مقرر ہو جماعت ثانیہ مکروہ ہے۔

قال المحقق الشامی ولنا انه عليه الصلوة و السلام كان خرج ليصلح بين قوم فعاد الى المسـ وقد صلى اهل المسجد فرجع الى منزله فجمع اهله وصلى ولو جاز ذلك لما اختار الصلوة فى بيته على الجماعة فى المسجد ج ١/ص ٤٠٩. زیادہ تحقیق اس مسئلہ کی "القطوف الدانية من كر الحماعة الثانية. میں دیکھ لی جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

تحریر محمد ...

۱۷ جمادی ...

کیا صحن میں جماعت کرانے کا ثواب مسقف حصہ کے برابر ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ آیا ایک مسجد ہے۔ اس کے چاروں طرف فرش ہے۔ گول قسم پر ہر جگہ مسجد قبضہ میں ہے۔ کسی کا حق نہیں۔ جیسے فرش پاک صاف ہوتے ہیں۔ کبھی جماعت سردی گرمی کی وجہ سے جنوب کی کبھی جماعت مغرب کی طرف کبھی شمال کی طرف تو ان فرشوں پر جماعت کرانے کی فضیلت مسجد کے بیچ جیسی ہے۔ گھروں جنگلوں میں جیسی ہے۔ تشریح فرمایئے کہ شرعاً کیا حکم ہے۔

(۲) دوسرا مسئلہ ایک امام اور ایک ہی مقتدی جماعت کراتے ہیں۔ وہ قدرے برابر ہوتے ہیں پھر دوسری یا تیسری رکعت یا پہلی ہی رکعت میں ایک مقتدی اور آ گیا۔ تو فرمایئے۔ امام آگے چل کر جگہ مصلی میں جاوے یا مقتدی پیچھے ہٹ کر مقتدی کے ساتھ ہووے۔ تحریر فرماویں شرعاً کیا حکم ہے۔ آپ کی کمال مہربانی ہوگی۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اگر یہ فرش داخل مسجد ہے۔ اور اس کو برائے نماز پڑھنے کے علی التابید وقف کر دیا گیا ہے۔ تو ان نماز پڑھنے کا ثواب مسجد کے بیچ جیسا ہوگا۔ ہاں اگر جماعت کرانی ہے تو مسجد یا اس کے صحن کے بیچ میں امام کھڑا ہوتا دونوں طرف کے مقتدی تقریباً برابر برابر ہوں۔ یہ افضل و بہتر ہے اور اس میں ثواب زیادہ ہے۔ اور اگر یہ فرش نماز کے لیے علی التابید وقف نہ ہو تو اس پر نماز پڑھنے کا ثواب اندرون مسجد پڑھنے کے ثواب کے برابر نہ ہوگا۔

(۲) دونوں طرح جائز ہے ہاں اگر آگے جگہ نہ ہو تو مقتدی کو پیچھے ہٹ جانا چاہیے۔ اور اگر پیچھے جگہ نہ ہو تو امام کو آگے

جانا چاہیے اور اگر آگے پیچھے دونوں طرف جگہ ہو تو امام کو آگے ہو جانا چاہیے۔ اگر وہ آگے نہ ہو تو مقتدی پیچھے ہٹ جانا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبد اللطیف غفرلہ۔

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ

۲۵ ذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ

بوقت اقامۃ نماز کے لیے کب کھڑا ہو

﴿س﴾

تے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں جب جماعت ہوتی نمازی اپنی صفوں کو پورا کرتے اس کے بعد اقامت ہوتی اور یہ حدیثیں پیش کرتے ہیں۔

وعن انسؓ قال اقيمت الصلوة فاقبل علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم بوجهه فقال صفوفكم. الخ

وعن نعمان ابن بشيرؓ قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يسوى بها القداح حتى رأى عقلنا عنه ثم خرج يوما فقام حتى كاد يكبر فراى رجلاً باديا صدره من الصف فقال عباد الله ن صفوفكم اوليخالفن بين وجوهكم رواه مسلم.

روایت سے معلوم ہوا کہ پہلے تسویہ صفوف کرلیا جاوے۔ کیونکہ اہم ہے اور اس زمانہ میں تو اس کی اہمیت زیادہ ہوگئی عوام اس کی اہمیت کی پرواہ نہیں کرتے۔ یہ شب و روز کا مشاہدہ ہے کہ حی علی الفلاح یا قد قامت الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے سے امام کی تحریمہ کے وقت تک صفوف کا تسویہ نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اکثر دیکھا جاتا ہے۔ کہ پہلے سے کھڑے پر بھی اگر تسویہ صفوف کا انتظام کیا جاوے تو اقامت اور تحریمہ امام میں فصل کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کی یت کی وجہ سے ابتدائے اقامت سے پہلے ہی کھڑے ہوجائیں۔ تو کوئی حرج نہیں۔

مولوی صاحب کہتے ہیں کہ نعمان ابن بشیرؓ والی روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو اس قدر برابر تھے۔ کہ تیر کی لکڑی اس سے سیدھی ہوسکتی تھی۔ یہاں تک کہ آپ کو معلوم ہوگیا کہ ہم صف سیدھا کرنا پہچان گئے آپ باہر نکلے اور کھڑے ہوئے تکبیر کہنے کو تھے۔ اتنے میں ایک شخص کو دیکھا کہ جس کا سینہ صف سے باہر نکلا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اے خدا کے بندو اپنی صفیں برابر کرو۔ نہیں تو اللہ تعالیٰ تم میں پھوٹ ڈال دے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آگے پیچھے رہنا اختلاف کی نشانی ہے اور جب تم اس اختلاف کو گوارا کرلو گے تو رفتہ رفتہ دلوں کے اختلاف کو

بھی جائز رکھو گے۔اور یہی پھوٹ آفتوں کی جڑ ہے۔پہلی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث میں لفظ قد ...
الصلوۃ فاقبل فقال اقیموا صفوفکم کا مفہوم تو یہ ہے کہ اقامت ہو چکنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ ...
صحابہ کرام کی صف بندی کو دیکھا اور ٹھیک کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ فاتعقیبیہ فاقبل اور فقال کی ...
اقبال اور ارشاد بعد اقامت ہوا۔اسی طرح حضرت نعمان بن بشیر کی حدیث کا مفہوم ہے۔یہ مراد نہیں کہ ...
کے اقامت ہوئی۔حدیث کے دو جز ہیں۔اول جز کا حاصل تو یہ ہے کہ آپ تسویہ صفوف کی ہدایت دیتے ...
فوقتاً اس کی تائید فرمایا کرتے تھے۔یہاں تک کہ آپ کو یہ گمان ہو گیا کہ ہم جماعت صحابہ نے یہ بات بخوبی سمجھ ...
عمل میں لے لی ہے۔اس کے بعد کسی روز جب حجرہ شریف سے نکل کر جماعت کرانے کے لیے مسجد میں ...
مقام پر پہنچے اور کسی صحابی پر نظر پڑی کہ وہ اپنا سینہ بقیہ جماعت والوں سے نکالے ہوئے ہیں تو اس کو حکم دیا کہ ...
اس حرکت سے باز آجاؤ۔خارج سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کا حجرہ سے نکل کر مسجد میں آنا حضرت بلال ...
کے وقت ہوتا تھا کہ وہ حضور کو دیکھ کر اقامت شروع کر دیتے تھے اس میں صحابہ صفوں کو برابر کر لیتے تھے۔حضور ...
ٹھکانہ پر پہنچتے تو تکبیر ختم ہونے کو ہوتی یا ختم ہو جاتی۔اس کے بعد آپ تکبیر تحریمہ پڑھتے حتی کاد ان یکبر ...
مراد ہے۔اس مسطورہ صورت میں اس احتمال پر آپ کا انکار اقامت کے خاتمہ کے وقت ہوا۔حافظ ابن حجر ...
ص ۸۲ پر فرماتے ہیں۔ ان بلالا کان یراقب خروج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاول مایراہ یبدء
فی الاقامة قبل ان یراہ غالب الناس ثم اذا راہ قاموا فلا یقوم فی مقامه.

اس سباق سے معلوم ہوا کہ اقامت اول شروع ہو گئی اور تسویہ صفوف بعد کو ہوا۔آپ کا اس صحابی پر انکار بھی اقامت ...
ختم بلکہ قریب ہوا۔جسے راوی کاد ان یکبر فرماتے ہیں۔لہٰذا ان حدیثوں سے یہ نکالنا درست نہیں کہ اقامت ...
شروع کی جائے۔کہ اول تسویہ صفوف ہو جائے بہتر ہے کہ جب نمازی مسجد میں داخل ہوں اپنی اپنی جگہ صف بنا ...
جائیں اور جب حی علی الفلاح پر تکبیر پہنچے سب یعنی امام اور مقتدی کھڑے ہو جائیں یہی مسئلہ تمام فقہاء نے بتایا ...
اب استفسار یہ ہے کہ پہلے مولوی صاحب حق گو ہیں یا دوسرے جو شرعاً حکم ہو تحریر فرمادیں کہ مقتدی اور امام کب کھڑے
ہوں۔فقط۔

﴿ج﴾

قال فی الدرالمختار ص ۳۵۳ج ۱ (ولها اداب) ترکه لایوجب اساءة ولاعتابا کترک ...
الزوائد لکن فعله افضل نظره الی موضع سجوده حال قیامه (الی ان قال) (والقیام) لامام ومؤتم
(حین قیل حی علی الفلاح) الخ. (ان کان الامام بقرب المحراب والا فیقوم کل صف ینتهی ...

... علیه الامام علی الاظهر) الخ. (وشروع الامام) فی الصلوة (مذقیل قد قامت الصلوة) ولو اخر حتی
... لابأس به اجماعا وهو قول الثانی والثلاثة وهو اعدل المذاهب. الخ وفی القهستانی معزیا
... محافظة انه الاصح. (قوله انه الاصح) لان فیه محافظة علی فضیلة متابعة المؤذن واعانة له علی
... الشروع مع الامام شامی ص ۳۵۴ج ۱ ... وقال فی الطحطاوی علی الدرالمختار (قوله والقیام
... لامام ولمؤتم الخ) مسارعة لامتثال امره والظاهر انه احتراز عن التاخیر لا التقدیم حتی لوقام
... اول الاقامة لاباس وایضاً فی الدرالمختار ویصف الامام بان یامرهم بذالک قال الشمنی وینبغی
... ان یامرهم بان یتدا صعوا ولیسدوا الخلل ولیسووا مناکبهم ۔۔۔فقہاء کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ
... نماز میں سے ہے۔کہ جس وقت مکبر حی علی الفلاح کہے تو ائمہ ثلاثہ یعنی امام صاحب اور صاحبین کے نزدیک امام
... کھڑے ہو جائیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ حکم استحبابی اس وقت ہے کہ امام وہاں قریب محراب کے پہلے سے موجود
... اور اگر امام آگے کی طرف سے یعنی سامنے سے آوے تو جس وقت امام پر نظر پڑے۔مقتدی کھڑے ہو جائیں لیکن
... ہے کہ اگر پہلے سے مقتدی کھڑے ہو جاویں تو کچھ محل اعتراض نہیں ہے کیونکہ ترک استحباب اور ترک ادب پر کچھ
... نہیں ہو سکتا۔بلکہ طحطاوی کے قول سے معلوم ہوا کہ قول فقہا والقیام حین قیل حی علی الفلاح کا مطلب
... سے احتراز ہے۔نہ کہ تقدیم سے یعنی اگر پہلے سے امام اور مقتدی کھڑے ہوئے نہ ہوں تو حی علی الفلاح کے وقت
... کھڑے ہو جاویں۔بہرحال اس طرح وسعت ہے مگر اتباع تصریحات فقہاء کا اولیٰ و افضل ہے۔لیکن ان کے ترک پر
... اس قدر تشدد کرنا کہ ان کے تارک کو مورد لعن طعن قرار دینا۔نہایت ظلم و تعدی ہے نیز علامہ شامی کے شروع الامام
... مذقیل قد قامت الصلوۃ کی بحث سے معلوم ہوا کہ اصح و اعدل المذاہب یہ ہے کہ جب تک مکبر پوری تکبیر سے
... فارغ نہ ہو اس وقت تک امام نماز شروع نہ کرے۔کیونکہ اس میں پوری تکبیر کا جواب سب دے سکیں گے۔جو کہ مستحب و
... مسنون ہے۔حدیث شریف میں ہے کہ جس وقت مکبر قد قامت الصلوۃ کہتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
... اقامها الله وادامها پڑھتے تھے (مشکوۃ باب فصل الاذان واجابة الاذان فصل ثانی) اور یہ بھی حدیث
... شریف میں ہے۔سووا صفوفکم فان تسویة الصفوف من اقامة الصلوة ومن تمام الصلوة (مشکوۃ
... باب تسویة الصفوف ص ۹۸ج ۱) پس امام کو چاہیے کہ مقتدیوں کو برابر کھڑے ہونے کا اور صف سیدھی کرنے کا
... حکم کرے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ۔
۲۳ جمادی الاخری ۱۳۹۹ھ

پہلی صف مکمل ہونے پر دوسری صف کے لیے ایک نمازی بچا

﴿س﴾

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ جماعت کھڑی ہے۔ پیچھے ایک شخص اور آ گیا … پوری ہو چکی ہے۔ اب وہ پہلی صف میں سے ایک آدمی نکال کر پچھلی صف میں نیت باندھ کر کھڑا ہو یا نہیں … بارے میں صحیح مسئلہ سے مطلع فرمائیے۔

﴿ج﴾

پہلی صف میں اگر باعلم اور ہوشیار آدمی ہو۔ تو اس کو نکال دے یہ بہتر ہے۔ لیکن موجودہ زمانہ میں جہالت عام ہے … یہ ہے کہ نہ نکالے اور اکیلا کھڑا ہو جاوے نماز درست ہو جائے گی۔ پہلی صورت اپنانے میں ناواقف آدمی کی نماز … جانے کا خطرہ ہے۔

اقامت کے وقت کب کھڑا ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید کہتا ہے کہ نماز سے پہلے جب تکبیر کہی جائے جس وقت حی علی الفلاح … اس وقت کھڑے ہونا چاہیے۔ اس سلسلہ میں شریعت مطہرہ میں کیا حکم ہے؟

﴿ج﴾

تکبیر شروع ہوتے ہی کھڑا ہونا درست بلکہ بہتر ہے۔ اگر پہلے کھڑا نہیں ہوا تو حی علی الصلوۃ پر ضرور کھڑا ہونا چاہیے۔ … الصلوۃ کے جملہ پر تو بہرحال نماز کے لیے صف باندھنا چاہیے اور اگر تکبیر شروع ہوتے ہی کھڑے ہو جائے تو بہتر ہے … صفوف کو سیدھا کیا جا سکے اور امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہنے میں تاخیر نہ ہو جائے۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس … سے پہلے کھڑا ہونا درست نہیں۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ بلکہ یہ قیام کا آخری وقت ہے۔ اس سے پہلے قیام منع نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۳ رمضان ۱۴۰۰ھ

امامت کے لیے امام کس جگہ کھڑا ہو؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام نے جمعہ کے روز جب کہ مسجد وسیع تھی جائے نماز کو کمرہ کے دروازے میں چوکھٹ سے اندر کی طرف بچھا کر نماز پڑھائی اور مقتدی برآمدے میں کھڑے تھے کیا یہ نماز مکروہ نہیں۔ کیونکہ فقہاء مثل شامی عمدۃ الرعایۃ وغیرہ سے کراہت کی دو وجہیں معلوم ہوتی ہیں۔ (۱) اشتباہ علی المامومین (۲) تخصیص الامام بمکان جو کہ شیمہ اہل کتاب سے ہے۔ اور امام کے محراب میں کھڑا ہونے کو ان دو وجہوں سے مکروہ لکھا ہے۔ خواہ محراب داخل مسجد ہو یا خارج۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

شامی جلد اول باب الامامۃ ص ۴۲۰ ج ا میں ہے۔ والاصح ماروی عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ۔ انہ قال اکرہ (للامام) ان یقوم بین ساریتین او فی زاویۃ او فی ناحیۃ المسجد او الی ساریۃ لانہ خلاف عمل الامۃ۔ دروازہ میں چوکھٹ سے اندر کھڑے ہونے کی کراہت کی وہی وجہ ہے جو محراب میں کھڑے ہونے کی ہے۔ پس اگر امام دروازہ کے اندر اسی طرح کھڑا ہو کہ قدم بھی اندر ہوں اور مقتدی باہر برآمدے میں ہوں تو یہ مکروہ ہے۔ الحاصل دروازہ بحکم محراب ہے۔ اور محراب کے اندر کھڑا ہونا امام کا مکروہ ہے۔ اگرچہ اشتباہ وعدم اشتباہ حال امام مساوی ہے۔ مراد مکروہ سے کراہت تنزیہی ہے۔ اس کا حاصل خلاف اولیٰ ہے۔ اگر قدم دروازہ سے باہر ہوں تو کراہت مرتفع ہے۔ وکرہ الخ (قیام الامام فی المحراب لا سجودہ فیہ) وقدماہ خارجہ لان العبرۃ للقدم (مطلقا) و ان لم یتشبہ حال الامام ان علل بالتشبہ وان بالاشتباہ ولا اشتباہ فلا اشتباہ فی نفی الکراهۃ (الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار ج ا ص ۶۷۷ باب ما یفسد الصلوۃ و ما یکرہ فیہا)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نمازی کے آگے سے کوئی چیز اٹھانے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص نمازی کے آگے سے گزر جاتا ہے یا نمازی کے آگے جوتا یا کپڑا پڑا ہوا ہے دوسرا آدمی ہاتھ لمبا کر کے اٹھا لیتا ہے۔ خود آگے نہیں جاتا کیا یہ گنہگار ہوگا۔

﴿ج﴾

ہاتھ لمبا کرنے والے کا گناہ نہیں ہے۔ کسی چیز کا اٹھانا جائز ہے۔ صرف گزرنا جائز نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ

۶ ذوالحج ۱۳۷۵ھ

باب فی اللاحق والمسبوق

مسبوق نے سہواً امام کے ساتھ سلام پھیر دیا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل لکھے ہوئے سوالات کے بارے میں۔

(۱) ایک مسبوق ہے جسکی ایک یا دو رکعت امام سے رہ گئی ہیں اور امام پر سجدہ سہو واجب ہو گیا ہے اس کے شریک ہو۔ سے قبل یا بعد میں اب اگر مسبوق امام کے ساتھ سلام سہواً پھیر لے تو آیا نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہ اور اگر عمداً پھیرے تو ۔ کیا حکم ہے۔

(۲) قرآن شریف میں جب اٰتُوا الزکوٰۃ آیا ہے اور ایک جگہ پر اتوا الزکوۃ آیا ہے۔ اس میں کیا فرق ہے۔ تحریر فرمائیں۔

﴿ج﴾

مسبوق اگر سہواً امام کے ساتھ سلام پھیر دے اگر قبل امام یا مع الامام سلام پھیرا ہو۔ تو نماز بلا سجدہ سہو جائز اور درست ہے۔ مگر معیت حقیقۃً دشوار ہے۔ اور شاذ ونادر ہے۔ اس لیے عموماً وجوب سجدہ سہو کا حکم کیا جاتا ہے۔ اور اگر بعد امام سلام پھیرا تو بلا سجدہ سہو اعادہ لازم ہے۔ اور اگر قصداً سلام پھیرا تو ہر صورت میں نماز فاسد ہو گئی۔ و لو سلم ساهيا بعد امام لزمه السهو والافلا (درالمختار ج ۱ ص ۴۴۳) قوله لزمه السهو لانه منفرد و فی هذه الحالة قوله والا ای وان سلم معه او قبله لا يلزمه لانه مقتدفی ها تين الحالتين و فی شرح المنية عن المحيط ر سلم فی الاولی مقارنا لسلامه فلا سهو عليه لانه مقتدبه و بعده يلزمه لانه منفرد اھ ثم قال فعلی هذا يراد بالمعية حقيقتها وهو نادرا لوقوع قلت يشير الی ان الغالب لزوم السجود لان الاغلب عدم المعية و هذا مما يغفل عنه الناس فليتنبه (درالمختار ج ۱ ص ۴۴۳) و فی الفتح ج ۱ ص ۲۸۰ ومنما تكلم فی الصلوة عامدا اوساهيا بطلت صلوٰة الی قوله۔ بخلاف السلام ساهيالانه من الاذكار فيعتبر ذكرا فی حالة النسيان و كلاما فی حالة التعمد لما فيه من كاف الخطاب و فی شرح العناية علی الهداية اعلی هامش فتح القدير قوله من الاذكار اذ المتشهد يسلم علی النبی صلی الله عليه وسلم و هو اسم من اسماء الله تعالی و انما اخذ حكم الكلام بكاف الخطاب و انما يتحقق معنی الخطاب لما فيه عندالقصد فاذا كانت ناسيا الحقناه بالاذكار و اذا كان عامدا الحقناه

بالكلام عملا بالشبهين بخلاف الكلام فانه ينا فی الصلوة علی كل حال فكان مبطلا لها اھ

... واتوا الزکوۃ۔ و اٰتُوا الزکوٰۃ میں فرق اس بنا پر ہے کہ پہلی شکل میں اتوا۔ باب افعال سے صیغہ امر ہے۔ پس اجتماع ... علی غیر حدہ (واو مدہ اور زاء الزکوٰۃ) کی بنا پر اول ساکن (واو مدہ) حذف ہو گئی۔ اور اتوا الزکوۃ سے اٰتُوا الزکوۃ بن ... اور دوسری صورت میں آتوا۔ باب افعال (ایتاء) سے صیغہ ماضی ہے۔ جو اصل میں اتیوا تھا۔ پھر یا کو بقاعدہ یاء الف ... التقاء ساکنین کی وجہ سے الف مدہ کو گرا دیا پس اتوا رہ گیا۔ پھر اتوا الزکوۃ میں۔ واو لین اور زاء میں التقاء ... علی غیر حدھا ہو گیا۔ اول کی مثال بناء علیہ صرفی و تجویدی۔ عربی و اداکی قواعد کی رو سے ساکن اول (واو لین) پر ... ضمہ آ گئی۔ جس سے اتوا الزکوۃ ہو گیا۔

... کی مثال۔ و اقيموا الصلوة۔ جابوا الصخر۔ قولوا اشهد وغیرہ کی طرح۔

... کی لولو الا دبار اشتر و الضللة۔ راو العذاب کی طرح ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔

کتاب نوادر الاصول شرح الفصول ص ۲۰۴ و ص ۲۰۷ مطبوع مطبع مجتبائی۔ دفوائد مکیہ و تسہیل القواعد ص ۵۸ ونہایۃ القول المفید ص ۲۰۳ و کتاب النشر الکبیر ج ۲ ص ۱۴۳۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

لاحق اپنی رہ جانے والی رکعت کب ادا کرے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص امام کے ساتھ ابتداء نماز میں شریک ہوا ہے۔ لیکن بعد میں نیند یا کسی ... کی وجہ سے امام صاحب کے اتباع سے ایک رکن پیچھے رہ گیا۔ تو کیا اس صورت میں اس مقتدی کی نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہ۔ اگر فاسد نہیں ہوتی تو یہ شخص اس رکن کا اعادہ کرے گا یا نہ اور اگر کرے گا تو امام کے سلام سے قبل کرے گا یا بعد میں؟ (۲) ایک شخص چار رکعت والی نماز میں امام صاحب کے ہمراہ آخری رکعت میں شامل ہو گیا لیکن پھر اس نے دوسری رکعت میں قعدہ نہیں کیا اور تیسری رکعت میں قعدہ کر لیا تو کیا اس صورت میں سجدہ سہو لازم آئے گا یا نہ؟

﴿ج﴾

(۱) یہ شخص پہلے اپنی گئی ہوئی رکعت کو بغیر قرات کے پڑھے۔ اور پھر جہاں امام کو پائے اس کے ساتھ ہو جائے (اس فعل سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی)

(۲) شخص مذکور پر سجدہ سہو واجب ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

۳ جمادی ... ۱۴۰۰ ھ

کسی خیال میں لگ کر کسی حصہ نماز میں امام سے رہ جانے والے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی نے امام کے ساتھ تکبیر اولی کہی اور سبحان وغیرہ بھی پڑھی اور ... رہا۔ اب اس کو یہ پتہ نہیں چلا کہ امام نے رکوع کی تکبیر کب کہی۔ جب امام اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں گیا۔ تب اس ... لگا۔ اب یہ رکوع کر کے امام کے ساتھ دوسرے سجدے میں جا ملا۔ ایک سجدہ بھی کیا اور دوسرے سجدہ میں ... نماز ہوئی یا نہیں۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ شخص مذکور کی نماز ادا ہوگئی ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

ندہ محمد اسحاق ...
۵ جمادی ...

نماز کے اعادہ کے وقت نئے نمازیوں کی شمولیت کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسبوق قعدہ اخری میں تشہد کے ساتھ درود شریف اور دعا بھی پڑھے یا نہ اور ... غلطی سے درود پڑھے تو کیا اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا۔

(۲) جماعت سے نماز پڑھی مگر واجب کا سہو ہوگیا۔ اتفاق سے امام سجدہ سہو کرنا بھول گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ نماز کا ... کرتے وقت صرف پہلے نمازی ہی جماعت میں شمولیت کر سکتے ہیں یا نئے آنے والے نمازی بھی۔ اگر نئے آنے ... شریک نہیں ہو سکتے تو ان کے روکنے کا انتظام ہو جب کہ نماز بھی باہر میدان یا صحن میں پڑھی جا رہی ہو۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم (۱) مسبوق تشہد کے بعد قعدہ اخیرہ میں درود وغیرہ نہ پڑھے۔ اسی قول پر فتویٰ ہے۔ اور بعض کا قول یہ ہے کہ درود وغیرہ بھی پڑھے اور مفتی بہ یہ ہے کہ آہستہ آہستہ تشہد پڑھے۔ تاکہ امام کے سلام کے وقت تک یہ تشہد سے فارغ ہو۔ لہٰذا بالفرض اگر اس نے تشہد کے بعد درود وغیرہ پڑھ لیا۔ لیکن امام کے ساتھ سلام نہیں پھیرا تو اس پر سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ امام کے تابع ہے۔ کما قال فی الدر المختار علی هامش رد المحتار ص ۳۷۷ ج ۱. واما المسبوق فيترسل ليفرغ عند سلام امامه وقيل يتم وقيل يكرر كلمة الشهادة؛ والتفصيل فى الشامية.

... سے ترک ہو جانے کی حالت میں وقت کے اندر اعادہ کرتے وقت نئے نمازی بھی جماعت میں شریک ... ہیں۔ کیونکہ دوسری نماز بھی فرض واقع ہوتی ہے۔ اور فرض نماز کے طریقے سے ہی ادا کی جاتی ہے۔ لہٰذا نئے ... بھی جماعت میں شریک ہو سکتے ہیں اور ان کی نماز فرض اس امام کے پیچھے ادا ہو جاتی ہے۔ کما قال فی ... ص ۵۳۶ ج ۱ (تنبیہ) يوخذ من لفظ الاعاده ومن تعريفها بمامر انه ينوى بالثانية الفرض لان ... ولا هو الفرض فا عادته فعله ثانيا اما على القول بان الفرض يسقط بالثانية فظاهر واما على ... الاخر فلان المقصود من تكريرها ثانياً جبر نقصان الاولى فالاولى فرض ناقص والثانية ... كامل مثل الاولى ذاتا مع زيادة وصف الكمال ولو كانت الثانية نفلا لزم ان تجب القراءة ... ركعاتها الاربع وان لاتشرع الجماعة فيها ولم يذكروه الخ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبد اللطیف غفرلہ
۲۹ جمادی الاخری ۱۳۸۹ھ

مسبوق صف مکمل ہونے پر تنہا کھڑا ہو یا کسی کو ساتھ ملائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ امام کے پیچھے صف پوری ہو ایک آدمی کی بھی گنجائش نہ ہو اور پیچھے آنے والے شخص نے صف کے پیچھے اکیلے اقتدا کی تو اس آدمی کی نماز جائز ہے یا نا جائز والدجہ ابن معبد کی روایت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ نماز جائز نہیں۔ ترمذی نے اس حدیث کو نقل کر کے حدیث حسن قرار دیا ہے اور ترمذی میں اس لفظ حدیث حسن ... حاشیہ میں لکھا ہے۔ قال ابن الهمام ورواه ابن حبان فى صحيحه وقال ابن حجر وصححه ابن حبان والحاكم ويوافقه الخبر الصحيح ايضا: "لاصلوة للذى خلف الصف ومنها اخذ احمد وغيره بطلان صلوة المنفرد عن الصف مع امكان الدخول فيه وحمل ائمتنا الاول على الندب والثانى على الكمال ليوافقا حديث البخارى عن ابى بكرة انه دخل والنبى صلى الله عليه وسلم راكع فركع قبل ان يصل الى الصف فذكر للنبى صلى الله عليه وسلم فقال زادك الله حرصا ولاتعد" وفى رواية لابى داؤد وصححها ابن حبان فركع دون الصف ثم مشى ظاهره عدم لزوم الاعادة لعدم امره بها وايضا فهو عليه السلام تركه حتى فرغ ولو كانت باطلة لم اقره على المضى فيها مع ان هذا الحديث وان صححه وحسنه من ذكر اعله ابن عبد البر بانه مضطرب وضعفه البيهقى كذا فى المرقات. مطبوعه رشيديه كوئٹه ص ۱۸۱ ج ۳۔
... حاشیہ میں ۵ کے نشان کے ذیل میں لکھا ہے۔ ان يعيد الصلوة اى استحبابا لارتكابه الكراهة قال الطيبى انما امر باعادة الصلوة تشديدا وتغليظا قال القاضى ذهب الجمهور الى ان الانفراد خلف

الصف مکروہ لامبطل کذا قالہ علی۔ ۱۲

اورطحاوی جلداول ص۲۳۰ میں لکھتے ہیں۔ فلما کان دخول ابی بکرۃ فی الصلوۃ دخولا صحیحا کان صلوۃ المصلی کلھا دون الصف صلوۃ صحیحۃ۔ الخ۔ اورطحاوی جلداول ص۲۳۱ میں ہے۔ دل ذلک علی ان من صلی دون الصف ان صلوتہ مجزئۃ عنہ۔ الخ اورطحاوی جلداول ص۲۳۲ میں ہے۔ ومن اجازۃ من صلی خلف الصف ھوقول ابی حنیفۃ وابی یوسف و محمد اورشامی کی عبارت بھی ہم نے مطالعہ کیا ہے اور بحر کی عبارت بھی ہم نے دیکھی ہے۔ اب جواز اور عدم جواز میں تنازعہ ہے۔ نہ کراہت ... کراہت کہ ایک آدمی آیا صف پوری ہوچکی ہے گنجائش نہیں اور اس نے کسی شخص کو کہا بھی نہیں اور اکیلا ہی اقتداء کی تو نماز ہوگی یا نہیں۔

(۲) اگر موذن اذان دیتے وقت اللہ اکبراللہ اکبر مرکب نہ کہے اور الگ کہے تو صحیح ہے یا غلط سنت کے موافق ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اگر پہلی صف میں گنجائش بالکل نہ تھی تو پیچھے کھڑا ہونا بلا کراہت جائز ہے۔ اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ صف سے کسی آدمی کو کھینچ لے اور اگر نہ بھی کھینچے تو نماز ہو جاتی ہے بلکہ آج کل مسائل دینیہ سے ناواقفیت کے سبب ... فقہاء نے اکیلے کھڑا ہونے ہی کو اولیٰ کہا ہے۔ کما قال فی الشامی ص ۴۲۰ ج ۱ وان لم یجئ حتی رکع الامام یختار اعلم الناس بھذہ المسئلۃ فیجذبہ ویقفان خلفہ ولو لم یجد عالما یقف خلف الصف بحذاء الامام لضرورۃ ولو وقف منفرداً بغیر عذر تصح صلوتہ عندنا خلافا لاحمد۔ وفی البحر ص ۳۷۴ ج ۱ وفی القنیۃ والقیام وحدہ اولی فی زماننا لغلبۃ الجھل علی العوام

(۲) دونوں تکبیر اکٹھے کہنا اذان میں سنت ہیں الگ الگ کہنا خلاف سنت ہے۔ اس سے احتراز کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبد اللطیف ...
۶ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ

امام کے سجدۂ سہو کے وقت مسبوق کے لیے کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسبوق کو امام کی اقتداء میں سجدہ سہو کے سلام پھیرنے کے موقع میں سلام پھیرنا چاہیے یا نہیں اور اگر سلام پھیر دیا تو کیا اس کی نماز جائز ہو جائے گی!

﴿ج﴾

عالمگیری ص ۹۲ ج ۱ ومنھا انہ یتابع الامام فی السھو ولا یتابعہ فی التسلیم والتکبیر والتلبیۃ ... تابعہ فی التسلیم والتلبیۃ فسدت وفی فتاوی قاضی خان بھامش عالمگیریہ صفحۃ مذکورۃ المسبوق اذا سلم مع الامام علی ظن ان علیہ ان یسلم مع الامام فھو سلام عمدا یمنع البناء الخ وکذا فی عالمگیریہ عن ظھیریہ۔ ان عبارات سے یہ واضح ہے کہ مسبوق امام کے سجدہ سہو کے سلام پھیرنے کے موقع میں سلام نہ پھیرے اگر اس گمان میں سلام پھیر دیا کہ امام کے سلام پھیرنے کے ساتھ میرے اوپر بھی سلام پھیرنا لازم ہے۔ تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ لیکن اگر اسے معلوم ہے کہ سلام نہیں پھیرنا اور بھول کر سلام پھیر دیا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ فقط واللہ اعلم۔

مسبوق کے لیے امام کی اتباع؟

﴿س﴾

مسبوق کو دوسری رکعت کے قعدہ میں امام کی اتباع لازم ہے۔ یا پوری التحیات بیٹھنے کے لیے بیٹھا رہے۔ اور امام کی اتباع چھوڑ دے واضح بیان فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

﴿ج﴾

قولہ فانہ لایتابعہ الخ) ای ولو خاف ان تفوتہ الرکعۃ الثالثۃ مع الامام کما صرح بہ فی الظھیریۃ. وشمل باطلاقہ مالو اقتدی بہ فی اثناء التشھد الاول اوالاخیر فحین قعد قام امامہ اوسلم ومقتضاہ انہ یتم التشھد ثم یقوم ج ۱/ص ۳۶۶ . وفی عالمگیریہ ص ۹۰ ج ۱ اذا ادرک الامام فی التشھد وقام الامام قبل ان یتم المقتدی اوسلم الامام فی اخر الصلاۃ قبل ان یتم المقتدی التشھد فالمختار ان یتم التشھد کذا فی الغیاثیۃ وان لم یتم اجزأہ الخ. مذکورہ بالا عبارات دال ہیں اس بات پر کہ اس صورت میں امام کی اتباع لازم نہیں ہے۔ مسبوق تشہد ختم کرکے اٹھے۔ بدون ختم کرنے تشہد کے نہ اٹھے۔ یہی مختار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح عبد اللہ عفا اللہ عنہ

مسبوق کے التحیات میں شامل ہونے پر امام کھڑا ہوگیا تو مسبوق التحیات پڑھ کر اٹھے یا بغیر پڑھے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں (۱) ایک آدمی جماعت کے ساتھ پہلی التحیات میں شامل ہوتا ہے۔ جب وہ بیٹھتا ہے تو امام تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس آدمی کو اب التحیات پڑھنی چاہیے یا نہیں یا کہ امام کے ساتھ کھڑا ہو جانا چاہیے۔ اگر پڑھنی چاہیے تو جو نہ پڑھے اس کی نماز ہوتی ہے یا نہیں اور اگر نہیں پڑھنی چاہیے تو پڑھنے والے کے متعلق کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں جب کہ وہ شخص امام کے ساتھ قعدہ میں شریک ہوگیا تھا۔ تو اس پر لازم ہے کہ التحیات پڑھ کر پھر کھڑا ہو۔ بغیر تشہد پڑھے امام کے ساتھ شامل نہ ہو۔ ہاں اگر کھڑا ہوگیا تو نماز جائز مع الکراہتہ ہے۔ هکذا فی الدر المختار والشامی ص ۳۶۶۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

دوبارہ لاحق نماز کہاں سے شروع کرے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے مسئلہ کیا ہے کہ لاحق کا نماز کے اندر وضو ٹوٹ جائے تو وضو کر کے وہاں سے شروع کرے جس مقام پر وضو ٹوٹا تھا بکر کہتا تھا کہ نماز کو نئے سرے سے شروع کیا جائے تو نماز ہوتی ہے ورنہ نہیں ہوتی ہے صرف زید نے یہی مسئلہ کیا ہے بکر کہتا ہے کہ شرطیں ہیں اگر وہ پوری نہ کی جائیں تو نماز نہیں ہوتی لاحق کو دیکھ کر سب لوگ یہی عمل کرتے ہیں جماعت چھوڑ کر وضو کرنے جاتے ہیں دوبارہ پھر اس جگہ سے آ کر نماز کو شروع کرتے ہیں اور امام کے ساتھ ہی سلام پھیرتے ہیں۔

﴿ج﴾

بناء کے جائز ہونے کے لیے تیرہ شرطیں ہیں اگر ان میں سے ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو بنا جائز نہیں البتہ بنا جائز ہوتے ہوئے بھی استیناف (نئے سرے سے نماز پڑھنا) افضل ہے بناء کے مسائل سے لوگ واقف نہیں ہوتے اور استیناف اولیٰ بھی ہے اس لیے وضو کر کے از سر نو نماز پڑھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد انور شاہ

۱۱ محرم ۱۳۹۷ھ

مقتدی مسبوق امام کے سہو کے سلام اور سجدہ میں اتباع امام کرے یا صرف سجدہ میں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مقتدی کی شرکت ایسی حالت میں ہوئی کہ امام ایک یا دو رکعت پڑھ چکا نماز میں امام کے ذمہ سجدہ سہو واجب ہوگیا۔ امام نے ایک طرف سلام پھیر کر سجدہ سہو ادا کیا اور اس مقتدی مسبوق نے سجدہ سہو کے سلام میں اقتداء نہیں کی مگر جبکہ امام کو سجدہ سہو میں پایا تو مسبوق بھی سجدہ سہو کے اندر داخل ہوگیا آیا اس مقتدی مسبوق کی نماز صحیح ہوگئی یا دوبارہ پڑھنے کی ضرورت ہے ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اس کو دوبارہ نماز پڑھنی چاہیے۔ بینوا توجروا۔ جناب سے جلدی جواب دینے کی تاکیداً عرض ہے۔ مفصل تحریر فرمائیں تاکہ اچھی طرح سمجھ میں آ جائے۔

﴿ج﴾

مسبوق کو امام کے ساتھ سجدہ سہو میں شامل ہونا چاہیے اور سلام میں امام کی اتباع نہ کرے۔ یعنی امام کے ساتھ سجدہ سہو کا سلام نہ پھیرے اور سجدہ سہو میں شریک ہو جائے بعد فراغ امام کے کھڑا ہو کر اپنی بقیہ نماز پوری کر لے۔ اگر آپ کی مسئولہ صورت یہی ہے جو بظاہر عبارت سے معلوم ہوتی ہے تو یہ طرز مفسد کیسے ہو سکتا ہے اس کا تو مسبوق کو حکم کیا جائے گا اور اگر کوئی اور صورت مراد ہو تو اس کی پھر تشریح کر کے تحریر کریں۔ جواب دیا جاوے گا۔ (والمسبوق یسجد مع امامه قید بالسجود لانه لایتابعه فی السلام بل یسجد معه و تشهد فاذا سلم الامام قام الی القضاء۔ الخ شامی ج ۱ باب سجدہ سہو۔

محمود عفا اللہ عنہ

باب فی الذکر بعد الصلوٰۃ

نمازی کے پاس باآواز بلند قرآن پاک یا درود شریف پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جب نمازی نماز پڑھ رہا ہو اور دوسرے نمازی جو کہ با جماعت نماز پڑھتے ... فارغ ہوں کیا وہ نمازی بلند آواز سے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر یا رسول اللہ یا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ سکتے ہیں ... کیسا ہے۔ الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ کیونکہ بعض لوگ جماعت کے بعد آکر اپنی نماز پڑھتے ہیں۔ ادھر دوسرے نمازی الصلوٰۃ والسلام کہنا شروع کر دیتے ہیں۔

(۲) نمازی کے پاس بیٹھ کر قرآن پاک بلند آواز سے پڑھنا کیسا ہے۔ اس کو فقہ وحدیث ودلائل ائمہ اربعہ ... قرآن وسنت کی روشنی میں واضح کریں۔

﴿ج﴾

(۱) صلاۃ وسلام کہنا فی نفسہ عبادت اور کار ثواب ہے۔ سرًّا بھی کہہ سکتے ہیں۔ اور جہرًا بھی لیکن جب دوسرے لوگ نماز میں مشغول ہوں تو جہرًا کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے لوگوں کی نمازوں میں خلل آنے کا اور سہو ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ باقی الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ سے افضل اور بہتر یہی ہے کہ ان الفاظ کے ذریعہ سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجا جائے جو احادیث میں منقول ہیں یا سلف صالحین سے ماثور ہیں اور مذکورہ الفاظ سے اگر صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے تو اگر عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بلاواسطہ سنتے ہیں۔ پھر تو شرک اور ناجائز ہے اور اگر یہ عقیدہ نہ ہو پھر اگرچہ جائز ہے۔ لیکن افضل وہی الفاظ ہیں جو روایات میں منقول ہیں۔

(۲) نمازی کے پاس بیٹھ کر قرآن پاک بلند آواز سے نہیں پڑھنا چاہیے تاکہ اس کی نماز میں خلل نہ آ جائے۔ فتاویٰ دار العلوم۔ ص۱۹۳ ج ا پر ہے مسجد میں اگر نمازی نماز پڑھتے ہیں تو کسی کو بلند آواز سے پڑھنا یا قرآن شریف بلند آواز سے پڑھنا نہیں چاہیے۔ جس سے نماز میں اور قرات وغیرہ میں سہو ہو۔ فتاویٰ عالمگیریہ ص۳۵۲ ج ۵ پر ہے۔

رجل یکتب الفقہ وبجنبہ رجل یقرأ القراٰن ولایمکنہ استماع القراٰن کان الاثم علی القاری ولاشیٔ علی الکاتب وعلی ھذا لوقرأ علی السطح فی اللیل جھرًا یاثم کذا فی الغرائب. فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف

بعد از فرائض ذکر کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

بخدمت جناب حضرت مفتی صاحب زید مجدکم

سلام مسنون کے بعد عرض یہ ہے کہ ہمارے ہاں مولوی محمد قاسم نے بہت بدعات پھیلا رکھی ہیں۔ اس نے اپنی شریعت بنا رکھی ہے۔ باتیں تو بہت ہیں مگر فوری دریافت طلب بات یہ ہے کہ ان کی جماعت نماز ظہر۔ مغرب۔ عشاء کے فرض کے بعد اذکار بہت وقت تک کرتی ہے اور اتنی بلند آواز سے کرتی ہے کہ کوئی بھی نمازی سکون قلب سے نماز ادا نہیں کر سکتا ہے۔ حالانکہ یہ ممنوع ہے جیسا کہ قرآن سے ثابت ہے دوسری بات یہ ہے کہ یہ لوگ سجدے میں اتنی دیر لگاتے ہیں کہ آدمی ۱۵، ۲۰ مرتبہ تسبیح پڑھ لیتا ہے۔ اور یہ لوگ نہیں اٹھتے۔ اب آپ مہربانی فرما کر اس کے بارے میں کھلے الفاظ میں فتویٰ صادر فرما دیں۔ تاکہ ہم بھی سمجھیں اور ان کو بھی سمجھائیں۔

﴿ج﴾

قال فی ردالمحتار وفی الفتاوی الخیریہ من الکراھیۃ والاستحسان جاء فی الحدیث مااقتضی طلب الجھر بہ نحووان ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر منھم. رواہ الشیخان وھناک احادیث اقتضت طلب الاسرار والجمع بینھما بان ذلک یختلف باختلاف الاشخاص والاحوال کما جمع بذلک بین احادیث الجھر والاخفاء بالقرأۃ ولایعارض ذلک حدیث خیرالذکر الخفی لانہ حیث خیف الریاء اوتاذی المصلین او النیام (الی ان قال) عن الامام الشعرانی اجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکر الجماعۃ فی المساجد وغیرھا الا ان یشوش جھرھم علی نائم اومصلی او قاری. الخ۔ ج۱/۴۸۸

پس ثابت ہوا کہ صورت مسئولہ میں اذکار وادعیہ کا پڑھنا ممنوع ہے۔ کیونکہ تشویش نمازیوں کو ہوتی ہے۔ کذا فی فتاویٰ دار العلوم ص۲۷۲ ج۶ قدیم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۲۶ ذوالقعدہ ۱۳۹۰ھ

نمازوں سے قبل یا بعد ذکر بالجہر کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ قصبہ ہذا میں ایک جماعت جو دس پندرہ اشخاص پر مشتمل ہے۔ ہر نماز سے قبل یا

بعد میں ذکر الٰہی بالجہر بڑے زور شور سے بطور وظیفہ بنائے ہوئے ہیں۔ جو کہ انفرادی نماز پڑھنے والوں اور قرب و جوار کے عوام کے لیے اعتراض کا موجب بنا ہے۔ کیا شرع شریف میں از روئے نص و حدیث عبادت ذکر بالجہر مطلق جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

قال الله تعالى ادعوا ربكم تضرعاً وخفية الايه. آیت سے ذکر خفی کا مامور بہ ہونا ظاہر ہے۔ احادیث میں جہاں جہاں ذکر بالجہر کا ثبوت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہر فرمایا۔ وہ یا تو انہی کلمات اور مقامات کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے۔ یا احیانا بلا تکلف و بلا التزام و بدون ضرر عامۃ المسلمین ہی پر صادق آتا ہے۔ اس سے مطلقاً اذکار بالجہر کا جواز ثابت کرنا صحیح نہیں۔ قال فی الفتح القدير الاصل فی الاذكار الاخفاء والجهر بها بدعة وفی البحر الرائق والجهر بالتكبير بدعة فی كل وقت الا المواضع المستثناة وصرح قاضی خان فی فتاواه بكراهة الذكر جهرا وفی الفتاوى العلاميه ويمنع الصوفيه من رفع الصوت والصفق وفی البرهان شرح مواهب الرحمن رفع الصوت بالذكر بدعة لمخالفته قوله تعالى واذكر ربك فی نفسك تضرعا وخيفه ودون الجهر من القول الايه. البتہ برائے علاج وساوس وخطرات قلب مشائخ ذکر بالجہر کی تعلیم دیتے ہیں۔ لیکن اس میں جواز جب ہوگا کہ کسی دوسرے کو تکلیف میں نہ ڈالے نماز میں خلل پڑنے کی صورت میں تو قرآن کی تلاوت بھی بالجہر جائز نہیں بلکہ آہستہ تلاوت لازم ہے۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

نمازوں کے بعد جہراً درود شریف پڑھنے کی شرعی حیثیت، بہتر و افضل درود و سلام کونسا ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بعض مساجد میں پنجگانہ نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد ہی متصل صلی اللہ علیک یارسول اللہ وسلم علیک یا حبیب اللہ وغیرہ کلمات کو مسنون درود شریف سمجھتے ہوئے جہراً پڑھتے ہیں۔ کیا یہ کلمات مسنون درود یا اس کے قائم مقام ہیں یا نہیں؟ نیز مسنون درودوں میں سے سب سے اولیٰ اور بہتر کونسا درود شریف ہے۔ اور اس کے الفاظ کیا ہیں؟ نیز مسجد میں نماز کے بعد ان مذکورہ بالا کلمات کو جہراً پڑھنے کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے اور جن فرض نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں۔ ان کے بعد قبل از دعا کیا چیز پڑھنے کا حکم ہے۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

درود شریف کے پڑھنے کا بڑا ثواب ہے۔ لیکن نماز باجماعت کے بعد آہستہ پڑھا جائے۔ جہر پڑھنے سے مسبوقین کی نماز میں خلل واقع ہوگا۔ اس لیے صرف جہر سے احتراز کیا جائے اگر عقیدہ یہ ہو کہ ان کلمات کو فرشتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پیش کرے گا۔ پھر یہ درود بھی جائز ہے اور اگر یہ عقیدہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت بلا واسطہ سنتے ہیں تو ان کلمات سے درود ہرگز نہ پڑھا جائے۔ ویسے درود شریف میں سب سے بہتر طریقہ وہ ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ اللهم صل على محمد. الخ۔ لیکن یہ مسنون درود بھی نماز باجماعت کے بعد جہراً نہ پڑھا جائے۔ سراً پڑھا جاوے۔ قبل از دعا جو کلمات و دعوات حدیث میں منقول و ماثور ہیں۔ ان کا پڑھنا افضل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۷ شعبان ۱۳۸۸ھ

بغیر التزام کے گٹھلیوں پر درود شریف پڑھنے کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں ہمیشہ مداومت کے طور پر بعد از نماز درس قرآن مجید ہوا کرتا ہے۔ اور بعد نماز عشاء درس حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوا کرتا ہے مگر بروز جمعرات مولوی صاحب اپنے اہل وعیال میں تشریف لے جاتے ہیں۔ جو تقریباً اڑھائی تین میل کا فاصلہ ہے۔ تو صبح بعد از نماز درس کا وقت خالی ہوتا ہے۔

(۱) ایک مقتدی کھڑا ہو کر گٹھلیاں بیٹھنے والوں کے آگے پھیلا دیتا ہے۔ ان میں بیٹھنے والے درود شریف پڑھتے ہیں۔ لیکن یہ درود شریف اس حیثیت سے پڑھا جاتا ہے گویا کہ فرداً فرداً ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ التزام نہیں ہوتا۔ بعض اٹھ کر چلے جاتے ہیں کسی کو طعنہ و تشنیع نہیں کیا جاتا۔ بعض بیٹھ بھی جاتے ہیں۔ جو درود شریف پڑھتے ہیں۔ بعض اوقات تمام کے تمام بھی چلے جاتے ہیں۔ بعض اوقات تمام کے تمام ہی بیٹھ جاتے ہیں چلے جانے والے کو دوسری نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔

(۲) آج درس قرآن مجید تو ہے نہیں لہذا کچھ درود شریف پڑھ لیا جائے۔ تو بہتر ہوگا۔ کہ نکمے ہونے سے تھوڑا بہت کام ہوتا رہے تو اچھا ہے۔

(۳) اگر مولوی صاحب بروز جمعہ تشریف فرما ہوں۔ تو پھر درود شریف نہیں پڑھا جاتا۔ بلکہ درس قرآن مجید حسب معمول ہوتا ہے۔

(۴) حدیث نبوی میں موجود ہے کہ بروز جمعہ کثرت سے درود شریف پڑھا کرو مجھ پر پہنچایا جاتا ہے۔ اس خیال سے درود

شریف پڑھا جاتا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ جاتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دس نیکیاں ملتی ہیں، دس گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور دس درجے بلند ہوتے ہیں۔

(۵) ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کچھ آدمیوں کو دیکھا کہ کنکریوں یا گٹھلیوں پر لا الٰہ الا اللہ محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں پڑھ رہے تھے۔ تو عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کفن ابھی میلا بھی نہیں ہوا تو نے بدعات شروع کر دی ہیں۔ تو بیان مذکور کے مضمون کو دیکھا جائے تو کیا اس طرح اور اس حیثیت سے بغیر کسی قید اور التزام درود شریف پڑھنے کے جواز کی صورت نکل سکتی ہے۔ پڑھا جائے یا نہ پڑھا جائے جب کہ جواز کی صورت نکل سکتی ہے۔ تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کا کیا جواب ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے پڑھنے والے حضرات کو روک دیا۔ کیا کیفیت تھی۔ ضروری سمجھ رہے تھے یا کوئی اور وجہ تھی۔

﴿ج﴾

طریقہ مذکورہ بالا کے ساتھ بلا کسی قید و التزام کے درود شریف پڑھنا جائز ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حدیث میں اصول کے پیش نظر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کا ارشاد بھی ضروری سمجھ لینے کے خوف سے ہے۔ یا اور کوئی صحیح محمل رکھتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف

نماز عشاء کے فوراً بعد درس قرآن کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص عشاء کی نماز کے بعد فوراً درس قرآن کریم آواز بلند بذریعہ لاؤڈ سپیکر دیتا ہے۔ جس سے بعد میں آنے والے نمازیوں وغیرہ کو تکلیف ہوتی ہے اور نماز میں خلل پڑتا ہے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر لوگوں کو تکلیف ہو اور مسجد میں نماز پڑھنے والوں کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے تو لاؤڈ سپیکر کے استعمال سے احتراز لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

۳ رجب ۱۳۹۸ھ

اقامت سے قبل صلوٰۃ کے نعروں کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے ہاں ایک مسجد میں خطیب مسجد نے رائج کر رکھا ہے۔

(۱) اقامت سے پہلے تین نعرے لاؤڈ سپیکر پر صلوٰۃ کے لگائے جاتے ہیں۔ مثلاً **الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ یارحمۃ للعالمین، یا شفیع المذنبین** وغیرہ ان نعروں کا ثبوت قرآن وحدیث سے مل سکتا ہے یا نہیں اور یہ نعرے لگانے جائز ہیں یا ناجائز۔ اگر ناجائز ہوں تو اصرار کرنے والوں کے متعلق کیا حکم ہے۔

(۲) اس ضمن میں ایک نعرہ الصلوۃ والسلام علیک یا حیات النبیؐ لگایا جاتا ہے۔ آیا اس نعرے کا کوئی مطلب نکلتا ہے یا نہیں اور یہ جملہ لغوی طور پر بھی صحیح ہے یا نہیں۔ اس معاملے میں قرآن وحدیث وفقہ حنفی کی روشنی میں جواب عنایت فرمایا جائے۔ تاکہ صحیح راستہ اختیار کیا جا سکے۔ اور اگر غلط ہو تو دوسروں کے لیے ہدایت و رشد کے ذرائع تلاش کیے جائیں۔

﴿ج﴾

نعرہ تکبیر اللہ اکبر کے سوا باقی تمام نعرے بدعت واجب الترک ہیں۔ اس بدعت میں جو لوگ مبتلا ہوں۔ ان کو نرمی سے سمجھایا جائے اور بدعت کا معنی اور تعریف سمجھا کر ان کو باز رکھا جائے۔ کیونکہ ہماری استطاعت تو سمجھانے تک محدود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

باب السنن والنوافل

جماعت کھڑی ہونے پر فجر کی سنتوں کا حکم

﴿س﴾

صبح کی جماعت کھڑی ہونے کی صورت میں صبح کی سنتیں پڑھنی چاہئیں یا نہیں۔ زید کہتا ہے کہ اگر جماعت میں شامل ہونے کا امکان ہو اگرچہ التحیات ہی میں تو سنتیں پڑھے ورنہ چھوڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے اور سورج نکلنے پر ان کی قضا ہے مگر بکر کہتا ہے کہ اگر جماعت کھڑی ہو تو سنتیں نہ پڑھنی چاہئیں اور نہ سورج نکلنے پر ان کی قضا واجب ہے۔ براہ کرم مفصل تحریر کریں۔

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں اصح عندالاحناف یہ ہے کہ اگرچہ قعدہ ملنے کی امید ہو تب بھی سنن فجر ترک نہ کرے۔ کیونکہ احادیث میں اس کی بہت تاکید آئی ہے۔ ہاں اگر بالکل فوت جماعت کا خطرہ ہو تو پھر نہیں پڑھنی چاہئیں۔ بلکہ جماعت میں شرکت ضروری ہے۔ باقی اگر سنن رہ گئیں تو اگر فرائض بھی نہیں پڑھے۔ پھر تو تبعاً لفرائض سنتوں کو بھی بعد طلوع شمس قضا کرے۔ (ولایقضیها الا بطریق التبعیة) درمختار مع الشامی ص ۵۳۰ ج ۱۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

فجر کی جماعت قائم ہو چکنے کے بعد سنتیں پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے فجر کی جماعت کھڑی ہے ایک صاحب آتے ہیں اور سنت پڑھنا چاہتے ہیں۔ دوسرے صاحب ان کو منع فرماتے ہیں اور قرآن پاک کی سورۃ اعراف کی آخری آیات سناتے ہیں۔ واذا قرئ القران اور ایک حدیث مشکوۃ شریف اور کہتے ہیں۔ جہاں تک امام کی آواز جائے وہاں تک نہیں پڑھ سکتا ہے۔ لیکن صاحب فرماتے ہیں ایک طرف کونے میں پڑھ سکتا ہے۔

(۲) اگر یہ سنت کسی وجہ سے رہ جائیں تو ان کو کس وقت ادا کرے۔ مفصل جواب دے کر ممنون فرمادیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ احادیث شریفہ میں فجر کی سنتوں کی بڑی تاکید آئی ہے۔ ایک حدیث شریف میں وارد ہے۔ لاتدعوهما وان طردتكم الخيل او كما قال دوسری حدیث میں ہے۔ ركعتا الفجر خير من الدنيا وما فيها او كما قال۔ لہٰذا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر ایک شخص مسجد میں آجائے اور فجر کی جماعت کھڑی ہوگئی ہو اور سنتیں نہ پڑھ چکا ہو۔ تب اگر اس کو گمان ہو کہ مجھے سنتوں کے پڑھ لینے کے بعد آخری رکعت مل جائے گی اور ایک قول کے مطابق تشہد میں شامل ہو جانے کا اس کو گمان ہو تو ایسی صورت میں مسجد سے باہر اگر جگہ ہو یا کسی ستون کے پیچھے سنتیں پڑھ لے اور جماعت میں اس کے بعد شریک ہو جائے تاکہ دونوں ثواب حاصل ہو جائیں۔ کیونکہ نماز فرض کے حدود میں سنتیں پڑھنی مکروہ ہیں۔ كما قال فی الهدايه ص ۱۳۲ ج ۱ ومن انتهى الى الامام فی صلوة الفجر وهو لم يصل ركعتى الفجر ان خشى ان تفوته ركعة. ويدرك الاخرى يصلى ركعتى الفجر عند باب المسجد ثم يدخل لانه امكنه الجمع بين الفضيلتين وان خشى فوتها دخل مع الامام لان ثواب الجماعة اعظم. الخ.

(۲) اگر فجر کی سنتیں رہ جائیں تب طلوع آفتاب سے قبل تو ادا نہ کرے۔ کیونکہ وقت مکروہ ہے اور سورج کے چڑھ جانے کے بعد زوال سے قبل امام محمد کے نزدیک ان کو پڑھنا چاہیے اور شیخین کے نزدیک ان کی قضاء کوئی نہیں ہے۔ كما قال فی الهداية واذا فاتته ركعتا الفجر لا يقضيهما قبل طلوع الشمس الخ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ

۳ ذوالحج ۱۳۸۰ھ

فجر کی کتنی جماعت ملنے کی امید ہو تو سنتیں پڑھ لے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بالکل چھوٹی سی مسجد میں صبح کی نماز کے لیے جماعت کھڑی ہو چکنے کے بعد مسجد میں زید اور بکر داخل ہوتے ہیں۔ (۱) زید مسجد میں دو رکعت سنت ترک کر کے فرضوں کی ادائیگی کے لیے جماعت میں شامل ہو کر بعد فرضوں کی دو رکعت سنت ادا کرتا ہے۔

(۲) بکر مسجد میں ہی دو رکعت سنت ادا کرنے کے بعد جماعت میں شامل ہوا مگر دونوں رکعتیں فرضوں کی چلی گئیں۔ صرف التحیات میں جماعت کے ساتھ ملا۔ کبھی کبھار ایک رکعت فرض میں شامل ہو گیا۔ جناب فرمائیے کہ ان دونوں یعنی زید اور بکر میں سے کس نے صحیح عمل کیا۔

﴿ج﴾

اگر صبح کی جماعت ہو رہی ہے۔ تو اگر ایک رکعت کے ملنے کی امید ہے تو سنتیں علیحدہ ہو کر پڑھ لے پھر جماعت میں شامل ہو جاوے۔ یعنی جب تک ایک رکعت ملنے کی امید ہو اس وقت سنن کا ترک جائز نہیں۔ اگر پہلے نہ پڑھے تو پھر بعد فرضوں کے قبل طلوع آفتاب نہ پڑھے اس لیے کہ فرض پڑھنے کے بعد سنن فجر کا طلوع شمس سے پہلے پڑھنا مکروہ ہے۔ اگر قضاء کرنی ہے تو طلوع شمس کے بعد کرنی چاہیے۔ ورنہ ضرورت تو اس کی بھی نہیں ہے کیونکہ مستقلا سنتوں کی قضا نہیں۔ واذا خاف فوت رکعتی الفجر لاشتغاله بسنتها ترکها والا لا ولایقضیها الا بطریق التبعیة لقضاء فرضها قبل الزوال لا بعده (درمختار) اما اذا فاتت احدهما فلا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع لکراهة النفل بعد الصبح امابعد طلوع الشمس فکذلک عندهما وقال محمد احب الی ان یقضیها الی الزوال الخ. وقالا لایقضی وان قضی فلاباس به الخ. ردالمحتار باب ادراک الفریضة ج ۱/ص ۵۳۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
۸ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ

سنتیں پڑھے بغیر جماعت میں شامل ہونے والا سنتیں کب پڑھے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کوئی شخص صبح کی نماز میں سنتیں پڑھے بغیر فرض نماز میں امام کے پیچھے شامل ہو جاتا ہے۔ آیا اب وہ فرض نماز کے بعد سنتیں ادا کر سکتا ہے یا کس وقت سنتیں ادا کر سکتا ہے۔

﴿ج﴾

درمختار میں ہے۔ ولایقضیها الابطریق التبعیة یعنی فجر کی سنتوں کی قضا نہیں ہے مگر جب کہ فرض کے ساتھ ہو اس صورت میں زوال سے پہلے پہلے قضا کرے۔ اگر تنہا سنت فوت ہوں تو اس کی قضا نہیں۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ تو کسی وقت بھی قضا کے قائل نہیں۔ نہ قبل طلوع شمس نہ بعد طلوع شمس اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ بعد طلوع شمس زوال سے پہلے پہلے پڑھنا بہتر ہے۔ واذا فاتته رکعتا الفجر لا یقضیهما قبل طلوع الشمس لانه یبقی نفلا مطلقا وهو مکروه بعدالصبح ولا بعد ارتفاعها عندابی حنیفة وابی یوسف وقال محمد احب الی ان یقضیهما الی وقت الزوال (ہدایہ باب ادراک الفریضۃ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سنتِ فجر کے لیے جگہ مختص کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ فجر کی دو رکعت سنت جماعت ہونے کی صورت میں کس جگہ ادا کرنی چاہئیں۔ اگر مسجد کے صحن میں صرف چار صفوں کی جگہ ہو اور جماعت ایک صف میں کھڑی ہے باقی صفیں خالی ہیں۔ تو باقی صفوں پر سنت ادا کی جا سکتی ہے یا نہیں اور اس مقصد کے لیے یعنی سنتوں کو الگ جگہ ادا کریں گے مندرجہ ذیل مسئلہ درست ہے یا مثلاً ایک مسجد کو بنائے ہوئے پندرہ سال کا عرصہ چکا ہے۔ اس کے صحن میں صرف چار صفیں تھیں اور چار صفوں کے پیچھے ٹونیاں وضو بنانے کے لیے بھی ہوتی تھیں۔ اب ٹوٹیاں نئی جگہ میں بنا دی ہیں اور وہ جگہ صحن مسجد کی صرف سنت کے لیے الگ کر دی جاوے یا ایک انچ کا فرق کر کے صحن میں شامل نہ کرنے کی غرض سے بنا دی جاوے۔ تو اسمیں فجر کی سنتیں بلا کراہت درست ہیں یا نہیں۔۔۔ نیز تقریباً چھ ماہ یا کم وبیش عرصہ ہو گیا کہ لوگ اس میں کہتے رہتے تھے کہ مسجد کا صحن پانچ صفوں کا ہو جاوے گا اور متولی مسجد نے بھی ایک دفعہ غسلخانہ بنانے کے لیے جگہ کو ناپا تو یہ کہا یہاں تک پانچ صفیں ہو جاویں گی اس سے آگے غسلخانے بنا دیں۔ لیکن مسجد کا صحن ابھی نہیں بنایا اور وہ جگہ اسی طرح الگ ہے۔ اس طرح کہنے سننے سے نیت تو نہیں ہوئی۔ فقط بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

بہتر یہ ہے کہ سنت فجر خارج از مسجد ادا کی جائے یا اگر مسجد میں پڑھی جائے تو کسی حائل کے پیچھے پڑھنی چاہئیں۔ جماعت کے ساتھ صف میں کھڑے ہو کر سنت فجر پڑھنا مکروہ ہے۔ اگر خارج از مسجد کوئی موقع نہ ہو تو جماعت اگر اندر کے حصہ میں ہو رہی ہو تو باہر پڑھیں اور اگر باہر ہو رہی ہو تو اندر پڑھیں۔ مجبوری میں ایسا بھی درست ہے کہ پیچھے کی صفوف میں سنت پڑھیں بہرحال چھوڑنا سنت کو نہ چاہیے۔ جب تک جماعت کا کوئی جز ول سکے۔ باقی مسجد کا بقیہ حصہ اگر ابھی تک مسجد میں شامل نہیں کیا گیا یعنی یہ نہیں کہا کہ یہ حصہ مسجد ہے۔ تو اس کو سنتیں پڑھنے کے لیے مخصوص کرنا درست ہے۔

جمعہ کے فرضوں کے بعد والی سنتوں کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جمعہ کی نماز میں ۴ رکعت نماز سنت ۲ رکعت نماز فرض اور پھر ۶ رکعت نماز سنت یعنی ۴ اور ۲ یہ جو چار سنتیں فرضوں کے بعد ہیں۔ (۱) کیا یہ سنتیں مؤکدہ ہیں یا غیر مؤکدہ (۲) نہ پڑھنے کی صورت میں نماز مکمل ہوگی یا نہیں۔

﴿ج﴾

جمعہ کی پہلی سنت و ربعد کی چار مؤکدہ ہیں۔ لیکن فرضوں کے بعد چھ بہتر ہیں۔ چار پہلے اور دو پیچھے وسن مؤکدا ربع قبل الظهر واربع قبل الجمعة واربع بعدها بتسليمة (الدرالمختار باب النوافل ج ا/ص ۴۹۷، وذكر الطحاوى عن ابى يوسف انه قال يصلى بعد هاستا. الخ.

ثم ركعتين (بدائع صنائع) سنن مؤکدہ کو ترک کرنا درست نہیں حتی الوسع پڑھنا چاہیے ولهذا كانت السنة المؤكدة قريبة من الواجب فى لحوق الاثم كما فى البحر ويستوجب تاركها التضليل واللوم كما فى التحرير اى على سبيل الاصرار بلا عذر (ردالمحتار باب الوتر والنوافل ج ا/ص ۴۹۷) اس جزئیہ سے معلوم ہوا کہ سنت مؤکدہ تارک موجب عتاب اور سرزنش ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فجر کی جماعت کے وقت سنتیں پڑھنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ صبح کی جماعت کھڑی ہے۔ ایک آدمی آیا اس کو یقین ہے کہ صبح کی دو سنتیں پڑھ کر جماعت میں شامل ہو جائے گا۔ اب وہ پہلے سنتیں پڑھے یا سنتیں چھوڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمادیں۔

﴿ج﴾

سنت پڑھ کر جماعت میں شامل ہو جائے بلکہ اگر ایک رکعت ملنے کی امید ہے تب بھی سنت ترک کرنا درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم!

نائب مفتی قاسم العلوم ملتان

عرفہ کے روز نوافل کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نوافل پڑھنے میں کسی معین دن کی احادیث وفقہ میں تاکید بھی آئی ہے کہ اس دن میں نوافل پڑھنا ہر شخص کے لیے ضروری ہو۔ اور اس میں ثواب بھی زیادہ ہو۔ جیسے کہ عوام میں مشہور ہے کہ حج کے دن (یوم عرفہ) نوافل پڑھنا ضروری ہے۔ اگر کوئی نہ پڑھے تو ملامت کی جاتی ہے۔ اور برا سمجھا جاتا ہے۔ نیز عوام الناس میں مشہور ہے کہ حج کے دن نوافل سہ بار سورۃ فاتحہ بغیر ضم سورۃ اخری کے پڑھے جائیں۔ کیا ان دونوں صورتوں کا کہیں ثبوت ہے یا

نہیں اگر ہے تو صرف مکہ معظمہ میں یا ہر جگہ نیز صورۃ ثانیہ کا جواب اگر ثبوت میں ہے تو اس پر عمل کرنا واجب ہے یا سنت یا جوز کے درجہ میں ہے۔ اور اگر جواب نفی میں ہے تو اس پر عمل کرنے والے کو مبتدع کہیں گے یا نہیں۔ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرفہ کے دن نوافل پڑھنا ضروری نہیں ہیں بلکہ دیگر ایام جیسے اس میں بھی اختیار ہے چاہے پڑھے چاہے نہ پڑھے۔ اس دن میں نوافل ضروری جاننا کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں ہے۔ ضروری جاننے والا مبتدع ہے۔ باقی ضم سورۃ اخری سورۃ فاتحہ کے ساتھ ہر رکعت نفل میں واجب ہے۔ عوام الناس کا یہ خیال بھی غلط ہے کہ حج کے دن کے نوافل میں ضم سورۃ نہیں ہے۔ فقہ کی کتابوں میں یوم عرفہ کے نوافل کا کوئی استثناء نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا عشاء کے بعد پڑھے گئے نوافل کو تہجد میں شمار کرنا درست ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بندہ عشاء کی نماز ۴ سنت ۴ فرض ۲ سنت ۲ نفل پڑھنے کے بعد نماز تہجد ۲-۲ رکعت ۳ وتر پڑھتا ہے۔ یعنی وقفہ ایک منٹ کا ہوتا ہے۔ عشاء کے وقت میں ہی پڑھ لیتا ہوں۔ آیا یہ درست ہے یا کہ نہیں۔ اس کے متعلق فرمائیں اور مسئلہ کی وضاحت کریں۔

﴿ج﴾

ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز عشاء کے بعد جو نوافل پڑھے جائیں گے وہ نماز تہجد میں شمار ہوں گے۔ اور ثواب تہجد اس سے حاصل ہو جائے گا۔ جیسا کہ شامی میں حدیث طبرانی سے نقل کی ہے۔ وروى الطبرانى مرفوعًا لابد من صلوٰة بليل ولو حلب شاة وما كان بعد صلوة العشاء قبل النوم۔ (شامی باب الوتر والنوافل مصب فی صلوٰة الليل ج ۹ ص ۶۴۰) صورت مسئولہ میں جو طریقہ لکھا ہے یہ درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فجر کے فرضوں کے بعد سنتیں ادا کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ صبح دو سنت بعد از فرض جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو جو لوگ منع

کرتے ہیں ان کو کیا کہنا چاہیے بعد از فرض سنتیں پڑھنے کو جائز کہنے والے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ایک صحابیؓ نے فرض کے بعد سنت شروع کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا پڑھتے ہو تو صحابیؓ نے کہا کہ سنت پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت کیا۔اس کا پھر کیا جواب ہوگا برائے مہربانی جواب مفصل تحریر کریں۔

﴿ج﴾

صبح کی سنتیں اگر رہ جائیں تو سورج نکلنے کے بعد قضاء کر لینا مستحب ہے۔اور صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے سے پہلے سنتیں، نوافل پڑھنا مکروہ ہے۔بخاری الکتب الستۃ ج۱ ص۴۷ حدیث نمبر۵۸۱ بخاری ومسلم میں صریح حدیث ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: شهد عندى رجال مرضيون وارضاهم عندى عمران النبى صلى الله عليه وسلم نهى عن الصلوة بعد الصبح حتى تشرق الشمس۔ الحدیث حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔جب تک سورج چمکنے نہ لگے اور جو لوگ جواز کے لیے صحابی کی دلیل پیش کرتے ہیں انہیں ہمارے ہاں بھیج دیں۔صحابی کا عمل بتا دیا جائے گا۔اور پوری طرح سمجھا دیا جائے گا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

سنن غیر مؤکدہ سے پہلے قاعدہ میں درود شریف اور تیسری رکعت میں ''ثنا'' کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ سنن غیر مؤکدہ کے پہلے قعدہ میں درود شریف اور دعا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

و فى البواقى من ذوات الاربع يصلى على النبى صلى الله عليه وسلم و يستفتح و يتعوذ۔روایت بالا سے معلوم ہوا۔کہ سنن غیر مؤکدہ میں جب چار رکعت کی نیت کرے۔تو قعدہ اولیٰ میں درود شریف پڑھے۔اسی طرح تیسری رکعت کو سبحانک اللهم سے شروع کرے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی قاسم العلوم ملتان

عشاء کے فرضوں کے بعد کتنی رکعات سنت ہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ عشاء کے بعد چار رکعت سنت پڑھ لینا اولیٰ ہے یا دو رکعت۔السنة ركعتان قبل

الفجر و اربع قبل الظهر و اربع قبل العشاء و اربع بعدها والعشاء ركعتين والاصل فيه قول النبى صلى الله عليه وسلم من ثابر على ثنتى عشر ركعة۔ الخ و فى غيره اربع عشر فلهذا خير الاان الاربع افضل۔ خصوصاً عند ابى حنيفة على ما عرف من مذهبه۔براہ کرم تحقیق مسئلہ حوالہ کتب سے رہنمائی فرمائیں۔والسلام خیر الکلام۔

﴿ج﴾

دو رکعت اولیٰ ہیں اگرچہ سنت مؤکدہ دو ہی ہیں۔دوسری دو رکعت سنت مؤکدہ نہیں بلکہ دو رکعت مستحب میں سے شمار ہو جائیں گی اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔لان المؤكدة مع الزيادة افضل من المؤكدة فقط۔ایک تحریمہ سے مؤکدہ مع الزیادۃ ادا ہو سکتے ہیں جیسا کہ فتح القدیر والے نے ثابت کیا ہے۔لان الاربع افضل من ركعتين بالاجماع بل كلام الكل فى هذا المقام يفيد ما قلنا اذ لاشك فى ان الراتبة بعد العشاء ركعتان والاربع افضل فتح القدير مصرى ص۱۳۱۷ ج۱۔الخ۔

شکرانہ کے نوافل کی جماعت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نفل شکرانہ بصورت جماعت ادا کیے جا سکتے ہیں۔نیز وقت کے متعلق بھی وضاحت فرما دیں۔بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بصورت جماعت درست نہیں۔اس سے احتراز لازم ہے۔اپنے طور پر اگر کوئی شخص بغیر کسی اہتمام کے نفل پڑھ لے یا سجدہ شکر بجا لائے تو اس کی گنجائش ہے۔اوقات مکروہہ میں نوافل درست نہیں۔

بہر حال مسئولہ صورت درست نہیں۔اور دین میں اپنی طرف سے ایک نئی چیز کا اضافہ نہ کریں۔کہ یہ بدعت اور گمراہی ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فجر کی جماعت سے قبل اور عصر و مغرب کے درمیان نوافل کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ:

(۱) ایک آدمی مسجد میں داخل ہوتا ہے۔جبکہ صبح کی اذان ہو چکی ہے۔تو کیا وہ جماعت سے قبل وضو کے نفل یا کسی اور قسم کے نفل ادا کر سکتا ہے یا نہیں۔

(۲) ایک آدمی مسجد میں آتا ہے۔جبکہ صبح کی جماعت کھڑی ہے تو اس کے لیے کیا حکم ہے کہ وہ پہلے سنت ادا کرے۔پھر

جماعت میں شامل ہو جائے پھر جماعت کے ختم ہونے کے بعد جبکہ نماز کا وقت بھی ہے۔ تو وہ سنت ادا کر سکتا ہے۔ یا سورج نکلنے کے بعد ادا کرے؟

(۴) نماز جمعہ ختم کرنے کے بعد جو چھ سنتیں پڑھی جاتی ہیں۔ پہلے چار سنتیں پڑھنی چاہئیں یا دو سنت۔

(۵) عصر اور مغرب کے فرضوں کے درمیان نفل پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور اگر نفل نہیں پڑھ سکتا تو پچھلی قضاء ادا کر سکتا ہے یا نہیں۔ جبکہ عصر کی نماز پڑھنے کے بعد سورج کے پیلا پڑنے کے سبب عصر کا مکروہ وقت شروع نہ ہوا ہو۔

﴿ج﴾

(۱) صبح صادق کے بعد کوئی نفل سوائے سنت فجر یا قضا کے درست نہیں ہے۔ و اما الوقتان الأخران۔ الخ۔ فانه يكره فيهما التطوع فقط ولا يكره فيهما الفرض۔ الخ۔ و لهما ای الوقتان المذكوران ما بعد طلوع الفجر الى ان ترتفع الشمس فانه يكره فى هذا الوقت النوافل كلها الا سنة الفجر۔ الخ۔ و ما بعد صلوة العصر الى غروب الشمس لحديث ابن عباس۔ (غنية مستملي ج ۱ ص ۲۳۷)

(۲) اگر صبح کی جماعت ہو رہی ہو تو اگر ایک رکعت کے ملنے کی امید ہے تو سنتیں صبح کی علیحدہ ہو کر پڑھ لے۔ پھر جماعت میں شریک ہو جائے۔ (و اذا خاف فوت) ركعتي (الفجر لا شتغاله بسنتها تركها) لكون الجماعة اكمل (و الا) بان رجا ادراك ركعة (لا) يتركها بل يصليها عند باب المسجد ان وجد مكانا۔ (درمختار ج ۱ ص ۵۲۹)

(۳) اگر پہلے سنت نہ پڑھے تو پھر بعد فرضوں کے قبل طلوع آفتاب نہ پڑھے اگر پڑھے تو بعد آفتاب نکلنے کے پڑھے۔ ولا يقضيها الا بطريق التبعية لقضاء فرضها قبل الزوال لا بعده في الاصح (درمختار ج ۱ ص ۵۳۰) (وقال فى رد المحتار) و اما اذا فاتت وحدها فلا تقضى قبل طلوع الشمس بالاجماع لكراهة النفل بعد الصبح و اما بعد طلوع الشمس فكذلك عنده و قال محمد احب الى ان يقضيها الى الزوال۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۵۳۰)

(۴) دونوں طرح جائز ہے۔

(۵) نماز عصر کے بعد سوائے قضاء کے کوئی نفل درست نہیں۔ (حوالہ بالا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رمضان شریف کے شبینہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ رمضان شریف کے مہینہ کے آخری عشرہ میں شبینہ کے طور پر ایک رات میں قرآن پاک پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

یہ ختم نماز تراویح کے علاوہ نفل میں ہو۔ تو بوجہ اس کے کہ نفل میں بہت سے افراد کے ساتھ جماعت کرانے میں کراہت ہے اس لیے اس کا ترک کرنا ضروری ہے۔ اگر یہ ختم نماز تراویح میں ہو تو فی نفسہ اگر چہ جائز ہے۔ تب بھی چند مفاسد کے لزوم کی وجہ سے اسے ترک ہی کرنا زیادہ مناسب ہے۔ مفاسد مثلاً (تخفیف صلوٰۃ کا حکم جو امام کو دیا گیا ہے۔ اس کے خلاف لازم آتا ہے۔ جلدی کی وجہ سے حروف قرآن کو صحیح ادا نہیں کیا جاتا، فخر و نمود اور اجرت مال کا حصول وغیرہ) کے علاوہ تمام نامناسب امور سے بچ کر اگر کوئی شخص ایسا کر سکتا ہے تو یہ عمل جائز ہوگا۔

امام کس طرف رخ کر کے دعاء مانگے؟

﴿س﴾

کیا ارشاد فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کی بابت صورت مسئلہ، جب امام نماز سے سلام کے ساتھ فارغ ہوتا ہے۔ بعد ازاں دعا مانگتا ہے لیکن دعا مانگتے وقت امام اپنا منہ قبلہ شریف کی سمت ہی رکھتا ہے۔ اور مقتدیوں کی طرف منہ کر کے دعا نہیں مانگتا تو آیا ایسے امام کو پتھر مارنے کا حکم ہے یا نہیں اگر ہے تو بمعہ حوالہ تحریر فرما دیں۔ دیگر ترک سنت یا ترک مستحب کے تحریر فرمانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ صرف فتویٰ یہی چاہیے کہ آیا جو امام مقتدیوں کی طرف منہ کر کے دعا نہیں مانگتا اس کو پتھر مارنے کا حکم ہے۔ یا ویسے ہی یعنی کلمہ مشہور ہے۔ وضاحت ارشاد فرما دیں۔ فقط والسلام۔

﴿ج﴾

عصر و فجر میں اولیٰ و افضل ہے کہ مقتدیوں کی طرف رخ کرے اور دعا مانگے اور اس کا خلاف کرنے پر کوئی بھی قابل رجم نہیں ہوتا۔ جو پتھر مارنے کا کہتا ہے۔ وہ سخت غلطی پر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۸ شعبان ۱۳۸۲ھ

باب الدعاء بعد الصلوٰۃ

سلام پھیرنے کے بعد امام کس جانب رخ کر کے بیٹھے

﴿س﴾

سلام پھیرنے کے بعد امام کا رخ کدھر ہونا چاہیے۔

﴿ج﴾

فقہاء نے اس میں اختیار دیا ہے کہ خواہ داہنی طرف کو ہو کر بیٹھے اور خواہ بائیں طرف کو اور خواہ مستقبل الی الناس مستد: قبلہ ہو کر بیٹھے در مختار میں ہے۔ وفی الخانیہ یستحب للامام التحول' لیمین القبلة یعنی یسار المصلی الخ خیرہ فی المنیة بین تحویله یمینا وشمالا الخ واستقباله الناس بوجهه (الدر المختار علی هامش ردالمحتار باب صفة الصلوة (ص۳۹۲\ج۱) اکثر فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا داہنی طرف ہو: بیٹھنے کا تھا۔ کما ذکره الشراح وعلیه عمل اکابرنا کذافی فتاوی دار العلوم دیوبند جدید ص۱۹۳ البتہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں رو بقبلہ دعا مانگ کر سنتوں کے لیے کھڑے ہو جانا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ

سنن کے بعد بہ ہیئتِ اجتماعیہ دعاء کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ سنن کے بعد امام اور مقتدین کا بہ ہیئت اجتماعی دعا مانگنا سنت ہے یا بدعت ہے۔ علماء دیوبند میں سے تو ایک ممتاز عالم دین جو حضرت مولانا خیر محمد صاحب ہیں۔ انھوں نے تو نمر ز حنفی میں بدعت قرار د ہے۔ بینوا و توجروا۔

﴿ج﴾

س قسم کے ایک سوال کے جواب میں مولانا رشید احمد صاحب احسن الفتاویٰ ص ۱۲۱ پر لکھتے ہیں "اس میں کوئی شک نہیں کہ نوافل کے بعد دعا مانگنا احادیث سے ثابت ہے۔ اور کبھی اتفاقاً کسی نے امام کے ساتھ مانگ لی تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کلام تو اس میں ہے کہ ساری جماعت امام کے فارغ ہونے تک منتظر بیٹھی رہتی ہے۔ اور اس کا اس قد

...یہ جاتا ہے کہ پہلے اٹھ جانے کو معیوب سمجھا جاتا ہے اور اس پر انکار اور لعن طعن کیا جاتا ہے۔ اگر امام زیادہ دیر تک ...میں مشغول رہا تو بھی کافی دیر تک انتظار کی زحمت اٹھائی جاتی ہے۔ امام بھی اس کا اس قدر التزام کرتا ہے۔ کہ اگر ...دیر تک نوافل اوابین وغیرہ پڑھنا چاہتا ہے۔ تو پہلے دعا مانگ کر مقتدیوں کو فارغ کر کے مزید نوافل میں مشغول ہوتا ...غرضیکہ امام اور مقتدیوں دونوں کی طرف سے مثل واجب کے اس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

...میں بھی مخصوص طریق کا التزام کیا جاتا ہے۔۔۔ امام کے ساتھ بہ ہیئتِ اجتماعیہ دعا مانگنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ ...تابعین، تبع تابعینؒ اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں جس کا وجود ہی ثابت نہ ہوا سے وجوب کا ...نا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ جو امر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرون مشہود لہا بالخیر سے ثابت نہ ہو۔ اسے ثواب ...سمجھنے کے مترادف ہے۔ کہ نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ نے دین کو سمجھا نہیں۔ یا پوری طرح پہنچایا ...لیے دین ناقص رہا جس کی تکمیل آج ہم کر رہے ہیں۔ حالانکہ ارشاد ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم ...ممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ... آج ہم اپنے عمل سے اس آیت کریمہ کی تکذیب کر ...ہیں۔ چونکہ اکمال دین اور اتمام نعمت ہو چکا تھا۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من احدث فی امرنا ...ما لیس منه فهورد اور فرمایا علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین عضوا علیها ...بالنواجذ اور فرمایا کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار.

...ہیں کہ ان کی وجہ سے مباح بلکہ مندوب امور بھی ناجائز ہو جاتے ہیں۔

...التزام خواہ نفس فعل کا ہو یا کسی خاص زمان یا مکان یا ہیئت وکیفیت کا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ...تخصوا لیلة الجمعة بالقیام ویوم الجمعة بالصیام وقال فی شرح التنویر کل مباح یؤدی الیه ...الوجوب) فمکروه (الدر المختار اخر باب سجود التلاوه ج ۱ /ص۵۷۷) وقال الطیبی فی شرح المشکوة فی التزام الانصراف عن الیمین بعد الصلوة ان من اصر علی مندوب وجعله عزما ...لم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان.

...کوئی مباح یا مندوب فعل ایسی کیفیت سے کیا جاوے کہ عبادت منصوصہ پہ زیادتی کا وہم ہو۔ مثلاً سجدہ عبادت ہے۔ ...نماز کے بعد موہم زیادۃ ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔ قال فی الهندیة واما اذا سجد بغیر سبب فلیس ...بقربة ولا مکروه وما یفعل عقیب الصلوة مکروه لان الجهال یعتقدونها سنة او واجبة وکل مباح یؤدی الیه فمکروه هکذا فی الزاهدی۔ عالمگیری آخر باب سجود التلاوۃ ص۱۳۶\ج۱) اسی طرح میت کے لیے ...ثواب ہے۔ مگر بعد صلوٰۃ جنازہ کے مکروہ ہے۔ ولا یدعو للمیت بعد صلوة الجنازة لانه یشبه

الزيادة فی صلوة الجنازة مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح لعلی القاری)

دعا مبحوث عنھا میں عدم جواز کے دونوں سبب موجود ہیں۔ التزام بھی اور موہم زیادۃ ہونا بھی۔ اگر یہ دعا ثابت ... بھی ناجائز ہوجاتی چہ جائیکہ اس کا ثبوت اور وجود ہی نہ ہو۔ فقط واللہ الہادی الی سبیل الرشاد۔

مقتدی امام کی دعاء پر آمین کہے یا خود بھی دعاء مانگے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نماز ختم کرنے کے بعد جب امام دعا مانگتا ہے تو امام کی آواز پر مقتدی ... دو چار بار آمین کہہ دینا مسنون طریقہ ہے۔ یا مقتدی کو کوئی مسنون دعا مانگنی چاہیے۔

﴿ج﴾

چونکہ امام کو ہدایت ہے کہ جمع کے صیغوں کے ساتھ دعا مانگے۔ یعنی دعا صرف اپنے لیے نہ مانگے بلکہ مقتدیوں ... مسلمانوں کے لیے مانگے۔ اس لیے اس کی دعا پر آمین کہنا بھی سنت ہے اور اپنی مسنون دعا مانگنا بھی سنت ہے۔

بعد از فرائض دعاء کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ نماز فرض کے ادا کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت ہے یا کہ بدعت۔ اگر دعا مانگنا درست ہے تو سنت یا مستحب یا مباح اگر سنت ہے تو قولی ہے یا فعلی تفصیل کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں اس مسئلہ پر کافی فساد برپا ہے۔

﴿ج﴾

نماز فرض کے بعد دعا مانگنا مستحب ہے قبول دعا کا وقت ہے ہاتھ اٹھا کر عاجزی سے ہر قسم کی حاجات کے لیے دعا ... چاہیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے البتہ یہ ضروری نہیں کہ فوراً متصلاً مانگی جاوے بلکہ متصلاً اور بعد سنت دونوں طرح درست ہے۔ البتہ بعد از سنت بہیئت اجتماعیہ کے ساتھ دعا کرنے کو زیادہ ثواب کا باعث سمجھنا بدعت ہے لیکن ... کے باوجود ایسی باتوں سے فساد کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ

۲۹ ربیع الثانی ...

نماز پنجگانہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا ثبوت حدیث شریف سے

﴿س﴾

... ہیں علماء دین ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ ہمارے علاقہ میں دو گروہ موجود ہیں ایک یہ کہتا ہے کہ نماز ہائے ... جمعہ کے بعد مجتمعاً یا منفرداً علی سبیل الالتزام ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی احادیث صحیحہ اور ازمنہ مشہود لہا بالخیر میں ... نہیں۔ (لیکن یہ گروہ بغیر ہاتھ اٹھائے مطلق دعا کا منکر نہیں ہے) اور ایک گروہ کا دعویٰ ہے کہ نماز ہائے پنجگانہ و ... بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی سنت اور امر لازمی ہے اور یہ خلفشار اس علاقہ میں مدت سے چل رہا ہے۔ جس سے عوام ... پریشانی میں مبتلا ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا فرقہ اولیٰ کی بات صحیح ہے اور فرقہ ثانیہ کو اہل ... میں شمار کیا جائے یا کہ فرقہ ثانیہ کی بات صحیح ہے اور فرقہ اولیٰ کو تارکین سنت میں شمار کیا جائے جناب عالی سے تمنا ... جس فرقہ کی بات صحیح ہو۔ اسے دلائل قرآنیہ واحادیث صحیحہ سے تحریر فرمادیں ورنہ رفع اختلاف مشکل ہے۔

﴿ج﴾

... کے بعد دعا کا ثبوت احادیث میں مصرح ہے۔ کثرت سے احادیث اس بارہ میں موجود ہیں حتیٰ کہ خود فریق اول ... سے انکار نہیں کرتا۔ اور جب دعاء کا ثبوت ہوگیا۔ تو رفع یدین بھی مسنون ہوگا۔ کما ورد عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال المسئلة ان ترفع يديک حذو منكبيک او نحوهما (رواہ ابوداؤد) علامہ ابن جزریؒ حصن حصین میں لکھتے ہیں۔ ان من آداب الدعاء رفع اليدين. ... میں حضرت مولانا عبدالحئیؒ فرماتے ہیں الا انه لما ندب الرفع (ای رفع اليدين) فی مطلق الدعاء ... العلماء فی خصوص هذه الدعاء (الدعاء بعد الفرائض) اور خصوص موضع میں بھی ایک روایت موجود ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔ عن الاسود العامری عن ابیه قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم الفجر فلما سلم انحرف ورفع يديه ودعا (الحديث) ورواه ايضاً ابن السنی فی كتابه عمل اليوم والليلة اس لیے فریق ثانی حق پر ہے۔ البتہ ایسا التزام کرنا کہ اگر کسی وقت کوئی چھوڑ دے تو اس پر تشنیع کرے، اچھا نہیں ہے۔ لیکن ایسے تارکین کو ملامت کیا جاسکتا ہے۔ جو ہمیشہ کے لیے ترک کریں۔ یا اس کے ثبوت سے انکار کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ

۲۰ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ

حدیث شریف میں وارد دعاء اللھم انت السلام الخ میں اضافہ کا حکم

﴿س﴾

حدیث شریف کے الفاظ تو یہ ہیں۔ اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام لیکن ائمہ مساجد عام طور پر سلام پھیر کر دعا کے طور پر یوں پڑھتے ہیں۔ اللھم انت السلام ومنک السلام والیک یرجع السلام حینا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام۔ یہ الفاظ کا پڑھنا جائز ہے۔ کیا ان الفاظ کا کوئی ثبوت ہے اگر کوئی امام مسجد یہ دعا پڑھے کیا اس کو روکنا چاہیے۔ قرآن حدیث اور فقہ حنفی کے مطابق تفصیل سے جواب دیں۔ بینوا و توجروا۔

﴿ج﴾

خط کشیدہ الفاظ کا ثبوت کسی حدیث میں نہیں ہے۔ (مراقی الفلاح کی عبارت میں اللھم انت السلام کو اس طرح نقل کیا ہے کہ اس میں والیک یعود السلام بھی شامل ہے۔ بعض کتابوں میں یعود کی جگہ یرجع ہے۔ اس پر علامہ طحطاوی تحریر فرماتے ہیں۔ قال فی شرح المشکوۃ ص ۱۴۰ ج ۳ عن الجزری واما مایراد بعد قولہ ومنک السلام من نحو والیک یرجع السلام فحینا ربنا بالسلام وادخلنا دارک دار السلام فلا اصل له بل مختلف بعض القصاص انتھی. (حاشیہ طحطاوی برمراقی الفلاح) یعنی مشکوۃ میں جزری سے منقول ہے کہ اس ذکر میں جملۂ ومنک السلام کے بعد جو اس قسم کے جملے بڑھائے ہیں۔ والیک یرجع السلام فحیا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام۔ تو ان جملوں کی کوئی اصل نہیں ہے۔ بعض واعظوں کے گھڑے ہوئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ ذکر صحیح روایات سے اس قدر ثابت ہے۔ اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور ان کا پڑھنا اگرچہ نا جائز تو نہیں لیکن اس سے احتراز کرنا چاہیے اور ادعیہ ماثورہ میں صرف انھی الفاظ کو پڑھنا چاہیے جو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زبان مبارک سے منقول ہیں۔ اس لیے کہ جو دعائیں اور اذکار قرآن عظیم میں مذکور ہیں وہ تو اللہ جل شانہ کا مقدس کلام ہیں۔ لیکن جو دعائیں و اذکار احادیث میں وارد ہیں۔ وہ بظاہر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے کلمات ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ بھی اللہ تعالیٰ کی (وحی) کے ذریعہ ہی آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوئے ہیں۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کے متعلق قرآن کریم کی شہادت یہ ہے۔ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی آپ اپنی خواہشات سے کچھ نہیں بولتے وہ (جو بھی زبان سے کہتے ہیں وہ) وحی ہے۔ جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے۔ لہذا اللہ جل وعلی کے مقدس کلام میں اور رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کی زبان وحی ترجمان سے نکلی ہوئی دعاؤں اور اذکار میں جو تاثیر و برکت ہو سکتی ہے۔ وہ کسی بھی دوسرے شخص کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات میں ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی۔ بہرحال آیات اور ادعیہ و اذکار مسنونہ کے بارے میں تمام علماء متفق ہیں کہ ان کو انھی عربی الفاظ میں پڑھنا چاہیے۔ جو قرآن و حدیث میں آتے ہیں۔ ذرہ برابر تغیر و تبدل یا کمی بیشی نہیں کرنی چاہیے۔ نماز کے بعد جو دعائیں اور اذکار ماثورہ ہیں۔ وہ حصن حصین میں مذکور ہیں۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۱۳ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ

فرض نمازوں سے فراغت پر دعاء کا ثبوت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بعد از صلوۃ مفروضہ دعا مانگنا اجتماعی صورت میں ہاتھ اٹھا کر جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو اس کا ثبوت احادیث صحیحہ اور اقوال محدثین و علماء سے دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

﴿ج﴾

فرضوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا اور بعد دعا کے منہ پر ہاتھ پھیرنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ اس کا منکر سنت سے بے خبر ہے۔ ترمذی شریف میں مروی ہے۔ عن ابی امامۃ قال قیل یارسول اللہ ای الدعا اسمع قال جوف اللیل الاخر ودبر الصلوۃ المکتوبات اور حصن حصین میں بروایت ترمذی و حاکم نقل کیا ہے۔ وبسط الیدین اور صحاح ستہ کی روایت سے نقل کیا ہے۔ ورفعھما۔ پس ان احادیث صحیحہ سے ہر ایک نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور اس کا سنت ہونا ثابت ہوا اور حصن حصین میں التزام احادیث صحیحہ کا کیا گیا ہے۔ کذا فی فتاوی دارالعلوم دیوبند عزیز الفتاوی ص ۱۴۸ لیکن بعد سنن و نوافل کے خاص التزام کے ساتھ دعا مانگنا ثابت نہیں بدعت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۸ ذوالقعدہ ۱۳۹۷ھ

کن نمازوں میں مقتدیوں کی طرف سے امام دعاء کرے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ امام مسجد بعد نماز فرض ظہر کے مقتدیوں کی طرف منہ کر کے دعا مانگتے ہیں۔ اور ہمیشہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

فجر و عصر دو نمازوں میں امام صاحب مقتدیوں کی طرف منہ کر کے دعا کرے اور باقی تین نمازوں میں رو بقبلہ ہو کر دعا مانگے۔ یہ مسنون ہے ھکذا فی امداد الفتاویٰ ص ۵۵۳ ج ا فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۱ھ

سنن ونوافل کے بعد بہ ہیئت اجتماعیہ دعاء کرنے کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میں ایک مسجد میں پہلے سے پیش امام ہوں۔ ہمارے علاقہ میں قدیم ایام سے یہ دستور چلا آرہا ہے۔ کہ ایک دعا فرائض کے بعد امام اور مقتدی مل کر کرتے ہیں۔ پھر سنن اور نوافل کے بعد امام اور مقتدی ایک دوسرے کا انتظار کر کے اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں جس کی کیفیت یہ ہے۔ کہ امام دعا پڑھتا ہے و مقتدی آمین کہتے ہیں۔ حال ہی میں ایک عالم آئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ دعا ثانیہ مروجہ بدعت ہے۔ اس لیے اسے ترک کیا جاوے۔ نیز اس سلسلہ میں حضرت مفتی کفایت اللہؒ صاحب کی ایک کتاب نفائس مرغوبہ بھی نظر سے گزری جس میں نہایت تفصیل سے دعا ثانیہ کی تردید مدلل کی ہے۔ اس کی تائید میں کتاب مذکور میں دیگر مشاہیر علماء کرام کی تحریرات بھی شامل ہیں۔ جس سے اس خیال کو اور تقویت پہنچی۔ چنانچہ میں نے عملی طور پر اپنی مسجد میں دعا ثانیہ چھوڑ دی۔ جس سے مقتدیوں کی ایک قلیل تعداد نے یہ بات مان لی مگر اکثر مقتدی اور عوام اس بات پر ناراض اور کبیدہ خاطر ہیں اور یہ بات کہتے ہیں کہ دعا بھی ایک عبادت ہے۔ علماء اس سے کیوں منع کرتے ہیں۔ نیز ایک اور عالم دین جو دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں اور دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ دعا ثانیہ مستحب ہے اور دلیل میں آیات قرآنی اور احادیث پیش کرتے ہیں تو اس سے مندرجہ ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) مذکورہ دونوں مولوی صاحبان میں کون حق پر ہے۔

(۲) کیا دعاء ثانیہ کا قرآن وحدیث میں کوئی ثبوت ہے۔ اور خیر القرون میں یا ائمہ اربعہ سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔

(۳) اس مسئلہ میں بصورت عدم ثبوت اگر عوام کی ناراضگی کا خطرہ ہو تو کیا دعاء کرنا بہتر ہے۔ یا نہ؟

(۴) بصورت ثبوت اس کی کیا حیثیت ہے۔ سنت یا مستحب

(۵) دعا ثانیہ میں جمعہ اور اوقات خمسہ میں کوئی فرق ہے یا ایک ہی حکم ہے۔

(۶) بصورت عدم جواز کیا ثانیہ کے جواز کے قائلین کو علماء دیوبند کا پیروکار کہنا صحیح ہے۔

(۷) اگر دعا ثانیہ ناجائز ہے تو نور الایضاح۔ مراقی الفلاح اور طحطاوی کی متعلقہ عبارات کا کیا جواب ہے جس سے جواز معلوم ہوتا ہے۔

﴿ج﴾

(۱) نئے آنے والے عالم صاحب نے جو مسئلہ بتایا ہے۔ صحیح ہے۔

(۲) کہیں بھی صحیح حدیث میں اس کا ثبوت نہیں ہے۔ نفائس مرغوبہ (مؤلفہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب) میں پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

(۳) عوام کو سمجھایا جائے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ہرگز ناراض نہ ہوں گے۔ فقط واللہ اعلم۔

(۴) جہاں جہاں سے آپ کو شبہ لگا ہے بعینہ وہ عبارت لکھیے اس کا جواب دیا جائے گا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نوافل کے بعد دعا مانگنا احادیث سے ثابت ہے۔ اور اتفاقیہ طور پر بغیر التزام واصرار اور بدون قیود نامشروعہ کے کسی نے امام کے ساتھ اجتماعی طور سے دعا مانگ لی۔ تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ ہاں اگر اس کو اپنے عقیدہ میں ضروری سمجھے یا عمل میں اس کی پابندی اصرار کے ساتھ اس طرح کی جائے کہ ساری جماعت امام کے فارغ ہونے تک بندھی بیٹھی رہے اور پہلے اٹھ جانے کو معیوب اور اس کے تارک کو قابل ملامت وطعن وتشنیع قرار دیا جائے۔ اور دعا کے لیے اس مخصوص طریق کا جو سوال میں درج ہے۔ التزام کیا جائے۔ تو یہ بدعت ہے۔ اور سنتوں اور نفلوں کے بعد امام کے ساتھ بہ ہیئت اجتماعیہ طریق مخصوص پر دعا مانگنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں۔ جس کا جواز ہی ثابت نہ ہو اس کا لازم کرنا اس پر اصرار کرنا اور اسے وجوب کا درجہ دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔

تراویح کے اختتام پر دعاء کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عام مشاہدہ ہے کہ ہر مکتب فکر کی مساجد میں تراویح ہونے کے بعد دعا مانگی جاتی ہے۔ لیکن اس مرتبہ ایک مسجد کے امام صاحب نے فرمایا ہے کہ تراویح کے بعد دعا مانگنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ وتر کی جماعت کے بعد دعا مانگنا افضل ہے۔ اس پر بعض حضرات اعتراض کر رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جہاں تک دعا مانگنے کا تعلق ہے۔ تو وہ ضروری (یعنی فرض) تو ہر فرض نماز کے بعد بھی نہیں ہے اور جہاں تک افضل ہونے کا تعلق ہے تو وہ بھی

ہے کہ تراویح کے بعد ہی دعا مانگی جائے کیونکہ اس پر اجماع امت ہے۔لہٰذا براہ کرام شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔ ... سلسلہ میں صحابہ کرام و بزرگان دین کا کیا طریقہ رہا ہے اور افضل طریقہ کون سا ہے آیا کہ بعد از تراویح یا بعد از وتر بعد ... اصل حکم سے مطلع فرمائیں۔

﴿ج﴾

بعد ختم تراویح دعا مانگنا درست ہے اور مستحب ہے۔اور معمول سلف و خلف ہے۔کذافی فتاوی دار العلوم ج ۴ ص ۲۵۰۔ اور بعد از وتر اجتماعی طور پر مستحب نہیں۔ویسے مانگ لینے میں بھی حرج نہیں ہے۔

باب فی مکبر الصوت

(لاؤڈ سپیکر کے احکام)

جمعہ و تراویح میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کا شرعی حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نماز جمعہ میں یا نماز تراویح میں اگر لوگ کثیر ہوں کہ امام کی آواز لوگوں تک نہ پہنچ سکتی ہو۔یا گھر میں مستورات کو سننے کا شوق ہو۔تو لاؤڈ سپیکر میں قرآن مجید پڑھنا درست ہے یا نہیں۔مہربانی فرما کر شرعی مسئلہ سے آگاہ کریں۔

﴿ج﴾

نماز جمعہ تراویح وغیرہ میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کرنے سے احتراز کرنا ضروری ہے۔لیکن اگر استعمال کیا تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔نماز صحیح ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ ذوالقعدہ ۱۳۹۰ھ

لاؤڈ سپیکر پر جماعت کرانے کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ لاؤڈ سپیکر پر اگر جماعت کرائی جاوے تو از روئے شرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز ہو جاتی ہے یا نہیں اگر ہوتی ہے تو مکروہ ہوتی ہے یا نہیں۔نیز بیت اللہ شریف میں امام نماز لاؤڈ سپیکر پر پڑھاتا ہے۔ اب پر گورنمنٹ نے ریڈیو سٹیشن کا لاؤڈ سپیکر بھی رکھا ہوا ہے جو کہ تمام ریڈیو اسٹیشنوں پر اس نماز کو نشر کرتا ہے اور جو مکانات و دکانات بیت اللہ شریف سے متصل ہیں مثلاً دار ارقم وغیرہ اور شیخ صالح فراز کا دفتر جو دار ارقم کے اوپر ہے۔ جب حج کی بھیڑ ہو جاتی ہے اور اندر کے لاؤڈ سپیکروں کی آواز نہیں آتی تو یہ لوگ اپنے ریڈیو کھول دیتے ہیں۔اب اس ریڈیو کی آواز پر نماز کی اقتداء جائز ہے یا نہیں جب کہ صفوف مسترہ ہوں۔ریڈیو یا لاؤڈ سپیکر جس آواز کو نشر کرتا ہے۔ان دونوں میں کوئی فرق ہے یا نہیں۔یعنی ریڈیو کی آواز اصل ہے۔یا لاؤڈ سپیکر کی ریڈیو پر جو تلاوت ہوتی ہے۔یا لاؤڈ سپیکر

پر تلاوت ہو رہی ہو اور سجدۂ تلاوت آ جائے یہ سجدہ سامعین پر لازم ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال درست نہیں۔ لیکن اس کے باوجود اگر کسی نے اقتدا کر لی تو نماز اس کی صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد انور شاہ غفرلہ
۲ رمضان مبارک ۹۳ھ

سپیکر پر نماز پڑھنے کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نماز فرض یا وتر یا سنت یا نفل غرضیکہ کوئی نماز لاؤڈ سپیکر میں پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

حقیقت میں یہاں دو مسئلے ہیں۔ ایک جواز استعمال کا اور دوسرا صحت صلوٰۃ کا اور دونوں کا جواب مختلف ہے۔ لاؤڈ سپیکر کا استعمال نماز میں درست نہیں۔ مگر اس کے باوجود اگر کسی نے اقتدا کر لی تو نماز درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد انور شاہ
۷ ربیع الاول ۹۱ھ

کیا کثیر مجمع والی نمازوں میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال خلاف سنت ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین ایدھم اللہ الی یوم الدین اس مسئلہ میں کہ بڑے مجمع والی نمازوں میں بجائے مکبرین کے آلۂ جہر الصوت (لاؤڈ سپیکر) کو استعمال میں لانا کیا اس سے ترک سنت متوارثہ ثابت بالاجماع لازم آتا ہے یا نہ۔ اگر کوئی آدمی اس سے پیدا شدہ آواز پر امام کی اقتداء کرے تو کیا اس کی نماز صحیح ہوگی یا اعادہ لازم ہوگا اور خطبہ مسنونہ میں اور وعظ و تقریرات میں اس کا استعمال شرعاً کیا حکم رکھتا ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

لاؤڈ سپیکر کا استعمال نماز میں مکروہ ہے۔ البتہ خطبہ وعظ و تقریرات میں جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۳ھ

شبینہ میں سپیکر کے استعمال کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ لاؤڈ سپیکر میں شبینہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

فی نفسہ تو لاؤڈ سپیکر پر قرآن کریم کی تلاوت جائز ہے لیکن دوسرے امور کو بھی دیکھا جائے گا اگر پوری رات محلہ والے دقت اور تنگی محسوس کریں اور قرآن کریم کی تلاوت سننے سے بوجھ محسوس کریں۔ **واذا قرئ القران فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون.** پر عمل کرنا مشکل ہو تو ایسی صورت میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال صحیح نہیں ہوگا۔ پھر تلاوت تو محض عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام پاک کی تلاوت پر ریاء، نمود و نمائش سے عبادت کی روح ختم ہو جاتی ہے یہاں تو جس عبادت میں تلاوتِ قرآن کی بات ہے خود وہ عبادت ہی محلِ غور ہے۔ اس سے بچنا ہر مسلمان کے لیے لازم ہے البتہ جہاں لوگ اتنے زیادہ ہوں کہ ان تک آواز نہ پہنچ سکے ایک ضرورت ہے لیکن جہاں یہ ضرورت نہ ہو وہاں تو عبادت میں اس کے استعمال کا کوئی جواز نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

سپیکر کی آواز پر اقتداء کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے امام مسجد تقریباً عرصہ پانچ سال سے جمعہ اور عیدین کی نماز لاؤڈ سپیکر پر پڑھا رہے ہیں۔ ایک ماہ سے وہ اس بات پر مصر ہیں کہ آئندہ میں جمعہ کی نماز لاؤڈ سپیکر پر نہیں پڑھاؤں گا۔ کیونکہ اس میں قباحت ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اسٹیشن کے قریب ہے۔ اگر لاؤڈ سپیکر پر جمعہ کی نماز ہو رہی ہو تو مسافروں کو بھی اندازہ ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں اب ایسا کرنے سے عام لوگوں میں انتشار کا خطرہ ہے۔ لہٰذا آپ یہ فرما دیں کہ لاؤڈ سپیکر کا استعمال حرام ہے؟ لاؤڈ سپیکر پر خطبہ مسنونہ پڑھا جا سکتا ہے۔ جو لوگ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھیں جس کے سامنے لاؤڈ سپیکر ہو ان کی نماز ہو جائے گی؟ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

(۱) لاؤڈ سپیکر کا استعمال حرام نہیں ہے۔ (۲) اس پر خطبہ مسنونہ پڑھا جا سکتا ہے۔ (۳) نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال

کرنا درست نہیں ہے۔ اگرچہ لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھنے والے کی اقتداء اگر کی جائے تو نماز اکثر علماء کے نزدیک ہو جاتی ہے۔ بعض علماء نے اس میں بھی اختلاف کیا ہے۔ ویسے جو لوگ نماز کو جائز قرار دیتے ہیں۔ وہ بھی نماز جیسی عبادت میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کو بوجہ متعدد قباحتوں کے ناجائز قرار دیتے ہیں۔ نماز کی صحت اور چیز ہے۔ اور اس آلے کا استعمال اس میں دوسری شئی ہے۔ ھکذا فی احسن الفتاویٰ۔

لہٰذا امام صاحب کا خیال درست ہے۔ لاؤڈ سپیکر کو نماز میں استعمال نہ کیا جائے اور اگر ضرورت ہو تو مکبرین کا انتظام کر لیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبداللطیف غفرلہ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ
۹ صفر ۱۳۸۷ھ

اسپیکر پر آیتِ سجدہ سننے سے وجوبِ سجدہ کا حکم؟

﴿س﴾

نماز تراویح میں قرآن پاک کی تلاوت کے لیے لاؤڈ سپیکر استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر سجدہ تلاوت آ جائے تو کیا ہر سننے والے پر سجدہ تلاوت واجب ہو جاتا ہے یا نہیں چاہے وہ مسجد میں ہو یا گھر میں یا باہر؟

﴿ج﴾

لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ آیت سجدہ سننے والوں پر سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ چاہے وہ مسجد میں ہوں چاہے گھر میں ہوں۔ سجدہ لازم ہو جاتا ہے۔ و ذکر فی المجتبی ان الموجب للسجدة احد ثلاثة۔ التلاوة۔ والسماع والائتمام۔ (ردالمحتار باب سجود التلاوة (ج ۱ ص ۵۶۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باب القراءة

قرأة کا بیان

جمعہ کی نماز میں سورۂ اعلیٰ اور سورۂ غاشیہ پڑھنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے شہر کے امام نماز جمعہ میں ہر جمعہ سورۃ سبح اسم ربک الاعلیٰ اور ھل اتٰک حدیث غاشیہ پڑھتے ہیں۔ لیکن ایک آدمی نے اعتراض کیا کہ پہلی سورۃ سے دوسری سورۃ بڑی ہے۔ اس لیے نماز مکروہ ہے۔ امام صاحب نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جمعہ میں مذکورہ بالا سورتیں اور سورۃ جمعہ اور منافقون پڑھا کرتے تھے۔ معترض نے کہا۔ ہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھا کرتے ہوں گے لیکن ہمارے لیے نہیں ہے؟ نماز تو جائز ہے مگر مکروہ ہے۔

(۱) برائے کرم قرأت مسنونہ سے مطلع فرمایا جائے۔

(۲) اور ساتھ ہی قرأت مذکورہ بالا سے صحیح ہونے یا نہ ہونے کے متعلق بھی مسئلہ واضح فرمایا جائے۔ نوازش ہوگی۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قرأۃ مسنونہ یہ ہے کہ نماز فجر و ظہر میں طوال مفصل عصر اور عشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل کی سورتیں پڑھی جائیں۔ سورۃ الحجرات سے لے کر سورۃ والسماء ذات البروج تک طوال مفصل اور والسماء ذات البروج سے سورۃ لم یکن تک اوساط مفصل اور سورۃ لم یکن سے والناس تک قصار مفصل ہے۔ والاصل فیہ کتاب عمرؓ الی ابی موسی الاشعری ان اقرأ فی الفجر والظہر بطوال المفصل و فی العصر والعشاء باوساط المفصل و فی المغرب بقصار المفصل (ہدایہ ج ۱ ص ۱۲۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سورۃ سبح اسم ربک الاعلیٰ اور ھل اتٰک حدیث الغاشیہ سورۃ جمعہ اور منافقون پڑھنا اکثر ثابت ہے۔ نہ ہمیشہ۔ اگر کوئی کبھی ان کے علاوہ پڑھے تو سنت کے خلاف نہیں۔ بلکہ احیاناً ترک بہتر ہے۔ اس لیے کہ اس سے عوام کا مغالطہ سے بچنا زیادہ قریب ہے۔ اور اسی وجہ سے احناف کے ہاں تعیین سورۃ نہیں ہے۔ (و یکرہ التعیین) کالسجدة و ھل اتی لفجر کل جمعة بل یندب قرأتہما احیانا (الدر المختار علی ہامش ردالمحتار فصل فی القرأة (ج ۱ ص

۴۰۲) واذا فرغ من الخطبة اقام الصلوة و صلى بالناس ركعتين على ما هو المتوارث المعروف و التحفة و غيرها يقرأفيهما قدرما يقرأ في الظهر لانهما بدل منه ان قرأ بسورة الجمعة و اذا جاءك المنافقون او بسبح اسم و هل اتک حديث الغاشية تبركا بالماثور عنه عليه الصلوة والسلام على ما مر في صفة الصلوة كان حسنا لكن يتركه احيانا لئلا يتوهم العامة و جوبه (غنية المستملى ص ۵۲۰)

نیز سورۃ غاشیہ کی آیات سورۃ اعلیٰ سے اگرچہ زیادہ ہیں- لیکن نماز میں ان دونوں کو پڑھنے سے کسی قسم کی کراہت نہیں لکونه ماثورا فيستثنى من الكراهية فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نمازوں میں تسلسل کے ساتھ قرآن پاک پڑھنا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک حافظ صاحب پیش امام مسجد پنج وقتہ نمازوں میں مسلسل قرآن کریم پڑھتے ہیں کیا اس طریقہ سے قرآن کریم کا پڑھنا قرون اولیٰ میں ثابت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام وتابعین و ... صالحین سے ایسا عمل ثابت ہے یا نہیں اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

پنجوقتہ نمازوں میں مسلسل قرآن کریم پڑھنا ثابت نہیں ہے سور مفصلات کا پڑھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وسلف صالحین سے ثابت ہے لہٰذا اسی کی اتباع میں سنت اور برکت ہے البتہ اس طریقہ سے نماز میں کوئی کراہت بھی پیدا نہیں ہوتی اگرچہ خلاف اصح-

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

تحقیق مخرج ضاد

﴿س﴾

الحمدلله نزل القران بلسان عربى مبين- والصلوة والسلام على نبيه الامى الذى هو افصح العرب والاعجميں و على اله و عترته وصحابته الذين بلغوا الينا قواعد الاداء و طرقه و القوانين- امابعد- ضاد صحیحہ عربیہ فصیحہ کے متعلق چند مباحث ہیں- اول مخرج: زبان کی دائیں یا بائیں آخری کروٹ کا وہ بعض حصہ جو اوپر کی ڈاڑھوں کے بالمقابل ہو جب یہ اپنے مقابل ومحاذی چار یا پانچ ڈاڑھوں سے منطبق وملاقی ہو اس طرح کہ کروٹ کا اوپر

... حصہ (جو زبان کی پشت سے ملا ہوا ہے) ڈاڑھوں کی بیخ وجڑ سے ملے اور اس کے وسط کو آخر اس کے وسط سے اور نچلے کو ... (جو زبان سے مجاور ہے) ڈاڑھوں کی اطراف اور نوکوں سے ملائیں- نہ کہ اس مقام سے جس سے غذا چبائی جاتی ہے- اور ... یہ بھی مخفی نہ رہے کہ ضاد کو بائیں جانب سے ادا کرنا ایسر وسہل ترین وکثیر تر اور دائیں سے قلیل ونادر اور جانبین سے دفعۃً اور ... ادا کرنا قلیل ترین ودشوار ترین ہے-

... صفات اس کی لزومی اور ضروری صفتیں اجماعاً چھ ہیں- (۱) جہر اونچی اور قوی اور زیادہ آواز سے ادا کرنا جس میں سانس ... خفی ہوا کا حصہ کم اور صوت وآواز کا حصہ زائد ہو-

(۲) رخاوت نرم ولطیف اور آواز جاری رکھ کر ادا کرنا (۳) استعلاء- زبان کی جڑ کو تالو کی طرف بلند کر کے وزنی ... ادا کرنا- (۴) اطباق- زبان کے وسط کو تالو کے وسط سے ملصق کر کے اعلیٰ درجہ کا پُر ادا کرنا-

(۵) صمات- مضبوطی اور جماؤ سے بلا عجلت وروانی کے ادا کرنا (۶) استطالت: شروع کروٹ مع اضراس علیا تک ... کا پورے مخرج میں بتدریج دراز وطویل کرنا-

... ضاد صحیحہ لطیفہ کا مشابہ حرف- ائمہ اداء- علماء تجوید وقرأت- تفسیر وفقہ- نحو وصرف- ادب ولغت ان تمام حضرات کا اس پر اجماع ہے- کہ جب ضاد کو اس کے صحیح عربی مخرج ثابت عندالقراء سے جمیع صفات لازمہ کی رعایت سمیت مجہور ولطیف- مفخم و مستحکم اور ممتد نیز زبان کو اگلے دو دانتوں (ثنایا علیا) کی نوک وجڑ سے الگ رکھ کر ادا کیا جائے- تو اس کی ادا اور آواز ہر دو کامل ... معتد قاری کی سماعت میں ظاء معجمہ منقوطہ سے صفۃً بہت مشابہ ہوگی- چند حوالے ذکر کیے جاتے ہیں-

(۱) فلولا الاستطالة و اختلاف المخرجين لكانت ظاء (التمهيد فى علم التجويد للعلامة الجزرى) یعنی ضاد وظاء میں اگر استطالت ومخرج کا فرق نہ ہوتا تو ضاد عین ظاء ہوتا-

(۲) والضاد يشبه لفظها بلفظ الظاء الخ- (كتاب الرعايه لابى محمد بن ابى طالب المكى فى القراءات) یعنی ضاد کا تلفظ ظاء کے تلفظ کے مشابہ ہے-

(۳) فثبت بما ذكرنا ان المشابهة بين الظاء والضاد شديدة و ان التمييز عسير (التفسير الكبير للامام الرازى) یعنی ہمارے مذکورہ بیان سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ضاد وظاء میں نہایت درجہ مشابہت ہے- کہ ہر ایک کا تمیز بہت دشوار ہے----

(۴) فقہاء ضاد وظاء کے فرق کو فصل بالمشقہ سے تعبیر کرتے ہیں یہ بھی قرینہ ہے- کہ ان دونوں حرفوں میں شدید درجہ کا صوتی وصفتی تشابہ پایا جاتا ہے- (ملاحظہ ہو خانیہ- شامیہ- عالمگیریہ- بزازیہ- فتح القدیر- نہر فائق- شرح تنویر وغیرھا)

(۵) و بعض الحروف اذا وقفت عليها خرج معها مثل النفخة و لم ينضغط الاول و هى الظاء و

الذال والضاد والزاء (شرح شافیه للعلامة الرضی) یعنی کچھ حروف ایسے ہیں۔ کہ جب ان پر وقف ہوتا ہے میں پھونک کی مانند آواز جاری رہتی ہے۔ اور پہلی ہی مرتبہ آواز نہیں رکے گی اور وہ یہ ہیں۔ ظاء۔ ذال۔ ضاد۔ زاء
(۶) و یجتهد فی الفرق بین الضاد والظاء (حیاء العلوم للعلامة الامام الغزالی) یعنی ضاد اور ظاء میں فرق کرنے کی کوشش کرے۔ (کیونکہ ان میں صفتی تشابہ کثیر ہے)

چہارم ضاد کی غلط ادا اس کو باریک یا پُر دال۔ ذال۔ زاء۔ دُواد۔ زواد۔ ڈواد۔ غواد بعین ظاء۔ غین معجمہ۔ طاء مہملہ مفخم۔ پڑھنا خلاف تجوید باعث گناہ ہے۔ اور اگر اہمال (بے معنویت) یا معنی کا تغیر فحش ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی۔
پنجم۔ نماز کا فساد و جواز حروف وغیرہ کی تبدیلی اور خلاف قواعد تجوید پڑھنے سے اہل دیہات وعوام کی نیز معذور جو صحیح پر قادر نہ ہو۔ (اور ماہر و کامل شیخ اس کو مجبور قرار دے دے) نیز الثغ (توتلا آدمی) ان سب کی نمازیں فاسد نہ ہوں گی۔ معذور آدمی اس طرح پڑھنے کے باعث گنہگار بھی نہیں ہوگا۔ ملاحظہ ہو فتاوی رشیدیہ ص ۲۶۵۔ مگر عاجز معذور ہے اور جمال القرآن مصنفہ (علامہ تھانویؒ) لمعہ (۵) فائدہ نمبر ۵ محقق عالموں نے عام مسلمانوں کے گنہگار ہونے کا اور نمازوں کے درست نہ ہونے کا حکم نہیں کیا۔ اھ منیہ کی شرح میں ہے کہ فتاوی حجت کی رو سے فقہاء کو نماز لوٹانی پڑے گی اور عوام کی درست ہو جائے گی۔ (یعنی تبدیل ضاد بظاء کی صورت میں ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس باب میں یہ فیصلہ ہے۔ المنح الفکریه) باقی رہے۔ خواص و قراء و فقہاء سو قاضیخان میں ہے۔ کہ اگر اس تبدیلی سے معنی بدل جائیں تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر یہ دونوں حرف ایسے ہوں کہ ان میں بدون مشقت کے فرق وجدائی کر سکتے ہوں تو ایسے موقعہ میں تو تبدیلی سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ جیسے صاد کو طاء سے بدل کر الصلحت کے بجائے الطلحت پڑھیں اور اگر وہ دو حرف ایسے ہوں جن میں مشقت کے بغیر فرق نہ کر سکتے ہوں۔ جیسے ضاد۔ وظاء۔ صاد و سین۔ طاء و تا تو وہاں تبدیلی سے اکثر مشائخ کے قول پر نماز فاسد نہ ہوگی۔۔ و ان ذکر حرفا مکان حرف و غیر المعنی فان امکن الفصل بین الحرفین بلا مشقة کالصاد مع الطاء فقرأ (الطلحت) مکان (الصلحت) تفسد صلاته عندالکل و ان لا یمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقة کالظاء مع الضاد والصاد مع السین والطاء مع التاء اختلف المشائخ فیه قال اکثر هم لا تفسد صلاته۔ اسی طرح عالمگیری۔ فتح القدیر وغیرہ میں ہے۔ اور قاضیخان میں یہ بھی ہے کہ ذیل کی غلطیوں سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ (۱) والعدیت ضبحا کے بجائے طبحا۔ (۲) غیر المغضوب میں ضاد کے بجائے ظاء۔ یا دال (۳) طلعها هضیم میں ضاد کے بجائے ظا یا ذال (۴) فترضی (والضحی) ضاد کے بجائے ظاء پڑھ دی اور ان صورتوں میں فاسد نہ ہوگی۔ ولا الضالین میں (۲) و من یضلل الله میں (۳) ء اذا ضللنا میں ضاد کے بجائے ظاء پڑھ دی نیز ولا الزالین سے نماز فاسد ہو جائے گی (خانیہ) اسی طرح فی تظلیل (فیل) سے

درست ہوگی۔ (منیہ)
لیکن یہ واضح رہے کہ یہ ساری تفصیل لغزش وجریان علی اللسان کی صورت میں ہے۔ باقی عمداً یا عناداً باوجود قدرت صحیح کے ضاد صحیحہ کو ظاء یا دال مفخم سے تبدیل کر دینا مطلقاً مفسد صلاۃ ہے۔ ان تعمد ذلک تفسد و ان جری علی لسانه او لا یعرف التمییز لا تفسد و هو المختار۔ (شامی ص ۴۶۸ ج ۱)
باوجود فارغ البالی ورقت زبان وقدرت کے تصحیح کی طرف توجہ نہ کرنا موجب اثم ہے۔
طریقہ اداء صحیح ضاد۔ اولاً حافہ کو ضراس سے دائیں یا بائیں جانب لگائیں۔ پھر بقیہ حصہ زبان کو پھیلا کر صفت اطباق کو ادا کرنے کے لیے اس کو تالو سے لگائیں۔ اس طرح کہ وسط حنک (تالو) ڈھک جائے اور زبان کی نوک ظاء وخاء کے مخرج پر لگنے سے بچائیں۔ پس قاعدہ کے موافق زبان لگ جائے۔ تو اب آواز میں جہر پیدا کرنے کی کوشش کریں کہ آواز آہستہ آہستہ شروع مخرج سے اخیر تک ممتد ہو۔ نیز اس کا بھی خیال رہے کہ آواز سامنے سے پیدا نہ ہو بلکہ کروٹ اور ڈاڑھوں میں پیدا ہو۔ اور پورے مخرج سے نکلے۔ پس جب تک صوت مخرج سے نہ نکلے صرف زبان کا دبانا کار آمد نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعندہ علم الکتاب العبد العاثر محمد طاہر الرحیمی

ضاد (ض) کا مخرج اصلی؟

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین قراء عظام دریں مسئلہ کہ لفظ ضاد (ض) کے مخرج کی آواز کے ساتھ کن حروف کی آواز کو مشابہت ہے اور اس کا مخرج کیا ہے۔ صحیح کتب سے باسناد باحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

(ج)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جمال القرآن مصنفہ حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے مخرج نمبر ۸ ض کا ہے۔ اور وہ حافہ لسان یعنی زبان کی کروٹ دائیں یا بائیں سے نکلتا ہے۔ جبکہ اضراس علیا یعنی اوپر کی ڈاڑھوں کی جڑوں سے لگائیں اور بائیں طرف سے آسان ہے۔ اور دونوں طرف سے ایک دفعہ میں نکالنا بھی صحیح ہے۔ مگر بہت مشکل ہے۔ اس حرف کو حافیہ کہتے ہیں۔ اور اس حرف میں اکثر لوگ بہت غلطی کرتے ہیں۔ اس لیے کسی مشاق قاری سے اس کی مشق کرنا ضروری ہے۔ اس حرف کو دال پُر یا باریک یا دال کے مشابہ جیسا کہ آج کل اکثر لوگوں کے پڑھنے کی عادت ہے ایسا ہرگز نہیں پڑھنا چاہیے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اسی طرح خالص ظاء پڑھنا بھی غلط ہے۔ البتہ اگر ضاد کو اس کے صحیح مخرج سے صحیح طور پر نرمی کے ساتھ آواز کو جاری رکھ کر اور تمام صفات کا لحاظ کر کے ادا کیا جائے تو اس کی آواز سننے میں ظاء کی آواز کے ساتھ بہت زیادہ مشابہ ہوتی ہے۔ دال کے مشابہ بالکل نہیں ہوتی۔ علم تجوید وقرأت کی کتابوں میں اسی طرح لکھا ہے۔

اور تفسیر عزیزی ص ۲۷۳ (سورۃ التکویر) پر ہے- وفرق درمیان مخرج ضاد وظاء بسیار مشکل است اگر خوانندگان ایں ... یکسان برآرند در مقام ضاد ضاد میشود ونہ در مقام ظا ظا مخرج ایں ہر دو حرف را جدا جدا شناختن قاری قرآن را ضرور است ... اور جہد المقل میں ہے- الضاد والظاء و الذال المعجمات الکل متشارکۃ فی الجھر والرخو... متشابھۃ فی السمع (و ایضافیہ) و یشبہ صوتھا (ای صوت الضاد المعجمۃ) صوت الظاء المعج... بالضرورۃ- (مجموعۃ الفتاویٰ ج ۲ ص ۳۷ مطبع شوکت اسلامیہ) اور سعایہ شرح شاطبی میں ... ھذہ الثلث (ای الضاد والظاء والذال) متشابھۃ فی السمع والضاد لا تفرق من الظاء الا ... المخرج و زیادۃ الاستطالۃ فی الضاد و لو لاھما لکانت احدیھما عین الاخری- (مجموعۃ ... ج ۲ ص ۳۷ مطبع شوکت اسلامیہ)

اس مسئلہ کی مزید تفصیل مجموعۃ الفتاویٰ مولانا عبدالحیٔ لکھنوی اور احسن الفتاویٰ مولانا رشید احمد لدھیانوی اور تفسیر مواھب الرحمان تحت آیۃ و ما ھو علی الغیب بضنین (سورۃ تکویر) میں ملاحظہ فرمائیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قراءۃِ فاتحہ خلف الامام؟

﴿س﴾

کیا امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

قرأت خلف الامام میں ائمہ کا اختلاف ہے- امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اتباع وموافقین عدم جواز قرأت خلف ... کے قائل ہیں- دلیل امام صاحب کی آیت قرآنیہ و اذا قرئ القران فاستمعوا لہ و انصتوا- الایۃ اور حدیث ... مسلم و اذا قرأ فانصتوا اور من کان لہ امام- الحدیث اور شامی میں خزائن سے منقول ہے- و فی الکافی و منع المؤتم من القراءۃ ماثور من ثمانین القراء ۃ من کبار الصحابۃ المرتضی و العادلۃ و قددون فی الحدیث اسامیھم - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ضاد کے مخرج اور صفات کا دیگر حرف سے فرق؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حرف (ض) کی صحیح ادائیگی کیسی ہے- اور اس کی آواز ظاء کے مشابہ ہے یا ... کے اور اس کا مخرج اور اس کے صفات کیا کیا ہیں مفصل بیان فرمائیں-

	مخارج	صفات
... معجمہ	زبان کا بغلی کنارہ اور اوپر ڈاڑھوں کی جڑ	جہر- رخوت- استعلاء- اطباق- استطالت
... معجمہ	زبان کی نوک کنارہ ثناء علیا	جہر- رخوت- استعلاء- اطباق-
... مہملہ	زبان کی نوک جڑ ثنائے علیا	جہر- شدت- استفال- انفتاح- قلقلہ

... معلوم ہو گیا کہ مخارج تو ان تینوں حرفوں کے جداگانہ ہیں- مگر ظاء حرف ض کے ساتھ سوائے صفت استطالت کے ... صفات میں متحد ہے اور دال حرف ض کے ساتھ سوائے صفت جہر کے باقی تمام صفات میں مختلف ہے- اور یہ بات ... ہے کہ کسی دو حرفوں میں تشابہ کا سبب اشتراک مخرج ہوا کرتا ہے- یا اشتراک صفات یہاں حرف ض سے تو یہ دونوں ... مخرج میں مختلف ہیں- حاصل یہ کہ ضاد کو دال مہملہ کے ساتھ بوجہ اتحاد ایک صفت جہر کے نہایت قلیل درجہ کی ... ہے- اسی وجہ سے ضاد کا ممتاز ادا کرنا دال مہملہ سے نہایت سہل اور آسان ہے- لیکن حرف ض بسبب اتحاد اکثر ... ظاء کے ساتھ مشابہت کاملہ رکھتا ہے- اسی وجہ سے علماء مجودین کے ہاں ان دونوں حرفوں میں تمیز کو مشکل اور ... سمجھا گیا ہے- اور فقہاء کرام نے اس کو فصل بالمشقہ سے تعبیر کیا ہے- لیکن ہیں یہ دونوں حرف جداگانہ کیونکہ مشابہت ... موثر ہے- لیکن جب حرف ض کو اپنے مخرج سے مع رعایت جمیع صفات کے ادا کیا جائے تو اس کی آواز ظاء کی ... مسموع ہو گی اور اس کی آواز سے مشابہ ہو گی علامہ محمد مکیؒ اپنی کتاب رعایہ باب الضاد میں ارشاد فرماتے ہیں-

الضاد تخرج من المخرج الرابع من مخارج الفم تخرج من اول حافۃ اللسان و ما یلیہ من الاضراس و ھو حرف قوی لانھا مجھور مطلق من حروف الاستعلاء و فیہ استطالۃ و لہ صفات قد تقدم ذکرھا و ایضا یشبہ لفظھا بلفظ الظاء لانھا من حروف الاطباق و من حروف المستعلیۃ و من حروف المجھورۃ و لو لا اختلاف المخرجین و ما فی الضاد من الاستطالۃ لکان لفظھما واحدا و لم یختلفا فی السمع الخ- اس مسئلہ کے متعلق اگر مزید تفصیل مطلوب ہو تو رسالۃ النطق بالضاد للقاری المقری ... مجموعۃ الفتاویٰ مکمل مولانا عبدالحیٔ الکھنوی تفسیر مواہب الرحمٰن تحت آیت و ما ھو علی الغیب بضنین جہد المقل للعلامۃ المرعشی وغیرہ کتب متعلقہ کی طرف رجوع فرمائیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نمازوں میں قراءۃ مسنونہ کے بجائے ترتیب سے پورا قرآن پڑھنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میں حافظ قرآن ہوں- اگر میں فرضی پانچ نمازوں میں قرآن اس ترتیب سے ... کہ ہر رکعت میں ایک رکوع قرآن مجید کا پڑھا جائے اور اس ترتیب سے قرآن ختم کیا جائے پھر شروع کیا جائے کیا

اس ترتیب سے قرآن مجید پڑھنے سے قرأت مسنونہ میں تو کوئی فرق نہیں آئے گا- برائے مہربانی مدلل تحریر فرمائیں

﴿ج﴾

فجر اور ظہر کی نماز میں تو رکوع ہر رکعت سے پڑھنے سے قراۃ مسنونہ پر عمل ہو جائے گا- لیکن عصر و مغرب میں جبکہ ... کے پڑھنے کا حکم ہے- یہ مقدار قوم کے لیے گراں ہوگی جیسا کہ یہی مشاہدہ ہے اس لیے تمام نمازوں میں یکساں ... کرنے کی بجائے مسنون مقدار کے مطابق پڑھا جائے- اپنی سہولت پرستی کو ترجیح دیں- تاکہ نمازیوں کے لیے ... باعث نہ ہو- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنے سے فسادِ نماز کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کسی شخص نے ضاد کی جگہ ظا پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی یا نہیں جیسا کہ پارہ نمبر ... بنی اسرائیل میں واخفض لهما جناح الذل ضاد کی جگہ ظا پڑھی گئی-

﴿ج﴾

اگر ض کی جگہ ظا پڑھی گئی تو نماز فاسد ہوگی درمختار صفحہ ۳۶۷ باب القراءۃ میں ہے اگر حرف میں تبدیلی آجائے اور معنی ... جائیں پھر نماز فاسد ہو جائے گی ہاں اگر دو حرفوں میں مشکل ہے مثلاً ضاد اور ظا وہاں نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ معنی ... جائیں- زیادہ اگر اس کی تفصیل دیکھنی ہے تو آیت ما هو على الغيب سے متعلق کتب تفسیر اور عینی شرح بخاری کی طرف مراجعت کرو- والسلام

تبدیل حرف بہ حرف کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد سورۃ فاتحہ میں صراط الذین کی بجائے صراط الظين پڑھتا ہے- بجائے ذال کے صریح طور پر ظاء سنا جاتا ہے- اور سورۃ تین میں فما يكذبك کی بجائے فما يكظبك ... بجائے ضریح طور پر ظا سنا جاتا ہے- اور التحیات میں اس قدر وقفہ کرتا ہے کہ مقتدی بمشکل نصف کے قریب پڑھ سکتے ہیں- اس کے متعلق بار بار کہا گیا ہے نہ معلوم وہ ضد کے طور پر پڑھتے یا عادۃً ایسا پڑھتے ہیں- کیا ایسی صورت میں نماز ہوتی ہے یا نہ؟ بینوا توجروا-

﴿ج﴾

... رحمن رحیم- اس کی کئی صورتیں ہیں اور ہر ایک کا حکم علیحدہ ہے اگر امام مذکور قصداً بجائے ذال کے ظاء پڑھتا ہے تو ... صورت میں نماز نہیں ہوتی ہے- اور اگر وہ صحیح پڑھنا جانتا نہیں ہے- یا جانتا ہے- لیکن بے احتیاطی سے ذال کی جگہ ظاء ... دیتا ہے- تو ایسی صورت میں نماز متاخرین کے قول کے مطابق ہو جاتی ہے لیکن اگر صحیح نہ پڑھے تو اس کو امام نہ بنایا ... یا تو اس کا خیال کر کے صحیح طور پر ادا کرے ورنہ امامت نہ کرائے-

کما قال فی العالمگیریۃ ج ۱ ص ۸۳ (و منها) ذكر حرف مكان حرف ان ذكر حرفا مكان حرف ولم يغير المعنى بان قرأ ان المسلمون ان الظالمون و ما اشبه ذلك لم تفسد صلوته و ان غير المعنى فان امكن الفصل بين الحرفين من غير مشقة كالطاء مع الصاد فقرأ الطالحات مكان الصالحات تفسد صلاته عند الكل و ان كان لايمكن الفصل بين الحرفين الا بمشقة كالظاء مع الضاد والصاد مع السين والطاء مع التاء اختلف المشائخ قال اكثرهم لا تفسد صلاته هكذا فى فتاوى قاضى خان و كثير من المشائخ افتوا به قال القاضى الامام ابو الحسن و القاضى الامام ابو عاصم ان تعمد فسدت و ان جرى على لسانه او كان لا يعرف التميز لا تفسد و هو اعدل الاقاويل والمختار هكذا فى الوجيز ---- الخ- فقط والله تعالى اعلم

کسی معتمد قاری سے یہ تشخیص کرائی جائے کہ واقعی وہ ظاء پڑھتا ہے یا نہیں؟

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

نماز کی تلاوت میں درمیان سے ایک سورت چھوڑ کر پڑھنا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ قرآن مجید کی آخری دس سورتوں میں سے ایک سورت کو نماز کی پہلی رکعت میں پڑھا جائے پھر ایک سورت چھوڑ کر دوسری رکعت میں تیسری سورت پڑھی جائے یعنی زید نے پہلی رکعت میں سورت الفیل پڑھی پھر سورت القریش کو چھوڑ کر دوسری رکعت میں سورت الماعون پڑھی تو کیا ایک سورۃ کو چھوڑنے سے نماز میں کراہت واقع ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

دو سورتوں کے درمیان میں کوئی چھوٹی سورت جس میں تین آیتیں ہوں چھوڑ دی جائے تو مکروہ ہے- یعنی درمیان میں

چھوٹی سورت کا چھوڑنا جو مکروہ ہے تو اس میں شرط یہ ہے کہ سورت متروکہ اول سورت سے بڑی نہ ہو ورنہ مکروہ نہیں ہے
کراہت فرضوں کے ساتھ خاص ہے نفل نمازوں میں اگر ایسا کیا جائے تو کراہت نہیں ہے۔ مکروہ بمعنی خلاف سنت ہے
لہٰذا سجدہ سہو واجب نہیں اور نہ اعادہ اس نماز کا واجب ہے۔ لیکن اگر کسی نے اعادہ کیا تو گناہ نہیں بلکہ ثواب ہے۔ ویکرہ
الفصل بسورۃ قصیرۃ (درمختار) اما بسورۃ طویلۃ بحیث یلزم منہ اطالۃ الرکعۃ الثانیۃ اطالۃ کثیرۃ
فلا یکرہ۔ شرح المنیۃ (ردالمحتار فصل فی القراۃ ج ۱ ص ۴۰۴) نیز شامی میں فتح القدیر سے منقول
ہے۔ والحق التفصیل بین کون تلک الکراھۃ کراھۃ تحریم فتجب الاعادۃ او تنزیہ فتستحب۔
(ردالمحتار باب صفۃ الصلوۃ ج ۱ ص ۴۲۵)

پس صورت مسئولہ میں نماز درست ہے۔ اور سجدہ سہو واجب نہیں اور نہ واجب الاعادہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نمازوں میں زیادہ بلند آواز سے تلاوت کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک امام مسجد بہت ہی آواز سے نماز پڑھاتا ہے کہ مسجد سے باہر دور دراز تک آواز جاتی ہے۔ تو ایک مولوی صاحب نے کہا کہ اس قدر زور سے نماز پڑھنا بہتر نہیں کہ نفس کو مشقت میں ڈالے اور خوش الحانی بڑھا بڑھا کر قرأۃ پڑھنے سے نماز میں فساد پیدا ہو جاتا ہے اب علماء صاحبان سے استفسار ہے کہ کس انداز میں قرأۃ پڑھی جائے؟ بینو توجروا

﴿ج﴾

نماز پڑھانے کے لیے امام کا عالم ہونا اور قرأت کا صحیح پڑھنا ضروری ہے۔ خوش الحانی شرط نہیں خوش الحانی کرنے سے بہت سی غلطیاں ایسی بھی ہو جاتی ہیں۔ جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ لا ینبغی للقوم ان یقدموا فی التراویح الخوشخوان و لکن یقدموا الدرستخوان ان الامام اذا قرأ بصوت حسن یشغلہ عن الخشوع والتدبر والتفکر فتاویٰ عالمگیری ص ۱۱۵ ھکذا فی فتاوی قاضیخان ج ۱ ص ۲۰۱۔ جب تراویح کے لیے درست خواں امام ہونا چاہیے نہ خوش خوان تو فرضوں کے لیے ضروری درست خوان ہونا چاہیے۔ اور اس قدر بلند پڑھے کہ پڑھنے میں نفس کو مشقت میں ڈالے بلکہ بلا تکلف اتنی آواز سے پڑھے کہ امام کے پیچھے پہلی صف والے لوگ سن سکیں۔ مسجد کے تمام لوگوں کو سنانا واجب نہیں۔ جب صف اول امام کی قرأت سن سکتی ہے۔ و ادنی الجھر سماع غیرہ (الی قولہ والجھر ان یسمع الکل (الشامی ص ۳۹۵) ای کل صف الاول لا کل المصلین بدلیل القھستانی الخ۔ امام ابی جعفر سے ایک روایت ہے کہ بلند آواز میں پڑھنے سے نہ امام کو تکلیف ہے نہ

نہ مقتدیوں کو بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے لیکن یہ روایت ہے اس پر عمل نہیں۔ چونکہ شامی ص ۳۵۹ کی عبارت بالا سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ تمام نمازی امام کی قرأۃ سنیں ای کل صف الاول لا کل المصلین الخ۔ والمستحب ان یجھر بحسب الجماعۃ فان زاد فوق حاجۃ الجماعۃ فقد اساء درمختار ص ۳۹۳ میں ہے۔ یجھر الامام وجوبا بحسب الجماعۃ فان زاد علیہ اساء درمختار اورشامی ص ۳۹۳ فی الزاھدی عن ابی جعفر لو زاد علی الحاجۃ فھو افضل الا اذا اجھد نفسہ او اذی غیرہ۔

ھذا ما عندی۔ خادم الشرع احقر فضل الٰہی ساکن خالق داد غفرلہ رب العباد ضلع کیمل پورا

الجواب وباللہ التوفیق۔ امام بلندی آواز میں مقتدیوں کی رعایت کرے یعنی اگر مقتدی قلیل ہوں کہ قلیل جہر ہی ان کے لیے کافی ہو سکتا ہے۔ تو امام اتنے ہی جہر سے پڑھے جتنے جہر کی ان کو ضرورت ہے۔ اگر اس سے زیادہ جہر کرے گا تو شرعاً یہ مستحسن نہیں ہوگا۔ لان الامام یجھر لا سماع القوم فی قرأتہ لیحصل احضار القلب کذا فی السراج الوھاج۔ عالمگیری ص ۷۲ اور اگر مقتدی کثیر ہوں تو بلا تکلف جتنا بلند کر سکتا ہے کرے لیکن نفس کو مشقت میں ڈال کر جہر کرنا مطلوب شرع نہیں۔ ولا یجھد الامام نفسہ بالجھر کذا فی بحر الرائق عالمگیری ج ۱ ص ۷۲ واللہ اعلم و علمہ اتم۔

افضل یہی ہے کہ امام کو جہر کرتے ہوئے اپنے آپ کو مشقت میں نہیں ڈالنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ضاد کو دال یا ظاء کے مشابہ پڑھنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بعض لوگ ضاد کو مشابہ بالدال پڑھتے ہیں اور بعض لوگ ضاد کو مشابہ بالظاء پڑھتے ہیں۔ اب ان میں کون صحیح ہے اور کون سا غلط؟ اگر بالفرض مشابہ بالظاء صحیح ہے تو مشابہ بالدال سے نماز جائز ہوتی ہے یا نہیں؟ اور مشابہ بالظاء سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟ اور خالص ظاء پڑھنے سے بھی نماز جائز ہوتی ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

ضاد کے مسئلہ میں جو اختلاف ہے۔ وہ دراصل دو قسموں پر منقسم ہے۔ اول یہ کہ مخرج ضاد کا کیا ہے۔ اور وہ ظاء کے مشابہ ہے یا دال مہملہ کے مشابہ ہے دوم یہ کہ جو شخص بجائے ضاد کے نماز میں ظاء معجمہ یا دال مہملہ پڑھے اس کی نماز جائز ہوتی ہے یا نہیں۔ پس امر اول کے متعلق تو تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ جمہور قراء و فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ مخرج ضاد کا حافہ لسان اور اس کی متصل کی ڈاڑھیں ہیں۔ اور اس کی آواز ظاء معجمہ کی آواز کے مشابہ ہے۔ دال مہملہ کے مشابہ نہیں۔

کما فی القول المفید فی علم التجوید ص ۵۸ مطبوعہ مصر۔ ان الضاد والظاء المعجمتان

اشترکتا جهرا و رخاوۃ و استعلاء و اطباقا و اقتربتا مخرجا-الخ
اور امر ثانی کے متعلق مختار للفتویٰ اور احوط یہ ہے کہ ضاد جیسا اوپر عرض کیا گیا نہ عین ظاء ہے اور نہ عین دال اور نہ ان سے مخرج میں اتحاد ہے- لہٰذا بجائے ضاد کو خالص ظاء پڑھنا اور اسی طرح دال مفخم پڑھنا دونوں غلط محض ہیں- لیکن اس سے نماز صلوٰۃ کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ جو شخص قادر ہے اور صحیح مخرج سے اسے نکال سکتا ہے- اگر وہ عمداً اس کو غلط پڑھتا ہے یعنی خالص ظاء یا خالص دال پڑھتا ہے- تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی- اور اگر عمداً غلطی نہیں کرتا- بلکہ ناواقفیت کی وجہ سے اس سے ان حروف کے مابین کوئی امتیاز نہیں ہوتا- تو دونوں صورتوں میں نماز فاسد نہیں ہوگی- اگرچہ یہ شخص غلط پڑھنے اور صحیح حرف حاصل نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا- والدلیل علیہ ما فی الذخیرۃ ان الحرفین ان کانا من مخرج واحد او کان بینهما قرب- الخ الی ان قال و هذا اعدل الاقاویل- فتاویٰ دار العلوم ملحق ج۱ص۲۳۳- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

نماز میں دوسری قرأت کے مطابق پڑھنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے جماعت کرائی اور لست علیهم بمصیطر کے بجائے لست علیهم بمصیطر پڑھا- کیا نماز ہوئی ہے یا نہ اور زید سے جو دریافت کیا گیا تو جواب دیا کہ میں ہمیشہ ایسا ہی پڑھتا ہوں- اور ابن عباس کی قرأت بتائی اگر نماز فاسد ہوئی تو پچھلی نمازوں کا کیا حکم ہے؟

﴿ج﴾

بمصیطر میں اشمام بالزاء امام حمزہ کوفیؒ کی قرأت ہے- جس کی کیفیت یہ ہے کہ صاد اور زاء سے مرکب ایک حرف بنا کر اس طرح ادا کرتے ہیں کہ پُر زا کی طرح معلوم ہو- یعنی استعلاء و اطباق صاد کا ہو اور جہر زا کا ہو اور امام حمزہ کی قرأت کی سند حضرت علیؓ- حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت عثمان غنیؓ سے ملتی ہے- ابن عباسؓ کی کوئی قرأت اشمام بالزاء والی نہیں ہے- باقی اس تبدیلی کی وجہ یہ ہے کہ دراصل یہ لفظ سین سے ہے- اور سین مہموسہ مستعلیہ ہے- اور طاء مجہورہ مستعلیہ ہے- پس ان دونوں میں مناسبت پیدا کرنے کے لیے اولاً سین کو صاد سے بدل لیا- پھر اشمام بالزاء مزید مناسبت پیدا کرنے کے لیے ہے کیونکہ زاء و طاء کی طرح جہر ہے- جو صاد میں نہیں ہے- اور یہ قیاسی لغت ہے- صورت مسئولہ میں اگر زید حمزہ کوفی کی قرأت نماز میں پڑھتا ہے یعنی سورۃ فاتحہ میں جب اهدنا الصراط المستقیم میں صاد میں اشمام بالزاء کرتا ہے اور انعمت علیهُم میں ہا پر ضمہ پڑھتا ہے- اور مالک یوم الدین میں مَلِکِ یوم الدین بحذف الف پڑھتا ہے- یعنی پوری قرأت میں امام حمزہؒ کی قرأت کا لحاظ رکھتا ہے تو یہ جائز ہے- اور اگر وہ باقی سورتوں میں اور فاتحہ کو تو امام عاصمؒ کی

کے مطابق پڑھتا ہے اور اسی ایک لفظ لست علیهم بمصیطر میں اشمام بالزاء کرتا ہے تو یہ کذب فی الروایۃ اور خلط مذہب ہے جو کہ جائز نہیں ہے- نماز فاسد نہیں ہوئی اس لیے اعادہ واجب نہیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ضاد کو دال پڑھنے والے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ سورۃ الفاتحہ شریف میں غیر المغضوب علیهم ولا الضالین میں صرف (ض) (دواد) کی آواز سے پڑھنا چاہیے ورنہ دوسری صورت میں قاری کافر ہو جاتا ہے- اور مقتدی کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے-
(۲) اور اس آدمی سے جو یہ عقیدہ رکھتا ہے- کھانا کھانا اور دوسری خورد و نوش میں شامل ہونا جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

(۱) حتی الامکان صحیح پڑھنے کی کوشش کرے اور صحت کا طریق کسی قاری مجود سے سیکھا جائے- اس کوشش کے بعد جس طرح ادا کرے ان شاء اللہ تعالیٰ نماز جائز ہوگی-
(۲) اس حرف کو اپنے مخرج سے ادا کرنا چونکہ مشکل امر ہے- اس لیے کسی فریق پر کفر یا فسق کا الزام لگانا جائز نہیں اور نہ ہی اس معاملہ میں جھگڑنا مناسب ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ضاد کو مشابہ بالظاء یا مشابہ بالدال پڑھنے والے کے پیچھے نماز کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ آج کل کے لوگوں اور مولویوں میں ایک عجیب مسئلہ برپا ہے وہ یہ ہے کہ بعض کہتے ہیں (ضادی) یعنی مشابہ بالظاء کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں ہے- اور بعض کہتے ہیں کہ ضادی مشابہ بالدال کے پڑھنے والے مولوی کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے اور قطعاً ضاد کا لفظ غلط ہے کہیں بھی نہیں آیا- لہٰذا اس مسئلے کو مفصل اور واضح بالدلائل بیان فرمائیں؟

﴿ج﴾

لفظ ضاد ایک مستقل لفظ ہے- ظاء اور دال الگ لفظ ہیں- ان کے مخارج اور صفت جدا جدا ہیں- لفظ ضاد کے متعلق علامہ جزری فرماتے ہیں- والضاد من حافته اذ ولیا الاضراس من ایسر او یمناها- یعنی لفظ ضاد حافۂ لسان سے خارج ہوتا ہے جب کہ داہنے یا بائیں جانب کی ڈاڑھوں سے متصل ہو- یہ ضاد کا مخرج ہے- اور ضاد کی صفات میں اطباق استعلاء وغیرہ ہیں- جو کہ کتب تجوید و قرأت میں مذکور ہیں- لہٰذا اصل حکم تو یہ ہے کہ حرف کو اپنے مخرج سے ادا کرنے کی

کوشش کی جائے اور دال یا ظاء پڑھنے سے احتراز کیا جائے - اور اس کوشش کے باوجود جس طرح بھی زبان سے ادا ہو جائے نماز صحیح ہوگی - یہ طے کر لینا کہ اس لفظ کو دال پُر پڑھنا ہے یا ظاء ہی پڑھنا ہے - دونوں کام غلط ہیں - پھر اس غلطی کے بعد یہ دوسری غلطی ہے کہ دوسرے فریق کو مجبور کرے کہ تم بھی میری طرح غلط پڑھو - اور اگر وہ نہ پڑھے تو اس کے ساتھ جھگڑا کیا جائے - دوسرے فریق کے ساتھ تو یہ رویہ ہونا چاہیے کہ بھائی میں تو غلط پڑھتا ہوں اور صحیح کرنے کی سعی و کوشش میں ہوں - تم اس لفظ کو کسی قاری سے صحیح کرا لو - جھگڑا اور عدم جواز امامت و مقاطعہ وغیرہ اس لفظ کے نطق و تلفظ پر ہرگز جائز نہیں - واللہ تعالیٰ اعلم

عجمی شخص

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام مسئلہ ذیل میں۔

(۱) عجمی آدمی اگر قرآن مجید کی تلاوت کرے تو ضاد کا مخرج ادا کرتے وقت مشابہ بالظاء پڑھے یا مشابہ بالدال عند جمہور احناف کا کیا مسلک ہے؟

(۲) اگر نماز میں امام ضاد کو مشابہ بالظاء پڑھتا ہے تو نماز میں کراہت پیدا ہو جاتی ہے یا نہ؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

حرف ضاد کا مخرج زبان کا کنارہ اور اوپر کی ڈاڑھ ہے - اس لیے یہ مخرج میں ظاء سے بالکل ممتاز ہے - لیکن صفات (اطباق - استعلاء - رخوۃ - جہر) میں دونوں شریک ہیں صفۃ رخوۃ کی تعریف یہ ہے کہ آواز جاری رہے - بند نہ ہو - اب اگر اس حرف کو مشابہ بالدال پڑھا جائے - کما ھو المعروف تو آواز بند ہو جائے گی اور ہرگز جاری نہ رہ سکے گی - اور رخوۃ ختم ہو جائے گی - جو صرف ضاد کی صفت ذاتیہ ہے - جس کے معدوم ہونے سے حرف تبدیل ہو جاتا ہے - اس لیے مشابہ بالدال پڑھنے کی صورت میں وہ حرف قرآنی عربی نہیں رہے گا - اور تمام قراء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس حرف کی آواز ظاء معجمہ کے ساتھ مشابہ ہے - جہد المقل میں ہے - فیشبہ صوتھا حینئذ صوت الظاء المعجمۃ بالضرورۃ فماذا بعد الحق الا الضلال - یہ قرأت کا مسئلہ ہے - اس میں امام ابوحنیفہؒ کا اور دوسرے مجتہدین کا کوئی اختلاف نہیں ہے - اور نہ ہو سکتا ہے -

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں - بدانکہ فرق میان ضاد و ظاء بسیار مشکل است رعایہ میں لکھا ہے - الضاد - والظاء والذال والزاء المعجمات کلھا متشارکۃ فی الجھر والرخاوۃ متشابھۃ فی السمع - امام رازی تفسیر کبیر میں تحریر کرتے ہیں - فثبت بما ذکرنا ان المشابھۃ بین الضاد والظاء شدیدۃ و

ن التمیز عسیر - آگے لکھتے ہیں - ان التمییز بین ھذین الحرفین لیس فی محل التکلیف - فقہاء نے لکھا ہے - صاحب درمختار لکھتے ہیں اما یشق تمییزہ کالضاد والظاء فقال اکثرھم لم یفسدھا فتاویٰ عالمگیریہ اور قاضی خان میں ہے - وان کان لا یمکن الفصل الا بمشقۃ کالضاد مع الظاء والصاد مع السین والطاء مع التاء اختلف المشائخ فیہ قال اکثرھم لا تفسد - (الی غیر ذالک من عبارات القراء والمفسرین والفقہاء)

(۲) جب اصل تلفظ ہی مشابہ بالظاء ہے تو کراہۃ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا - واللہ تعالیٰ اعلم

فرض نماز میں تلاوت کے دوران امام کو غلطی بتانے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں

(۱) امام صاحب نے جماعت کرائی سورۃ فاتحہ کے بعد جب انھوں نے قرأت شروع کی تو آیتیں ختم ہونے کے بعد امام صاحب سے دو تین لفظ چھوٹ گئے - یعنی غلطی ہو گئی کیا مقتدی پیچھے سے امام کو لقمہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر دے سکتا ہے تو کیسے دے؟

(۲) صبح کی نماز کے وقت ایک آدمی مسجد میں گیا تو اس نے جا کر نماز پڑھ لی - اس کے نماز پڑھنے کے بعد امام صاحب آ گئے اور صبح کی جماعت کرائی جس شخص نے نماز پہلے پڑھی تھی وہ پاس ہی بیٹھ گیا اور قرأت سننے لگا - امام صاحب نے فاتحہ کے بعد دوسری سورت شروع کی تو امام صاحب نے لفظ ض پر پیش کی بجائے زبر پڑھی مقتدیوں میں سے کسی نے لقمہ نہیں دیا اور جو شخص پہلے نماز پڑھ کر پاس ہی بیٹھا تھا اس نے امام کو صحیح لقمہ دیا - کیا وہ ایسے لقمہ دے سکتا ہے؟

﴿ج﴾

(۱) اگر ایسے لفظ چھوٹ گئے ہوں کہ ان کے چھوٹنے سے معنی میں خرابی آتی ہو - تو لقمہ دے دے ورنہ اچھا یہ ہے کہ نہ دے - لیکن اگر بغیر ضرورت کے دے دیا اور امام نے لے لیا - تو فتویٰ اس پر ہے کہ کسی کی نماز فاسد نہیں ہوئی -

(۲) باہر کے آدمی کو لقمہ نہیں دینا چاہیے اور اگر دے دیا تو امام کو اس پر عمل نہیں کرنا چاہیے - اگر امام نے اس کے لقمہ پر عمل کر کے الفاظ ٹھیک کیے تو امام کی نماز اور پوری جماعت کی نماز فاسد ہو جائے گی - سب پر اعادہ فرض ہو گا - واللہ تعالیٰ اعلم

کیا "ضاد" کے مخرج یا صفات میں اختلاف ہے

﴿س﴾

محترم ومکرم جناب حضرت قاری طاہر صاحب دامت برکاتہم۔

السلام علیکم بعد از آداب کے عرض یہ ہے کہ قرأت عشرہ میں مخرج۔ صفاتا۔ مشابہۃ یا کسی اور قسم کا اختلاف ... میں پایا جاتا ہے یا نہیں؟ مہربانی فرما کر اس اختلاف کو قلمبند کر کے کتاب کا حوالہ بھی تحریر فرمائیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ علماء قراۃ۔ ائمہ ادا۔ مشائخ دیار۔ اساتذہ امصار۔ محققین ماہرین۔ جہابذہ مجودین۔ فضلاء مقرئین۔ اجلۂ ارباب فن قراء عشرہ وغیرہ۔ میں سے کسی قاری وامام کا بھی ضاد صحیحہ فصیحہ کے مخرج۔ اس کی صفات لازمہ (ذاتیہ اصلیہ) نیز اس کے مشتبہ ومتشابہ (صوتا) اور اس کے تلفظ کی نوعیت میں کسی جہت سے بھی کوئی نزاع وخلاف نہیں پایا جاتا ہے۔ بلکہ باتفاق جمیع القراء۔ واجماع محققین فن۔ ض کا مخرج ہے۔ حافۂ لسان اقصیٰ (یمنی یا یسریٰ) کا اول بغلی حصہ (جو کہ اضراس کے محاذی ہے) جبکہ اپنے مقابل پانچ یا چار اضراس علیا (۳ ضواحک اطاحنہ نواجذہ) کے ساتھ منطبق ومتصل وملاقی ہو۔ بدیں طور کہ حافہ کے اوپر والے حصہ کو (جو اوپر ظہر لسان سے ملا ہوا ہے) اضراس کے اصل (بیخ وجڑ) کے ساتھ اور اس کے وسط کو وسط اضراس کے ساتھ اور نیچے حصہ کو (جو نیچے بطن لسان سے مجاور ہے) اطراف اضراس کے ساتھ ملا دیں۔ (نہ کہ اس مقام سے جس سے کہ غذا چبائی جاتی ہے) (ض کو ایسر سے ادا کرنا ایسر واسہل واکثر اور ایمن سے قلیل اور جانبین سے اقل واعز واصعب واعسر ہے۔ اور یہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خصائص سے ہے) جملہ کتب فن میں اسی طرح درج ہے۔ چنانچہ مقدمہ جزریہ۔ رعایہ۔ جہد المقل۔ النشر۔ حرز الامانی وغیرہ میں تفصیل موجود ہے۔ علامہ محقق ابن الجزریؒ فرماتے ہیں۔

والضاد من حافة اذ ولیا   الاضراس من ایسر او یمناها

حضرت شاہ ولی اللہ الشاطبی رقم طراز ہیں

وحافة اللسان فاقصاها لحرف تطولا   الی ما یلی الاضراس و هو لایهما

یعزو بالیمنی یکون مقللا۔ اور اس کا ماحصل یہ ہے کہ ض حافۂ لسان (کروٹ) اور اوپر کی ڈاڑھوں سے ادا ہوتا ہے۔ خواہ بائیں طرف سے نکالیں خواہ دائیں سے یا یکدم دونوں طرف سے۔ اول اسہل واکثر۔ والثانی قلیل ونادر وثالث اقل واندر ہے۔ (لهذا قال سیبویه انها تتکلف من الجانبین و هذا الحرف یصعب خروجه من الجانبین۔ (شرح شاطبیہ عربی) علی هذا القیاس ض کی صفات اجمالاً چھ ہیں۔ (۱) جہر (۲) رخاوت (۳) استعلاء (۴) اطباق (۵)

صمات (۶) استطالت۔

پس ض مجہورہ رخوہ مستعلیہ۔ مطبقہ۔ مستعلیہ (حافیہ) (ضرسیہ) ہوا۔ پس جہر کی وجہ سے بلند مع قلت نفس وہواء رخاوت کی وجہ سے نرم ولطیف ونازک مع جریان صوت۔ استعلاء کی وجہ سے مفخم۔ اطباق کی وجہ سے زیادہ مفخم اقویٰ واعلیٰ۔ اصمات کی وجہ سے بلا عجلت مع مضبوطی وجماؤ۔ استطالت کی وجہ سے طویل الصوت بتدریج ادا ہوگا۔

للضاد ستة بلا شقاق   جهر و رخو ثم بالاطباق

مستعليا و مصمت مستطلا الخ (اغاثة الملهوف فی مخارج الحروف لابراهیم بن سعدؒ) ض کو صحیح ادا کرنے کا طریقہ۔ اولاً حافہ کو اضراس سے دائیں یا بائیں جانب لگائیں پھر بقیہ حصہ زبان کو پھیلا کر صفت استعلاء واطباق ادا کرنے کے لیے تالو سے لگائیں۔ اس طرح کہ وسط تالو ڈھک جائے اور زبان کی نوک کو د۔ ظ کے مخرج پر لگنے سے بچائیں۔ پس جب قاعدہ کے موافق زبان لگ جائے تو اب آواز پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ آواز آہستہ آہستہ عن اول الحافه الی اخرها پورے مخرج میں پہنچ جائے اس کا بھی خیال رکھو کہ آواز سامنے سے نہ پیدا ہو۔ بلکہ کروٹ میں پیدا ہو۔ اور پورے مخرج سے نکلے۔ اس طرح پر کہ اگر جبڑوں کو سمیٹ کر ہاتھ منہ کے قریب داہنی جانب یا بائیں جانب جدھر سے نکالنا ہو۔ لگائیں تو آواز کے ساتھ ساتھ کچھ ہوا بھی ہاتھوں کو محسوس ہو۔ (کوئی یہ نہ سمجھے کہ جبڑوں کے سمیٹنے کو اس کے مخرج وادا میں دخل ہے۔ کیونکہ یہ تو صحت ادا معلوم کرنے کا طریقہ بیان کیا ہے۔ پس جب تک صوت مخرج سے نہ نکلے صرف زبان کا مخرج پر لگنا کارآمد نہیں) ض صحیحہ۔ فصیحہ۔ لطیفہ۔ متشابہ الصوت کون سا حرف ہے اس امر پر سب قراء ومجودین متفق ہیں۔ کہ اگر ض کو اس کے مخرج معلوم عند القراء (حافہ لسان مع اصول اضراس علیا) سے برعایت جمیع صفات مفخم ...... مستطیل نیز طرف لسان کے دخل کے بغیر ادا کیا جائے گا تو اس کی صوت واداء ماہر ومشاق وکامل قاری کی سماعت میں ظ منقوطہ کے ساتھ کافی متشابہ معلوم ہوگی۔ پس دونوں میں آواز جہوری۔ جاری۔ مفخم ہوگی۔ لیکن مخرج جدا جدا ہی رہے گا۔ اب تشابہ ض۔ ظ پر چند دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

(۱) قال فی التفسیر الکبیر۔ ان المشابهة بین الضاد والظاء شدیدة۔ و ان التمییز عسیر۔ (۲) و فی جهد المقل الضاد و الظاء والذال المعجمات الکل متشارکة فی الجهر والرخاوة و متشابهة فی السمع (۳) وایضا فیه و یشبه صوتها (ای الضاد) صوت الظاء المعجمة بالضرورة (۴) و فی شرح الشاطبیة ان هذه الثلاث متشابهة فی السمع (۵) فلذلک اشتد شبهة و عسر التمییز و احتاج القاری فی ذلک الی الریاضة لاتصال بین مخرجهما وفصحاء العرب یتلفظون بها بحیث یشبه صوتها صوت الظاء (شرح قصیده منه) (۶) اننا نجد اعراب الشام و ما حولها یطقون بالضاد

فیحسبها السامع ظاء لشدۃ قربها منها و شبهها بها- و هذا هو المحفوظ عن فصحاء العرب الاولی (تفسیر منار ج ا للشیخ محمد عبدہ مفتی مصر) (۷) علم تجوید کی جملہ کتب میں ہے- لو لا الاستطالۃ واختلاف المخرجین لکان الضاد عین الظاء-

(۸) شرح تنویر شامیہ- خانیہ- فتح القدیر- نہر فائق- خزانۃ المفتین- خلاصۃ الفتاوی وغیرہ کتب فقہ میں بھی اسی طرح درج ہے- تفصیل کا موقع نہیں (۹) فقہاء ض-ظ کے فرق کو فصل بمشقۃ سے تعبیر کرتے ہیں- یہ بھی قرینہ ہے اس بات پر کہ ان دونوں حرفوں میں شدید درجہ تشابہ صوتی پایا جاتا ہے- شرح تنویر ج ا ص ۴۲۹ میں ہے- الا ما یشق تمییزہ کالضاد والظاء فقال اکثرهم لم یفسدها -خانیہ ج ا ص ۱۳۰ میں ہے- وان ذکر حرفا مکان حرف و غیر المعنی فان امکن الفصل بین الحرفین بلا مشقۃ کالصاد مع الطاء فقرء الطالحات مکان الصالحات تفسد صلاته عند الکل و ان کان لا یمکن الفصل بینهما الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد- والصاد مع السین- والطاء مع التاء اختلف المشائخ فیه قال اکثرهم لا تفسد صلاته-

(۱۰) والضاد یشبه لفظها بلفظ الظاء لانها من حروف الاطباق و من الحروف المستعلیۃ و من الحروف المجهورۃ و لو لا اختلاف المخرجین و ما فی الضاد من الاستطالۃ لکان لفظهما واحدا و لم یختلفا فی السمع الخ کتاب الرعایہ لابی محمد المکیؒ باب الصاد ص ۳۵-۳۶ مطبوعہ محبوب المطابع دہلی)

(۱۱) بدانکہ فرق درمیان مخرج ضاد وظاء بسیار مشکل است (تفسیر عزیزی) (۱۲) و منها ای من انواع التجنیس و هو تشابه اللفظین فی اللفظ مع اختلافهما ذاتا- کقوله تعالی (وجوه یومئذ ناضرۃ الی ربها ناظرۃ) (تفسیر اتقان وکتب تفسیر) پس یہ صفت تجنیس اس صورت میں ممکن ہے جبکہ ض ظ متشابہ الصوت ہوں (۱۳) حروف اسنانیہ ولسانیہ میں سے جو حروف جہر و رخاوۃ میں شریک ہوتے ہیں- وہ متشابہ الصوت ہوتے ہیں- اس کلیہ کا وقوع ذ-ز-ض-ظ میں ہی ہے- پس تشابہ صوتی کا سبب اتحاد مخرج حقیقی یا حکمی (نوعی) ہی نہیں (اگر ایسا ہوتا تو ء-ہ اور ض-د-اور د-ت اور ث-ذ اور ز-س- میں بھی تشابہ پیدا ہوتا حالانکہ ان میں عدم تشابہ صوتی مسلم ہے) بلکہ اتحاد مخرجی حقیقی یا حکمی کے ساتھ ساتھ خاص صفت مفردہ یا بالحاق صفت دیگر خاص کا پایا جانا ضروری ہے- چنانچہ حروف اسنانیہ کے تشابہ کی تین (۱-شدیدہ مجہور مطبقہ ۲- مہموسہ رخوہ ۳- مجہور رخوہ) اور حروف لہویہ کے تشابہ ایک (باشتراک شدت) اور حروف حلقیہ کے تین (۱- مجہور شدیدہ ۲- مجہور رخوہ ۳- مہموسہ رخوہ) صورتیں بنتی ہیں- اسی بناء پر ضاد اور دال میں تشابہ صوتی نہیں ہے- کیونکہ یہ مجہور رخوہ کے سابقہ کلیہ میں مشترک نہیں بلکہ دال میں شدت ہے- اگرچہ دونوں بسبب نوع (اصل لسانی) کے

...ی متقارب ہیں اس لیے بعض قراء نے ض-د کو متقاربین فی المخرج تصور کر کے قد ضلوا وغیرہ میں ادغام کیا ہے- مگر دونوں کا عدم تشابہ مسلم ہے- وللتفصیل مقام آخر- یہ بھی مخفی نہ رہے کہ ض وظ کا تشابہ صفتی و کیفیتی ہے- نہ کہ مخرجی و ذاتی و ...ی بھی- کیونکہ مخرج تو دونوں کا متباین و متغائر ہے- پس یہ دونوں حروف مخرج (جو کہ بمنزلہ سبب و ماہیت و مقدار کے ...) کی وجہ سے ذاتا متغایر و متمائز و متباین الصوت ادا ہوں گے- مگر بوجہ اشتراک صفات ضروریہ متضادہ- جہر- رخاوت استعلاء- اطباق- اصمات کے ان دونوں میں تشابہ صوتی صفتی مسموع و محسوس ہوگا- اسی بناء پر قراء لکھتے ہیں کہ ض اور ظ میں تشابہ کے باوجود تمایز ذاتی و وجودی و تباین مخرجی لازم ہے-

نیز صفت استطالت کی وجہ سے بھی ان دونوں کی صوت میں قدر تغایر معلوم ہوگا کہ ض تو بتدریج مستطیل و طویل ادا ہوگا- (اسی لیے وہ قریب بر مانی ہے) اور ظ قصیر ادا ہوگی- (اسی لیے وہ قریب بآئی ہے) حاصل یہ کہ ض-ظ میں تشابہ صوتی اور تغایر ذاتی و وجودی ہے- ضاد کو دال مرققہ یا دال مفخمہ یا زاء معجمہ یا دال معجمہ منقوطہ یا عین ظاء معجمہ- یا ... طاء مہملہ یا لام مفخم یا ڈواد یا غین معجمہ یا عوادیا ڈال وغیرہ (جو کسی کو معلوم ہو بیان کرے) پڑھنا بالکل خلاف تجوید و مفسد صلوۃ ہے- بشرط تغیر المعنی تغیرا فاحشا یا بشرط اہمال کلمہ فساد صلوۃ ض کو عین ظاء وغیرہ عمدا اوعنادا پڑھنا باوجود قدرت علی مخرج کے موجب اثم و مفسد صلوۃ ہے- اگر باوجود ریاضت و مجاہدہ کے بارشاد ماہر استاذ صحیح ضاد ادا نہ ہو- تو وہ معذور ہو ... ان تعمد ذلک تفسد و ان جری علی لسانه او لا یعرف التمییز لا تفسد و هو المختار (رد المحتار معروف بشامی ج ا ص ۴۶۸) تفصیل کو دوسری فرصت پر چھوڑتا ہوں- والله یقول الحق و هو یهدی السبیل- والله اعلم بالصواب و عنده علم الکتاب

غیر المعذوب یا المعظوب- اسی طرح ولا الدالین عمدا یا بلا عمد کے مفسد صلوۃ ہے (فتاوی قاضی خان) اسی طرح کبهم فی تظلیل (منیۃ المصلی) ۱۲ منہ

فقط و انا العبد القاصر المفتقر الی رحمۃ الملک المقتدر محمد طاهر الرحیمی عفا الله عنہ ثمی خادم التجوید والقراءۃ والقران بمدرسۃ قاسم العلوم

دو رکعتوں کی تلاوت میں چھوٹی سورت سے فصل کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام مسجد جان بوجھ کر جہری نماز پڑھاتے وقت پہلی رکعت میں سورۃ ماعون اور دوسری رکعت میں ساتھ والی سورۃ کوثر چھوڑ کر اس سے اگلی سورۃ کافرون پڑھتا ہے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد جب اس کو کہا جاتا ہے کہ آپ بھول گئے تو وہ کہتا ہے کہ نہیں یہ جائز ہے- اور میں نے عمدا کیا ہے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کتاب وسنت کے مطابق جواب عنایت فرمائیں-

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں امام کا یہ فعل مکروہ ہے- کیونکہ امام پہلی رکعت میں جہاں سے قراءۃ کرتا ہے دوسری رکعت میں اس کے بعد والی سورۃ یا آیتیں پڑھے تو کم از کم وہ دو چھوٹی سورتوں کا یا اس کی مقدار کا فاصلہ دے کر پڑھے اگر وہ ایک بیچ میں چھوڑ کر قراۃ کرے تو یہ مکروہ ہے- درالمختار بھامش ردالمحتار ج ۱ ص ۴۰۴ پر ہے- و یکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ الخ- شامی میں متن کی اس عبارت کے تحت لکھتے ہیں- اما بسورۃ طویلۃ بحیث یلزم منہ اطالۃ الرکعۃ الثانیۃ اطالۃً کثیرۃ فلا یکرہ کما اذا کانت سورتان قصیرتان الخ نور الایضاح ص ۹۳-۹۲ پر ہے- یکرہ للمصلی سبعۃ و سبعون شیئا (الی ان قال فیہ) و فصلہ بسورۃ بین سورتین قرأھما فی رکعتین الخ عالمگیری ج ۱ ص ۸۴ پر ہے- و اذا جمع بین سورتین بینھما سورۃ او سورۃ واحدۃ فی رکعۃ واحدۃ یکرہ و اما فی رکعتین ان کا بینھما سور لا یکرہ و ان کان سورۃ واحدۃ قال بعضھم یکرہ و قال بعضھم ان کانت السورۃ طویلۃ لا یکرہ ھکذا فی المحیط کما اذا کان بینھما سورتان قصیرتان الخ- ان عبارات فقہیہ سے مذکورہ بالا حکم کراہت کا واضح ہے- اور امام کا اس کو جائز کہنا جہالت ہے- مسائل کی تحقیق کر کے جواز کا حکم لگائیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تحقیق مسئلہ فاتحہ خلف الامام؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فاتحہ خلف الامام از روئے شرع محمدی کیسے ہے- بمع دلائل صحیحہ بیان فرما دیں- بینوا و توجروا عند اللہ

﴿ج﴾

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرأۃ فاتحہ خلف الامام مکروہ ہے- امام کی قرأت ہی مقتدی کے لیے کافی ہوتی ہے- حدیث میں آتا ہے- من کان لہ امام فقرأۃ الامام لہ قرأۃ رواہ محمد بن الحسن فی الموطأ والطحاوی و اسنادہ صحیح قال محمد اخبرنی ابوحنیفۃ ناموسی بن ابی عائشۃ عن عبداللہ بن شداد عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نحوہ- امام ابوحنیفہؒ ائمہ اسلام میں سب سے بڑے امام خود اس کے راوی ہیں- موسیٰ بن ابی عائشہ اور عبداللہ بن شداد صحیحین کے رواۃ میں سے ہیں- اور حضرت جابرؓ صحابی ہیں- لہٰذا اس سند پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا- لہٰذا حدیث اس سند سے صحیح الاسناد ہے- بالخصوص جبکہ امام ابوحنیفہؒ کے متابع حضرت

...میں اور شریک دونوں ثقہ ہیں- نیز آیت و اذا قری القران فاستمعوا لہ و انصتوا لعلکم ترحمون- سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن پڑھتے وقت استماع اور انصات کا حکم ہے- استماع کا حکم جہری نمازوں میں نہیں- اور سری نمازوں میں صرف انصات مامور بہ ہے یہ آیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی ہے- قال ابن تیمیۃ و استفاض عن السلف انھا نزلت فی الصلوۃ و ذکر احمد بن حنبل انھا نزلت فی الصلوۃ المغنی لابن قدامہ ص ۵۶۳ مغنی بن قدامہ ص ۵۶۳ پر احمدؒ کا قول نقل کیا گیا ہے- و ذکر احمد ما سمعنا احدا من اھل الاسلام یقول ان الامام اذا جھر بالقران لا تجزیٔ صلوۃ من خلفہ اذا لم یقرأ- نیز مغنی ج ۱ ص ۶۰۲ میں ہے قال احمد ھذا النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ وتابعون وھذا مالک فی اھل الحجاز وھذا الثوری فی اھل العراق وھذا الاوزاعی بالشام و ھذا اللیث فی مصر ما قالوا الرجل صلی خلف الامام فقرأ امامہ و لم یقرأھو فصلوتہ باطلۃ -نیز حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ سے روایت ہے یقول من صلی رکعۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الاوراء الامام رواہ مالک فی موطأ و اسنادہ صحیح -اور صحیح مسلم میں عطاء بن یسار سے مروی ہے- انہ سأل زید بن ثابت عن القرأۃ مع الامام فقال لا قرأۃ مع الامام فی شی رواہ مسلم فی باب سجود التلاوۃ فی صحیحہ- حضرت ابن عباسؓ سے ابوجمرہ نے سوال کیا- اقرأ والامام بین یدی فقال لا- رواہ الطحاوی- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے- قال انصت للقرأۃ فان فی الصلوۃ شغلا و سیکفیک ذالک الامام رواہ الطحاوی- و اسنادہ صحیح- اور حضرت ابوالدرداءؓ سے مروی ہے- الامام اذا ام القوم الاقد کفاھم رواہ النسائی والطحاوی- نیز مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے- و اذا قرأ فانصتوا- جس کے متابع بھی موجود ہیں- حدیث لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب سے اگر فاتحہ کا وجوب معلوم ہوتا ہے اور اس لیے فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی اور قرأۃ امام کی قائم مقام قرأۃ مقتدی کی نہیں ہوتی- جیسا کہ مخالفین یعنی غیر مقلدین کا اصول ہے- تو ان پر لازم ہے کہ وہ قرأۃ فاتحہ کے ساتھ ضم سورۃ بھی کریں- اور امام کے پیچھے سورۃ بھی پڑھیں- اس لیے کہ حدیث میں جہاں فاتحہ کا وجوب مروی ہے وہاں ضم سورۃ بھی- ابوداؤد نے سنن میں نقل کیا ہے عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرہ ان یخرجھا فینادی لا صلوۃ الا بقرأۃ فاتحۃ الکتاب و ما زاد انتھی- نیز مسلم اور نسائی نے زہری کے طریق حدیث لاصلوۃ الخ میں فصاعداً کی زیادتی نقل کی ہے- سنن ابوداؤد میں ہے- امرنا ان نقرأ بفاتحۃ الکتاب و ما تیسر تو کیا وجہ ہے کہ مازاد علی الفاتحہ کے بغیر تو امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے- اور فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی- اگر امام کی قرأت کفایت کرتی ہے- تو فاتحہ و سورۃ دونوں میں کرتی ہے- فرق کی کوئی وجہ نہیں ہے- ترمذی کی روایت لا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب فانہ لا

صلوۃ لمن لم یقرأبھا - اگرچہ فاتحہ کے پڑھنے میں صریح ہے-لیکن یہ حدیث تین وجوہ سے معلول ہے-(۱) اس کا راوی مجہول ہے-جو مدلس ہے-اور یہاں وہ روایت عن عن سے کرتا ہے-مدلس کی روایت عن عن سے اتصال پر محمول نہیں ہوتی-جو محدثین کا متفقہ مسلک ہے-(۲) نیزاس کی سند میں اضطراب ہے-(۳) محمدؒ بن اسحاق اس کا راوی ہے اور محمد بن اسحاق اتنا قوی نہیں ہے کہ اس کے تفردات بھی قابل قبول ہوں-لہٰذا حدیث حسن نہیں-اور حدیث کی صحت کا دعویٰ تو خود ترمذی نے بھی نہیں کیا-صرف حسن کا دعویٰ کیا ہے-لیکن ان تین علل کی وجہ سے حسن بھی نہ رہی-بہرحال کوئی دلیل صریح اور صحیح آخر تک نہیں پائی گئی-جس سے فاتحہ کا پڑھنا خلف الامام ثابت ہوسکے-اور انصات کی حدیث اور آیت کی موجودگی میں پڑھنا کراھت سے خالی نہیں بالخصوص جہری نمازوں میں-واللہ تعالیٰ اعلم

نمازوں میں جہراور سر کی وجہ؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ پنج نمازوں میں سے صبح-مغرب اورعشاء میں بلند آواز سے قرأت پڑھی جاتی ہے اورظہر وعصر کی نماز میں بلند آواز سے قرأت کیوں بند کی گئی اس میں کیا فرق ہے-اگر بلند آواز سے پڑھی جائے تو کیا فرق ہے-

﴿ج﴾

مبسوط ج اص ۷ا پر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث نقل کی گئی ہے-و قال ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صلوۃ الظھر فظننا انہ قرأ الم تنزیل السجدۃ و قد کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الابتداء یجھر بالقران فی الصلوۃ کلھا وکان المشرکون یؤذونہ و یسبون من اَنزل و من اُنزل علیہ فانزل اللہ تعالی و لا تجھر بصلوتک ولا تخافت بھا وابتغ بین ذالک سبیلا فکان یخافت بعد ذالک فی صلوۃ الظھرو العصر لانھم کانوا مستعدین الاذی فی ھذین الوقتین و یجھر فی صلوۃ المغرب لانھم کانو مشغولین بالاکل وفی صلوۃ العشاء والفجر لانھم کانوا نیاما و لھذا جھرفی الجمعۃ والعیدین لانہ اقامھا بالمدینۃ وما کان الکفار بھا قوۃ الاذی-

روایت ھذا سے جہرو سر میں یہ حکمت معلوم ہورہی ہے کہ ابتداء اسلام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کے اندر جہر سے تمام نمازیں پڑھا کرتے تھے-مشرکین مکہ قرآن جب سنا کرتے تھے تو اس کے نازل کرنے والے یعنی اللہ تعالیٰ اور جس پر نازل کی گئی ہے-یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب وشتم کیا کرتے تھے-اللہ جل مجدہ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ

نمازیں بلند آواز سے پڑھاؤ اور نہ سر سے اور درمیان کی صورت کو تلاش کرلو-چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد ظہر وعصر میں سر کیا کرتے تھے کیونکہ ان دو وقتوں میں مشرکین اذیت دیا کرتے تھے اور مغرب کے وقت چونکہ وہ کھانے میں مشغول ہوتے تھے اور عشاء اور صبح کے وقت وہ سوئے ہوئے ہوتے تھے اس لیے اذیت نہیں دیا کرتے تھے-اس لیے یہ نمازیں بلند آواز سے ادا کرنے لگے اور جمعہ اور عیدین کی نمازیں چونکہ مدینہ منورہ میں شروع کی گئی ہیں-اور وہاں کافروں کی اذیت کا اندیشہ نہیں تھا اس لیے وہ نمازیں بلند آواز سے ادا کیں-اور اس کے بعد اگرچہ کافروں کی اذیت کا اندیشہ نہیں رہا تھا لیکن پھر بھی اسی طریقہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام امت نے بحال رکھا-نماز سری کو بلند آواز سے پڑھنا اور جہری کو سر کے ساتھ جب جماعت کے ساتھ ادا کیا جائے تو واجب کا ترک شمار ہوتا ہے-جس کی صورت میں سجدہ سہو واجب ہوتا ہے-واللہ تعالیٰ اعلم

نماز میں تلاوت سے قبل بسم اللہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں فرضی نماز ہو یا نفلی یا سنتیں ہوں-ان میں ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

ہر رکعت میں تلاوت سے قبل بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے

کیا کسی کے آمین بالجہر کہنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک غیر مقلد نے حضرات احناف کی مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے آمین بالجہر کہی تو ایک شخص نے جو کہ ساتھ کھڑا تھا' آمین سنتے ہی اپنی نماز کو توڑ کر اس کو زدوکوب کرنا شروع کیا اور کہہ رہا تھا کہ تو ہماری نماز فاسد کرتا ہے-اب آپ سے درخواست ہے کہ شریعت کی رو سے اس شخص کا نماز توڑ کر یہ کہنا کہ ہماری نماز فاسد ہوتی ہے-ٹھیک ہے یا نہیں اور نماز بھی فاسد ہوتی ہے-یا نہیں- بینوا بالدلیل توجروا عند الجلیل-

﴿ج﴾

اس شخص کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ہماری نماز فاسد کرتا ہے اور نہ اس کی نماز فاسد ہوتی ہے اور نہ اسے آمین بالجہر کہنے سے زدوکوب کرنا جائز ہے-واللہ تعالیٰ اعلم-

محمود عفا اللہ عنہ

۲۰ ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ

ثنا اور تسمیہ کونسی رکعت میں پڑھنا بہتر ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ سنن غیر مؤکدہ اربع کی تیسری رکعت کی ابتداء میں ثناء پڑھنی چاہیے یا نہیں۔ مع حوالہ کتب معتبرہ تحریر فرماویں۔

(۲) نیز عرض بخدمت اینکہ (تسمیہ) یعنی بسم اللہ الخ ہر رکعت میں پڑھنی چاہیے یا صرف پہلی رکعت میں ہی پڑھنی چاہیے اور باقی رکعات میں نہیں پڑھنی چاہیے؟ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

(۱) تیسری رکعت کی ابتداء میں ثناء پڑھنی چاہیے۔ کذا فی الشامیہ۔

(۲) ہر رکعت کے ابتداء میں پڑھنی چاہیے **كما ذكر فی المحيط المختار قول محمد وهوان يسمی فی الفاتحة وقبل كل سورة فی كل ركعة** (ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ ص ۳۶۲ ج ۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد ...

۱۳ رجب ۹۵ھ

نمازِ معکوس کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ نماز معکوس کا ثبوت شرعاً ہے یا کتب معتبرہ یا غیر معتبرہ میں ذکر آیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھی ہے۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر مبارک نیچے کیا ہو اور پاؤں مبارک اوپر کیے ہوں۔ کیا ایسی نماز ثابت ہے۔ اور کس موقع پر پڑھی ہے۔ یا کسی امام و بزرگ نے یہ نماز اختراع کی غرض سے پڑھی ہو (۲) مشہور طور پر واعظین اپنی رنگین تقریروں میں نہایت جوش وخروش کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر حضرت ام المومنین صدیقہ بنت صدیق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں تو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (من انت) بی بی صاحبہ نے جواب میں عرض کیا۔ کہ عائشہ۔ تو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ **من عائشہ** ای **عائشة** ۔ کیا یہ روایت صحیح ہے۔ (۳) جن روایت سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہونا ثابت ہے۔ ان کے بیان کی مختصر تعدادی فہرست حسب اختلاف اسنادیا الفاظ یا کتب عنایت فرمائیں۔

﴿ج﴾

... ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت نہیں ہے۔ شاہ ولی اللہؒ نے القول الجمیل میں اسے اشغال چشتیہ ... ہے۔ اور یہ فرمایا ہے کہ سنت سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ اس کو صلوٰۃ مجازاً کہہ دیتے ہیں۔ اصل میں ایک مجاہدہ ... ایک معالجہ ہے۔ اور معالجہ کے لیے منقول و ماثور ہونا ضروری نہیں۔ ہاں منہی عنہ نہ ہونا چاہیے۔ لیکن اس ... کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اس لیے مشائخ نے اس کو ترک فرمایا ہے۔

... روایات کا ثبوت بعض مقامات میں ملتا ہے۔ ممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خاص وقت میں ... میں یہ فرمایا ہو۔

عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ قال قلت یا رسول اللہ بابی انت و امی اخبرنی عن اول ... خلقه الله قبل الاشياء قال يا جابر ان الله تعالى قد خلق قبل الاشياء نور نبيك (الحديث) ... ج ۱ ص ۴۶ ۔ نیز مسلم شریف میں ایک لمبی دعا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لیے دعا کی ہے **واجعلني نورا** **قد جائكم من الله نور و كتاب مبين** میں اکثر مفسرین نے نور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مراد ... ہیں۔ ان روایات سے یہ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نور کا اطلاق صحیح ہے اگرچہ یہ بات قطعی ہے کہ آپ جنس ... تھے۔

مقتدی کے لیے تلاوت کی ممانعت؟

﴿س﴾

... فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل۔

(۱) نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنے کی حدیث تحریر فرمائیں۔

(۲) نماز میں آمین آہستہ پڑھنے کا حکم بحوالہ حدیث شریف

(۳) امام کے پیچھے مقتدی کے الحمد نہ پڑھنے کا حکم۔

(۴) فجر کی نماز کی سنتیں بعد نماز فرض کے طلوع آفتاب سے قبل نہ پڑھنے کا حکم۔

(۵) نماز وتر پڑھنے کا مسنون طریقہ تحریر فرمائیں۔

﴿ج﴾

عن علقمه بن وائل بن حجر عن ابيه قال رأيت النبی صلی اللہ علیہ وسلم يضع يمينه علی

شمالہ فی الصلوۃ تحت السرۃ- رواہ ابن ابی شیبۃ و اسنادہ صحیح-

(۲) روی احمد و ابویعلی و الطحاوی والدارقطنی والحاکم فی المستدرک من حدیث ... عن سلمۃ بن کھیل عن حجر ابن العنبس عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ انہ صلی مع رسول ... صلی اللہ علیہ وسلم فلما بلغ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین قال آمین و اخفی بہ صوتہ- اھ

۳- عن عطاء بن یسار انہ سأل زید بن ثابت رضی اللہ عنہ عن القرأۃ مع الامام فقال لا قراءۃ مع الامام فی شی ء رواہ مسلم فی باب سجود التلاوۃ-

۴- عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوۃ بعد العصر حتی تغرب الشمس و لا صلوۃ بعد صلوۃ الفجر حتی تطلع الشمس رواہ الشیخان-

۵- عن ابی سلمۃ بن عبدالرحمان انہ سال عائشۃ رضی اللہ عنہا کیف کانت صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان فقالت ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان و لا فی غیرہ احدی عشرۃ رکعۃ یصلی اربعًا فلا تسئل عن حسنھن و طولھن ثم یصلی اربعا فلا تسال عن حسنھن و طولھن ثم یصلی ثلاثا قالت عائشۃ فقلت یا رسول اللہ اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشۃ ان عینی تنامان و لا ینام قلبی رواہ البخاری- فقط واللہ تعالی اعلم۔

''سبحان ربی العظیم'' کی جگہ ''سبحان ربی الکریم'' پڑھنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے علماء دین دریں مسئلہ کہ رکوع میں سبحان ربی العظیم کی جگہ عمداً سبحان ربی الکریم پڑھتا ہے اور تاویل یہ کرتا ہے کہ عظیم میں ثقل ہے اور غلطی کا احتمال ہے- بخلاف کریم کے- حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے اس نام کو اس لیے پسند کرتا ہے کہ اس کے شیخ کے نام کا مضاف الیہ کریم ہے- جواب باحوالہ مرحمت فرمائیں- بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم- واضح رہے کہ تسبیح رکوع میں مسنون تو سبحان ربی العظیم کی تسبیح ہے ہاں اگر کوئی شخص ظاء کو صحیح طور پر ادا نہ کر سکے بلکہ اس سے زاء ادا ہوتی ہے- یعنی العظیم کی جگہ العزیم پڑھا جاتا ہے- تب ایسا شخص سبحان ربی العظیم کی جگہ سبحان ربی الکریم پڑھے- تاکہ فساد صلوۃ سے بچ جائے- العزیم پڑھنے میں فساد نماز کا اندیشہ ہے- کما قال فی الشامیۃ ج

ص ۳۲۵- (تنبیہ) السنۃ فی تسبیح الرکوع سبحان ربی العظیم الا ان کان لا یحسن الظاء فیبدل بہ الکریم لئلا یجری علی لسانہ العزیم فتفسد بہ الصلوۃ کذا فی شرح درر البحار فلیحفظ فان العامۃ عنہ غافلون حیث یأتون بدل الظاء بزاء مفخمۃ .

صورت مسئولہ میں امام مذکور اگر عمداً باوجود قدرت کے العظیم کو صحیح طور پر پڑھنے کے الکریم پڑھتا ہے تو یہ تارک سنت ہے- نیز اپنے شیخ کے نام کے مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے الکریم کو العظیم پر ترجیح دینے کی وجہ سے (جبکہ دونوں اسماء حسنیٰ میں سے ہیں) اسماء حسنیٰ میں سے بعض کو بعض پر تفضیل کی قباحت لازم آتی ہے- جس سے احتراز ضروری ہے- ایسی صورت میں بوجہ مداومت علی ترک السنۃ نیز بوجہ ارتکاب قباحت تفضیل مذکور۔ امامت کراہت سے خالی نہ ہوگی- جب تک کہ وہ اس امر کو ترک نہ کر دے۔ اور اگر عمداً نہیں پڑھتا ہے بلکہ صحیح ادا نہیں کر سکتا تب یہ الثغ کے حکم میں ہے- الثغ کی امامت ناجائز ہے- علی الاصح یا مکروہ ہے علی قول کما قال فی الشامی ج ۱ ص ۴۳۰

امامۃ الالثغ للمغایر — تجوز عند البعض من اکابر
و قد اباہ اکثر الاصحاب — لما لغیرہ من الصواب

اگر ظا کو صحیح پڑھ سکتا ہے- لیکن غلط پڑھنے کے اندیشہ سے الکریم پڑھتا ہے- تب اس کی امامت درست ہوگی اگرچہ ایسا کرنا ... ضرور ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فاتحہ خلف الامام کی حدیث کا مقام

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اہل سنت والجماعت مندرجہ ذیل سوال کے متعلق:

(۱) من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ یا (۲) من کان لہ امام فقرأۃ الامام قراۃ لہ- والی حدیث شریف اصول حدیث شریف واصول فقہ حنفی واصول عقیدہ علماء اہل سنت والجماعت کی رو سے مرفوع متصل مسند ہے یا ضعیف ہے-

(ب) کیا وہ احادیث شریف جن کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدیوں کو امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ سری اور جہری نمازوں میں پڑھنے سے منع فرمایا وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری قول اور فعل ہیں- اور وہ احادیث شریف جن کی رو سے امام کے پیچھے سری اور جہری نمازوں میں سورۃ فاتحہ مقتدیوں کو آہستہ پڑھنے کا حکم دیا ہے وہ منع کرنے والی احادیث شریف سے پہلے کی ہیں- بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) حدیث مذکور مرفوع متصل صحیح ہے۔ قال العلامۃ النیموی فی آثار السنن مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ص ۸۸ و عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان له امام فقرأة الامام قرأة له رواه الحافظ احمد بن منیع فی مسنده و محمد بن الحسن فی الموطأ والطحاوی والدارقطنی واسناده صحیح والتفصیل فی تعلیقه۔

(۲) حضرت اقدس علامہ رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے الکوکب الدری علی الجامع الترمذی ج ا ص ... پر ذکر فرمایا ہے کہ جن احادیث سے قرأت فاتحہ کی ضرورت ثابت ہو وہ امام اور منفرد کے بارے میں ہیں۔ مقتدی کے بارے میں نہیں ہیں۔ کیونکہ بعض صحیح روایات میں سورت کی زیادتی بھی ہے۔ حالانکہ مقتدی کسی کے نزدیک بھی سوائے فاتحہ کے سورت مضمومہ کی قرأت نہیں کرتا ہے۔ و هذه عبارته و کان الذی قاله النبی صلی اللہ علیہ وسلم من انه لا صلوة لمن لم یقرأ بام القران و کذالک لا صلوة الا بفاتحة الکتاب مصداقه المنفرد والامام لا المقتدی لما ورد فی الروایة الصحیحة من زیادة لفظه و فی روایة و زیادة الی غیر ذالک الخ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب الجمعہ

بارہ سو کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں ۱۲۰۰ نفوس پر مشتمل شہر سے ۱۳ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس میں تین مسجدیں ہیں۔ دو آٹا پیسنے کی مشینیں ہیں۔ جن میں روئی صاف کرنے دھننے اور لکڑی چیرنے دھان نکالنے اور صاف کرنے کا بھی انتظام ہے۔ دوکانوں کی تعداد ۱۳ تک ہے۔ ایک پرائمری سکول پختہ تعمیر شدہ اور ایک دینی مدرسہ بھی ہے۔ جس میں حفظ و ناظرہ تجوید کا مکمل انتظام ہے۔ اور ابتدائی عربی کتب کا بھی انتظام ہے گاؤں کے اردگرد تقریباً ۲۰ بستیاں اڑھائی میل کے اندر اندر ہیں جن کی بعض ضروریات مثلاً سودا خریدنا آٹا پسوانا روئی صاف کروانا لکڑی چرانا وغیرہ اس گاؤں سے پوری ہوتی ہیں۔ یہ بستی ان تمام بستیوں سے بڑی بھی ہے۔ اردگرد کے بچے سکول مدرسہ میں تعلیم کے لیے بھی آتے ہیں۔ اس میں ایک بی ڈی ممبر اور دو نمبردار ہیں۔ تین عالم سند یافتہ بھی موجود ہیں۔ اس گاؤں کی ایک بڑے محلے والی مسجد میں نماز جمعہ پڑھی جاتی ہے۔

لہذا براہ کرم مدلل تحریر فرما دیں۔ کہ اس گاؤں میں جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور جاری شدہ جمعہ کو بند کرنے کا کیا حکم ہے۔ اور جو پڑھے جا چکے ہیں ان کی قضا لازم ہے یا نہیں۔ نیز شامی نے جمعہ کی اجازت میں گاؤں کا تذکرہ کیا ہے اس کی کیا تعریف ہے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ معلوم ہے کہ باتفاق جمیع علماء احناف جمعہ کی فرضیت اور اس کی صحت کے لیے مصر (شہر) ہونا شرط ہے۔ عام دیہاتوں اور بستیوں میں نماز جمعہ پڑھنی جائز نہیں۔ بلکہ ظہر چار رکعتیں فرض اور ضروری ہے۔ مصر کی تعریف میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں وہ بڑی آبادی کہ جس میں بازار اور گلیاں ہوں اور اس میں ایک ایسا حاکم موجود ہو جو اپنی قوت سلطنت اور علم و فہم کے ذریعہ مقدمات کے فیصلے کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔ بعض کا قول ہے۔ وہ آبادی کہ جس میں والی اور قاضی ہو۔ جو حدود اور احکام شرعیہ کو جاری کرتا ہو۔ بعض فرماتے ہیں۔ اتنی بڑی آبادی کہ اس کے سب عاقل بالغ مرد اگر جمع ہو جائیں تو بڑی مسجد کے اندر اور باہر نہ آ سکیں۔ ایک اور روایت امام ابو یوسف سے ہے کہ وہ آبادی کہ جس میں دس ہزار آدمی بستے ہیں۔ وہ شہر ہے اسی طرح دیگر اقوال بھی ہیں۔ اور یہ تعریفیں امارات و علامات ہیں۔ اور سب کا مآل

تقریباً ایک ہی ہے وہ یہ کہ ایسی آبادی ہو کہ بڑے شہروں کو شمار کرتے وقت اسے بھی عرفاً اس میں شمار کیا جائے۔

کما قال فی البحر ج ۲ ص ۱۴۰ تحت قول الکنز شرط ادائها المصر و هو کل موضع له امیر و قاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود او مصلاه (قال) و فی حدالمصر اقوال کثیرة اختاروا منها قولین احدهما ما فی المختصر ثانیهما ما عزوه لابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها و ال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمه و علمه او علم غیره والناس یرحعون الیه فی الحوادث۔الخ

و قال فی الهدایة لا تصح الحمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر و لا تجوز فی القری لقوله علیه السلام لا حمعة و لا تشریق و لا فطر و لا اضحی الا فی مصر جامع والمصر الجامع کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود و هذا عند ابی یوسفؒ و عنه انهم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجد هم لم یسعهم والاول اختیار الکرخی و هو الظاهر والثانی اختیار الثلجی و فی العنایه شرح الهدایة علی هامش فتح القدیر المصری ج ۱ ص ۴۱۰ و عن ابی یوسف روایة اخری غیر ه تین الروایتین و هو کل موضع یسکنه عشرة الاف نفرفکان عنه ثلاث روایات۔

بنابریں جس بستی کے بارے میں سوال میں پوچھا گیا ہے۔اور جس کے کچھ حالات سوال میں درج ہیں۔مصر کی تمام تعریفوں کو مدنظر رکھتے ہوئے۔یہ بستی مصر (شہر) شرعاً نہیں ہے۔لہذا اس بستی میں جمعہ جائز نہیں۔اس بستی میں جب جمعہ جائز نہیں تو وہاں جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور جاری شدہ جمعہ کا بند کرنا واجب ہے۔صلوة العید فی القری تکرہ تحریما (درمختار ج ۱ ص ۶۴۰' ۶۱۱) و مثله الحمعة ردالمحتار ج ۱ ص ۲۱۱)۔۔ایسی بستی میں جہاں کوئی تعریف مصر کی صادق نہ آتی ہو۔امام صاحب کے نزدیک جمعہ پڑھنا مسقط ظہر نہیں۔اس لیے جو نمازیں پڑھ چکے ہیں ان کی قضاء لازم ہے۔فی ردالمحتار ج ۱ ص ۵۹۰ و لو صلوا فی القری لز مهم اداء الظهر – هذا مذهب ابی حیفة۔

۔۔۔۔علامہ شامی نے جمعہ کی اجازت میں گاؤں کا تذکرہ کیا ہے۔اس سے مراد قریہ کبیرہ ہے۔عبارت اس کی یہ ہے و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق – الخ" الی ان قال' و فیما ذکرنا اشارة الی انها لا تحوز فی الصغیرة (شامی ج ۱ ص ۵۸۹)۔ان عبارات سے ظاہر ہے کہ جمعہ قصبات اور بڑے قریہ میں ادا ہوتا ہے۔جن میں بازار ہوں۔اور چھوٹے قریہ میں ادا نہیں ہوتا۔واللہ تعالیٰ اعلم

ایک مسجد میں جمعہ کی سنتیں پڑھ کر دوسری میں فرض ادا کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مسجد میں ساڑھے بارہ بجے اذان ہوتی ہے۔اور ایک بجے نماز جمعہ شروع ہوتی ہے۔اور دوسری مسجد میں پون بجے نماز جمعہ ہے لوگ پہلی مسجد میں آ کر وضوء کرتے ہیں۔سنت پڑھتے ہیں اذان بھی سنتے ہیں۔اور جمعہ پڑھنے کے لیے دوسری مسجد میں جہاں پونے ایک بجے نماز جمعہ ہوتا ہے چلے جاتے ہیں۔دوسری مسجد میں نماز جمعہ پڑھ کر واپس پہلی مسجد میں آ جاتے ہیں۔اور بقیہ سنتیں اس پہلی مسجد میں پڑھ کر گھروں کو چلے جاتے ہیں۔کیا ان لوگوں کا یہ طرز عمل ازروئے شریعت جائز ہے یا نہ؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔واضح رہے کہ اذان کے وقت جو لوگ مسجد میں موجود ہوں یا اذان ہو جانے کے بعد مسجد میں داخل ہوں۔ان کے لیے نماز ادا کرنے سے پہلے بلاضرورت شدیدہ کے مسجد سے نکلنا مکروہ تحریمی ہے۔لما فی الحدیث (۱) عن ابی هریرة رضی الله عنه قال امرنا رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا کنتم فی المسجد فنودی بالصلوة فلا یخرج احدکم حتی یصلی۔(رواہ احمد)

(۲) و عن ابی الشعثاء رضی الله عنه قال خرج رجل من المسجد بعد ما اذن فیه فقال ابوهریرة اما هذا فقد عصی اباالقاسم صلی الله علیه وسلم (رواه مسلم) و عن عثمانؓ بن عفان قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من ادرک الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجة و هو لا یرید الرجعة فهو منافق (رواه ابن ماجه) مشکوة ج ۱ ص ۹۷"

و فی الدرالمختار علی هامش ردالمحتار باب ادراک الفریضة ص ۵۲۸ (و کره) تحریما للنهی (خروج من لم یصل من مسجد اذن فیه) (الالمن ینتظم به امر جماعة اخری) والا (لمن صلی الظهر و العشاء) وحده مرة فلا یکره خروحه بل ترکه للجماعة الاعندالشروع فی الاقامة فیکره لمخالفة الجماعة بلا عذر' و فی الکنز ص ۳۲ و کره خروجه من مسجد اذن فیه حتی یصلی و ان صلی لا۔ الا فی الظهر والعشاء ان شرع فی الاقامة الخ– و فی فتح المعین' و کره خروجه الخ– تحریما لقوله علیه السلام لا یخرج من المسجد بعد النداء الامنافق او رجل یخرج لحاجة یرید الرجوع و قوله اذن فیه ای علی الغالب والمراد دخول الوقت اذن فیه اولا و لا فرق بین ما اذن و هو فیه او

دخل بعد الاذان' و قالوا اذا کان ینتظم به امر جماعة بان کان مؤذنا او اماما فی مسجد اخر تتفرق الجماعة لغیبته یخرج بعد النداء لانه ترک صورة تکمیل معنی) و فی النهایة- اذاخرج یصلی فی مسجد حیة مع الحماعة فلا بأس به مطلقًا من غیر قید بالامام والمؤذن فلا یخفی ما فیه اذخروجه مکروه تحریما والصلوة فی مسجد حیة مندوبة فلا یرتکب المکروه لاجل المندوب بخلاف الخروج لحاجة اذا کان علی عزم العود لانه مستثنی بنص الحدیث الخ"

ان احادیث اور فقہی جزئیات سے واضح ہوا کہ صورت مسئولہ میں ان لوگوں کے لیے پہلی مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں جانا مکروہ تحریمی ہے-(البتہ اگر ان لوگوں میں کوئی دوسری مسجد کا مؤذن یا امام ہو جو وہاں جا کر جمعہ قائم کرتا ہو- کے لیے نکلنا جائز ہے) لہٰذا یہ لوگ پہلی ہی مسجد میں نماز جمعہ ادا کریں کہ اس مسجد کا ان پر حق ہے اور ثواب بھی اس میں زیادہ ہے- افضل المساجد مکة ثم المدینة ثم القدس ثم قبا ثم الاعظم ثم الاقرب-(الدر المختار علی ھامش رد المحتار) ج ا ص ۴۸۷ واللہ تعالیٰ اعلم-

پانچ سو افراد کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک قریہ ہے جس کی آبادی تقریباً ۵۰۰ ہے- اور اس قریہ میں صرف دو تین دکانیں ہیں- وہ بھی کسی وقت کھلی ہوتی ہیں اور کسی وقت بند رہتی ہیں- اور اس قریہ میں دو مسجدیں ہیں ایک مسجد ایک ہے جس میں بالکل کوئی نماز بھی نہیں پڑھتا بالکل غیر آباد ہے اور بستی کے کنارے پر واقع ہے- دوسری میں سوائے جمعہ کے کوئی جماعت اذان وغیرہ نہیں ہوتی- ایسی بستی میں جمعہ کا پڑھنا درست ہے یا نہیں- بینوا توجروا-

﴿ج﴾

حنفیہ کے مذہب کے بارے میں یہ ہے کہ شہر اور قصبہ اور بڑے قریہ میں جس میں تین چار ہزار آدمی آباد ہوں اور ضروری اشیاء کی دوکانیں ہوں- اور شہروں کو شمار کرتے وقت اسے بھی عرفاً ان میں شمار کیا جائے- تو وہاں جمعہ واجب ہے- اور ادا ہوتا ہے- البتہ چھوٹے قریہ میں جمعہ صحیح نہیں ہوتا اس میں جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی لکھا ہے- رد المحتار معروف بہ شامی باب الجمعہ ج ا ص ۵۸۹ میں ہے- و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انها لا تجوز فی الصغیرة الخ- و فی الدر المختار علی هامش ردالمحتار صلوة العید فی القری تکره تحریما و فی الشامیة و مثله الجمعة-

ظاہر ہے کہ قریہ مذکورہ فی السوال جس کی آبادی تقریباً پانچ سو ہے- قریہ صغیرہ ہے- اس پر قصبہ یا قریہ کبیرہ- جس کو فقہاء نے بحکم قصبہ لکھا ہے اور شہر کی تعریف صادق نہیں آتی- لہٰذا وہاں ظہر باجماعت ادا کرے ترک ظہر وہاں حرام اور معصیت ہے- اور جمعہ پڑھنا مسقط ظہر نہیں- ولو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر (رد المحتار ج ا ص ۵۹۰) واللہ تعالیٰ اعلم-

جمعہ کا وقتِ اختتام

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جمعہ کی نماز آخری گرمی کے موسم میں کس وقت تک جائز ہے یعنی کتنے بجے تک جائز ہے-(۲) اور سردی کے موسم میں آخری وقت جمعہ کی نماز کس وقت تک جائز ہے یعنی کتنے بجے تک جائز ہے-

﴿ج﴾

جمعہ کا وقت مثل ظہر کے ہے- زوال آفتاب کے بعد شروع ہوتا ہے اور ایک مثل یا دو مثل تک علی اختلاف القولین باقی رہتا ہے- لیکن جمعہ میں تعجیل یعنی جلدی پڑھنا مستحب اور بہتر ہے- باقی مختلف موسموں میں آخری اوقات مختلف ہوتے ہیں اس لیے گھنٹوں کے حساب سے آخری وقت ایک نہیں ہوتا- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پانچ سو افراد کی آباد میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے گاؤں کی آبادی پانچ سو کے قریب ہے اور دو سو گھر آباد ہیں ہمارے گاؤں کے اردگرد چھ چھوٹی بستیاں ہیں- ہمارے گاؤں میں چار دوکانیں ہیں- ہمارے گاؤں میں ہر چیز میسر آ سکتی ہے- جولاہے لوہار سب ہمارے گاؤں میں موجود ہیں- ہمارے گاؤں میں ایک پرائمری سکول اور ایک بہت بڑی مسجد ہے- جس میں ہر روز درس ہوتا ہے- سینکڑوں طلبہ وہاں سے دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں- شہر ہمارے گاؤں سے بہت دور (تین میل کے فاصلے پر ہے) کافی لوگ شہر پہنچتے پہنچتے ہی عید یا جمعہ پڑھنے سے رہ جاتے ہیں- اور فاصلہ شہر سے زیادہ ہونے کی وجہ سے کافی لوگ نماز پڑھ نہیں سکتے اور خاص کر بوڑھے اس تکلیف سے دوچار ہیں- آپ بتائیں کہ ہمارے گاؤں میں ہی عید اور جمعہ ادا ہو سکتا ہے یا نہیں؟ آپ یہ مسئلہ بتا کر شکریہ کا موقع بخشیں اور ہمیں روز کے جھگڑوں سے نجات دلائیں-

﴿ج﴾

فقہ کی معتبر کتابوں مثل ہدایہ وشرح وقایہ ودرمختار شامی سے ثابت ہے کہ ادائے جمعہ اور وجوب جمعہ کے لیے مصر شرط ہے۔ شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی حکم میں شہر اور مصر کے ہیں۔ اور شامی میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ چھوٹے گاؤں میں جمعہ درست نہیں ہے اور اس میں کراہت تحریمہ ہے۔ سوال میں جس گاؤں کا ذکر ہے اور اس کے کچھ حالات بھی درج کیے ہیں۔ یہ قریہ کبیرہ نہیں۔ اس گاؤں میں نماز جمعہ وعیدین جائز نہیں یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں۔ نیز جمعہ یا عید کے لیے شہر میں جانا بھی ان لوگوں پر ضروری نہیں۔ اس لیے کہ ان کے ذمہ جمعہ واجب نہیں۔ الحاصل اس گاؤں میں نماز جمعہ یا عیدین جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قصبہ سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر واقع گاؤں میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں ہے اس میں دو مسجدیں ہیں ایک کے قریب چھوٹا مدرسہ ہے جس میں دس پندرہ باہر کے طالب علم بھی رہتے ہیں۔ اس مسجد میں دس مہینے پانچ وقت نماز باجماعت ہوتی ہے۔ باقی دو مہینے مدرسہ کو چھٹی ہوتی ہے تو وہاں جماعت کا انتظام نہیں ہوتا۔ باقی دو مہینے دوسری مسجد میں پنج وقت نماز باجماعت ہوتی ہے۔ یہ دونوں مسجدیں ایک جماعت کے حکم میں ہیں۔ یا الگ الگ جماعتیں ہیں۔

(۲) اور ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ایک اور بڑا قصبہ ہے اس میں پہلے نماز جمعہ پڑھی جاتی ہے۔ اس قصبہ میں ۵-۸ دکانیں بھی ہیں۔ یعنی بازار ہے۔ جس میں ریڈیو بھی بہت ہیں۔ اور دوسری لغویات اور شکوہ شکایت غیبت بھی بہت ہیں۔ اس قصبہ میں جب آدمی جمعہ کی نماز پڑھنے جاتے ہیں تو بازار میں سے جانا پڑتا ہے۔ اور سستی اور غفلت کی وجہ سے سارا دن ادھر ہی خراب کر دیتے ہیں۔ شکوہ شکایت میں شرکت ہوتی ہے۔ دنیاوی کاروبار بھی خراب ہوتا ہے۔ اور سارا دن فضول جاتا ہے۔ اور وہاں زیادہ آنے جانے سے ناسازیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور چند آدمی سستی اور دور فاصلے کی وجہ سے نماز جمعہ سے محروم ہو جاتے ہیں۔ بعض آدمی ایسے بھی ہیں کہ ناسازی کی وجہ سے ادھر نہیں جاتے تو جمعہ نہیں پڑھتے۔ ان تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر ہماری صحیح رہنمائی فرما دیں کہ مذکورہ پہلے گاؤں میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں جب جائز ہے تو دونوں مسجدوں میں سے کس میں پڑھی جائے۔ جس مسجد میں دو مہینے نماز باجماعت پڑھی جاتی ہے۔ اس میں پانی وغیرہ کا انتظام بھی اچھا ہے۔ اور دوسری مسجد سے بڑی بھی ہے۔ آدمی اس میں آسانی سے آ جاتے ہیں۔ باعتبار دوسری مسجد کے باقی سوال یہ ہے کہ نماز باجماعت باقاعدہ پابندی سے نہیں ہوتی۔ دو نمازوں میں ناغا کبھی کبھی پڑ جاتا ہے ایک ظہر اور دوسری عصر کی نمازیں۔ جواب سے مطلع فرمائیں۔

﴿ج﴾

وجوب جمعہ کے لیے شہر یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے۔ کذا فی جمیع الکتب الفقہ چھوٹے گاؤں میں نماز جمعہ جائز نہیں۔ چھوٹے دیہات میں نماز جمعہ پڑھنے سے نماز ظہر ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی لہٰذا یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں۔ جمعہ جائز نہیں اور جبکہ گاؤں والوں پر نماز جمعہ واجب نہیں تو نماز جمعہ کے لیے دوسری جگہ جانا ان پر ضروری نہیں۔ اور نماز جمعہ کے لیے قصبہ نہ جانے کی وجہ سے ان پر شرعاً کوئی ملامت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایسی آبادی میں جمعہ کا حکم جس میں بازار وغیرہ نہ ہو؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسائل میں جمعہ کے بارہ میں بمطابق مسلک امام ابوحنیفہؒ

(۱) ایسے دیہات میں جس کی آبادی تقریباً ۲ یا ۳ سو افراد پر مشتمل ہو اور وہاں کوئی بازار ضروریات کے پورا کرنے کا اور کوئی عدالت فیصلہ دینے والی نہ ہو۔ نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں۔

(۲) ایسے مقام پر اگر جمعہ پڑھ لیا جائے تو ہو گا یا نہیں؟ اور نماز ظہر ساقط ہو جائے گی یا نہیں؟

(۳) علاقہ سندھ کے اکثر گاؤں دیہات میں جمعہ اس نظریہ کے تحت پڑھایا جاتا ہے کہ اس کے بغیر لوگ نماز نہیں پڑھتے۔ تو بوجہ جمعہ کم از کم ہفتہ میں ایک نماز تو پڑھ لیں گے۔ یا اس کی وجہ سے دوسری نمازوں کا شوق پیدا ہو گا کیا یہ جائز ہے۔

(۴) ایک گاؤں میں جس کی کل آبادی تقریباً ۳-۲ سو افراد کی ہو گی جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے وہاں زید نے جمعہ ان کے رائج کردہ دستور کے مطابق پڑھایا۔ مگر یہ سمجھتے ہوئے کہ فقہ حنفی کے مطابق جمعہ جائز نہیں بعد میں اپنی نماز ظہر ادا کر لی۔ اور اعلان کیا کہ یہاں جمعہ نہیں ہوتا میں نے اپنی ظہر پڑھ لی ہے تم لوگ اس رواج کو ختم کرو اس پر مقامی پیش امام نے کہا کہ نماز جمعہ قرآن کی رو سے ہوتا ہے۔ مگر چونکہ زید کا جمعہ نہیں ہوا تو پیچھے والوں کا بھی نہیں ہوا۔ لہٰذا یہ جمعہ دوبارہ قضاء کر کے پڑھا گیا۔ یہ درست ہے اور اس نماز جمعہ کے لوٹانے کی ضرورت ہے جبکہ دیہات میں سرے سے جمعہ جائز ہی نہ ہو۔ براہ کرم جواب مفصل ومدلل عنایت فرما دیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ معلوم رہے کہ باتفاق جمیع علماء احناف جمعہ کی فرضیت اور اس کی صحت کے لیے مصر (شہر) ہونا شرط ہے۔ عام دیہاتوں اور بستیوں میں نماز جمعہ پڑھنی جائز نہیں ہے۔ بلکہ ظہر چار رکعتیں ادا کرنی فرض اور ضروری ہیں۔ مصر کی

تعریف میں مختلف اقوال ہیں بعض کہتے ہیں- وہ بڑی آبادی کہ جس میں بازار اور گلیاں ہوں- اور اس میں ایک ... موجود ہو جو اپنی قوت وسلطنت اور علم وفہم کے ذریعہ مقدمات کے فیصلے کرنے کی قدرت رکھتا ہو بعض کا قول ہے ... کہ جس میں والی اور قاضی ہو- جو حدود و احکام شریعت کو جاری کرتا ہو- بعض فرماتے ہیں اتنی بڑی آبادی کہ اس ... عاقل بالغ مرد اگر جمع ہو جائیں تو بڑی مسجد کے اندر اور باہر نہ آسکیں- اور ایک روایت امام ابو یوسف صاحب سے ... آبادی کہ جس میں دس ہزار آدمی بستے ہیں- وہ شہر ہے- اسی طرح دیگر اقوال بھی ہیں اور یہ تعریفیں امارات وعلامات ... اور سب کا مآل تقریباً ایک ہی ہے- وہ یہ کہ ایسی آبادی ہو کہ بڑے شہروں کو شمار کرتے وقت اسے بھی عرفاً اس میں ... جائے- کما قال فی البحر الرائق ج ۲ ص ۱۴۰ تحت قول الکنز- شرط ادائها المصر و هو کل موضع له امیر و قاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود او مصلاه- (قال) و فی حد المصر اقوال کثیرة اختار و امنها قولین احدهما ما فی المختصر ثانیهما ما عروه لابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمه و علمه او علم غیره والناس یرجعون الیه فی الحوادث الخ- و قال فی الهدایة و لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر و لا تجوز فی القری- لقوله علیه السلام لا جمعة و لا تشریق و لا فطر و لا اضحی الا فی مصر جامع- والمصر الجامع کل موقع له امیر وقاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود و هذا عند ابی یوسف رحمه الله تعالی و عنه انهم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجدهم لم یسعهم والاول اختیار الکرخی و هو الظاهر والثانی اختیار الثلجی و فی العنایه شرح الهدایة علی هامش فتح القدیر ج ۱ ص ۴۱۰ و عن ابی یوسف روایة اخری غیر هاتین الروایتین و هو کل موضع یسکنه عشرة الاف نفر فکان عنه ثلاث روایات- جس بستی کے بارہ سوال میں پوچھا گیا ہے ... جس کے کچھ حالات سوال میں درج ہیں- وہ یہ کہ اس کی آبادی تقریباً دو تین سو نفر کی ہے- وغیرہ مصر کی تمام تعریفوں کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بستی مصر (شہر) شرعاً نہیں ہے-

(۲) اور اس کے اہالیان پر نماز جمعہ فرض نہیں ہے- بلکہ لوگ ظہر کی نماز ہی ادا کریں گے- جمعہ کی نماز پڑھنے سے ... کے ذمہ سے ظہر کی نماز ساقط نہ ہوگی-

(۳) چھوٹے گاؤں میں حنفیہ کے مذہب میں جمعہ قائم کرنے کی اجازت نہیں ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا اور جمعہ ادا نفل ہوتا- اور جماعت کے ساتھ نفل ادا کرنا مکروہ ہوتا ہے- تو کسی رعایت یا مصلحت کی وجہ سے فعل مکروہ کو اختیار کرنا اور جماعت فرض ظہر کو ترک کرنا درست نہیں ہے- پس ان لوگوں کو دوسرے طریق سے سمجھا دیجیے- اور کبھی کبھی جمع کر کے یا بروز جمعہ ...

...ی نماز پڑھ کر ان کو بطریق وعظ سمجھا دیا کیجیے- اور مسائل بتلا دیجیے- صلوة العید فی القری تکره تحریما ...مصرح ا ص ۶۱۱) و مثله الجمعة (ردالمحتار ص ۶۱۰ باب العیدین)-

... اگر وہ گاؤں چھوٹا ہے- جیسا کہ سوال سے ظاہر ہوتا ہے تو بے شک جمعہ وہاں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے- اور جمعہ کا ...ب ہے نماز جمعہ کا اعادہ جائز نہ تھا- وہاں کے لوگ ظہر کی نماز ہی ادا کریں- فقط واللہ تعالی اعلم

بستی کے بغیر کنویں پر واقع مسجد میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

...تے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک کنواں جہاں بستی بھی نہیں ہے صرف ایک کنواں ہے- اس پر ایک ...دیں لوگ جمعہ پڑھتے ہیں اور پھر ساتھ ساتھ ظہر کی نماز بھی پڑھ لیتے ہیں- کیا ان کا یہ کام درست ہے کیا ان کا جمعہ ہوگا یا ...ی- اس احتیاط الظہر کا ایسے حالات میں کیا مسئلہ ہے؟

﴿ج﴾

...جمعہ کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ ہونا ضروری ہے- قریہ صغیرہ میں نماز جمعہ جائز نہیں بلکہ جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے- اور ...رے سے بستی بھی نہیں وہاں تو ائمہ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک بھی جمعہ جائز نہیں- شامی میں ہے- و تقع فرضا ...القصبات و القری الکبیرة التی فیها اسواق الخ (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انها لا ...جوز فی الصغیرة الخ- (ردالمحتار باب الجمعہ ص ۵۸۹) درمختار میں ہے- صلوة العید فی القری تکره ...ای لانه اشتغال بما لا یصح (درمختار) و مثله الجمعة (ردالمحتار باب صلوة العیدین ج ۱ ... ۲)- پس ان لوگوں کا نماز جمعہ ادا کرنا مکروہ ہے- ان پر لازم ہے کہ وہ نماز ظہر با جماعت ادا کریں اس لیے کہ جمعہ ...ت میں ان لوگوں کو دو گناہوں کا ارتکاب کرنا پڑ رہا ہے- ایک تو نماز جمعہ جو اس مقام پر مکروہ تحریمی ہے- ...کا ...ت رہے ہیں اور ایک ترک نماز ظہر با جماعت کے گناہ کا ارتکاب کر رہے ہیں- فقط واللہ تعالی اعلم

فوجی ٹریننگ کے سلسلہ میں جنگل میں مقیم افواج کے لیے جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

...ت ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جب فوج ٹریننگ کے لیے جنگل میں جائے تو وہاں ہر قسم کی سہولتیں اور ضروریات ...یسر کی جاتی ہیں اور سفر میں بھی آبادی جیسی سہولتیں ہوتی ہیں کیا ایسی حالت میں جمعہ کی نماز پڑھ سکتے ہیں تفصیل سے ...سے ممنون فرمائیں-

﴿ج﴾

جہاں بالکل آبادی ہی نہ ہو اور وہ جگہ کسی بڑی آبادی کے قریب بھی نہ ہو تو وہاں باتفاق ائمہ جمعہ صحیح نہیں ہے- ولا مسجد بعرفات فی قولهم جمیعا لانها فضاء (لا ابنیة فیها) و بمنی ابنیة الخ- (هدایه باب الجمعة ج ۱ ص ۱۶۸) -پس صورت مسئولہ میں جنگل میں نماز جمعہ صحیح نہیں ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قیامِ جمعہ کی افضلیت عیدگاہ یا مسجد میں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بستی کے ایک کنارہ پر امیروں کے محلہ میں ایک مسجد ہے- جس میں جمعہ عرصہ سے ہو پڑھا جا رہا ہے- لیکن دیگر نمازوں کے اوقات اور خصوصاً رمضان المبارک جیسے مقدس مہینہ میں وہاں نماز کا کوئی انتظام نہیں ہے- کسی آدمی نے کبھی اتفاقی طور پر پڑھا لی تو پڑھ لی ورنہ جماعت پنجگانہ کا کوئی انتظام نہیں ہے- اس کے متعدد آبادی میں بستی کے سنٹر میں ایک مدرسہ ہے- جو کہ عیدگاہ کے ساتھ ملحق ہے- اب مہتمم صاحب مدرسہ وہاں عیدگاہ میں جمعہ قائم کرنا چاہتے ہیں کیونکہ وہاں آدمیوں کا کثیر ہجوم رہتا ہے- اور پنجگانہ نماز بھی وہاں ہی پڑھی جاتی ہے- تو واضح فرمایا جائے کہ جمعہ پڑھنا وہاں مسجد میں افضل ہے یا نہیں یا کہ یہاں مدرسہ کی عیدگاہ میں (جہاں پنجگانہ نماز بھی پڑھی جاتی ہے) افضل ہے- وہاں مسجد کی بہ نسبت یہاں مدرسہ میں لوگوں کو آسانی ہے- کیونکہ سنٹر میں ہے- اور وہاں مسجد میں متصل سے بیرونی آدمی بوجہ دوری کے نہیں پہنچ سکتے ہیں- اور یہاں مدرسہ میں مسجد کی بنیاد ڈالی جا رہی ہے- بینوا توجروا

﴿ج﴾

واضح رہے کہ جمیع احکام میں عیدگاہ کا بحکم مسجد ہونا مختلف فیہ ہے- شامیہ سے اس کو ترجیح معلوم ہوتی ہے- کہ جمیع احکام میں بحکم مسجد ہے- اور عالمگیریہ میں ہے کہ اتصال صفوف کے سوا باقی احکام میں بحکم مسجد نہیں- اکثر حضرات اکابر نے اسی قول کو اختیار فرمایا ہے- ان جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں جمعہ پڑھنا افضل ہے بشرطیکہ جواز جمعہ کی شروط اس بستی میں پائی جائیں- باقی اس مسجد میں نماز پنجگانہ کا انتظام کرنا اور مسجد کو آباد کرنا بھی تو آپ لوگوں کا فرض ہے- ویسے عیدگاہ میں بھی نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے کیونکہ نماز کے لیے مسجد شرط نہیں- وعن انس ابن مالک رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم صلوة الرجل فی بیته بصلوة و صلوته فی مسجد القبائل بخمس و عشرین صلوة و صلوته فی المسجد الذی یجمع فیه بخمسین مائة صلوة و صلوته فی المسجد الاقصی بخمسین الف صلوة و صلوته فی مسجدی بخمسین الف صلوة و صلوته فی المسجد الحرام بمائة

صلوة (مشکوٰۃ ص ۷۲) و تؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقا (درمختار ص ۵۹۵) فقط واللہ اعلم-

پندرہ سو کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ خانیوال کے نزدیک چک نمبر ۸۶ واقع ہے اس میں تقریباً عرصہ بارہ سال سے جمعہ ہو رہا ہے- مگر کچھ آدمیوں کو اختلاف ہے کہ اس جگہ جمعہ نہیں ہو سکتا جس کی وجہ سے اب دو پارٹیاں بن گئی ہیں- اور دونوں میں باہمی اختلاف پیدا ہو گیا ہے- چک مذکور کے آدمی تقریباً پندرہ سو ہیں- چک کی ایک بستی میونسپل کمیٹی کی حدود میں ہے اب چک کے ساتھ ہی ریلوے اسٹیشن بن رہا ہے- ریلوے شیڈ خانیوال سے تقریباً دو میل کا فاصلہ ہوگا اور کمیٹی کی حدود سے ایک میل ہے- اور ایک بستی چک مذکور کی کمیٹی حدود کے اندر ہے- اب اس جگہ جمعہ پڑھتے رہیں یا نہیں؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم- صحت جمعہ کے لیے منجملہ دیگر شرائط کے شہر یا فناء شہر سے ہونا ہے چک مذکور تو خود شہر کہلا نہیں سکتا- کیونکہ پندرہ سو افراد کی آبادی بہت قلیل ہے- ہاں اگر خانیوال فناء میں چک واقع ہو یعنی خانیوال کا گورستان یا گھوڑ دوڑ کا میدان یہاں واقع ہو یا شہر کی دوسری مصالح اس سے متعلق ہوں تو یہاں جمعہ جائز ہوگا- ورنہ نہیں کما فی التنویر و شرط لصحتها سبعة اشیاء المصر او فناؤه- ج ۱ ص ۵۹۰ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ساتھ ساتھ واقع دو بستیوں کی آبادی کے کثیر ہونے کے سبب جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں-

کاغذات مال میں ڈیرہ بدھو ملک و رام کلی ایک ہی حلقہ پٹوار میں شامل ہے- اور ڈیرہ بدھو ملک میں نماز جمعہ جاری ہے- دو مواضعات کی آبادی تقریباً ۷۰۰۰ افراد پر مشتمل ہے- اور اکیلے رام کلی کی آبادی ۲۵۰۰ ہے- دونوں مواضعات کمیٹی سے ملحق ہیں- اور نشان حدود کمیٹی تیسرے پار موضع رام کلی کی سرحد میں لگ چکا ہے ایک جگہ ۱۲۱/۱۰۰ گھر آباد ہیں- باقی آبادی چاہات پر ہے- دو پٹرول پمپ تین بھٹے- ایک ---- ماڈل جیننگ فیکٹری- فضل ماڈل جیننگ فیکٹری بن گئی ہے-

گرڈ سٹیشن واپڈا بستی سے ایک میل سے بھی کم فاصلہ پر ہے۔ اور گرڈ اسٹیشن کوٹلہ محمد بقا کی اراضی ہے۔ اور ... کالونی کوٹلہ محمد بقا میں ہے۔ موضع رام کلی میں ۱۲ ٹیوب ویل بجلی سے چلتے ہیں اور بستی میں بھی بجلی آئی ہوئی ہے۔ ... بدھو اور رام کلی کا مشترکہ پرائمری سکول ہے۔ اور ڈاکخانہ بھی ہے۔ محصول چنگی قاسم پور کالونی میں ہے۔ ہسپتال ... مدرسہ اور جامعہ محمدیہ رام کلی میں ہے۔ چیئرمین یونین کونسل ڈیرہ کے بدھو ملک ایک میں ہے۔ آٹھ موضعات شامل ... چیئرمین بھی ہے۔ اور تحصیل کونسل کی ممبر یعنی رام کلی قاسم پور کالونی کی فناء میں واقع ہے۔ مسئلہ مندرجہ بالا کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ کیا بستی رام کلی میں جمعہ پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں۔ اگر کئی سال سے جمعہ پڑھا جاتا ہو تو بند ... ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

رام کلی کی آبادی بھی تھوڑی ہے۔ مندرجہ بالا اوصاف جو رام کلی کے مذکور ہیں ان میں سے کوئی وصف رام کلی کو نہ تو شہر ... ہے۔ اور نہ فناء شہر اگر شہر سے اس کا اتصال ایسا ہوتا کہ درمیان میں کھیت بالکل نہ ہوتے تو بھی اتصال سے شہر بن جاتی۔ اس کی آبادی بھی مستقل نہیں ہے۔ لہٰذا بظاہر حال یہ چھوٹی بستی ہے اس میں جمعہ جائز نہیں اس لیے ترک کر دیا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ایک سو مکانات پر مشتمل بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی جس کی آبادی تقریباً ایک صد مکانات ہیں۔ اور صرف ایک مسجد ہے ... بستی میں ایک دوکان ہے نمک تیل وغیرہ کی اس بستی میں شرعاً جمعہ کی نماز کا جواز ہے یا کہ نہیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

فی الشامیة عن القهستانی و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق۔ الی ان قال۔ و فی ما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب۔ الخ۔ (ردالمحتار باب الجمعة ج ۱ ص ۵۹۰) اس عبارت سے واضح ہوا کہ بستی مذکورہ جس میں تقریباً ایک صد مکانات ہیں جمعہ جائز نہیں۔ یہ قریہ قریہ صغیرہ ہے قریہ کبیرہ نہیں۔ هذا ما علیه المحققون۔ واللہ اعلم

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہی ہے کہ اس بستی میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے۔ اس لیے احناف کو اسی پر عمل کرنا لازم ہے۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم

پچاس مکانات کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دیہات جس جگہ بازار نہیں۔ مگر کاروبار تجارت ہوتا ہے سڑک موجود ہے جامع مسجد ہے جس میں دو اڑھائی سو آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ گرد و نواح میں سینکڑوں مکانات ہیں ڈاک خانہ موجود نہیں۔ یونین کونسل کا دفتر موجود ہے۔ بستی میں ۵۰/۴۰ گھر ہیں۔ کیا علماء امت اس مسئلہ میں اجتہاد کر کے دیہات میں نماز پڑھنے کی اجازت دے سکتے ہیں؟

﴿ج﴾

معتبر کتابوں مثل ھدایہ و شرح وقایہ در مختار و شامی سے یہ ثابت ہے کہ وجوب جمعہ اور ادائے جمعہ کے لیے مصر شرط ہے۔ شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قصبہ اور قریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی شہر اور مصر کے حکم میں ہے۔ مصر کی تعریف میں اختلاف ہے لیکن مدار عرف پر ہے۔ عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو۔ اور بازار و گلیاں اس میں ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے۔

فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک واسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح۔ (ردالمحتار باب الجمعة ج ۱ ص ۵۹۰) و ایضا فیه و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیها اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انها لا تجوز فی الصغیرة و ایضا فیه (قوله و صلوة العید فی القری تکره تحریما و مثله الجمعه ۔ الدر المختار باب العیدین ج ۱ ص ۷۱۱)۔

سوال میں جس دیہات کا ذکر کیا ہے نہ یہ مصر ہے اور نہ قریہ کبیرہ لہٰذا اس دیہات میں عند الاحناف نماز جمعہ پڑھنا صحیح نہیں۔ اور نماز جمعہ ادا کرنے سے ان لوگوں کے ذمہ سے نماز ظہر ساقط نہیں ہوتی۔ لما فی الشامیه الاتری فی الجوهر لو صلوا فی القری (الصغیرة) لزمهم الظهر (شامی باب الجمعہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شرائطِ جمعہ نہ پائے جانے کے باوجود شروع کرایا ہوا جمعہ بند کیا جائے یا نہ؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک ایسی جگہ ہو کہ وہاں جمعہ کی نماز کی شرائط نہ پائی جائیں۔ وہاں اس مسجد میں نماز جمعہ صحیح ہے یا نہیں؟ بشرطیکہ اس مسجد میں چار پانچ سال پہلے بھی جمعہ کی نماز جاری رہی ہو۔ اور اس مسجد کے نزدیک ایک اور

مسجد آدھ میل کے فاصلہ پر ہو- وہاں اس مسجد میں بھی جمعہ کی نماز قائم ہو اس جگہ پر صرف چالیس پچاس آدمی نماز جمعہ کے لیے آتے ہیں- اب کونسی مسجد میں نماز جمعہ پڑھی جائے- نماز ظہر بھی پڑھے یا نہ اگر پڑھے باجماعت پڑھے یا نہ؟

﴿ج﴾

جس گاؤں میں نماز جمعہ کی شرائط نہ پائی جائیں وہاں نماز جمعہ پڑھنا جائز نہیں اور نماز جمعہ ادا کرنے سے ظہر ساقط نہیں ہوتی- ایسی جگہ میں نماز جمعہ پڑھنا درمختار میں مکروہ تحریمی لکھا ہے- لہٰذا اس جگہ ترک جمعہ ضروری ہے تمام لوگ ظہر باجماعت ادا کریں- و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز (الجمعة) فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب الخ ص ۵۹۰- الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری (الصغیرة) لزمهم اداء الظهر (ردالمحتار باب الجمعة) و فی القنیة صلوة العید فی القری تکره تحریما لانه اشتغال بما لا یصح (درمختار) قوله صلوة العید و مثله الجمعة (ردالمحتار ص ۶۱۱ باب العیدین)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کی اذانِ ثانی کے جواب کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ خطبہ جمعہ سے قبل اذان ثانی کا جواب دینا جائز ہے کہ نہیں اور اذان کے بعد بحر فو کر ﴿اللهم رب هذه الدعوة التامة﴾ الخ پڑھنا از روئے شریعت مصطفوی جائز ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا-

﴿ج﴾

صحیح یہ ہے کہ اجابت اذان ثانی جمعہ مکروہ ہے- اسی طرح دعائے ماثورہ ﴿اللهم رب هذه الدعوة التامة﴾ الخ- وینبغی ان لا یجیب بلسانه اتفاقا فی الاذان بین یدی الخطیب (درمختار ص ۲۹۴ باب الاذان) و اجابة الاذان حینئذ مکروهة (ردالمحتار) و فیه ایضا و ذکر ان الاحوط الانصات- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کا افضل وقت

﴿س﴾

نماز جمعہ کا وقت فضیلت کیا ہے اور آخری وقت کیا ہے؟

﴿ج﴾

جمعہ کا وقت ظہر کی طرح زوال شمس کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور جس وقت تک ظہر کا وقت ہے یعنی دو مثل تک اسی وقت تک جمعہ کا وقت ہے جمعہ میں ہمیشہ تعجیل مستحب ہے- و جمعة کظهر اصلا و استحبابا فی الزمانین (ای الشتاء والصیف لانها خلفه (درمختار) لکن جزم فی الاشباه من فن الاحکام انه لا یسن لها الابراد- الخ

(ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ) ج ا ص ۴۷۰-

ایک سو اسی گھروں کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ دیہات میں ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جائے یا جمعہ کے روز جماعت کے ساتھ جمعہ ادا کیا جائے حکم شرعی سے ممنون فرمائیں- سائلین امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین ہیں گاؤں کی آبادی ایک سو اسی گھر ہیں اور چھ دوکانیں وڈاکخانہ بھی ہے شہر جہانیاں جو نائب تحصیل ہے اسی گاؤں سے چار میل دور ہے- عبدالرشید امام مسجد چک ۱۴۱-

﴿ج﴾

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دیہات میں جمعہ جائز نہیں لہٰذا قریہ مذکورہ میں نماز ظہر باجماعت ادا کی جائے- اور جمعہ ہرگز نہ پڑھا جائے- واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

شہر سے تین میل کے فاصلہ پر واقع بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک چھوٹی سی بستی ہے جس میں چوبیس یا پچیس گھر ہیں اور اس بستی میں ایک ہی مسجد ہے جس میں پانچ وقت نماز ہوتی ہے- اور اس مسجد میں چند طلبہ رہتے ہیں- جو حدیث وفقہ اور قرآن مجید پڑھتے ہیں- اور اس کے تقریباً اڑھائی یا تین میل کے فاصلہ پر ایک شہر ہے جس میں تین مسجدیں ہیں- اور اس شہر میں بہت سے سال گزر گئے ہیں کہ وہاں جمعہ پڑھایا جاتا ہے- اور مذکورہ بالا بستی میں بھی تقریباً چار یا پانچ ماہ سے جمعہ پڑھایا جاتا ہے- اس بستی میں جمعہ جائز ہے یا نہیں- اس مسئلے کی تشریح فرمادیں-

نوٹ- اگر اس بستی میں جمعہ جائز ہے تو کس امام کے نزدیک اگر اس بستی میں جمعہ جائز نہیں؟ تو جوابات تفصیل سے لکھیں-

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جس چھوٹی بستی کا ذکر کیا گیا ہے- اس میں جمعہ جائز نہیں اگرچہ وہ بستی شہر کے قریب ہو- لہٰذا ان لوگوں پر لازم ہے کہ وہ جمعہ کی نماز اس بستی میں نہ پڑھیں- بلکہ ظہر باجماعت ادا کریں- جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز ان سے ساقط

نہیں-ظہران کے ذمہ فرض ہے- و کما یجوز اداء الجمعة فی المصر یجوز اداء ھا فی فناء المصر (عالمگیری باب الجمعہ ج ۱ ص ۱۴۵) و فی الدر المختار ج ۱ ص ۵۹۱ او فناءہ وھو ماحولہ اتصل بہ اولا لاجل مصالحہ کدفن الموتی و رکض الخیل والمختار للفتوی تقدیرہ بفرسخ ذکرہ الولو الجی الخ- و فی الشامیة والتعریف احسن من التحدید الخ- و ایضا فیہ فالقول بالتحدید بمسافة یخالف التعریف- المتفق علی ما صدق علیہ بانہ المعد لمصالح المصر الخ- قال فی الشامی ج ۱ ص ۵۹۰ و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیھا اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انھا لا تجوز فی الصغیرة و فی باب العیدین من الدر المختار ج ۱ ص ۶۱۱ و صلوة العید فی القری تحریما و قال فی الشامی و مثلہ الجمعة الخ- و فی رد المحتار ج ۱ ص ۵۹۰ و لو صلوا فی القری لزمھم اداء الظھر -غرض صورت مسئولہ میں یہ بستی شہر یا قریہ کبیرہ کی تعریف میں داخل نہیں- ورنہ فنا مصر میں داخل ہے-اس لیے یہاں نماز جمعہ جائز نہیں-اس بستی والوں پر ظہر باجماعت ضروری ہے-واللہ تعالیٰ اعلم-

چار سو مکانات کی آبادی پر مشتمل بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ شہر زمن جو تقریباً چار سو مکانات کی آبادی پر مشتمل ہے-اور عام ضروریات کی اشیاء بھی مہیا ہوسکتی ہیں-تو اس شہر میں جمعہ شروع ہو-تقریباً تین سال ہوئے-تو جمعہ کے جائز ہونے پر اختلاف ہو گیا-تو قاضی غلام نبی بزدوی گروہ والے نے فتوی دیا-کہ اگر شہر کے عاقل بالغ جمع ہو جائیں-تو شہر کی بڑی مسجد میں نہ سما سکیں تو اس شہر میں جمعہ جائز ہے-دوسری دلیل دی-جہاں جمعہ شروع ہو تو میری کوتاہ نظر میں وہاں ترک کا فتوی نہیں کیونکہ جہاں جمعہ جائز ہو-وہیں ترک کے فتوی کی کوئی ضرورت ہوسکتی ہے-براہ مہربانی اگر جمعہ کے جواز کی واضح دلیل ہو تحریر فرمادیں-

(۲) ہمارے شہر میں دو مسجدیں ہیں جس مسجد میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے-وہیں کا امام مسجد جماعت اسلامی یعنی مودودی صاحب کی جماعت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے-کیا اس امام کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں اگر نہیں ہوسکتی تو اگر عند الشرع دوسری مسجد میں جمعہ ہوسکتا ہے-تو جواب سے مستفید فرمادیں-تاکہ ہم دوسری مسجد میں جمعہ شروع کریں-کیونکہ ہم اس مسجد میں جمعہ کی نماز کے لیے نہ جائیں تو لوگ متہم کرتے ہیں-بینوا توجروا-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم-جمعہ کی نماز کے جواز کے لیے مصر (شہر) ہونا شرط ہے-دیہاتوں اور بستیوں میں جمعہ جائز نہیں ہے-شہر وہ ہوتا ہے کہ جس میں حکومت کی طرف سے حاکم ہو-اور خصومات کے تصفیہ کے لیے قاضی یا جج مقرر ہوں-اور اس میں بازار اور گلی کوچے ہوں-شہر کی یہ تعریف صحیح ہے ویسے یہ بھی اس کی علامت بتائی گئی ہے کہ اس کی سب سے بڑی مسجد میں وہاں کے عاقل بالغ مرد نہ سما سکیں-لیکن یہ تعریف جامع مانع نہیں ہے گویا شہر کے لیے عام طور پر کم از کم پانچ چھ ہزار یا اس سے زیادہ آبادی کی ضرورت ہوا کرتی ہے-اور جس کو لوگ آپس میں شہر کے نام سے پکارا کرتے ہوں-صورت مسئولہ میں اگر آپ کے زمن پر تعریف بالا صادق آتی ہو-تو اس میں جمعہ جائز ہوگا-اور اگر اس میں حاکم منصف اور بازار نہ ہوں-تو یہ دیہات شمار ہوگا-اور اس میں جمعہ جائز نہ ہوگا-اور وہاں کے لوگوں پر جمعہ کے روز ظہر کی چار رکعتیں پڑھنی ہوں گی-صرف دو رکعت پڑھنا مکروہ ہوگا-اور وقت کا فرض بھی ذمہ سے ساقط نہ ہوگا-لہٰذا اس معاملہ میں احتیاط پر عمل کرنا چاہیے-کما قال فی التنویر و یشترط لصحتھا المصر و قال الشامی فی رد المحتار ج ۱ ص ۵۹۰ و فی ما ذکرنا اشارة الی انہ لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات والظاھر انہ اریدبہ الکراھة لکراھة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواھر لو صلوا فی القری لزمھم اداء الظھر - الخ-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تین ہزار کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ چک نمبر ۱۰۱ ایچ تحصیل کبیر والا کی آبادی تقریباً ڈھائی تین ہزار کی ہے-اور ایک مسجد نہایت خوبصورت بنی ہوئی ہے اور اس میں تقریباً ۲۰-۲۲ سال سے نماز جمعہ ادا کی جا رہی ہے-اب کچھ احباب کو شک ہو گیا ہے-کہ اس جگہ جمعہ نہیں ہوسکتا-انہیں کچھ لوگوں نے سمجھایا ہے کہ جمعہ ہو جاتا ہے مگر وہ کہتے ہیں کہ فتوی منگوا کر دکھاؤ-کہ آیا جمعہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم-واضح رہے کہ نماز جمعہ کے جواز کے لیے باتفاق علماء احناف مصر یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے-قریہ صغیرہ میں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی-اور مصر کی تعریفیں فقہاء کرام نے مختلف کی ہیں سب سے صحیح تعریف اس کو قرار دیا ہے-کہ مصر وہ جگہ ہے جس میں امیر و قاضی (حاکم) ہوں جو لوگوں کے معاملات کو فیصلہ کرنے پر قدرت رکھتے ہوں-احکام کو جاری کرتے ہوں اور اس میں گلیاں کوچے اور بازار ہوں- کما قال فی الکبیری ص ۵۰۲ علی ما صرح بہ فی تحفة الفقھاء عن ابی حنیفة انہ بلدة کبیرة فیھا سکک و اسواق و لھا رساتیق و فیھا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم لحشمتہ و علمہ او علم غیرہ والناس یرجعون الیہ فی الحوادث و

هذا هو الاصح - آپ نے چک مذکور کی صرف آبادی لکھی ہے- اور ایک اس کی خوبصورت مسجد کا تذکرہ کیا ہے- فقہاء نے نہ تو ڈھائی تین ہزار کی آبادی کو اور نہ ایک خوبصورت مسجد کو شہر بننے کے لیے معیار قرار دیا ہے- اور آپ نے چک مذکور کے دوسرے حالات نہیں لکھے ہیں اس لیے جواز جمعہ یا عدم جواز سے متعلق کوئی قطعی فتوی نہیں لکھا جا سکتا- ویسے میں نے اوپر بحوالہ کبیری شہر کی اصح تعریف لکھ دی ہے- آپ خود بھی اس سے ان شاء اللہ حکم معلوم کر سکیں گے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دو ہزار نفوس پر مشتمل آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں بزدار تحصیل تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان کی مجموعی آبادی تقریباً دو ہزار نفوس پر مشتمل ہے جس میں دس گھر احمدیوں کے ہیں اور ان کی ایک علیحدہ مسجد ہے علاوہ ازیں اہل سنت والجماعت کی تین مسجدیں ہیں قبل ازیں جمعہ کی نماز صرف ایک ہی مسجد میں ادا کی جاتی تھی- مگر چند اشخاص نے دنیاوی اختلاف کی بنا پر نماز جمعہ دو مسجدوں میں ادا کی جانے لگی نیز آٹھ دس آدمی ساتھ کے دیہاتوں سے آ کر نماز جمعہ ادا کرتے ہیں کیا ان دونوں مسجدوں میں نماز جمعہ ادا ہو جائے گی؟

﴿ج﴾

بظاہر یہ بستی نہ شہر ہے نہ قصبہ مصر کی کوئی تعریف بھی اس پر صادق نہیں آتی اس لیے حضرت امام ابوحنیفہ کے مذہب میں یہاں جمعہ جائز نہیں- **لا جمعة و لا تشريق الا فی مصر جامع** صحیح سند کے ساتھ حضرت علیؓ سے منقول ہے و **کفی به قدوة** - جب حنفی مذہب کے مطابق اس بستی میں جمعہ ہی جائز نہیں تو ایک اور دو مساجد میں جواز و عدم جواز کا سوال ہی عبث ہے- واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

تیرہ سو افراد پر مشتمل آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ ہمارے گاؤں پیر اصحاب کے شہر کی آبادی بارہ تیرہ سو افراد پر مشتمل ہے- شہر کے لوگ جو اپنی زمینوں میں رہتے ہیں ان کو ملا کر کل افراد کی تعداد ڈھائی ہزار کے قریب ہو جاتی ہے- جو لوگ اپنی زمینوں میں رہتے ہیں ان میں سے بعض کے گاؤں میں مکان ہیں اور بعض کے نہیں لیکن سب کی سکونت پیر اصحاب نہیں ہے- اس صورت میں جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

ظاہر ہے کہ موضع مذکورہ جس کی آبادی قریب بارہ سو کے ہے قریہ صغیرہ ہے- قریہ کبیرہ نہیں ہے جس کو فقہاء نے بحکم قصبہ

کہا ہے- لہٰذا حسب قواعد فقہیہ وتصریح فقہاء موضع پیر اصحاب میں ظہر با جماعت ہونا چاہیے- جمعہ پڑھنا اس میں صحیح نہیں ہے- جیسا کہ ردالمحتار شامی میں ہے- **و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انها لا تجوز فی الصغیرة ج ۱ ص ۵۸۹** - باقی جو کچھ عبارات مختلفہ مصر کی تعریف میں وارد ہیں سب کا حال تقریباً ایک ہی ہے- وہ یہ کہ بڑے شہروں کو شمار کرتے وقت اسے بھی عرفاً اس میں شمار کیا جائے- واللہ تعالیٰ اعلم-

مسجد سے باہر جمعہ کی شرعی حیثیت؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نماز جمعہ المبارک مسجد کے باہر ہو جاتی ہے جبکہ امام بھی مسجد میں نہ ہو- نہ اذان نہ خطبہ اور جگہ بھی ایسی ہو جہاں ہفتہ بھر جانور لید گوبر غلاظت وغیرہ پھیلاتے رہیں- ہفتہ بھر نجاست غلیظہ موجود رہے صرف جمعہ کے دن تھوڑا سا صاف کر کے دریاں وغیرہ بچھا کر جمعہ کی نماز ادا کر لی جائے- جبکہ اردگرد شہر میں بالکل قریب اور بھی اسی مسلک کی جامع مسجد موجود ہیں- کیا نماز جمعہ وہاں ہو جاتی ہے اگر نہیں تو پڑھی گئی نمازوں کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

نماز تو ہو جائے گی جبکہ اس جگہ پر دریاں بچھائی جائیں اور ان کے اوپر پاک کپڑا ہو- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس جگہ جمعہ کی شرائط نہ پائی جائیں البتہ مسجد شاندار ہو تو کیا ایسی جگہ جمعہ جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں ہمارے چک کی آبادی تقریباً ایک صد ہے اور آس پاس کے نزدیکی دو تین آدمی نماز جمعہ ادا کرنے آ جاتے ہیں اور ایسی شرائط جو کہ حدیث میں ہیں وہ سب پوری نہیں ہیں البتہ ہمارے چک کی مسجد بڑی شاندار ہے کیا جمعہ یہاں جائز ہے یا نہیں؟ اور مولوی محمد یوسف جٹ فرماتے ہیں کہ جمعہ یہاں جائز ہے-

﴿ج﴾

امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں دیہات اور گاؤں میں جمعہ ادا نہیں ہوتا ہے- لہٰذا اس چک مذکورہ میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں- سب مسلمانوں کو لازم ہے کہ ظہر کی نماز با جماعت ادا کریں- واللہ تعالیٰ اعلم

نہیں-ظہران کے ذمہ فرض ہے- و کما یجوز اداء الجمعة فی المصر یجوز اداء ها فی فناء المصر (عالمگیری باب الجمعه ج ۱ ص ۱۴۵) و فی الدرالمختار ج ۱ ص ۵۹۱ او فناء ہ وهو ماحوله اتصل به اولا لاجل مصالحه کدفن الموتی و رکض الخیل والمختار للفتوی تقدیره بفرسخ ذکره الولو الجی الخ- و فی الشامیة والتعریف احسن من التحدید الخ- و ایضا فیه فالقول بالتحدید بمسافة یخالف التعریف- المتفق علی ما صدق علیه بانه المعد لمصالح المصر الخ- قال فی الشامی ج ۱ ص ۵۹۰ و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیها اسواق (الی ان قال) و بما ذکرنا اشارة الی انها لا تجوز فی الصغیرة و فی باب العیدین من الدرالمختار ج ۱ ص ۶۱۱ و صلوة العید فی القری تحریم و قال فی الشامی و مثله الجمعة الخ- و فی ردالمحتار ج ۱ ص ۵۹۰ و لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر الفرض صورت مسئولہ میں یہ بستی شہر یا قریہ کبیرہ کی تعریف میں داخل نہیں- اور نہ فناء مصر میں داخل ہے- اس لیے یہاں نماز جمعہ جائز نہیں- اس بستی والوں پر ظہر باجماعت ضروری ہے- واللہ تعالی اعلم-

چارسو مکانات کی آبادی پر مشتمل بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ شہر ترمن جو تقریباً چارسو مکانات کی آبادی پر مشتمل ہے- اور عام ضروریات کی اشیاء بھی مہیا ہو سکتی ہیں- تو اس شہر میں جمعہ شروع ہوا- تقریباً تین سال ہوئے- تو جمعہ کے جائز ہونے پر اختلاف ہو گیا- تو قاضی غلام نبی بڑہ کی گرہ والے نے فتوی دیا- کہ اگر شہر کے عاقل بالغ جمع ہو جائیں- تو شہر کی بڑی مسجد میں نہ سکیں تو اس شہر میں جمعہ جائز ہے- دوسری دلیل دی- جہاں جمعہ شروع ہو تو میری کوتاہ نظر میں وہاں ترک کا فتوی نہیں گزرا تو جہاں جمعہ جائز ہو- وہیں ترک کے فتوی کی کوئی ضرورت ہو سکتی ہے- برائے مہربانی اگر جمعہ کے جواز کی واضح دلیل ہو تحریر فرمادیں-

(۲) ہمارے شہر میں دو مسجدیں ہیں جس مسجد میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے- وہیں کا امام مسجد جماعت اسلامی یعنی مودودی صاحب کی جماعت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے- کیا اس امام کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں اگر نہیں ہو سکتی تو اگر عنداشرع دوسری مسجد میں جمعہ ہو سکتا ہے- تو جواب سے مستفید فرمادیں- تاکہ ہم دوسری مسجد میں جمعہ شروع کریں- کیونکہ ہم اس مسجد میں جمعہ کی نماز کے لیے نہ جائیں تو لوگ متہم کرتے ہیں- بینوا توجروا-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم- جمعہ کی نماز کے جواز کے لیے مصر (شہر) ہونا شرط ہے- دیہاتوں اور بستیوں میں جمعہ جائز نہیں ہے- اور شہر وہ ہوتا ہے کہ جس میں حکومت کی طرف سے حاکم ہو- اور خصومات کے تصفیہ کے لیے قاضی یا جج مقرر ہوں- اور اس میں بازار اور گلی کوچے ہوں- شہر کی یہ تعریف صحیح ہے ویسے یہ بھی اس کی علامت بتائی گئی ہے کہ اس کی سب سے بڑی مسجد میں وہاں کے عاقل بالغ مرد نہ سما سکیں- لیکن یہ تعریف جامع مانع نہیں ہے گویا شہر کے لیے عام طور پر کم از کم پانچ چھ ہزار یا اس سے زیادہ آبادی کی ضرورت ہوا کرتی ہے- اور جس کو لوگ آپس میں شہر کے نام سے پکارا کرتے ہوں- صورت مسئولہ میں اگر آپ کے ترمن پر تعریف بالا صادق آتی ہو- تو اس میں جمعہ جائز ہوگا- اور اگر اس میں حاکم منصف اور بازار نہ ہوں- تو یہ دیہات شمار ہوگا- اور اس میں جمعہ جائز نہ ہوگا- اور وہاں کے لوگوں پر جمعہ کے روز ظہر کی چار رکعتیں پڑھنی ہوں گی- صرف دو رکعت پڑھنا مکروہ ہوگا- اور وقت کا فرض بھی ذمہ سے ساقط نہ ہوگا- لہٰذا اس معاملہ میں احتیاط پر عمل کرنا چاہیے- کما قال فی التنویر و یشترط لصحتها المصر و قال الشامی فی ردالمحتار ج ۱ ص ۵۹۰ و فی ما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات والظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لو صلوة فی القری لزمهم اداء الظهر - الخ - فقط واللہ تعالی اعلم

تین ہزار کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ چک نمبر ۱۰ اے ایچ تحصیل کبیر والا کی آبادی تقریباً ڈھائی تین ہزار کی ہے- اور ایک مسجد نہایت خوبصورت بنی ہوئی ہے- اور اس میں تقریباً ۲۰-۲۲ سال سے نماز جمعہ ادا کی جارہی ہے- اب کچھ احباب کو شک ہو گیا ہے- کہ اس جگہ جمعہ نہیں ہو سکتا- انھیں کچھ لوگوں نے سمجھایا ہے کہ جمعہ ہو جاتا ہے مگر وہ کہتے ہیں کہ فتوی منگوا کر دکھلاؤ- کہ آیا جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم- واضح رہے کہ نماز جمعہ کے جواز کے لیے باتفاق علماء احناف مصر یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے- قریہ صغیرہ میں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی- اور مصر کی تعریفیں فقہاء کرام نے مختلف کی ہیں سب سے صحیح تعریف اس کو قرار دیا ہے- کہ مصر وہ جگہ ہے جس میں امیر و قاضی (حاکم) ہوں جو لوگوں کے معاملات کو فیصلہ کرنے پر قدرت رکھتے ہوں- احکام کو جاری کرتے ہوں اور اس میں گلیاں کوچے اور بازار ہوں- کما قال فی الکبیری ص ۵۰۶ علی ما صرح به فی تحفة الفقهاء عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم لحشمته و علمه او علم غیره والناس یرجعون الیه فی الحوادث و

هذا هو الاصح - آپ نے چک مذکور کی صرف آبادی لکھی ہے- اور ایک اس کی خوبصورت مسجد کا تذکرہ کیا ہے- فقہاء نے نہ تو ڈھائی تین ہزار کی آبادی کو اور نہ ایک خوبصورت مسجد کو شہر بننے کے لیے معیار قرار دیا ہے- اور آپ نے چک مذکور کے دوسرے حالات نہیں لکھے ہیں اس لیے جواز جمعہ یا عدم جواز کے متعلق کوئی قطعی فتویٰ نہیں لکھا جا سکتا- ویسے شرح منیہ اوپر بحوالہ کبیری شہر کی اصح تعریف لکھ دی ہے- آپ خود بھی اس سے ان شاءاللہ حکم معلوم کر سکیں گے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دو ہزار نفوس پر مشتمل آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں بزدار تحصیل تونسہ شریف **ضلع ڈیرہ غازی خان** کی مجموعی آبادی تقریباً دو ہزار نفوس پر مشتمل ہے- جس میں دس گھر احمدیوں کے ہیں اور ان کی ایک علیحدہ مسجد ہے علاوہ ازیں اہل سنت والجماعت کی تین مسجدیں ہیں قبل ازیں جمعہ کی نماز صرف ایک ہی مسجد میں ادا کی جاتی تھی- مگر چند اشخاص کے دنیوی اختلاف کی بنا پر نماز جمعہ دو مسجدوں میں ادا کی جانے لگی نیز آٹھ دس آدمی ساتھ کے دیہاتوں سے آ کر نماز جمعہ ادا کرتے ہیں کیا ان دونوں مسجدوں میں نماز جمعہ ادا ہو جائے گی؟

﴿ج﴾

بظاہر یہ بستی نہ شہر ہے نہ قصبہ مصر کی کوئی تعریف بھی اس پر صادق نہیں آتی اس لیے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں یہاں جمعہ جائز نہیں- **لا جمعة و لا تشريق الافى مصر جامع** صحیح سند کے ساتھ حضرت علیؓ سے منقول ہے کما **فى مدوة** - جب حنفی مذہب کے مطابق اس بستی میں جمعہ ہی جائز نہیں تو ایک اور دو مساجد میں جواز و عدم جواز کا سوال ہی عبث ہے- واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

تیرہ سو افراد پر مشتمل آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ ہمارے گاؤں پیر اصحاب کے شہر کی آبادی بارہ تیرہ سو افراد پر مشتمل ہے- شہر کے لوگ جو اپنی زمینوں میں رہتے ہیں ان کو ملا کر کل افراد کی تعداد ڈھائی ہزار کے قریب ہو جاتی ہے- جو لوگ اپنی زمینوں میں رہتے ہیں ان میں سے بعض کے گاؤں میں مکان ہیں اور بعض کے نہیں لیکن سب کی سکونت پیر اصحاب نہیں ہے- اس صورت میں جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

ظاہر ہے کہ موضع مذکورہ جس کی آبادی قریب بارہ سو کے ہے قریہ صغیرہ ہے- قریہ کبیرہ نہیں ہے جس کو فقہاء نے بحکم قصبہ

کہا ہے- لہٰذا حسب قواعد فقہیہ و تصریح فقہاء موضع پیر اصحاب میں ظہر با جماعت ہونا چاہیے- جمعہ پڑھنا اس میں صحیح نہیں ہے- جیسا کہ رد المحتار شامی میں ہے- **و تقع فرضا فى القصبات والقرى الكبيرة التى فيها اسواق (الى ان قال) و فيما ذكرنا اشارة الى انها لا تجوز فى الصغيرة ج ١ ص ٥٨٩** - باقی جو کچھ عبارات مختلفہ مصر کی تعریف میں وارد ہیں سب کا حال تقریباً ایک ہی ہے- وہ یہ کہ بڑے شہروں کو شمار کرتے وقت اسے بھی عرفاً اس میں شمار کیا جاتا ہے- واللہ تعالیٰ اعلم-

مسجد سے باہر جمعہ کی شرعی حیثیت؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نماز جمعہ المبارک مسجد کے باہر ہو جاتی ہے جبکہ امام بھی مسجد میں نہ ہو- نہ اذان نہ خطبہ اور جگہ بھی ایسی ہو جہاں ہفتہ بھر جانور لید گوبر غلاظت وغیرہ پھیلاتے رہیں- ہفتہ بھر نجاست غلیظہ موجود رہے صرف جمعہ کے دن تھوڑا سا صاف کر کے دریاں وغیرہ بچھا کر جمعہ کی نماز ادا کر لی جائے- جبکہ اردگرد شہر میں بالکل قریب اور بھی اسی مسلک کی جامع مسجد موجود ہیں- کیا نماز جمعہ وہاں ہو جاتی ہے اگر نہیں تو پڑھی گئی نمازوں کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

نماز تو ہو جائے گی جبکہ اس جگہ پر دریاں بچھائی جائیں اور ان کے اوپر پاک کپڑا ہو- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس جگہ جمعہ کی شرائط نہ پائی جائیں البتہ مسجد شاندار ہو تو کیا ایسی جگہ جمعہ جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں ہمارے چک کی آبادی تقریباً ایک صد ہے اور آس پاس کے نزدیکی دو تین آدمی نماز جمعہ ادا کرنے آ جاتے ہیں اور ایسی شرائط جو کہ حدیث میں ہیں وہ سب پوری نہیں ہیں البتہ ہمارے چک کی مسجد بڑی شاندار ہے کیا جمعہ یہاں جائز ہے یا نہیں؟ اور مولوی محمد یوسف جٹ فرماتے ہیں کہ جمعہ یہاں جائز ہے-

﴿ج﴾

امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں دیہات اور گاؤں میں جمعہ ادا نہیں ہوتا ہے- لہٰذا اس چک مذکورہ میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں- سب مسلمانوں کو لازم ہے کہ ظہر کی نماز با جماعت ادا کریں- واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کی دوسری اذان خطیب کے قریب دی جائے یا مسجد سے باہر

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس صورت مسئلہ میں کہ جمعہ مبارک کے دن پہلی اذان مؤذن مسجد کے ایک مینار پر یا خاص جگہ پر دیتا ہے دوسری اذان جو خطبہ سے پہلے دی جاتی ہے کیا اس کو اسی جگہ پر دیں یا امام کے سامنے اس کے قریب دیں؟

﴿ج﴾

دوسری اذان مسجد میں امام کے سامنے دی جائے امام کے قریب کھڑا ہونا ضروری نہیں۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ سے اسی پر امت کا عمل رہا ہے۔ صاحب ہدایہ نے اس کو مسجد کے اندر امام کے بالمقابل بہیئت متعارضہ سے سنت قرار دیا ہے۔ واذا صعد الامام المنبر و جلس اذن المؤذنون بین یدی المنبر بذالک جری التوارث ولم یکن علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ھذا الاذان الخ۔۔ عنایہ کفایہ وغیرہ میں عند المنبر کی قید مذکور ہے۔ لہٰذا یہی مسنون ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کسی گاؤں میں عارضی طور پر بہت سے لوگ جمع ہو جائیں تو کیا جمعہ جائز ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی گاؤں میں کسی خاص وقت میں تقریباً ہزار کے قریب آدمی جمع ہو جاتے ہیں وہاں کے (یعنی گاؤں کے) جو ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اس کے بعد متفرق ہو کر گاؤں سے ایک مسافت کے فاصلہ پر جاتے ہیں وہاں کے (یعنی گاؤں کے) جو ہمیشہ رہنے والے ہیں تحصیل دار بمع بیس گھر کے ہیں کیا اس گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا؟

﴿ج﴾

مذہب احناف میں یہ متفق علیہ ہے کہ مصر شرائط جمعہ میں سے ہے اور یہ قریہ جو بیس گھر پر مشتمل ہے نہ مصر ہے نہ قصبہ نہ قریہ کبیرہ بلکہ یقیناً قریہ صغیرہ ہے اس لیے اس میں جمعہ جائز نہیں ولا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب الخ۔ (شامی) باہر کے لوگوں کے عارضی اجتماع کی وجہ سے بھی یہ صادق نہیں آ سکتی اس لیے ان کا اعتبار نہ ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا شہر سے ایک میل کے فاصلہ پر کم آبادی والے علاقہ میں جمعہ جائز ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پہلے جمعہ شہر گنویں میں پڑھا جاتا ہے۔ اب چند لوگ ایک میل کے فاصلہ میں دوسرا جمعہ شروع کرنا چاہتے ہیں۔ وہاں کی آبادی چند گھر ہیں۔ صرف لاری کا اڈہ اور پکی سڑک ہے۔ جہاں ٹریفک آتی جاتی ہے۔ وجہ صرف یہ ہے کہ وہاں آپس میں برادری کا اختلاف ہے۔ اور کوئی وجہ نہیں تو ایسی صورت میں دوسری جگہ پر جمعہ شروع کرنا یا پڑھنا پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

اگر یہ لاری اڈہ شہر گنویں کی ضرورتوں میں سے شمار ہوتا ہے۔ اور وہاں کی آبادی عرف عام میں مستقل آبادی شمار نہ کی جاتی ہو۔ تو اس صورت میں دوسری جگہ جمعہ جائز ہے۔ اور اگر وہ اڈہ شہر کی ضروریات میں داخل نہ ہو۔ اور عرف خاص میں وہاں کی آبادی مستقل شمار کی جاتی ہو۔ تو وہ شہر کی آبادی یا فنائے شہر میں سے نہ ہو گا اور وہاں بوجہ چھوٹا گاؤں ہونے کے جمعہ جائز نہیں ہو گا۔ خواہ وہاں کی اذان سنائی دے یا نہ دیتی ہو۔ یہی راجح ہے اور اصح ہے۔ ملخصاً من عمدۃ الفقہ حصہ دوم ص ۴۳۹، ۴۴۰۔

(نوٹ) چونکہ سوال میں دوسری جگہ کے پورے کوائف درج نہیں کہ آیا وہ دوسری جگہ حدود شہر میں داخل ہے یا نہیں۔ وہاں تک شہر کی آبادی واقع ہے یا نہیں۔ وہ اڈہ شہر کی ضروریات میں سے ہے یا نہیں۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ کسی جید ثقہ عالم دین کو وہاں لے جا کر جائے وقوع کا معائنہ کرایا جائے۔ اور پھر اس کے فیصلہ کے مطابق عمل درآمد کیا جائے۔

کیا جمعہ کے فرضوں سے قبل کی چار سنتیں رہ جائیں تو بعد میں پڑھی جائیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر کسی شخص کی جمعہ شریف کی پہلی چار سنتیں رہ جائیں وہ دیر سے آیا ہو۔ اور پہلی ۴ سنتیں نہ پڑھ سکا ہو تو آیا ان ۴ سنتوں کی قضا ہو گی یا قضا کی صورت نہیں رہے گی باقاعدہ مستند کتاب کا حوالہ ضرور تحریر فرماویں یہ مسئلہ روز جمعہ شریف میں پیش آیا۔ کسی کتاب یا حدیث شریف میں کوئی حوالہ نہیں مل سکا۔

﴿ج﴾

جو سنتیں جمعہ کے اول پڑھی جاتی ہیں۔ اگر ان کو نہ پڑھ سکا تو بعد جمعہ کے پڑھے۔ کما قال فی الدر المختار۔ (بخلاف سنة الظهر) و کذا الجمعة فانه ان خاف فوت رکعة (یترکها) و یقتدی (ثم یأتی بها) علی

انها سنة (فی وقته) ای الظهر (قبل شفعه) عده وبه یفتی جوهره- (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار باب ادراک الفریضة (ج ۱ص ۵۳۱) والله تعالی اعلم

کیا ڈیڑھ پونے دوسو کی آبادی والے گاؤں میں جمعہ جائز ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ موضع روانی خاجا چک گجراں جس میں تقریباً ڈیڑھ سو تا پونے دوسو گھر کی آبادی ہے- دو چک میں دس دوکانیں بھی چھوٹی بڑی ہیں- اس آبادی کے ہونے سے پہلے ایک کچی مسجد تھی- جب یہ آبادی اتنی ہوئی- تو پھر سارے چک والوں نے ایک مسجد بڑی تیار کی- اس کا نام جامع مسجد رکھ دیا- اور اس میں جمعہ شروع کر دیا گیا- اور تین سال ایک جگہ جمعہ ہوتا رہا اس کے بعد چک میں لڑائی جھگڑا ہوا ایک شخص نے آ کر چھوٹی مسجد میں جمعہ شروع کر دیا اور تین سال ہوتا رہا۔ تین سال کے بعد اب چھوٹی مسجد میں بند ہو گیا کہ ایک جگہ ہونا چاہیے یا دونوں جگہ درست ہے- اگر چھوٹی مسجد میں جمعہ درست نہیں، تو کیا ظہر کی نماز ادا کرنی چاہیے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جس موضع کا ذکر ہے جس کی آبادی ڈیڑھ یا پونے دوسو گھروں پر مشتمل ہے یہ قریہ صغیرہ ہے- اور اس میں نماز جمعہ جائز نہیں یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کے فرضوں کے بعد احتیاطی ظہر ادا کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان زمان کہ آج کل لوگ بعد از نماز جمعہ چار رکعت ظہر احتیاطی پڑھتے ہیں اور اسکے تارک جانتے ہیں کیا یہ احتیاطی ظہر ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

احتیاط ظہر کے بارہ میں یہ تفصیل ہے کہ عوام الناس جو مسائل شرعیہ کی حکمتوں کو نہیں جانتے ہیں اور احتیاط الظہر ادا کرنے سے تکاسل فی اداء الجمعہ کے ظہور کا ان سے خطرہ ہو ان کو عدم جواز احتیاط الظہر کا فتویٰ دے کر روک دیا جائے- لیکن خواص جن کے متعلق یہ خطرہ ہرگز نہ ہو ان کے لیے جواز کی گنجائش رکھی جائے اور ان سے اختلاف نہ کیا جائے ان کو اس حال پر چھوڑ دیں ان کی گنجائش کے لیے بحرالرائق کی عبارت کافی ہے- مع مالزم من فعلها فی زماننا- من المفسدة

عظیمة و هو اعتقاد الجهلة ان الجمعة لیست بفرض -الخ بحرالرائق ج ۲ص ۱۴۳ مطبوعہ مصر نیز شامی نے ... ان ادی الی مفسدة لایفعل لکن الکلام عند عدمها ولذا قال المقدسی نحن لانأمر بذالک ... هذه العوام بل ندل علیه الخواص ولو بالنسبة الیهم-

ڈیڑھ ہزار کی آبادی والے گاؤں میں نمازِ جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

... فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جس قریہ کے درج ذیل کوائف ہوں (۱) آبادی ڈیڑھ ہزار (۲) متعدد دوکانیں ... پرچون مرمت سائیکل مرمت ریڈیو سوڈا برف وغیرہ حکمت یونانی وڈاکٹری (۳) پختہ سڑک قریہ ھذا تک موٹریں ... تحصیل ہیڈکوارٹر تک ہمہ وقت برائے سفر فاصلہ ۹ میل تحصیل ہیڈکوارٹر (۴) سرکاری مردانہ ہسپتال (۵) جانوروں کا ... (۶) ڈاک خانہ (۷) پرائمری سکول (۸) یونین کونسل ہیڈکوارٹر (۹) دفتر محکمہ زراعت (۱۰) بجلی وغیرہ کا انتظام ... جمعہ جائز ہے یا نہیں- جواب سے مطلع فرمائیں-

﴿ج﴾

... میں ہے وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا ... الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض -ج ۱ص ۵۹۰- اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ ... حنفیہ بڑے گاؤں میں جمعہ ہوتا ہے- جو مثل قصبہ کے ہو- اور اس میں بازار دوکانیں ہوں اور چھوٹے قریہ میں جمعہ صحیح ... نہیں ہوتا ہے- صورت مسئولہ میں جس قریہ کا ذکر ہے جس کی آبادی ڈیڑھ ہزار ہے- بظاہر قریہ صغیرہ ہے- یہاں جمعہ جائز ... نہیں یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شہر سے سات آٹھ میل دور کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

... فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک دیہات جو دو دریاؤں کے درمیان واقع ہے- منتشر آبادی ہے- دو دو چار چار ... گھر ایک دوسرے سے فاصلے پر آباد ہیں- کوئی گاؤں بستی یا شہر نہیں ہے- نزدیکی شہر جہاں پر جمعہ ہوتا ہے- اس مذکورہ ... سے سات آٹھ میل دور ہے- اس آبادی میں صرف چار دوکانیں بہت ہی محدود قسم کی بھی موجود ہیں- عام قسم کی ... مل جاتی ہیں- مگر پوری ضروریات زندگی میسر نہیں آتیں- البتہ ایک پرائمری سکول بھی ہے- مگر بس اڈہ- ریلوے سٹیشن- پوسٹ آفس تھانہ چوکی ہے- ایسی جگہ پر ادھر ادھر سے اگر کچھ لوگ جمع ہو کر جمعہ وعیدین ادا کریں تو عندالاحناف

جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ بوڑھے یا کمزور آدمی شہر تک نہیں پہنچ سکتے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جس دیہات کا ذکر ہے یہ قریہ صغیرہ ہے۔ یہاں احناف کے نزدیک جمعہ وعیدین جائز نہیں۔ جمعہ کے لیے شہر قصبہ یا قریہ کبیرہ ہونا ضروری ہے۔ لما فی الشامیة تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیھا اسواق (الی قولہ) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة ج ا ص ۵۹۰۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اڑھائی سو گھرانوں پر مشتمل گاؤں میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ۔ ایک گاؤں جو کہ تقریباً ۲۵۰ گھرانہ پر مشتمل ہے۔ اس گاؤں میں جامع مسجد ہے۔ تین اور چھوٹی مسجدیں بھی ہیں۔ جن میں سے ایک چھت دار اور دو کچی ہیں۔ ایک پرائمری سکول ہے۔ چھ پرچون کی دوکانیں ہیں۔ ایک درزی کی بھی دوکان ہے۔ گاؤں مذکورہ پختہ سڑک کے قریب ہے۔ اہل بستی کے علاوہ مختلف جہات سے بھی چند آدمی نماز جمعہ میں شمولیت کرتے ہیں۔ کل تعداد حاضرین نماز جمعہ اوسطاً ۴۰ آدمی ہے۔ جامع مسجد میں پانچ وقت نماز باجماعت ادا کرنے کا اہتمام ہے۔ تقریباً بیس سال سے اس گاؤں میں نماز جمعہ وعیدین ہوتی آرہی ہے۔ آبادی تقریباً ۸۰۰/۹۰۰ ہے۔ لیکن کچھ آدمیوں کا کہنا ہے کہ نہ اس بستی میں جمعہ ہوسکتا ہے اور نہ ہی نماز عید ہوسکتی ہے۔ مذ عرض ہے کہ بروئے شریعت مسئلہ صحیح سے آگاہ فرمادیں۔

﴿ج﴾

تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیھا اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة (شامی باب الجمعة ج ا ص ۵۹۰)۔ اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ عند الحنفیہ بڑے گاؤں میں جمعہ ہوتا ہے۔ جو مثل قصبہ کے ہو اور اس میں بازار اور دوکانیں ہوں۔ اور چھوٹے قریہ میں جمعہ صحیح نہیں ہوتا۔ صورت مسئولہ میں اس بستی پر قصبہ اور شہر کی تعریف صادق نہیں آتی۔ پس اس بستی میں نماز جمعہ وعیدین صحیح نہیں۔ یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں۔ نماز جمعہ اس بستی میں مکروہ تحریمی ہے۔ ظہر کی نماز ان کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پچیس افراد پر مشتمل آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ (۱) ایک بستی میں بارہ گھر ہیں اور سات کنبے ہیں اور اہل قریہ پچیس افراد پر مشتمل ہیں۔ نمازی پانچ ہیں: کیا ایسی بستی میں نماز جمعہ پڑھنا حنفی مذہب میں واجب ہے یا سنت ہے۔ یا جائز ہے اگر نماز جمعہ جائز ہے تو کیا جمعہ ادا ہوگا اور نماز ظہر تو دوبارہ نہیں پڑھنی پڑے گی۔ فقہ حنفیہ کی معتبر کتابوں کی عبارت لکھ کر فتویٰ عنایت فرمائیں۔ (۲) جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں؟ تحقیقی جواب صادر فرمادیں۔

﴿ج﴾

مذہب حنفیہ کا جو تمام کتب فقہ حنفیہ میں مذکور ہے یہ ہے کہ جمعہ ادا ہونے اور واجب ہونے کے لیے مصر شرط ہے۔ اور مصر کہتے ہیں شہر کو اور قصبہ اور بڑا قریہ بھی حکم شہر میں ہے۔ کما فی الشامی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیھا اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة۔ الخ

پس خلاصہ یہ ہے کہ چھوٹے قریہ میں جمعہ نہیں ہوتا۔ سوال میں جس گاؤں کا ذکر ہے اس کی آبادی پچیس افراد پر مشتمل ہے قریہ کبیرہ نہیں یہاں جمعہ پڑھنا جائز نہیں۔ یہاں لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز ساقط نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) نماز جنازہ خود دعا للمیت ہے اس کے بعد کوئی اور دعا ماثور ومنقول نہیں فقہاء نے اس کو مکروہ اور بدعت لکھا ہے۔ لا سیما الدعا بعد صلوة الجنازة فتاویٰ بزازیہ، ملا علی قاریؒ شرح مشکوٰة میں فرماتے ہیں ولا یدعو للمیت بعد صلوة الجنازة لانه یشبه الزیادة فی صلوة الجنازة۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی روایات ہیں جن سے دعا بعد جنازہ کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اُس آبادی کے اوصاف کہ جس میں جمعہ جائز ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بستی میں جمعہ عند الاحناف جائز ہے یا نہیں۔ اور اگر جائز ہے تو کیا آبادی کی مقدار کوئی متعین ہے یا نہیں؟ کیا ایسی جگہ میں جہاں پہلے جمعہ نہیں ہوتا۔ اب جمعہ شروع کرنا جائز ہے یا نہیں۔ حوالہ جات کے ساتھ مسئلہ کی وضاحت فرمادیں۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

مذہب حنفی جمعہ کے بارہ میں یہ ہے- کہ مصر یعنی شہر میں واجب ہوتا ہے- اور قصبہ اور قریہ کبیرہ بھی جس میں بازار و... وغیرہ ہوں مصر کے حکم میں ہے- وہاں بھی جمعہ درست ہے- مصر کی تعریف میں اختلاف ہے- لیکن بظاہر مدار عرف پر ہے- عرف جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار و گلیاں اس میں ہوں- اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے- فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة كبيرة فيها سكك و اسواق و لها رساتيق و فيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث و هذا هو الاصح- (شامی باب الجمعه ج۱ص۵۹۰) قریہ صغیرہ میں جمعہ جائز نہیں- تقع فرضا فی القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق (الى ان قال) و فيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز فى الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر و خطيب- (شامی باب الجمعۃ ج۱ص۵۹۰)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس قریۂ صغیرہ میں جمعہ شروع کیا گیا علم ہونے پر کیا جمعہ بند کر دیا جائے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جمعہ کے جواز کے لیے جو قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے اس کی تعریف آج کل کے عرف کے مطابق معلوم فرما دیں- کہ کس بستی میں جمعہ صحیح ہے- اور کس میں صحیح نہیں ہے-

(۲) کہ اگر کسی قریہ صغیرہ میں جمعہ کافی مدت سے پڑھا جاتا ہے- کیا اس کو اب ختم کرنا چاہیے اور وہاں نہ جانا چاہیے- شرعاً کیا حکم ہے؟

(۳) یہ کہ کتنی دور سے جمعہ کی نماز کے لیے آنا ضروری ہے- بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) عرف جو بستی قریہ کبیرہ کہلائی جانے کی مستحق ہو- جس میں بازار دوکانیں وغیرہ ہوں- اور ضروریات مردمان وہاں ملتی ہوں- وہ بحکم مصر ہے- اور جمعہ وہاں درست ہے' شامی میں ہے- تقع فرضا فی القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق (الى ان قال) و فيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز فى الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر و خطيب- الخ- (شامی باب الجمعۃ ج۱ص۵۹۰)-

(۲) جس گاؤں میں بوجہ اس کے چھوٹا ہونے کے عندالحنفیہ جمعہ درست نہیں- اس میں کسی خیال سے بھی جمعہ نہ پڑھنا چاہیے- اس کو ترک کرنا چاہیے- کتابوں میں لکھا ہے کہ ایسی جگہ جمعہ پڑھنے سے گناہ گار ہوتے ہیں- اور ظہر کی جماعت

...کا گناہ بھی ان پر ہے اور ظہر کی نماز ان کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی- كما فى الشامى و فيما ذكرنا اشارة ...لا تجوز (اى الجمعة) فى الصغيرة التى ليس فيها قاض و منبر و خطيب كما فى المضمرات ...ظاهر انه اريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الاترى ان فى الجواهر لو صلوا فى القرى ...بيه اداء الظهر (شامی باب الجمعة ج۱ص۵۹۰)

(۳) جب جمعہ گاؤں والوں پر فرض نہیں ہے تو ان کو جمعہ ادا کرنے کے لیے مصر میں جانا ضروری نہیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اسی مربع اراضی، ۲۵۰۰ نفوس کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک چک ۸۰ مربع اراضی پر مشتمل ہے- موجودہ مردم شماری کے حساب پر آبادی ۲۵۰۰ نفوس کی ہے- چند گھر غیر مسلم (عیسائیوں) کے ہیں- چھوٹی بڑی آٹھ دوکانیں پرچون کی ہیں- موت اور پیدائش کے وقت ضروریات کی اشیاء میسر ہو جاتی ہیں- آٹے کی چکی موجود ہے- چک میں بجلی کی سہولت ہے گھروں میں بجلی کے ...اور پنکھے لگے ہوئے ہیں- جامع مسجد ایک ہے- لوگ حنفی اعتقاد اور دیوبندی خیال کے ہیں- ایک مولوی نے آج سے چار سال پہلے جمعہ کی نماز جاری کر دی علاقہ کے بعض علماء نے جمعہ کی نماز کے عدم جواز کا فتویٰ دیا- خانقاہ سراجیہ ضلع میانوالی کے سجادہ نشین مولانا خان محمد صاحب نے بھی عدم جواز جمعہ کا ارشاد فرمایا- مگر حضرت مولانا فاضل بے بدل حافظ حدیث مولانا عبداللہ صاحب درخواستی جب الیکشن کے زمانہ میں چیچہ وطنی تشریف لائے تھے تو جمعہ کے جواز کا تحریری فتویٰ دے گئے- اور فرمایا جاری جمعہ کو نہ توڑا جائے- جمعہ جائز ہے اور ایسے ہی مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کراچی والے نے جواب دیا ہے کہ جمعہ جائز ہے معلوم رہے جمعہ کی نماز چار سال سے جاری ہے- باہر سے آدمی آتا ہے جمعہ کی نماز پڑھتا ہے- بعض جمعہ پڑھتے ہیں' بعض اس نظریہ سے کہ یہ قریہ ہے اور احناف کے نزدیک قریہ میں جمعہ نہیں ہو سکتا نماز نہیں پڑھتے- ناچاکی کی وجہ سے کوئی امام مستقل طور پر مقتدی ٹھہرنے نہیں دیتے اگر امام جمعہ کی نماز پڑھا دے تو جمعہ نہ پڑھنے والے ایسے امام کے پیچھے باقی نمازیں نہیں پڑھتے- بلکہ جماعت کی نماز کے بالمقابل الگ نماز شروع کر دیتے ہیں- اسی طرح اگر امام جمعہ کی نماز نہ پڑھائے تو جمعہ پڑھنے والے بعض افراد ایسے امام کے پیچھے باقی نمازیں نہیں پڑھتے یہ دو جماعت کی موجودگی میں الگ ہی پڑھتے ہیں- اور مسجد چار سال سے برباد ہے- چک میں نمبردار چیئرمین یونین کونسل بھی موجود ہے- چک سے شہر چیچہ وطنی پکی سڑک کا فاصلہ ۵ میل ہے- اب سوال یہ ہے کہ آیا جاری کردہ جمعہ توڑ دیا جائے یا جاری رکھا جائے؟

اب ایسی حالت (مذکورہ) کے ہوتے ہوئے جمعہ جائز ہے یا نہیں-بینوا توجروا

نوٹ - عیدین پچاس سال سے لوگ اس چک میں پڑھتے چلے آرہے ہیں-آٹے کی مشین کے علاوہ دو خراس ... کپڑے کی دوکان ہے-برف٬سبزی عام بکتی ہے-مٹی کے برتن بنا کر باہر تک جا کر یہاں کے کمہار بیچتے ہیں-

﴿ج﴾

مدار جمعہ کے وجوب وعدم وجوب کا قریہ کا بڑا چھوٹا ہونا فقہاء نے لکھا ہے-اور قریہ کبیرہ وہ ہے جو مثل قصبہ کے ہو-آبادی اس کی تین چار ہزار ہو-اور بازار ہو اور ضروریات زندگی کی اشیاء میسر ہوں-وہاں جمعہ جائز ہے-

صورت مسئولہ میں جس چک کا ذکر ہے جس میں حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ نے جمعہ کے عدم جواز اور حضرت مولانا درخواستی صاحب مدظلہ نے جواز کا فتویٰ دیا ہے بہتر یہ ہے کہ کسی معتمد علیہ مفتی دیندار عالم کو چک میں لے جائیں اور وہ اس چک کے پورے حالات وضروریت کا جائزہ لے کر حکم شرعی صادر فرمادیں-اور چک والے شرعی حکم تسلیم کرتے ہوئے اتفاق واتحاد کے ساتھ ایک ہی امام کے پیچھے نماز باجماعت ادا کریں-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بظاہر عدم جواز کا رجحان ہے-والجواب صحیح

سو (١٠٠) افراد پر مشتمل انہار کالونی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ انہار کالونی جو کہ قصبہ کچا کھوہ سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر ہے-اور جس کی آبادی تقریباً سو افراد پر مشتمل ہے کیا ایسی کالونی میں نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

نیز نماز جمعہ پڑھنے سے یہاں کے لوگوں سے نماز ظہر ساقط ہو جاتی ہے یا نہیں اگر اس کالونی میں نماز جمعہ جائز نہیں تو اس کالونی میں جو کہ عرصہ چار سال سے نماز جمعہ جاری ہے جمعہ جاری رکھا جائے یا بند کر دینا ضروری ہے-واضح رہے کہ انہار کالونی کی آبادی مستقل نہیں بلکہ محکمہ انہار کے ملازمین پر مشتمل ہے-اور شہر کچا کھوہ کی ضروریات اس سے متعلق نہیں-بہرحال جو بھی صورت اختیار کرنی ضروری ہو تحریر فرمائیں-

﴿ج﴾

واضح رہے کہ فقہ کی معتبر کتابوں مثل ہدایہ وشرح وقایہ ودرمختار وشامی سے یہ ثابت ہے کہ ادائے جمعہ اور وجوب جمعہ کے لیے مصر شرط ہے-(و یشترط لصحتها) سبعة اشياء الاول (المصر) (درمختار باب الجمعۃ) اور شامی میں نقل فرمایا ہے- کہ قصبہ وقریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوتا ہے-کیونکہ وہ بھی مصر اور شہر کے حکم میں ہے- تقع فرضا فی القصبات

...القری الكبيرة التی فيها اسواق-اسی طرح فناء مصر میں جمعہ جائز ہے-(و يشترط لصحتها) سبعة اشياء ... (المصر)- اوفناء ه

مصر کی تعریف میں اختلاف ہے-لیکن بظاہر مدار عرف پر ہے-عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور ...گلیاں اس میں ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے-علی ما فی التحفة عن ابی حنيفة انه بلدة ...فيها سكك و اسواق و لها رساتيق و فيها وال يقدر علی انصاف المظلوم من الظالم ...بحشمته او علمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث و هذا هو الاصح-(ردالمحتار باب الجمعہ ج١ص٥٩٠)اور فناء مصر وہ جگہ ہے جو شہر کے متصل شہر کے مصالح مثل دفن موتی ورکض خیل وغیرہ غرض ضروریات ...کے لیے ہو-كما فی الدرالمختار (اوفنائه) (و هو ما) حوله (اتصل به) اولا (لاجل مصالحه) كدفن ...الموتی وركض الخيل و فی الشامية ان بعض المحققين اهل الترجيح اطلق الفناء عن تقديره ...بمسافة-الی قوله- والتعريف احسن من التحرير ج١ص٥٩١ (ایضاً باب الجمعہ) اور درمختار وشامی میں یہ نقل ...ہے-کہ چھوٹے قریہ میں جمعہ درست نہیں اور اس میں کراہت تحریمیہ ہے-و فيما ذكرنا اشارة الی انه لا تجوز ...فی الصغيرة التی ليس فيها قاض و ممبر و خطيب - الخ- والظاهر انه اريد به الكراهة لكراهية ...النفل بالجماعة-نیز درمختار میں ہے-وصلوة العيد فی القری تكره تحريما و فی الشامية و مثله الجمعة ...(شامی باب العیدین)-ص٦١١ج١

نیز چھوٹے قریہ میں جمعہ پڑھنے سے نماز ظہر ان لوگوں سے ساقط نہیں ہوتی-ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر (شامی باب الجمعہ)-

پس صورت مسئولہ میں جس انہار کالونی کا ذکر ہے اور اس کے کچھ حالات بھی درج ہیں کہ کچا کھوہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے-اور اس کی آبادی تقریباً١٠٠ افراد پر مشتمل ہے اور شہر کی ضروریات کا اس سے کچھ تعلق نہیں-یہ نہ قریہ کبیرہ ہے اور نہ فناء مصر ہے- بلکہ قریہ صغیرہ ہے اور اس میں نماز جمعہ وعیدین جائز نہیں بلکہ یہاں کے لوگ نماز ظہر ...جماعت ادا کریں اور چونکہ اس قریہ صغیرہ (انہار کالونی) میں جمعہ جائز نہیں اس لیے اس کو جاری رکھنا کسی طرح بھی درست نہیں بلکہ بند کر دینا ضروری ہے-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تین ہزار کی آبادی والے چک میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ فدوی چک نمبر٢٢٣ جنوبی کا باشندہ ہے-اس چک کی آبادی تقریباً تین ہزار ہے ...اور اس میں دوکانیں بھی ہیں-تقریباً ضروریات زندگی میسر ہو جاتی ہیں- اس چک میں پہلے سے ایک مسجد تھی جس میں

مہاجر لوکل سب ہی نماز پڑھتے رہے اور جمعۃ المبارک بھی پڑھتے رہے- کچھ عرصہ تک پڑھتے رہے بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ یہ لوگ جمعہ بھی پڑھتے ہیں اور ساتھ احتیاطی ظہر بھی پڑھتے ہیں تو اس کو ہمارے دلوں نے نہ مانا اس بنا پر ہم نے جمعہ پڑھنا چھوڑ دیا اپنی مسجد تیار کر لی اپنی مسجد میں عرصہ تین سال سے ہم نے خالص جمعہ پڑھنا شروع کر دیا جس میں کبھی ... آدمیوں کی تعداد کبھی دس بارہ کی تعداد ہوتی رہی- اب بھی اوسط دس بارہ ہے- اب ایسا ہوا کہ ایک مولوی صاحب آئے انھوں نے جب دس آدمیوں کی تعداد دیکھی تو نہ خود جمعہ پڑھا اور نہ ہی ہم کو پڑھنے دیا- انھوں نے فرمایا کہ کم از کم چالیس آدمیوں کی تعداد ہونی چاہیے کم آدمیوں میں جمعہ نہیں- اب ایک ماہ سے جمعہ بند ہے- ہم اس حالت میں جمعہ سے ... ہیں شہر یا قصبہ چک ہذا سے آٹھ تو میل ہے- ہم اس شش و پنج میں ہیں کہ اب کیا کریں- آخر کار آپ کی خدمت میں ... تفصیل تحریر ہے- آپ برائے مہربانی بتا دیں کہ آیا جمعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

﴿ج﴾

مذہب حنفی جمعہ کے بارے میں یہ ہے کہ مصر یعنی شہر میں واجب ہوتا ہے- قریہ صغیرہ میں واجب نہیں ہوتا اور قصبہ اور قریہ کبیرہ بھی جس میں بازار و دوکانیں وغیرہ ہوں مصر کے حکم میں ہے- وہاں بھی جمعہ درست ہے- کما صرح بہ الشامی- صورت مسئولہ میں اگر یہ چک عرفاً شہر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ سمجھا جاتا ہو- اور اس میں بازار و دوکانیں ہوں- اور ضروریات زندگی سب ملتی ہوں تو اس میں جمعہ صحیح ہے جہاں جمعہ جائز ہے وہاں احتیاط الظہر نہیں پڑھنا چاہیے- جہاں نماز جمعہ کی شرائط پائی جائیں وہاں امام کے علاوہ کم از کم تین آدمیوں کا نماز میں شریک ہونا ضروری ہے- جس شخص نے چالیس کا قول کیا ہے یہ صحیح نہیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شہر سے ساڑھے تین میل دور ایک ہزار کی ایک آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بستی جس کی آبادی تقریباً ایک ہزار نفوس پر مشتمل ہے اور اپنے علاقہ میں مرکزی حیثیت رکھتی ہے شہر سے ساڑھے تین میل دور ہے تمام بستی میں ایک ہی جامع مسجد ہے جس میں بچے قرآن مجید اور دیگر دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ اذان اور پانچ وقت باجماعت نماز ہوتی ہے بستی میں ایک پرائمری سکول ہے دو تین دوکانیں مستقل ہیں چونکہ وہ باڈر کا اور بارانی علاقہ ہے اگر بارشیں کثرت سے ہوں تو اناج اور دیگر اجناس کی وجہ سے دوکانیں اور بھی زیادہ ہو جاتی ہیں کیا اس بستی میں عندالشرع جمعہ کی نماز باجماعت ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا؟

﴿ج﴾

سوال میں جس بستی کا ذکر ہے کہ اس کی آبادی تقریباً ایک ہزار ہے اور یہاں دو تین دوکانیں ایک مسجد اور پرائمری سکول ہے یہ قریہ صغیرہ ہے اس میں نماز جمعہ وعیدین جائز نہیں- قال فی الشامیۃ و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ (ردالمحتار ج ۱ ص ۵۹۰)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خطبۂ جمعہ وعیدین عربی میں پڑھنے کے ساتھ ساتھ اردو میں ترجمہ کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ خطبہ جمعہ وعیدین میں اگر خطیب عربی خطبہ تھوڑا تھوڑا پڑھ کر ترجمہ اردو یا ہندی میں کرے تاکہ عربی سے ناآشنا مقتدیوں کو مسائل اور مضمون سمجھ آجائیں تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں-؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

خطبہ تمام عربی میں ہونا سنت ہے- اور کچھ خطبہ عربی کا پڑھ کر پھر اردو وغیرہ میں ترجمہ کرنا یا اردو میں بطریق وعظ خطبہ کے اندر کچھ کہنا خلاف سنت ہے اور بدعت ہے- سلف سے ایسا ثابت نہیں- حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ نے مصفّٰی شرح مؤطا میں لکھا ہے کہ صحابہ باوجودیکہ بلاد عجم میں تشریف لے گئے مگر خطبہ سوائے عربی کے اور کسی زبان میں مخاطبین کے سمجھانے کے لیے نہیں پڑھا- پس صحابہ کا عملِ مستمر دلیل ہے اس کی کہ تمام خطبہ عربی میں ہونا چاہیے- کذا فی فتاوی دارالعلوم دیوبند- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس بستی کی طرف جانے کو شہر کی جانب جانا سمجھا جاتا ہو اس میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

موضع کوٹ محل چند ۸ کی تحصیل کبیر والا ضلع ملتان میں جمعہ کی نماز کی اجازت ہے یا نہیں؟ جس کے کوائف یہ ہیں جس میں ... سکول دینی درسگاہ بنک اور تقریباً ہر قسم کی کئی دوکانیں ہیں- اور اس کی طرف جانے سے اگر پوچھا جائے تو کہتا ہے کہ شہر جا رہا ہوں وغیرہ وغیرہ-

﴿ج﴾

اگر موضع قریہ کبیرہ کی حد میں آتا ہے اور دوکانیں اور بازار اس میں ہیں- یعنی شہریت یہاں پائی جاتی ہے تو اس میں جمعہ پڑھنا صحیح ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

شہر سے دو میل کے فاصلہ پر ڈیڑھ سو کی آبادی پر مشتمل بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایسی بستی میں جہاں ضروریات زندگی مکمل طور پر میسر نہیں اور وہ بستی دھوا (بڑے مشہور شہر دھوا) سے دو میل کے فاصلے پر ہے۔ اور وہاں ابھی تک جمعہ کی نماز نہیں ہوتی کیا ایسے مقام پر عید کی نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور وہاں پر کوئی خاص شہری صورت بھی نہیں بلکہ ایک ڈیڑھ سو آبادی کی بستی ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

جمعہ اور عیدین کے وجوب و اداء کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے۔ صورت مسئولہ میں جس بستی کا ذکر ہے یہ قریہ صغیرہ ہے اور اس میں نماز جمعہ وعیدین جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کے لیے حکم حاکم کی شرعی حیثیت؟

﴿س﴾

چہ میگویند علماء کرام ومفتیان عظام اندریں مسئلہ کہ درعلاقہ بلوچستان وخاص درحدود ریاست قلات کہ یک کلاں موضع ریت کہ قریباً بیس دیہہ یعنی قریہ بیک دیگر متصل اند مگر از زمانہ قدیم تا حال دریں علاقہ نماز جمعہ وعید بودہ است تمام اہل علاقہ ازدیں نہایت غافل اند۔ وبے دینی روز بروز زیادہ میشود۔ از وعظ شنیدن نہایت متنفر اند و در قریہ ہا یک مکدن شہریست کہ تقریباً یک ہزار نفری دران موجود اند بغیر ازیں دو ملاقہ بقاعدہ پولیس ڈاکخانہ دکان وغیرہ ہمگی موجود اند۔ بنابراں بمطابق قول صاحب درمختار، وذن الحاکم بنیاء، لجامع ص ۱۰۹ ج ا بعض بندگاں درخواست درحضور والی قلات برائے جمعہ نماز وعیدین پیش کردہ چنانچہ قلات خان معظم احمد ایاز خان حکم فرمود کہ درعلاقہ موصوف جمعہ نماز وعیدین قائم کنند چنانچہ مولی صاحبان بحکم حاکم عادل جمعہ نماز وعیدین شروع کردن گرفت۔ وبعضے مولوی صاحبان بمطابق لاجمعۃ ولا عید الا فی مصر عبارت را گرفتہ صراحتاً از حکم دراں انحراف کردہ ودر عام علاقہ ایں نسخے عام منتشر کردہ کہ جمعہ وعیدین جائز نیست چنانچہ قاضی قلات بمطابق حکم حاکم فتوی دادہ کہ جمعہ نماز عیدین خواندہ میشود۔ مگر بعضے ملا صاحبان نہایت ازیں حکم منکر اند بنابراں تحریری میشود کہ جمعہ وعیدین بمطابق عبارت درمختار میشود دریں علاقہ یانہ۔

﴿ج﴾

در مذہب امام ابوحنیفہ درقری صغیرہ جمعہ جائز نیست ودر مصر قصبات وقری کبیرہ جائز است وہو المعتمد کما ہو فی کتب الفقہ

پس درصورت مسئولہ اگر در کبیرہ بودن شک است لیکن بعد از حکم حاکم بلاشبہ درین چنیں موضع جمعہ لازم است۔ وچون از پیش ہم رواج جمعہ گزاردن است۔ پس بنا بر استجاب حال آن را جاری دارند ترک نہ کنند۔ اگر بالیقین قریہ صغیرہ بودے پس حکم حاکم حنفی بر صریح خلاف مذہب نہ بودے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تین صد کی آبادی والی بستی میں جمعہ جاری رکھنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی کی آبادی تقریباً تین صد آدمی کی ہے۔ یہاں پر جمعہ تقریباً عرصہ ۵ سال سے شروع ہے۔ ہمارے ہاں ایک عالم نے فرمایا ہے کہ جمعہ کی نماز بستیوں میں نہیں ہوتی۔ اس کے بارے میں فرمائیں یہاں پر امام ہم نے مقرر کیا ہے جمعہ کی نماز بند کر دیں یا جاری رکھیں اور عید کے بارے میں بھی فرما دیں۔ کہ وہاں پڑھنی چاہیے یا نہ پڑھیں۔

﴿ج﴾

فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ قصبات اور قریہ کبیرہ میں نماز جمعہ فرض ہے اور ادا ہوتی ہے۔ اور یہ بھی تصریح فرمائی ہے کہ چھوٹے قریہ میں باتفاق علماء حنفیہ جمعہ نہیں ہوتا۔ بلکہ چھوٹے قریہ وبستی میں وہاں کے لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں۔ و **تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب شامی باب الجمعۃ** ج ۱ ص ۵۹۰۔ سوال میں جس بستی کا ذکر ہے۔ جس کی آبادی تین صد افراد پر مشتمل ہے قریہ صغیرہ ہے اور اس میں نماز جمعہ جائز نہیں۔ یہاں کے لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں۔ عیدین بھی جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سات سو کی آبادی والی بستی میں جمعہ قائم کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ڈھوک فقیر داخلی بدھڑ جس کی آبادی تقریباً سات صد ہے۔ دو مسجدیں ہیں علیحدہ قبرستان بھی ہے اور صرف پانچ چھ پرچون کی دوکانیں اپنے اپنے گھروں میں بنی ہوئی ہیں۔ لوہار، ترکھان، موچی، حجام بھی ہے۔ یعنی اکثر ضروریات پوری ہو جاتی ہیں۔ خیال ہے کہ لوگوں کو نیکی کی ترغیب ہوتی رہے کیا ایسی جگہ جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر پڑھا جائے تو ظہر کی نماز ذمہ سے ساقط ہوگی یا نہیں اور پڑھنے سے گناہ ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

تحصیل مع سرکاری عملہ مڈل سکول، سول ہسپتال وغیرہ جس بستی میں ہو اس میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین حق اس مسئلہ میں کہ ایک ایسے مقام پر جہاں ماسیاتی شروط پائے جاتے ہیں- جمعہ کی نماز جاری کی جاسکتی ہے یا کہ نہیں-

تحصیل مع سرکاری عملہ- مڈل سکول شفاخانہ حیوانات- سول ہسپتال' گندم پیسنے والی چکی- لوہار اور ستر دوکان جس میں اشیاء ضرورت سب میسر ہوسکتی ہیں- اور مزید فناء میں تین چار سو افراد بھی ایک میل یا ڈیڑھ میل کے اندر سے اس مقام پر جمع ہوسکتے ہیں- تو ایسے مقام پر جمعہ کی نماز قائم کی جاسکتی ہے یا کہ نہیں؟

براہ کرم جواب مع حوالہ جات کتب فقہ حنفی اور مذہب اہل سنت والجماعت کے مطابق تحریر فرما کر ممنون فرماویں-

﴿ج﴾

سوال میں جس مقام کے بارے میں پوچھا گیا ہے- اور جس کے کچھ حالات بھی سوال میں درج ہیں- کہ تحصیل مع سرکاری عملہ مڈل سکول شفاخانہ حیوانات' سول ہسپتال اور ستر کے قریب دوکانیں موجود ہیں- تو یہ مقام بظاہر قریہ کبیرہ معلوم ہوتا ہے- اور قریہ کبیرہ میں نماز جائز ہے- تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق -الخ (درالمختار باب الجمعہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تبلیغ کرنے، چندہ اکٹھا کرنے کی غرض سے چھوٹی بستی میں جمعہ کرانے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ- ایک شخص نے بنیت تبلیغ ایک بستی میں تحریک جماعت بندی کی ہوئی ہے اور ارا کین جماعت پر مندرجہ ذیل قواعد رکھے ہوئے ہیں- (۱) ہر ماہ کا دوسرا خمیس بمقام فلاں ہر ممبر نے شرکت کرنی ہوگی-

(۲) ہر ممبر کو ایک روپیہ دینا ہوگا- (۳) ہر ممبر رائے پیش کرے تو اس کو اختیار ہوگا- (۴) کسی ماہ میں کوئی بیرونی مبلغ بلا کر جماعتی پیسوں سے خرچ کر کے جلسہ کرایا جائے گا- چنانچہ چند ماہ اس کارروائی پر گزر چکے ہیں- اب عرض یہ ہے کہ جو محرک جماعت ہے- وہ باہر سے آتا ہے اور جس بستی میں تحریک چلی ہوئی ہے- اسی بستی میں لوگ جمعہ پڑھتے ہیں- انھوں نے محرک جماعت کو کہا ہے- کہ بروز جمعہ مجلس شوریٰ قائم کی جائے- کیونکہ جمعہ کو اجتماع کافی ہوتا ہے- آمدنی میں اضافہ ہوگا-

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں یہ بستی جس کے کچھ کوائف سوال میں درج ہیں- قریہ صغیرہ ہے اور قریہ صغیرہ (بستی) میں حنفیہ مذہب میں جمعہ قائم کرنے کی اجازت نہیں- اور جمعہ ادا نہیں ہوگا- لہٰذا قریہ مذکورہ میں نماز جمعہ ادا کرنے سے نماز ظہر ذمہ سے ساقط نہیں بلکہ یہاں کے لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں-

و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق (الی قولہ) و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب (الی ان قال) لو صلوا فی القری لزمھم اداء الظھر (ردالمحتار باب الجمعہ ج ا ص ۵۹۰)- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کے فرضوں کے بعد کتنی رکعات سنت مؤکدہ ہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ جمعہ کے بعد کتنی سنت مؤکدہ ہیں- ائمہ اربعہ کا ان میں کوئی اختلاف ہے- [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے بارہ میں کیا عمل رہا ہے- بینوا توجروا-

﴿ج﴾

فقہاء حنفیہ جمعہ کے بعد چار سنت مؤکدہ لکھتے ہیں اور بعض روایات میں چھ رکعات [illegible] ہیں- ہذا بہتر اور احتیاط یہ ہے کہ چھ رکعت پڑھیں ورنہ چار ضرور پڑھیں- و سن قبل الظھر والجمعۃ وبعدھا اربع بتسلیمۃ (شرح وقایہ باب الوتر والنوافل ج ا ص ۲۰۰) و فی الدرالمختار و سن مؤکدا اربع قبل الظھر و اربع قبل الجمعۃ و اربع بعدھا بتسلیمۃ و ذکر فی الاصل اربع قبل الجمعۃ و اربع بعدھا- الخ و ذکر الطحاوی عن ابی یوسف انہ قال یصلی بعدھا ستا الخ- ینبغی ان یصلی اربعا ثم رکعتین (بدائع الصنائع ج ا ص ۲۵۸)

محرک نے کہا ہے کہ میں پختہ حنفی المذہب ہوں حنفی مذہب میں دیہات میں جمعہ ناجائز ہے۔ البتہ وصولی چندہ میں اضافہ ہو جائے۔ تو حیلہ حسب ذیل کروں گا کہ امام جمعہ کے پیچھے بہ نیت دو رکعت نفل پڑھوں گا اور بعد کو چار فرض ادا کروں گا۔ اب قابل دریافت بات یہ ہے کہ حنفی مذہب رکھنے والے کو اس طرح حیلہ ایسی مصلحت کے لیے جائز ہے یا نہ۔ مستفتی تشفی فرما کر اجر دارین حاصل کریں۔ یہ بھی معلوم ہو کہ بستی بھی چند مکانوں پر مشتمل ہے۔ بہت مکان بھی نہیں۔

﴿ج﴾

جس بستی میں نماز جمعہ جائز نہیں وہاں جو لوگ نماز جمعہ دو رکعت ادا کرتے ہیں۔ نوافل شمار ہوتے ہیں اور نوافل با جماعت ادا کرنا مکروہ ہے۔ لہذا آمدنی کے اضافہ کی غرض سے مکروہ کا ارتکاب کرنا جائز نہیں۔ و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز (ای الجمعة) فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و مبر و خطیب کما فی المضمرات و الظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر (ج ۱ ص ۵۹۰ ردالمحتار باب الجمعة)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ پڑھ کر احتیاط الظہر پڑھنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں ایک امام مسجد ہے جو کہتا ہے جمعہ پڑھنے کے بعد احتیاطاً نماز ظہر پڑھ لینی چاہیے اس کی وضاحت فرمائیں اس کا کوئی شریعت میں ثبوت ہے اگر ہے تو کس کا قول ہے اور اب فتویٰ کیا ہے۔ بینوا و توجروا۔

﴿ج﴾

شہروں وغیرہ میں احتیاط الظہر صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ وہاں جمعہ صحیح ہے اور قریہ صغیرہ میں جمعہ ادا نہیں ہوتا وہاں نماز ظہر باجماعت پڑھنی چاہیے۔ و فی البحر قد افتیت مرارا بعدم صلوتها (ای الاربع بنية اخر من الظهر) خوف اعتقاد الجهلة بانها الفرض بحر الرائق ج ۲ ص ۱۳۹ باب الجمعة)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سو گھر، پانچ سو چار افراد کی آبادی سے تین میل کی مسافت پر واقع بستی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک چک جو کہ ایک سو گھر پر مشتمل ہے اور افراد کی آبادی

اس میں پانچ سو چار (۵۰۴) ہے پانچ دو کانیں بھی ہیں گا ہے بگاہے افسران کی بھی آمد رہتی ہے اور اس مذکورہ چک سے ایک قصبہ تین میل پر ہے جس میں جمعہ پڑھا جاتا ہے آج کل تین چار میل پر جمعہ پڑھنے کے لیے کوئی بھی نہیں جاتا ہے۔ چک مذکور کا پیش امام جمعہ پڑھنے جاتا تھا اب وہ بھی بیمار اور کمزور سا رہتا ہے۔ آج کل وہ بھی جمعہ وہاں جا کر پڑھنے سے قاصر ہے بوجہ سخت مجبوری و معذوری کے اب لوگ بھی چک مذکور میں جمعہ جاری کرنے کا شوق رکھتے ہیں اور پیش امام کا بھی یہی خیال ہے کہ جمعہ یہاں پر جاری ہو جائے لہذا آپ فتویٰ تحریر فرما کر ثواب دارین حاصل کریں کہ یہاں پر جمعہ جاری کیا جائے یا نہ اگر کیا جائے تو پیشی پڑھیں یا ۱۴ رکعت پڑھیں برائے کرم فتویٰ صادر فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔ (نوٹ) دوسرا قصبہ قطب جہاں جمعہ پڑھا جاتا ہے وہاں پیش امام بمعہ مقتدی پکے بریلوی ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ السلام علیکم یا رسول اللہ نہ پڑھا جائے تو کفر ہے۔ دوسرا قیام کرنا ضروری ہے ہمیشہ ہی دیوبند والوں پر گند ڈالتے ہیں جن کو ہم برداشت کرتے ہوئے وہاں نہیں جا سکتے ہیں۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اصل یہ ہے کہ فقہ کی معتبر کتابوں مثلاً ہدایہ شرح وقایہ درمختار اور شامی سے یہ ثابت ہے کہ ادائے جمعہ اور وجوب جمعہ کے لیے مصر شرط ہے اور شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قصبہ و قریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہو جائے گا کیونکہ وہ بھی حکم شہر و مصر کے ہے۔ و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیها اسواق۔ الخ (ردالمحتار باب الجمعة) اور درمختار اور شامی میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ چھوٹے قریہ میں جمعہ درست نہیں۔ اور اس میں کراہت تحریمہ ہے وفیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب الخ و الظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الا تری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر۔ (ایضًا) (ردالمحتار ص ۵۹۰ ج ۱)

پس بنابریں سوال میں جس چک کے بارے پوچھا گیا ہے اور جس کے کچھ حالات سوال میں درج ہیں یہ چک قریہ کبیرہ کے حکم میں نہیں بلکہ قریہ صغیرہ ہے نماز جمعہ پڑھنا یہاں جائز نہیں اور نہ یہاں کے رہنے والوں پر نماز جمعہ واجب ہے لہذا یہاں جمعہ ہرگز شروع نہ کریں کیونکہ جہاں جمعہ جائز نہ ہو وہاں پڑھنے سے نماز ظہر ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی اور جمعہ ایک نفل کے درجہ میں ہو جاتی ہے اور نفل باجماعت پڑھنا مکروہ ہے اور پھر نفل کے لیے خطبہ اذان وغیرہ کا اہتمام کرنا چہ معنی دارد الحاصل اس چک میں نماز جمعہ جائز نہیں یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

آٹھ سو افراد پر مشتمل آبادی والے چک میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں:

(۱) چک نمبر ۱۹۳ ایم ایل کی آبادی تقریباً ۶۰ یا ۷۰ گھروں کی ہے تعداد افراد خورد وکلاں مرد وزن تقریباً ۷۰۰ یا ۸۰۰ ہیں- کیا اس چک میں جمعہ پڑھنا واجب ہے اگر واجب نہیں تو کیا جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز ساقط الذمہ ہو جائے گی؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جس چک کا ذکر کیا گیا ہے- یہ قریہ کبیرہ نہیں بلکہ قریہ صغیرہ ہے اور یہاں نماز جمعہ جائز نہیں جمعہ پڑھنے سے نماز ظہر ساقط نہیں ہوگی- **صلوة الجمعة لا تصح الا فی مصر جامع او مصلی المصر و لا تجوز فی القری**- (ہدایہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم- حضرت مفتی صاحب کے حکم سے یہ فتویٰ احقر نے لکھا ہے-

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ۲۳ ذوالقعدہ ۱۳۸۹ھ

چودہ پندرہ گھروں کی آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

صورت مسئولہ یہ ہے کہ ایک گاؤں جس کی آبادی تقریباً چودہ پندرہ گھر کی ہے- اور وہ بھی غیر مستقل یعنی قلب مکانی کا امکان ہے- جس طرح عادۃً سردیوں کے موسم میں شہر میں رہا کرتے ہیں اور گرمیوں میں دیہات میں جس میں ایک دو دوکانیں بھی ہیں- جن سے چائے چینی کپڑا میسر ہوسکتا ہے- علاوہ ازیں معمولی چیزیں ہیں- اگر علاج معالجہ کی ضرورت ہو تو اس گاؤں میں سے کچھ نہیں بن سکتا- البتہ پچاس ساٹھ میل کے فاصلہ پر معمولی امراض کا علاج کرا سکتے ہیں- دیگر قوانین شرعیہ کے مطابق کوئی قاضی اور فیصلہ کرنے والا جو کہ ظالم سے مظلوم کا حق لے کر دلوا سکے بھی نہیں- البتہ ایک امام اور ایک مسجد شریف اداء صلوٰۃ کے لیے ہے- اگر گرد و نواح کے لوگ جمع ہو جائیں تو تقریباً بیس تیس آدمی حاضر ہو سکتے ہیں- آیا ایسا گاؤں جو کہ ان وصفوں سے موصوف ہو اس میں نماز جمعہ اور عیدین پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

نیز اگر اس بات کو مدنظر رکھیں کہ اگر جمعہ اور سال کے اندر عیدین کو قائم نہ کیا جائے تو لوگ تبلیغ و تفہیم سے محروم رہیں گے- تو اس طریقہ سے نماز جمعہ اور عیدین ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ صدقۃ الفطر کے متعلق بھی واضح کر دیں کہ کتنی مقدار ادا کرنا ہے- آج کل کے انگریزی سیروں سے-

﴿ج﴾

س ہے کہ فقہ کی معتبر کتابوں مثل ھدایہ و شرح وقایہ و در مختار و شامی سے یہ ثابت ہے کہ ادائے جمعہ اور وجوب جمعہ کے مصر شرط ہے- اور شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قصبہ قریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوتا ہے- کیونکہ وہ بھی حکم میں شہر اور مصر کے ہے- (ردالمحتار باب الجمعہ ج ۱ ص ۵۹۰) میں ہے- **و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق- الخ**

مصر کی تعریف میں اختلاف ہے لیکن مدار عرف پر ہے- عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازارو ... اس میں ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے- **فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح**- (ردالمحتار باب الجمعة ج ۱ ص ۵۹۰) شامی میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ چھوٹے قریہ میں جمعہ درست نہیں اور اس میں کراہۃ تحریمہ ہے- اور جس گاؤں میں بوجہ اس کے چھوٹے ہونے کے عند الحنفیہ جمعہ درست نہیں- اس میں کسی خیال سے مثلاً تبلیغ و تفہیم کے ارادہ سے بھی جمعہ نہ پڑھنا چاہیے-

کتابوں میں لکھا ہے کہ ایسی جگہ جمعہ پڑھنے سے گنہگار ہوتے ہیں- اور ظہر کی جماعت کے ترک کا گناہ بھی ان پر ہے- اور نماز ظہر بھی ان کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی-

بما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز (ای الجمعة) فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب- الخ و ظهر انه ارید به الکراهة- لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری- لزمهم اداء الظهر (ردالمحتار ج ۱ ص ۵۹۰)

پس صورت مسئولہ میں جس گاؤں کا ذکر کیا ہے اس گاؤں میں نماز جمعہ اور عیدین پڑھنا جائز نہیں ہے یہاں کے لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں- واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) صدقۃ الفطر کے بارے میں احتیاط اسی میں ہے کہ اسی تولہ کے سیر سے پونے دو سیر گندم ایک صدقۃ الفطر میں دیے جائیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دس بارہ افراد کی آبادی میں جمعہ قائم کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ صوبہ بلوچستان کے بعض علاقوں میں قریہ صغیرہ میں نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے- مثلاً ایک

جگہ جو کہ بنام سفید معروف ہے- جس میں پورے سال بھر میں رہنے والوں کی تعداد دس بارہ آدمیوں کی ہوگی- نیز [illegible]
مقیم گھر زیادہ سے زیادہ آٹھ یا دس ہوں گے- اور اس میں ایک معمولی سی دوکان بھی ہے جس سے تیل گڑ چائے [illegible]
ہوسکتی ہے- نیز ایک عالم دین بھی ہے جو کہ اکثر مسائل فقہ سے استفتاء کرتا ہے- اگر علاج معالجہ کی ضرورت ہو تو [illegible]
پچاس میل کے فاصلے پر ایک معمولی سا ڈاکٹر ہے جو علاج ناقص کرسکتا ہے-

مذکورہ بالا (موضع سفید) کیا عندالشرع مصر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ یا صغیرہ ان مراتب اربعہ میں سے کون سا مرتبہ [illegible]
حاصل ہے- یا دیہات شمار کیا جاتا ہے-

(۲) کیا عندالاحناف اس میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

(۳) بالفرض جو کوئی ایسی جگہ ہو کہ جس میں شرائط جمعہ عندالاحناف مفقود ہوں کیا احناف ہوتے ہوئے مذہب شافعی پر عمل کرسکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) نیز عدم جواز کے باوجود تبلیغ و نصیحت کے لیے جمعہ قائم کیا جاسکتا ہے؟

(۵) نیز اس سے بھی مطلع فرمادیں کہ جواز جمعہ کے لیے کتنی آبادی چاہیے- مذکورہ سوالات کے جوابات مفصل فرمائیں-
نیز لکیر کشیدہ نمبروں کے تحت کیے گئے سوالات کے جوابات علیحدہ علیحدہ بادلائل تحریر فرمائیں-

﴿ج﴾

(۱) صورۃ مسئولہ میں جس جگہ کا ذکر کیا ہے جس کا نام (سفید) ہے اور اس کی آبادی دس بارہ آدمیوں پر مشتمل ہے- یقیناً قریہ صغیرہ (چھوٹا گاؤں) ہے-

(۲) عندالاحناف اس قریہ صغیرہ میں نماز جمعہ جائز نہیں- قال العلامة الشامی ناقلا عن القهستانی **تقع فرض فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة** - (ردالمحتار باب الجمعہ ج ۱ ص ۵۹۰)

(۳) حنفیہ کو اس صورت میں امام شافعی کے مذہب پر عمل کرنا جائز نہیں ہے- کیونکہ حنفیہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے کہ چھوٹے گاؤں میں نماز جمعہ وعیدین کی جائز نہیں- بلکہ درمختار و شامی میں قنیہ سے نقل کیا ہے کہ گاؤں میں جمعہ وعیدین کی نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے- **صلوة العید فی القری تکره تحریما (درمختار) و مثله الجمعة** (ردالمحتار باب العیدین ج ۱ ص ۶۱۱)

(۴) جس گاؤں میں بوجہ اس کے چھوٹا ہونے کے عندالحنفیہ جمعہ درست نہیں اس میں کسی خیال سے بھی جمعہ نہ پڑھنا چاہیے- کتابوں میں لکھا ہے کہ ایسی جگہ جمعہ پڑھنے سے گنہگار ہوتے ہیں اور ظہر کی جماعت کے ترک کا گناہ بھی ان پر

[illegible] فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز (ای الجمعة) فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و [illegible] کما فی المضمرات والظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی [illegible] لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر - (ردالمحتار باب الجمعہ ج ۱ ص ۵۹۰) وعظ و نصیحت کے لیے وقتاً [illegible] جمعہ کے دن یا کسی اور دن اجتماع کر کے لوگوں کو مسائل دینیہ سے آگاہ کیا جائے اس مقصد کے لیے مکروہ تحریمی کا [illegible] کرنا ظہر با جماعت کا ترک کرنا جائز نہیں-

[illegible] جواز جمعہ کے لیے شرعاً کوئی آبادی متعین نہیں- جواز جمعہ کے لیے مصر قصبہ اور قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے اور مصر کی [illegible] میں اختلاف ہے- لیکن بظاہر مدار عرف پر ہے- عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو- اور بازار و گلیاں [illegible] ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ مصر ہے- **عن ابی حنیفة کل بلدة فیها سکک و اسواق و وال [illegible] المظلوم من ظالمه ای یقدر علی انصافه و عالم یرجع الیه فی الحوادث کذا فی النهایة [illegible] اثار السنن ج ۲ ص ۸۵) و فی الکوکب الدری ج ۱ ص ۱۹۹ و لیس هذا کله تحدیدا له [illegible] اشارة الی تعیینه و تقریب له الی الاذهان و حاصله ادارة الامر علی رای اهل کل زمان فی عدهم [illegible] معمورة مصرا فما هو مصر فی عرفهم جازت الجمعة فیه و مالیس بمصر لم یجز فیه الا ان یکون [illegible] المصر** - الخ- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چھ سات گھروں کی آبادی والی جگہ پر جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

[illegible] علماء احناف اندریں مسئلہ کہ نماز جمعہ بجائیکہ شش و ہفت خانہ معمور اند و دراں عمارات مسجدے نیز تعمیر است و [illegible] نمازی چار پنج میباشد ہمیں جماعت بموسم گرما اند واما بموسم سرما شش ماہ ہمیں مقتدیان نقل مکانی کردہ بقطعہ [illegible] میروند و اندریں شش ماہ بغیر از امام مسجد دیگر کسی نیست کہ نماز وقتی بجماعت ادا کردہ آید و در اولین شش از گرد و [illegible] دوازدہ مردم نیز بنماز جمعہ جمع شوند آیا ایں جائز است یا نہ؟ بینوا بالبرھان وتوجروا من الرحمٰن-

﴿ج﴾

[illegible] صغیرہ بمذہب امام ابوحنیفہؒ اقامت جمعہ درست نیست و در قریہ کبیرہ کہ اسواق و کوچہا دراں باشند جمعہ ادا می شود کما [illegible] شامی **تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا [illegible] الی انه لا تجوز فی الصغیرة** ج ۱ ص ۵۹۰- الخ- و در تعریف شہر و قریہ حاجت بیان ندارد آنچہ عرفاً آں را شہر [illegible] شہر است- و آنچہ آں را قریہ دانند قریہ است اما ایں قدر ہست کہ قصبہ و قریہ کبیرہ ہم حکم مصر دارد و اقامت جمعہ دراں [illegible] است- پس بموجب روایت مذکورہ جمعہ در قریہ مسئول عنہا روا نیست و بر اہالیان ایں قریہ نماز ظہر با جماعت واجب [illegible] ست- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

چار سو مکانات پر مشتمل آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ شہر ترمن واقع ڈیرہ غازی خان جس کی آبادی تقریباً چار سو مکانات پر مشتمل ہوگی- اس میں گیارہ بارہ سال سے جمعہ شروع ہے- ایک دو سال قبل جب اس مسئلے کے متعلق تحقیق کی گئی- تو بعض علماء نے یہ فرمایا کہ جہاں جمعہ شروع ہو وہاں ترک جمعہ کا فتوی دینا درست نہیں ہے- اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس شہر میں جمعہ صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں تو لوگوں کی نمازیں تباہ ہو رہی ہیں- ترک جمعہ کا فتوی ضروری ہوگا- نیز کیا جمعہ کا کسی جگہ چند سالوں تک پڑھا جانا دلیل جواز ابدی بن سکتا ہے یا نہیں؟ اور کیا یہ دلیل جواز جمعہ پر صحیح ہے کہ جس شہر کے عاقل بالغ اس شہر کی بڑی مسجد میں نہ سما سکیں وہاں جمعہ درست ہے- بینوا توجروا-

﴿ج﴾

حنفیہ کا مذہب جمعہ کے بارہ میں یہ ہے کہ شہر اور قصبہ اور بڑے قریہ میں جس میں دو چار ہزار آدمی آباد ہوں اور ضروری شی کی دوکانیں ہوں وہاں جمعہ واجب اور ادا ہوتا ہے- البتہ چھوٹے قریہ میں جمعہ صحیح نہیں ہوتا- اس میں جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی لکھا ہے- صلوة العيد في القرى تكره تحريما (درمختار) و مثله الجمعة (ردالمحتار ج ۱ ص ۶۱۱) پس اگر یہ جگہ جس میں جمعہ ہو رہا ہے- قصبہ یا بڑا قریہ ہے تو جمعہ اس میں واجب اور صحیح ہے اور اگر وہ چھوٹا گاؤں ہے تو پھر جمعہ پڑھنا وہاں مکروہ تحریمی ہے- توڑنا جمعہ کا ضروری ہے جہاں شرائط صحت جمعہ موجود نہ ہوں صرف چند سال تک وہاں جمعہ پڑھا جانا دلیل جواز نہیں- اور چھوٹے گاؤں میں جمعہ پڑھنے سے ظہر ساقط نہیں ہوتی- لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر (ردالمحتار ج ۱ ص ۵۹۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بائیس سو کی آبادی والے قصبہ میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی جس کی کل آبادی بائیس سو ہو پانچ مسجدیں جو آباد ہیں چھٹی مسجد زیر تعمیر ہے ایک پرائمری سکول ہے تین دینی درسگاہیں ہیں جو اٹھارہ سال سے شروع ہیں- تقریباً تیس دوکانیں مختلف اشیاء کی موجود ہیں اس کے علاوہ باقی فنون کی دوکانیں بہت ہیں- جیسے جولاہے کی دوکان موچیوں کی دوکان لوہار کی دوکان نائیوں کی دوکان وغیرہ اکثر ضرورتیں شہر کی اسی شہر میں پوری ہو جاتی ہیں- باہر کے آنے والے اس کو شہر بولتے ہیں- شہر کی سب سے بڑی مسجد میں مکین نہیں سما سکتے بلکہ یقینی طور پر آج کل تو بچوں میں نہیں سما سکتے- دو ممبر ایک نمبردار اور ایک چوکیدار ہے- ڈاکخانہ مستقل تو نہیں ہے- لیکن لیٹر بکس لگا ہوا ہے اعلیٰ قسم کے پختہ مکان اور محل بنے ہوئے ہیں- چار سڑکیں پکی سرکاری ہیں اس کے علاوہ شہر میں ٹیڑی سڑکیں تو بہت ہیں جیسے ہوتی ہیں- تقریباً دو سال کا عرصہ ہوا ہے- اس

کورہ میں حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن کہروڑ پکا والے ایک شادی کے موقع پر تشریف لائے تھے انھوں نے جمعہ یا تو نیز یہ فرمایا کہ یہ قریہ جامعہ معلوم ہوتا ہے- اس بستی مذکورہ میں تقریباً ۸ سال سے جمعہ شروع ہے اس مذکورہ بستی جمعہ برقرار رکھا جائے یا بند کر دیا جائے- جائز ہے یا نہ؟ از روئے شرع جواب دیں-

﴿ج﴾

حمن الرحیم- حنفیہ کا مذہب جمعہ کے بارے میں یہ ہے کہ قریہ صغیرہ میں جمعہ صحیح نہیں ہے- اور قریہ کبیرہ میں اور قصبہ میں جمعہ جب واد ادا ہوتا ہے اور عرف میں جس کو قریہ کبیرہ سمجھیں وہ قریہ کبیرہ ہے- اور جس کو قریہ صغیرہ سمجھیں وہ قریہ صغیرہ ہے- فی ردالمحتار باب الجمعة تقع فرضا في القصبات و القرى الكبيرة التي فيها اسواق -الخ فقط اعلم ج ۱ ص ۵۹۰

کورہ فی السوال میں جمعہ کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں حکم یہ ہے کہ کسی ذی رائے تجربہ کار عالم با عمل کو بلائیں اس قریہ میں صحت جمعہ کے شروط وغیرہ کا جائزہ لے کر حکم صادر فرما دیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سولہ سو کی آبادی والے قصبہ میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

رماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جس کی آبادی سولہ سو افراد پر مشتمل ہو نماز جمعہ جائز ہے جبکہ دوکانیں روف بازار کی شکل میں ہوں- گاؤں کی غالب اکثر ضروریات اس گاؤں میں پوری ہوتی ہوں- اور آس پاس کی عام یوں سے بڑا ہو اور ہر لحاظ سے فوقیت رکھتا ہو اور آس پاس کے لوگوں کی ضروریات یہاں سے پوری ہوتی ہوں- مڈل - دینی مدرسہ حفظ و ناظرہ' آٹا پیسنے' چاول نکالنے' کپاس بیلنے- روئی بیلنے کی مشینیں ہوں- گھروں میں اور مسجد میں وغیرہ کا انتظام ہو- اور گاؤں پر رونق طریق پر ہو- کفن دفن کے لیے خود کفیل ہو اور مکلف مسلمان گاؤں کی بڑی مسجد میں کتے ہوں-

﴿ج﴾

ہے کہ فقہ کی معتبر کتب مثل ہدایہ و شرح وقایہ و درمختار و شامی سے یہ بات ثابت ہے کہ ادائے جمعہ اور وجوب کے لیے شرط ہے- اور شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قصبہ و قریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی حکم شہر اور مصر کے ہے- اور ر و شامی میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ چھوٹے قریہ میں جمعہ درست نہیں ہے- اور اس میں کراہت تحریمہ ہے- باقی مصر کی یف میں اختلاف ہے- لیکن بظاہر مدار عرف پر ہے- عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار و گلیاں اس ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے-

فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح (ردالمحتار باب الجمعة ج۱ص۵۹۰)

پس سوال میں جس قریہ کا ذکر کیا گیا ہے اگر اس میں شرائط صحت جمعہ پائی جاتی ہیں۔ یعنی وہ جگہ شہر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ ہو تو اس میں نماز جمعہ جائز ہے ورنہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تیس چالیس گھروں پر مشتمل آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک چک جس کی آبادی تقریباً تیس چالیس گھروں پر مشتمل ہے جس میں یہ پرائمری سکول ہے اس کے علاوہ اس چک میں کوئی ہسپتال ڈاک خانہ و بازار وغیرہ ضروریات زندگی بالکل ناپید ہیں یہیں اس چک میں کافی عرصہ سے جمعہ شروع ہے کیا جمعہ یہاں جائز ہے یا نہیں اگر جائز نہیں ہے تو اس بستی میں نماز جمعہ پڑھنے سے ظہر ذمہ سے ساقط ہوگی یا نہیں نیز احتیاطی پڑھنے کی صورت میں جمعہ کی گنجائش نکل سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جمعہ کے بارے میں اصل یہ ہے کہ فقہ کی معتبر کتابوں مثلاً ہدایہ و شرح وقایہ درمختار و شامی سے یہ ثابت ہے کہ ادائے جمعہ و وجوب جمعہ کے لیے مصر شرط ہے۔ ولا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر و لا تجوز فی القری لقوله علیه السلام لا جمعة و لا تشریق و لا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع الخ (ہدایہ) اور شامی نے نقل فرمایا ہے کہ قصبہ و قریہ کبیرہ میں بھی جمعہ ادا ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی حکم شہر اور مصر میں ہے۔ تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق الخ۔ ج۱ص۵۹۰ (ردالمحتار) اور درمختار و شامی میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ چھوٹے قریہ میں جمعہ درست نہیں ہے اور اس میں کراہیۃ تحریمہ ہے۔ و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب الخ والظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الا تری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر (ردالمحتار ج۱ ص۵۹۰) اور مصر کی تعریف میں اختلاف ہے لیکن بظاہر مدار عرف پر ہے عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو، بازار و گلیاں اس میں ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے۔ فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه

[او] علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح۔ (ردالمحتار ج۱ص۵۹۰) ان [عبارات] سے معلوم ہوا کہ جس چک کے بارے سوال میں پوچھا گیا ہے اور جس کے کچھ حالات سوال میں درج ہیں وہ یہ کہ [اس کی] آبادی تقریباً تیس چالیس گھروں پر مشتمل ہے وغیرہ مصر کی تمام تعریفوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ چک مصر یا قصبہ شرعاً [نہیں ہے] اور اس کے اہالیان پر نماز جمعہ فرض نہیں ہے بلکہ اس چک کے لوگ ظہر کی نماز باجماعت ہی ادا کریں گے جمعہ کی [نماز] پڑھنے سے ان کے ذمہ سے ظہر ساقط نہ ہوگی اور جبکہ اپنے مذہب کے موافق جمعہ فی القریٰ مثلاً مکروہ تحریمی ہے جیسا [کہ روا]یت والظاهر انه ارید به الکراهة۔ ج۱ص۵۹۰ الخ میں مذکور ہے تو احتیاط الظہر مع ادائے جمعہ اس کی [اجاز]ت کب کرسکتی ہے وہاں تو ظہر جماعت سے پڑھنا چاہیے اور جمعہ کو ترک کرنا چاہیے ورنہ ارتکاب مکروہ تحریمی کا لازم [آئ]ے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک ہزار کی آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

[چہ می فرما]یند علماء کرام کہ در شہر جیبری از عرصہ بعید نماز جمعہ کردہ بودند و بلکہ دریں دیار بلوچستان در قریہ قریہ نماز جمعہ خواندہ میشود [...] قریہ جیبری بمطابق شروط احناف حدود شرعی یافتہ نمیشود البتہ یک کلاں (قریہ ست کہ مردم) شماری شان تقریباً خورد و [...] بیک ہزار یا قدرے کم میشود و در آنجا بعضے فیصلہا بذریعہ قاضی صاحب پڑوئی و قوم سردار صاحب ہم میشوند فی الوقت [...] صاحب از خواندن جمعہ نماز منع فرمودہ است کہ در ینجا شروط جمعہ عندالاحناف موجود نیستند بعضے حضرات فتویٰ [...] شاہ ولی اللہ صاحب دادہ کہ خواہان جمعہ کردہ اند و در جمعہ نماز مندرجہ ذیل مفاد اند کہ قرآن و احادیث ہفتہ واری شنوند [...] و بیک دیگر الفت می کنند و از رسوم ہائے بد پرہیز می کنند و از حقیقت اسلام واقف میشوند بنا بر اں التماس است کہ در ینجا [...] معلوم بسازید تا کہ تسلی باشد۔

﴿ج﴾

[...] باتفاق حنفیہ در مصر یا در قریہ کبیرہ کہ اسواق و کوچہ ہا در آں باشند ادا می شود و در قریہ صغیرہ جائز نیست کما صرح به [ال]شامی نقلا عن القهستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها۔ (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة (ردالمحتار ج۱ ص۵۹۰) حقیقت تعریف شہر و قریہ حاجت بیان ندارد۔ آنچہ [...] آنرا شہر نامند شہر است آنرا قریہ دانند قریہ است اما ایں قدر ہست کہ قصبہ و قریہ کبیرہ ہم حکم مصر دارد و اقامت جمعہ در آں [...] است اگر سلطان یا نائب سلطان نباشد در امصار جمعہ واجب کما صرح به الشامی در آں جا مسلمین امام معین و مقرر سازند

این ہم کافی است۔

پس اگر قریہ مسئول عنہا بازار و کوچا میدارد پس بموجب روایت مذکورہ جمعہ و اعیاد آنجا با وجود شرائط دیگر بعد شہ روا است والالا۔ و برائے آن مصالح کہ در سوال ذکر کردہ ارتکاب کردن فعل مکروہ و ترک کردن ظہر با جماعت روا نیست
صلوۃ العیدفی القری تکرہ تحریما۔ (درمختار) و مثلہ الجمعہ (ردالمحتار باب العیدین ج ا ص ۶۱۱)

کیا عیدگاہ میں جمعہ ادا کرنا جائز ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ شہر کی عیدگاہ میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

شہر کی عیدگاہ میں بلاشبہ نماز جمعہ صحیح اور درست ہے۔ ہدایہ میں ہے۔ لا تصح الجمعۃ الافی مصر جامع اوفی مصلی المصر (و مکتوب تحت ھذا السطر) نحو مصلی العید (ھدایہ ج ا ص ۱۵۰) یعنی جمعہ شہر یا ایسی جگہ بھی ہو سکتا ہے جو شہر کے مصالح کے لیے بنائی گئی ہو۔ جیسا کہ عیدگاہ اور اس کے علاوہ قبرستان و چھاؤنی الخ۔ لہٰذا عیدگاہ میں نماز جمعہ بلا کسی تردد کے جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

گرد و نواح سمیت دو ہزار کی آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ موضع سجن پور کی آبادی تقریباً ایک ہزار افراد پر مشتمل ہے۔ جس میں سات دوکانیں کریانہ ایک چکی آٹا پیسنے والی اور گرد و نواح کی آبادی بھی تقریباً ایک ہزار کے قریب ہے۔ جمعہ کے دن پڑھنے والوں کی اکثریت قریباً ۱۰۰ افراد ہوتے ہیں اور آگے پیچھے نماز میں زیادہ آدمی نہیں ہوتے۔۔ اس مسجد میں کچھ آدمی جمعہ نہیں پڑھتے اور کچھ پڑھتے ہیں۔ آیا یہاں جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

صحت جمعہ کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے۔ جہاں آبادی زیادہ ہو بازار ہو اور اطراف کے لوگ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے وہاں آتے ہوں عرفاً قریہ کبیرہ سمجھا جاتا ہو۔ اور قریہ صغیرہ میں جمعہ جائز نہیں۔ صورت مسئولہ میں جس موضع کا ذکر ہے جہاں سات دوکانیں ہیں۔ ہسپتال ڈاک خانہ وغیرہ بھی اس موضع میں ہیں۔ یہ قریہ صغیرہ ہے اور یہاں نماز

جمعہ جائز نہیں۔ یہاں کے لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں۔ جہاں جمعہ کے شروط نہیں پائے جاتے وہاں شروع کرنے سے جائز نہیں ہوتا۔ کسی کتاب میں یہ نہیں لکھا کہ جمعہ کے شروط میں سے شروع کرنا بھی ہے۔ بہرحال عندالاحناف یہاں جمعہ درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس گاؤں کی مسلم و غیر مسلم آبادی اڑھائی ہزار ہو اس میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں چک نمبر ۵۵ ضلع لاہور تحصیل قصور جس کی کل آبادی اس وقت دو ہزار پانچ سو اکاون ہے۔ جس میں مسلم و غیر مسلم صغیر و کبیر سبھی شامل ہیں۔ تو دس دوکانیں متفرق طور پر ہیں دو پرائمری سکول چیئرمین کا دفتر اور ایک ڈاکٹر کی دوکان ہے۔ اس گاؤں میں عندالاحناف نماز عیدین و جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

ایک مولوی صاحب یہ کہتے ہیں کہ جس گاؤں کی سب سے بڑی مسجد میں اس گاؤں کے لوگ نہ سما سکیں۔ اس میں جمعہ جائز ہے جبکہ چک نمبر ۵۵ ضلع لاہور تحصیل قصور کے متعلق اوپر بیان کیا گیا ہے۔ اگر اس مولوی صاحب کا یہ قول درست ہے۔ تو حنفیوں اور غیر مقلدوں کے درمیان جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہر گاؤں میں کوئی بڑی مسجد ہوتی ہے۔ جس میں گاؤں کے لوگ نہیں آ سکتے۔ اس چک میں دو مسجدیں ہیں ایک بڑی اور ایک چھوٹی مسجد ہے۔ آیا ان شرائط کے ہوتے ہوئے چک نمبر ۵۵ ضلع لاہور تحصیل قصور میں جمعہ و عیدین عندالاحناف جائز ہے یا نہیں؟

اگر عندالاحناف جمعہ و عیدین اس گاؤں میں پڑھنا ناجائز ہو اور پھر بھی کچھ لوگ جمعہ و عیدین پڑھیں اور جمعہ پڑھنے کا فتویٰ دیں۔ وہ گنہگار ہوں گے یا نہیں؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح رہے کہ جمعہ کی نماز نیز عیدین کی نماز فقہاء احناف کے نزدیک مصر (شہر) یا قریہ کبیرہ میں جائز ہوتی ہے۔ چک و دیہات میں جمعہ اور عید کی نماز جائز نہیں ہوتی۔ ۲۵۵۱ معمولی سی آبادی ہے۔ اتنی آبادی کی بستی میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ مصر (شہر) کی متعدد تعریفیں کی گئی ہیں۔

ایک تعریف یہ ہے کہ ایسی آبادی کو مصر کہتے ہیں جس میں حکومت کی طرف سے والی (امیر) ہو۔ اور محکمہ قضاء کا قاضی ہو جو حدود اور احکام شرعیہ کو جاری کرنے کی قدرت رکھتا ہو بعض نے یہ کی ہے کہ اس میں بازار اور گلی کوچے ہوں وغیرہ وغیرہ۔

بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ اس میں متعدد مساجد ہوں اور سب سے بڑی مسجد میں وہاں کے وہ عاقل بالغ مرد جن

پر جمعہ واجب ہوتا ہے مسجد کے اندر اور بیرون مسجد صحن سمیت میں نہ سما سکیں- اور چک نمبر ۵۵ ہذا میں تو صرف دو ہی مسجدیں ہیں- ویسے یہ سب تعریفیں حقیقی نہیں ہیں- بلکہ یہ سب شہر کی امارات وعلامات ہیں- حقیقۃ شہر وہی ہوتا ہے- جس کو عرف میں شہر کہیں- اس وگاؤں دیہات چک وغیرہ ناموں سے یاد نہ کریں اور شہروں کو شمار کرتے وقت اس کو بھی اس شمار میں ذکر کیا جائے اور واضح ہے کہ چک نمبر ۵۵ کی حیثیت اس جیسی نہیں ہے- ہذا اس میں جمعہ جائز نہ ہوگا- اور نہ عیدین جائز ہوں گی- یہاں کے رہنے والوں پر جمعہ کے دن ظہر کے وقت چار رکعتیں فرض ادا کرنی ضروری ہیں اور ان کو جماعت سے ادا کرنا سنت مؤکدہ بلکہ واجب ہے- لہٰذا جمعہ کی نماز چک ہذا میں پڑھنی جائز نہیں ہے- ویسے امام ابو یوسف صاحب سے شہر کی امارات میں باعتبار آبادی کے دس ہزار کی روایت آئی ہے- و قال فی الهداية لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع ،وفی مصلی المصر و لا تجوز فی القری لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع الخ- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کی ادائیگی کا مستحب وقت کونسا ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ اول وقت میں افضل ہے- یا آخر میں جمعہ کا صحیح وقت کونسا ہے- پہلا یا آخری؟ اس مسئلہ میں تفصیل سے روشنی ڈال کر شکریہ کا موقع دیں-

﴿ج﴾

جمعہ میں تعجیل یعنی اول وقت میں پڑھنا مستحب اور بہتر ہے- آج کل تقریباً ساڑھے بارہ بجے زوال آفتاب ہوتا ہے- تو ایک بجے یا ڈیڑھ بجے تک نماز جمعہ ادا کر لینی چاہیے- زیادہ تاخیر پسندیدہ نہیں ہے- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول زوال کے ساتھ جمعہ پڑھنے کا تھا- اور یہی مستحسن ہے- عن انس رضی الله عنه ان النبی صلی الله عليه وسلم كان يصلی الجمعة حين تميل الشمس رواه البخاری (مشکوة ص ۱۲۳)- شامی میں ہے لكن جزم فی الاشباه من فن الاحكام انه لا يسن لها الابراد- ج ۱ ص ۱۲۷ الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک سو بیس گھرانوں پر مشتمل آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں میں مندرجہ ذیل شرائط موجود ہوں کیا اس میں شرعاً جمعہ

عیدین کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں جبکہ تقریباً پینتیس سال سے یہاں جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھی جاتی ہے اور دلیل امام ابو یوسف کی یہ روایت کہ انهم اذا اجتمعوا فی اكبر مساجد هم لم يسعهم- جس کو صاحب ہدایہ نے نقل کیا ہے پیش کرتے ہیں-

(۱) اس گاؤں کی کل آبادی ۱۲۰ گھرانوں پر مشتمل ہے- (۲) ساتھ ہی چند دیہات قریب قریب میں جو کہ مندرجہ بالا گاؤں سے تقریباً کم وبیش میل کے فاصلہ پر واقع ہیں اور ان کے علیحدہ علیحدہ اپنے نام ہیں- (۳) اسی گاؤں میں چار مسجدیں اور چھ دو دکانیں بصورت بازار نہیں بلکہ اپنے گھروں کے ساتھ علیحدہ علیحدہ جگہوں پر ہیں- نیز اس گاؤں میں ایک آٹا پینے کی مشین اور ایک پرائمری سکول موجود ہے- باقی ضروریات زندگی کی تکمیل کے لیے صرف ایک ترکھان موجود ہے باقی کاریگر لوہار سنار موچی وغیرہ موجود نہیں ہیں-

امید ہے کہ مندرجہ بالا شرائط مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں مسئلہ شرعی سے باخبر کیا جائے گا-

﴿ج﴾

یہ گاؤں قریہ صغیرہ ہے- اس میں اقامت جمعہ درست نہیں لہٰذا یہ لوگ ظہر کی نماز پڑھتے رہیں جمعہ کے پڑھنے سے ظہر کی نماز ذمہ سے ساقط نہ ہوگی- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک ہزار کی آبادی پر مشتمل گاؤں میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جس میں ایک جامع مسجد ہے اور اس میں پانچ وقت نماز جماعت کے ساتھ ہوتی ہے- اور گاؤں کی آبادی تقریباً ہزار آدمیوں پر مشتمل ہے-

﴿ج﴾

صحت جمعہ اور جواز کے لیے مصر اور قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے- جس کی آبادی تین چار ہزار کے قریب ہو اور ضروریات کی تمام اشیاء وہاں میسر ہوں لوگ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے وہاں رجوع کرتے ہوں- سوال میں جس گاؤں کا ذکر ہے- یہ قریہ صغیرہ ہے یہاں جمعہ کی نماز جائز نہیں یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

سات سو افراد پر مشتمل بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ یک بستی جس کی آبادی سات سو افراد کے قریب ہے- اور شہر کی کمیٹی حدود سے صرف دو فرلانگ دور ہے- اور اگر سیلاب کا علاقہ نہ ہوتا تو کبھی کی یہ آبادی شہر میں شامل ہو چکی ہوتی- کیا یہ آبادی شہر سے ملحق قرار دی جاسکتی ہے- اور اس میں جمعہ کی نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز- مزید برآں مسجد میں پانچ وقت نماز باجماعت کثیر تعداد کے ساتھ ہوتی ہے- مذکورہ بستی میں تین مساجد ہیں- ان میں غیر مقلدین کا جمعہ ہوتا ہے-

﴿ج﴾

تحدید بالفراسخ مطلقاً معتبر نہیں- بلکہ اعتبار فناء مصر کا ہے کہ وہ جگہ مصالح مصر کے لیے ہے یا نہیں- اگر مصالح مصر کے لیے نہیں ہے بلکہ جداگانہ قریہ ہے تو اس کا حکم مستقل ہے یعنی اگر وہ قریہ کبیرہ ہے- جمعہ واجب وادا ہوگا- ورنہ نہیں- **قال فی الشامی والتعریف احسن من التجدید**- الخ ج ا ص ۵۹۱

صورت مسئولہ میں جبکہ یہ بستی مستقل نام سے مشہور ہے- اور کمیٹی کی حدود سے باہر ہے شہری قوانین کا اس بستی پر اطلاق نہیں ہوتا اور شہر کی اغراض کے لیے نہیں ہے تو فنا مصر نہیں ہے- یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں- جمعہ، عیدین یہاں درست نہیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

پانچ ہزار کی آبادی والے شہر سے تین میل کے فاصلہ پر واقع تین صد آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جو پچاس گھرانوں اڑھائی تین صد افراد کی آبادی پر مشتمل ہے- گاؤں مذکور سے ڈھائی میل کے فاصلہ پر مبہ سعد ان پور نامی قصبہ جو تقریباً ایک ہزار گھر نوں اور چار پانچ ہزار کی آبادی پر مشتمل ہے- واقع ہے قصبہ مذکور میں باقاعدگی سے نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے-

اب سوال یہ ہے کہ دیہہ مذکور میں جو نماز ادا کی جاتی ہے واقعی جائز ہے یا نہیں- واضح ہو کہ کسی جمعہ کی نماز میں تیس سے زائد افراد شریک نماز نہیں ہوتے-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم- نماز جمعہ کی صحت کے لیے شہر یا قصبہ کبیرہ ہونا ضروری ہے گاؤں اور دیہات میں جمعہ کی نماز ادا نہیں ہوتی- وہاں کے رہنے والوں پر جمعہ کے روز اپنے گاؤں میں ظہر کی چار رکعتیں ادا کرنی فرض ہیں- اور ظہر کی جماعت واجب ہے- دو رکعت ادا کرنے سے ان کے ذمہ سے فرض وقتی ساقط نہیں ہوتا- بلکہ یہ دو رکعت نفل ہی شمار ہوں گی- اور نفل کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا بالتداعی مکروہ ہے- اس لیے دیہات میں جمعہ ادا نہ کیا جائے- اور ظہر کی نماز باقاعدہ باجماعت ادا کی جائے- اڑھائی تین صد کی آبادی والی بستی دیہات ہی ہے- اور اس میں نماز جمعہ ادا کرنا درست نہیں ہے- **لا جمعة و لا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او کما قال**- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جنازہ گاہ میں جمعہ و نماز پنجگانہ قائم کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جنازہ گاہ جو کہ وسط شہر میں ہے اور قابل آبادی ہے- اس کے ساتھ محلہ جات موجود ہیں اس میں نماز پنجگانہ جمعہ وغیرہ قائم کیے جاسکتے ہیں- اگر کراہت ہے تو کس حد تک ہے؟

﴿ج﴾

قبرستان کی زمین میں مسجد بنانا درست نہیں- اگر جنازہ گاہ اس میں تعمیر شدہ ہے اور نمازیوں کے سامنے قبریں نہیں ہیں تو اس میں پنجوقتہ نمازیں اور جمعہ پڑھنا جائز ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جیل میں جمعہ قائم کرنا

قتل کے جرم میں عمر قید کی سزا پانے والے کا نماز جمعہ میں امام بننا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جیل میں جمعہ قائم کرنا جائز ہے یا نہیں اور کیا قتل کے جرم میں عمر قید کی سزا پانے والا شخص جمعہ کی نماز پڑھا سکتا ہے یا نہ؟

﴿ج﴾

جیل کا دروازہ بسبب عادت مستمرہ کے بند رہتا ہے اور حکومت کی طرف سے جیل کے اندر رہنے والوں کو پڑھنے کی اجازت

ہے اور اس میں قیدی وغیر قیدی سب کی شرکت جائز ہے۔ نیز امام قیدی ہو یا غیر قیدی ہر حال میں جمعہ جائز ہے۔ در مختار،

شامی میں ہے۔ **قال فی شرح التنویر فی شروط صحة الجمعة (و) السابع (الاذن العام) (الی قوله) ولا یضر غلق باب القلعة لعدو اولعادة قدیمة لان الاذن العام مقرر لاهله و غلقه لمنع العدو لا المصلی و فی الشامیة تحت (قوله او قصره) قلت و ینبغی ان یکون محل النزاع ما اذا کان لا تقام الا فی محل واحد اما لو تعددت فلا لانه لا یتحقق التفویت کما افاده التعلیل فتامل**

(رد المحتار باب الجمعة ج ۱ ص ۲۰۱)

دیندار مسائل سے واقف شخص کو امام بنایا جائے اگر ایسا شخص نہ ملے اور قتل کے جرم میں ماخوذ قیدی توبہ تائب ہو جائے اور مسائل جانتا ہو تو اس کی امامت بھی درست ہے۔ فقط اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آپ کے لیے رہائی کی بہتر صورت پیدا فرمائے۔ آمین۔

سات سو آبادی والی ایسی بستی میں جمعہ کا حکم کہ جس سے ایک میل کے فاصلہ پر سات ہزار کی آبادی ہو؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کہان ایک بستی ہے۔ جو پہاڑوں کے دامن میں واقع ہے۔ اس کی چاردیواری کے اندر تقریباً چھ سات سو کی آبادی ہے۔ اور اس کے آس پاس ایک میل سے چار میل تک جو آبادیاں ہیں وہ تقریباً چھ سات ہزار کی ہیں۔ اور وہاں پر تقریباً اٹھارہ سال سے جمعہ اور عیدین کی نماز جاری ہے۔ تو کیا اس کہان بستی میں از روئے شرع جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

صحت جمعہ اور جواز جمعہ کے لیے مصر یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے۔ قریہ کبیرہ جس کی آبادی دو ڈھائی ہزار ہو اور ضروریات زندگی تمام میسر ہوں۔ مصر کے حکم میں ہے۔ سوال میں جس بستی کہان کا ذکر ہے جس کی آبادی چھ سات سو ہے۔ قریہ صغیرہ ہے۔ اور یہاں نماز جمعہ و عیدین جائز نہیں۔ یہاں کے لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں۔ آس پاس کی آبادی جبکہ مستقل نام کے ساتھ موسوم ہے اور درمیان میں فاصلہ ہے۔ عرف میں ایک قریہ شمار نہیں کیا جاتا۔ تو یہ متعدد بستیاں کہان کے ساتھ مل کر ایک قریہ شمار نہ ہوں گی۔ اور نہ فناء کہان میں داخل ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک شہر میں کئی مقام پر جمعہ قائم کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مسجد جو کہ ملتان شہر کی حدود میں واقع ہے۔ اور جس کے ارد گرد کافی آبادی ہے میں نماز جمعہ کا اہتمام کیا گیا ہے۔ لیکن بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس مسجد میں جمعہ جائز نہیں ہے۔

﴿ج﴾

حنفیہ کا صحیح و مفتی بہ مذہب یہ ہے کہ ایک شہر میں چند جگہ جمعہ صحیح ہے۔ **کما فی الدر المختار و تودی فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقا علی المذهب و علیه الفتوی** ۔ پس اگر قریب مسجد کے نمازیوں کو کم کرنا۔ اور پہلی مسجد کو غیر آباد کرنا مقصود نہ ہو۔ تو اس مسجد میں جمعہ شروع کرنا درست ہے۔ اس کا بھی لحاظ رکھا جائے کہ جمعہ اول وقت میں پڑھا جائے۔ حنفیہ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ جمعہ میں تعجیل مستحب ہے۔ اور احادیث سے بھی جمعہ کی تعجیل ہی ثابت ہوتی ہے۔ پس زوال کے بعد مثلاً ساڑھے بارہ بجے اذان جمعہ ہونی چاہیے۔ پھر دس پندرہ منٹ بعد خطبہ اور اس کے بعد نماز ہونی چاہیے۔ مثلاً ایک بجے تک یہ سب کام ہو جائیں۔ یا کسی قدر کم و بیش ہو۔ **قال فی رد المحتار لکن جزم فی الاشباه من فن الاحکام انه لا یسن لها الابراد و قال الجمهور لیس بمشروع لانها تقام بجمع عظیم فتاخیره مفض الی الحرج۔** (شامی ج ۱ ص ۲۷۰)

بہر حال جمعہ اس مسجد میں جائز ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے۔ کہ بڑی جامع مسجد میں جمعہ کا اہتمام کیا جائے۔ اور ہر ہر مسجد میں الگ الگ جمعہ شروع نہ کیا جاوے۔ فقط واللہ اعلم

چار سو گھروں کی آبادی والی بستی میں جمعہ قائم کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی میں تقریباً چار سو گھر اور ارد گرد سے ملا کر تقریباً سولہ سو کی آبادی ہو جاتی ہے۔ اور اس بستی مذکورہ میں بارہ دوکانیں بھی موجود ہیں۔ اور دو بڑی بڑی مسجدیں ہیں۔ تو کیا ایسی بستی میں جمعہ پڑھنا جائز ہے۔؟

﴿ج﴾

یہ گاؤں قریہ صغیرہ ہے اس میں اقامت جمعہ درست نہیں۔ اقامت جمعہ کے لیے شہر یا قصبہ کا ہونا ضروری ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ **لا جمعة و لا تشریق الا فی مصر جامع۔ و فی الشامیة و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق۔** فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایک ہزار کی آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ ایک شہر ہے- اس میں مردم شماری کے مطابق آبادی ایک ہزار کی ہے ایک چھو ٹا بازار ہے- جس میں چالیس دوکانیں ہیں- کپڑے پرچون کی اور ضروریات کی اشیاء مہیا ہیں- پرائمری سکول سرکاری تھا جس میں سرکاری سوار لیویز رہتے ہیں- مسجد میں پانچ وقت نماز باجماعت ہوتی ہے- مقتدیوں کی تعداد پچاس یا ساٹھ ہے- مذکورہ صفتوں والے شہر کے گرد ونواح میں چھوٹی چھوٹی سی بستیاں بھی ہیں- جن میں بسنے والے اسی شہر میں اپنی ضروریات کی چیزیں خریدتے ہیں- ڈیلر سے پوچھا گیا وہ تقریباً چار ہزار مردم کل جو کہ اس شہر سے چینی لیتے ہیں بتاتا ہے- اب عرض یہ ہے کہ اس شہر میں جمعۃ المبارک وعیدین شروع کیے جائیں یا نہ؟ اس میں امام اعظمؒ کا مذہب کیا ہے؟ بینوا بحوالۃ الواضحۃ توجروا فی الدارین-

﴿ج﴾

گاؤں مذکورہ قریہ صغیرہ ہے- اس میں اقامت جمعہ درست نہیں- ظہر کی نماز باجماعت پڑھتے رہیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کسی کو پانچوں نمازوں اور جمعہ کے لیے آنے سے روکنا کیا اذنِ عام کے خلاف ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے دوسرے کو مسجد میں آنے سے جمعہ اور پانچوں نمازوں کے لیے منع کیا- اور یہ محض ذاتیات کی بناپر ہوا کیا یہ اذن عام کے خلاف ہے یا نہ؟ اور اس مسجد میں ازروئے شرع جمعہ شریف جائز ہے یا نہ؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- یہ اذن عام کے منافی نہیں ہے اور اس مسجد میں شرعاً جمعہ شریف جائز ہوگا- اگرچہ کسی شخص کو ذاتی عداوت کی بناء پر مسجد سے روکنا بڑا گناہ ہے- لقولہ تعالی و ان المساجد للہ- الایۃ- و قال تعالی و من اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا- الایۃ- ایک آدمی کو مسجد میں آنے سے روکنا اذن عام کے منافی نہیں ہے- کیونکہ اس صورت میں تو سب لوگوں کو یہاں پڑھنے کی اجازت ہے سوائے ایک شخص معین کے لہذا اس سے اذن عام کی شرط مفقود نہیں ہو جاتی ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ساٹھ گھروں کی آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ جمعہ کے جواز کے لیے کیا کیا شرائط ہیں اور کیا ایسی جگہ میں نماز جمعہ جائز ہے جس کی آبادی تقریباً ساٹھ گھر ہیں اور وہاں تحصیل وتھانہ وغیرہ بھی نہیں ہے- (نوٹ) نیز بعض دیہاتوں میں جمعہ کے بغیر چار رکعت فرض بھی احتیاطی پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

مذہب حنفیہ کی تمام کتب میں مذکور ہے جمعہ کے ادا ہونے اور واجب ہونے کے لیے مصر شرط ہے اور مصر کہتے ہیں شہر کو اور قصبہ اور بڑا قریہ جس میں دو چار ہزار آدمی آباد ہوں اور ضروری اشیاء کی دوکانیں ہوں وہ بھی حکم شہر میں ہے- کما قال فی الشامیۃ و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ- ج۱ ۵۹۰ خلاصہ یہ کہ بڑے قریہ اور قصبہ اور شہر یا متعلقات شہر میں جمعہ پڑھنا چاہیے چھوٹے قریہ میں جمعہ نہیں ہوتا اور سوال میں جس قریہ کا ذکر ہے وہ قریہ صغیرہ ہے جس میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں وہاں ظہر باجماعت پڑھنی چاہیے- جمعہ کے بعد چار رکعت فرض احتیاطی درست ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک وسیع مسجد ہوتے ہوئے دوسری مسجد بنا کر جمعہ ادا کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شہر یا گاؤں میں ایک جامع مسجد میں عرصہ دراز سے نماز جمعہ ادا ہوتی ہے- اب چند والوں نے دوسری مسجد بنائی ہے- تا کہ اس میں نماز جمعہ ادا کریں- حالانکہ پہلی مسجد وسیع اور کافی ہے- تو کیا اس دوسری مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنا جائز ہوگا یا نہ؟

﴿ج﴾

اگر یہ گاؤں اس طرح کا ہے کہ اس میں اقامت جمعہ درست ہے تو پھر دوسری مسجد میں بھی نماز جمعہ درست ہوگی- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پانچ سو کی آبادی والے قصبہ میں جمعہ کا حکم؟

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ جس کی آبادی تقریباً پانچ صد کی ہے اس کے قرب وجوار میں چند بستیاں دو دو تین تین میل پر چار پانچ موجود ہیں اس قصبہ میں چار دوکانیں بھی ہیں ضروریات زندگی کی تمام چیزیں ملتی ہیں۔ گلی کوچے وغیرہ بھی ہیں۔ یہاں کے لوگوں کا خیال ہے کہ نماز جمعہ وعیدین شروع کر دی جائیں اور ہر جمعہ کو خطبہ سے پہلے تبلیغ احادیث نبوی بھی لوگوں کو دیندار بنانے کے لیے شروع کرا دی جائے۔ کیا از روئے شریعت یہاں نماز جمعہ اور سلسلہ تبلیغ درست ہے۔

(ج)

پانچ صد کی آبادی کی بستی میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمعہ جائز نہیں ہے۔ اس لیے مسئولہ صورت میں جمعہ نہ پڑھا جائے۔ تبلیغ مستحسن اور لازمی امر ہے اسے ضرور جاری کر دیا جائے۔ لیکن اس کا تعلق جمعہ سے جوڑنا صحیح نہیں۔ تبلیغ بغیر جمعہ کے بھی ہو سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ایک ہزار کی آبادی والی ایسی بستی میں جمعہ کا حکم جس سے فرلانگ دو فرلانگ کے فاصلہ پر اور بستیاں ہوں؟

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی بنام جان محمد آباد جس کی آبادی تقریباً ایک ہزار ہے اس میں ایک جامع مسجد ایک مدرسہ ہے۔ جس میں تقریباً ڈیڑھ سو بچے اور بچیاں زیر تعلیم ہیں۔ اور دس دوکانیں ہیں جن میں تقریباً تمام ضروریات زندگی کی اشیاء تھوک و پرچون ملتی ہیں۔ اور چار دیگر بستیاں ہیں فرلانگ دو فرلانگ کے فاصلے پر جو کہ سرکاری طور پر اس کے ساتھ شمار ہوتی ہیں۔ تو کیا اس میں جمعہ وعیدین جائز ہیں؟

(ج)

بظاہر یہ قریہ صغیرہ ہے در یہاں جمعہ وعیدین جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جامع مسجد کو ویران کرنے کی غرض سے دوسری چھوٹی مسجد میں جمعہ شروع کرنے کا حکم؟

(س)

...فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک شہر میں ایک ہی جامع مسجد ہے اس ہی میں دائماً جمعہ پڑھا جاتا ہے کسی ...ی اور دنیوی جھگڑے کی بناء پر چند لوگ دوسری چھوٹی مسجد میں جمعہ قائم کر دیتے ہیں اور ان کا ارادہ بھی ساتھ یہ ہے کہ جامع مسجد ویران ہو جائے کیا ان لوگوں کے لیے دوسری چھوٹی مسجد میں جمعہ کرنا جائز ہے یا نہ اگر جمعہ جائز نہیں ہے تو ...ی نماز ہوتی ہے یا نہ اور جو جمعے اس مسجد میں پڑھ چکے ہیں وہ واجب الاعادہ ہیں یا نہ؟ بینوا توجروا

(ج)

...ی علاقہ میں متعدد جگہوں پر جمعہ قائم کرنے کے سلسلہ میں خود ائمہ کا اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ اس ...کے مروجہ تعدد کو جائز نہیں رکھتے امام محمدؒ تعدد کے جواز کے قائل ہیں۔ اس لیے احتیاط لازم ہے اور جمعہ صرف ایک ...پڑھنے پر اکتفاء کیا جائے لیکن اس کے باوجود اگر دو جگہ بھی پڑھ لیا جائے تو بناءً علی قول محمد جمعہ اداء ہو جاتا ہے۔ (...مفتی بہ) لہٰذا صورت مسئولہ میں تو مفتی بہ قول کے مطابق تو جمعہ صحیح ہو جائے گا۔ اگرچہ احتیاط کے خلاف ہوگا۔ ...ن کا مقصد صرف تفریق بین المسلمین ہے اور کوئی شرعی وجہ الگ پڑھنے کی نہیں ہے بلکہ صرف فساد یا دنیوی ...ف کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں تو ان کا یہ فعل گناہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

چار سو کی آبادی والے چک میں جاری جمعہ کو بند کرنے کا حکم؟

(س)

...فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارا چک جس کی آبادی تقریباً چار سو افراد پر مشتمل ہے دیہات میں واقع ہے۔ ...میں ایسی دوکانیں بھی نہیں کہ جن سے عام ضروریات پوری ہو سکیں۔ عرصہ پانچ سال سے اس میں جمعۃ المبارک ...تا ہے۔ اب بند کرنے میں عوام تشدد اختیار کرتے ہیں۔ اور فتنہ کا خطرہ ہے تو کیا اب اس کو باقی رکھنے کے جواز کی کوئی ...ت ہے۔ تاکہ فتنہ نہ ہو۔ اور احتیاط کا پہلو کیا ہے یا اس کو بند کرنا ضروری ہے اگر ضروری ہے تو سابقہ نمازوں کے بارے ...یا حکم ہے؟

(ج)

...اللہ الرحمٰن الرحیم۔ دیہات میں جمعہ جائز نہیں ہوتا۔ اس کا بند کرنا موعظہ حسنہ کے ساتھ ضروری ہے۔ جو ظہر کی نمازیں ...جمعہ کے ادا نہیں کی ہیں ان کی قضا کرنی ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ڈیڑھ صد گھروں کی آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں کے اندر تقریباً ڈیڑھ سو گھر ہیں اور جمعہ کے وقت تقریباً چار سو تک جمع ہو جائیں گے اگر جمعہ کوئی پڑھائے تو کیا جائز ہے؟ براہ مہربانی بمعہ حوالہ کتاب مسئلہ واضح تحریر فرمائیں۔

﴿ج﴾

نماز جمعہ شہر یا قصبے میں ہو جاتی ہے۔ اس گاؤں میں احناف کے نزدیک جمعہ بالکل ناجائز ہے۔ نیز یہ گاؤں قریہ کبیرہ بھی نہیں ہے۔ جس میں فقہاء نے جمعہ وعیدین کو صحیح کہا ہے۔ جو لوگ عام دیہاتوں میں نماز جمعہ ادا کرتے ہیں اور دلیل میں قریہ جواثا کی روایت پیش کرتے ہیں۔ سو ان کی یہ دلیل بالکل غب شب سمجھیے وہ ہرگز قابل التفات نہیں کیونکہ قریہ کا اطلاق مصر اور قریہ کبیرہ دونوں پر ہو جاتا ہے۔ اور یہ جواثا مشہور منڈی ہے۔ قریہ کبیرہ سے بھی زیادہ ہے۔ صاحب فتح القدیر نے ج ۱ ص ۴۰۹ پر لکھا ہے۔ و اماما روی ابن عباسؓ ان اول جمعة جمعت بعد جمعة فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم بحواثا قریة بالبحرین فلاینا فی المصریة تسمیة الصدر الاول اسم القریة اذ القریة تقال علیه فی عرفهم و هو لغة القران قال الله تعالی و قالوا لولا نزل هذا القران علی رجل من القریتین عظیم ای مکة والطائف و لا شک ان مکة مصر و فی الصحاح ان جواثا حصن بالبحرین فهی مصر۔ اس کے بعد مبسوط کا حوالہ دیا ہے۔ و لذا قال فی المبسوط انها مدینة بالبحرین۔ صاحب ہدایہ نے جلد اول باب الصلوٰة الجمعة میں فرمایا لاتصح الجمعة الافی مصر جامع۔ اور اسی پر ایک حدیث نقل کی ہے۔ لا جمعة ولا تشریق و لا فطر و لا اضحی الافی مصر جامع۔ گاؤں اور دیہات کے متعلق صاف لکھا ہے۔ ولا تجوز فی القری۔ علامہ عینیؒ نے بھی جواثا کے متعلق مفصلاً تحریر کیا ہے۔ کہ جواثا تاجر لوگوں کا مرکز ہے۔ وکثرة التجار تدل علی ان جواثا مدینة قطعاً۔ نیز علامہ شامی نے بار بار لکھا ہے۔ لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب ردالمحتار ج ۱ ص ۵۹۰) حرۃ بنی بیاضہ میں جو اسعد بن زرارہ نے چالیس آدمیوں کو جمعہ پڑھایا ہے۔ فکان قبل ان تفرض الجمعة او بغیر علمه صلی الله علیه وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جمعہ کی دو رکعتیں فرض ہیں یا واجب؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نماز جمعہ کی دو رکعت جو کہ با جماعت پڑھی جاتی ہیں یہ فرض ہیں یا واجب؟

﴿ج﴾

جہاں شرائط جمعہ پائی جائیں وہاں جمعہ فرض عین ہے۔ (هی (ای الجمعة) فرض) عین (یکفر جاحدها) ثبوتها بالدلیل القطعی کما حققه الکمال (درمختار) قوله " بالدلیل القطعی" و هو قوله تعالی یا ایها الذین امنوا اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا۔ الایة و بالسنة والاجماع۔ (ردالمحتار باب الجمعة ج ۱ ص ۵۸۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شہر سے دو میل کے فاصلہ پر ایک سو کی آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بستی تنگر اوہ موضع سومن تحصیل شجاع آباد میں ۱۲ صفر ۹۶ھ مطابق ۱۳ فروری ۷۶ء بروز جمعۃ المبارک نماز جمعہ کا آغاز کیا گیا ہے۔ بستی مذکور میں تقریباً چالیس سال قبل نماز جمعہ کا آغاز کیا گیا تھا۔ عرصہ تین ماہ تک جاری رہا مولانا قاضی غلام یٰسین مرحوم کو معلوم ہوا تو انھوں نے اس نماز جمعہ کو ناجائز قرار دیا۔ اور نماز جمعہ بند کرا دی تھی۔ بستی مذکورہ کا فاصلہ شہر شجاع آباد سے ڈیڑھ دو میل ہے۔ جبکہ متوقع حدود کمیٹی سے فاصلہ نصف میل رہ جاتا ہے۔ بستی میں مکانات کی تعداد بیس ہے۔ اور آبادی ایک سو کے قریب ہے۔ ویسے آدمی دیہات کے کافی جمع ہو سکتے ہیں کیا اس بستی میں نماز جمعہ ادا ہو سکتی ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جس بستی کا ذکر ہے اور اس کے کچھ احوال بھی درج ہیں کہ اس میں بیس کے قریب مکانات اور سو کے قریب آبادی ہے۔ یہ بستی قریہ صغیرہ ہے اور احناف کے نزدیک یہاں نماز جمعہ جائز نہیں۔ لما فی الشامیة و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة۔ ردالمحتار ج ۱ ص ۵۹۰ لہٰذا یہاں کے لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں۔ جہاں جمعہ جائز نہیں وہاں کسی غرض سے جمعہ قائم کرنا جائز نہیں۔ جب یہ قریہ صغیرہ ہے اور شہر کے فناء میں سے بھی نہیں۔ تو یہاں جمعہ درست ہے اور ان لوگوں پر شہر میں جا کر جمعہ ادا کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا جمعہ کی نماز پڑھنے کے بعد ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جمعۃ المبارک کی نماز پڑھنے کے بعد ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے-جمعہ کی شرائط بھی ارشاد فرما دیں-

﴿ج﴾

جہاں پر جمعہ کی نماز فرض ہو وہاں پر جمعہ کی نماز پڑھ لینے سے ظہر کی نماز ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے-لہٰذا جمعہ کی نماز کے بعد ظہر کی نماز پڑھنا کوئی ضروری نہیں-

فرضیت جمعہ کے لیے شہر یا قصبہ کا ہونا ضروری ہے-قصبہ کی تعریف حضرات علماء یہ کرتے ہیں کہ جس میں بازار ہوں اور خرید و فروخت ہو-آبادی مردم شماری کم از کم تین چار ہزار کی ہو-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شہر کی ایسی مسجد میں جمعہ کا حکم کہ جس میں پانچ وقت کی باجماعت نماز نہ ہوتی ہو؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس بات میں کہ ایک مسجد واقع ہے کچہری ملتان میں اور اس مسجد میں سوائے ظہر کی نماز کے دوسرے اوقات الاربع میں نماز تو نماز رہی اس میں اذان بھی نہیں ہوتی بلکہ امام المسجد خود بھی وہاں سے چلا جاتا ہے-صرف ظہر کی نماز میں بغیر اتوار کے آیا کرتا ہے-اس میں بات تلاش کی یہ ہے کہ ایسی مساجد میں جمعہ ہونا چاہیے یا نہیں اور جمعہ کے شروط کیا ہیں اور مسجد کا آباد ہونا شروط الجمعہ میں داخل ہے یا نہیں؟ جبکہ دوسرے سارے شروط مثلاً بازار اور سرکاری عملہ وغیرہ اور مسافر وغیرہ پائے جائیں؟ المسئلۃ الثانیہ دیہاتوں اور دیہاتی چکوں میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ وہاں صرف ۵۰ یا ۱۰۰ گھر ہوتے ہیں اور معمولی دو چار دکانیں ہوتی ہیں-نہ ان میں سرکاری آدمی اور نہ بازار ہوتا ہے-

﴿ج﴾

اس مسجد میں جمعہ جائز ہے کیونکہ جمعہ کی صحت کے لیے مسجد کا ہونا بھی شرط نہیں ہے-ویسے گراؤنڈ میں بھی باقی شرائط کے موجود ہونے کے ساتھ اگر جمعہ کا انتظام ہو جائے تو جمعہ پڑھنا وہاں بھی صحیح ہے اور یہ تو مسجد بھی ہے-پھر کیونکر جائز نہ ہو ہاں یہ دوسری بات ہے کہ مسجد کو آباد رکھنا ضروری چیز ہے-وہاں کے محلہ والوں پر لازم ہے کہ اس میں پنج وقتہ نماز باجماعت کا انتظام کر لیں یا کم از کم اذان تو دیں-ویسے جمعہ جائز ہے-

(۲) دیہاتوں اور دیہاتی چکوں میں جمعہ جائز نہیں ہے جمعہ کی صحت کے لیے شہر کا ہونا ضروری ہے-جس کی مختلف

تعریفیں فقہاء کی عبارات میں موجود ہیں' مثلاً یہ کہ وہاں قاضی اور حاکم ہوں جو تنفیذ احکام پر قدرت رکھتے ہیں یا جس میں بازار اور گلی کوچے ہوں' وغیرہ وغیرہ یعنی جسے عرف میں لوگ شہر اور مصر کہا کرتے ہیں' صرف ۵۰ یا ۱۰۰ گھروں کی کوئی آبادی شہر نہیں کہلاتا' ایسے لوگوں کو جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے-جہاں ایسی بستیوں میں جمعہ پڑھا جائے وہاں کے لوگوں پر ظہر کی نماز جمعہ کی نماز کے بعد پڑھنی فرض ہے-اور یہ جمعہ ادا کرنا گویا نفلی نماز کی جماعت کی طرف بلانا ہے-اور یہ بھی مکروہ ہے-قال فی الشامیۃ (ج ۱ ص ۵۹۰) و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیہا قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات والظاھر انہ اریدبہ الکراھۃ لکراھۃ النفل بالجماعۃ الاتری ان فی الجواھر لو صلوا فی القری لزمھم اداء الظھر-ج ۱ ص ۵۹۱ الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پانچ سو کی آبادی والے چک میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس صورت مسئلہ میں کہ ایک چک جس کی تمام آبادی تقریباً چار پانچ سو کے قریب ہوگی اس چک میں مدت دراز سے ایک مدرسہ عربیہ بھی ہے اس چک میں خانہ داری کی کثر ضروریات بھی مل جاتی ہیں اس چک میں دیوانی پنچایت بھی ہے-افسر پنچایت اسی چک میں رہتا ہے اس کی آبادی چک ھذا کی تحصیل فورٹ عباس کے قریب ہی پڑے گی-(۲) اس علاقہ کے لوگ بالکل ناواقف عن المسئلہ ہیں- جنھیں بالکل فرض عین و کفایہ اور پڑھنے کا کوئی مسنون طریقہ نہیں آتا اور نہ انھیں یہ شوق ہے کہ بچوں کو قرآن و حدیث پڑھائیں اور مسائل سیکھیں جو لوگ یہاں پڑھیں گے یا تو وہ مسافر ہوں گے یا قدیمی ریاستی جو کہ بالکل قلیل ہیں یہاں کے جو اکثر لوگ ہیں وہ مہاجر ہیں انھیں بالکل کسی قسم کا شوق نہیں ہے صرف انھیں ایک خواہش رہتی ہے کہ جمعہ پڑھیں اور وہاں جا کے مسائل سنیں تو کیا عندالشریعت چک مذکورہ اوصاف والے میں جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں اگر کوئی شخص اسی چک میں صرف دین کے لیے قائم کرتا ہے تاکہ لوگ مسائل دینی سے واقف ہو جائیں تو اس شخص کا یہ فعل جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا-

(نوٹ) چک ھذا میں دو ماہ سے جمعہ بموجب فرمان ایک عالم قائم ہوا ہے صرف اطمینان کی خاطر استفتاء ارسال کیا گیا ہے اگر چک ھذا میں عندالشریعت جمعہ جائز نہ ہو تو ہم بالکل چھوڑ دیں گے اور اگر جائز ہو تو جس طرح جمعہ جاری ہے جاری رکھا جائے گا- المستفتی ضیاء الدین پٹھان عالمگیر-

﴿ج﴾

مذہب حنفی میں مصرح و متفق علیہ ہے کہ مصر شرائط جمعہ میں سے ہے اور اہل فتاوی نے قصبات و قریٰ کبیرہ کو بھی مصر کا حکم دیا ہے-کما فی ردالمحتار تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ -(ج ۱ ص ۵۹۱) اور بلدۃ کبیرہ کی تعریف خود امام ابوحنیفہؒ سے یوں منقول ہے- فیھا سکک و اسواق و فیھا وال یقدر علی انصاف المظلوم

من الطالم الی قوله و هذا هو الاصح - (شامی) ج ا ص ۵۹۰ تعریف مذکور سے معلوم ہوا کہ آبادی اتنی ہو جتنی مد کی ہوتی ہے اس میں بازار اور کوچے ہوں اور اس میں حاکم ہو- مختلف دو کانوں کو بازار نہیں کہا جاتا بظاہر جس جگہ سے متعلق استفتاء ہے وہ عرف میں دیہات میں سے ہے اور نہ وہ مصر نہ قصبہ نہ قریہ کبیرہ لہٰذا اس میں جمعہ کی نماز صحیح نہیں وعظ تعلیم مسائل کی غرض سے جمعہ کی صحت نہیں ہو سکتی تبلیغ کے لیے اور کوئی صورت کر دی جاوے- واللہ اعلم-

کیا نصِ قرآنی کی رو سے ہر جگہ جمعہ جائز ہے؟

﴿س﴾

جناب مفتیان عظام وورثۃ الانبیاء السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ-

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ بستی میں جائز ہے یا نہیں؟ نیز ایک شخص نے جواز بایں کہا ہے (قال اللہ تعالی) یا ایها الذین امنوا اذا نودی للصلوة - الایہ کہ یہ آیت شریفہ مطلق جمعہ کو بیان کرتی ہے گو کہیں بھی ہو نیز فداہ ابی و امی علیہ السلام نے بھی ارشاد فرمایا- عن ابن عباسؓ قال ان اول جمعة جمعت بعد جمعة فی مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم فی مسجد عبدالقیس بجواثی - رواه البخاری باسناد طویل - حواله باب الجمعة فی القری والمدن) (بعده)-

فریق ثانی جو عدم جواز کا قائل ہوا ہے حوالہ ہدایہ ج ا کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ الجمعۃ مطبع مجتبائی واقع دہلی- لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر ولا تجوز فی القری لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحى الا فی مصر جامع پیش کر کے عدم جواز کا ثبوت ظاہر کیا- مگر فریق اول نے جو قائل ہے جواز کا اپنی حدیث شریف کو بحوالہ ابن ابی شیبہ علی بن ابی طالب موقوف ثابت کیا چنانچہ اس لیے بھی دیا اور فریق ثانی نے باطمینان دیکھا کہ واقعی موقوف ہے حوالہ اس کے اوپر نیچے (یعنی بین السطور) لکھا ہے لا جمعة ولا تشريق ولا فطر عبارت ملاحظہ ہو رفعه المصنف و انما رواه ابن ابی شيبة موقوفا علی علی رضی الله عنه-

اب فریقین نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ استفتاء مدارس عربیہ میں بھیج دیں جو فیصلہ شرع کی روشنی میں صادر کریں گے ہمیں منظور ہے اب ان کے متعلق بدلائل احادیث وکلام اللہ شریف مکتوب فرما کر ممنون فرمائیں- (بینوا توجروا)

﴿ج﴾

مسئلہ مجتہد فیہ ہے امام ابوحنیفہؒ کا مذہب عدم جواز فی القری الصغیرہ ہے اور باقی ائمہ جواز کے قائل ہیں مقلد کے لیے مسائل اجتہادیہ میں اپنے امام کی تقلید چاہیے لہٰذا اگر فریقین مقلد حنفی ہیں تو اس بحث سے تعلق ہو کر ان کو اس میں امام کی تقلید ضروری کرنی ہوگی- اور اگر بالفرض ایک فریق غیر مقلد ہے تو مختصر عرض ہے کہ آیت سے استدلال صحیح نہیں اس

لیے کہ عام مخصوص البعض بالاتفاق ہے حتی کہ عورت اور عبد اور مسافر پر بالاتفاق جمعہ نہیں اور معلوم ہے کہ عام مخصوص البعض ظنی ہوتا ہے جس کی تخصیص قیاس یا خبر واحد سے صحیح ہوتی ہے اور یہاں حدیث و لا تشریق مخصص موجود ہے جس سے لکان قری کو بھی خاص کر دیا جائے گا نیز خود آیت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وجوب جمعہ کن پر ہے- اور کن پر نہیں سعوا سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت پر جمعہ واجب نہیں اس لیے کہ وہ مامور بالستر ہے اور سعی منافی ستر ہے- كما فی حق السعی فی مناسک الحج - و ذروا البيع سے معلوم ہوتا ہے کہ غلام پر جمعہ نہیں اس لیے کہ بیع سے مجبور ہے اس کو ترک بیع کا حکم دینا نہی عن العاجز کے حکم میں ہے اسی طرح معلوم ہونا چاہیے کہ ذکر اللہ کا مقام مصر ہے قریہ نہیں حدیث- لا يقص الا ثلثة اميرا و مامور او محتال سے ثابت ہے کہ امیر و مامور کے علاوہ کسی کو تذکیر جائز نہیں اور امیر و مامور بغیر مصر کے اور کہیں سکونت نہیں کرتے جیسے کہ مصر کی تعریف میں ہے ماله امير او قاض ينفذ الاحكام و يقيم الحدود اس سے اشارۃً اشتراط مصر بھی معلوم ہوا- حدیث تجمیع فی جواثی کے متعلق عرض ہے کہ جواثی قریہ کبیرہ یا مصر ہے ابو عبد اللہ البکری کہتا ہے-

هی مدينة بحرين نحو العتيس اور قریہ کا اطلاق بہت دفعہ شہر پر بھی ہو سکتا ہے- جیسے لولا نزل هذا القران على رجل من القريتين عظيم - کی آیت میں قریتین سے مراد مکہ معظمہ اور طائف ہیں- باوجودیکہ مصر ہیں لہٰذا جواثی پر اطلاق قریہ من هذا القبيل ہے- جو اگرچہ مستدل کے لیے کافی نہ ہو لیکن بمعنی لیکر احتمال کافی ہے- پھر باوجودیکہ جمعہ کی فرضیت بالتحقیق والدلائل ثابت ہے- کہ مکہ میں ہوئی تھی اور اداء بوجہ عدم قدرت کے نہ ہو سکا- لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آتے وقت قبا میں تقریباً دو ہفتہ ٹھہرے لیکن جمعہ ادا نہ کیا جو صراحۃً عدم جواز فی القری پر دال ہے- پھر مدینہ میں تشریف لا کر جمعہ پڑھا حدیث لا جمعة و لا تشريق - الخ - حدیث صحیح ہے- ابن ابی شیبہ نے اس کو عن جریر عن منصور نقل کیا ہے- جس کی صحت پر کوئی اعتراض نہیں حدیث اگرچہ موقوف علی سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ہو لیکن ابن ہمام کہتے ہیں- و كفى بعلى قدوة و اماما-

بحث بہت طویل الذیل ہے لیکن اس اختصار کے ساتھ بھی منصف حضرات کے لیے باعث اطمینان ہوگا- ان شاء اللہ- فقط واللہ تعالیٰ اعلم محمود عفا اللہ عنہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

جیل میں نماز جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ پاکستان بننے کے بعد جیل میں کسی کو اجازت نہیں تھی نماز پڑھنے کی حتی کہ اگر کسی نے دوسرے کو چادر دے دی نماز پڑھنے کے لیے تو اس پر سزا اور مار پیٹ ہوتی تھی لیکن اب سرکار کی طرف سے وہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہے اور حکومت خود منتظم ہے- کوئی شخص بلا عذر نماز نہ پڑھے تو جرمانہ وغیرہ لگایا

جاتا ہے اب دریافت اس بات کی ہے کہ وہاں پر نماز ہوتی ہے یا نہ اور ہماری نمازوں کا کیا حال ہے اور کیا حکم ہے شریعت کی جانب سے کیا ہم ان نمازوں کا اعادہ کریں یا نہ؟

﴿ج﴾

جیل خانہ میں جمعہ کی نماز پڑھ سکتا ہے۔لیکن احتیاطی ظہر بھی ادا کرے تو بہتر ہے۔درمختار ج ا ص ۲۰۱ پر ہے۔فلا یضر غلق باب القلعة لعدو او لعادة قديمة لان الاذن العام مقرر لاهله و غلقه لمنع العدو لا المصلی۔ چونکہ جیل خانہ کی بندش نماز کے لیے نہیں بلکہ دوسری وجوہات ہیں اس لیے اجازت دی جاسکتی ہے۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر ۴ شعبان ۱۳۷۱ھ

گیارہ سو کی آبادی والے گاؤں میں نماز جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جس کی آبادی قریباً گیارہ سو ہے اس میں تین مسجدیں ایک پرائمری سکول اور ایک مڈل سکول لڑکیوں کے لیے اور ایک پرائمری سکول لڑکوں کے لیے ہے۔نمبردار بھی اس میں ہے چوکیدار بھی ممبر یونین کونسل بھی اس کے علاوہ زمیندارہ بنک کی بھی تین شاخیں ہیں۔سات دوکانیں بھی ہیں۔بڑے شہر سے قریباً بالکل ملحقہ دو فرلانگ کے فاصلے پر ہے اور اس کا داخلی سمجھا جاتا ہے۔

(۱) کیا مذکورہ بالا گاؤں شہر کا محلہ متصور کیا جاسکتا ہے؟ اور اس میں جمعہ شریف جائز ہوسکتا ہے جبکہ اس میں تین متدین عالم بھی رہتے ہیں۔جنھیں سوا قیام جمعہ اظہار خیال ناممکن ہے۔

(۲) اگر گاؤں سمجھا جائے تو کیا نزاکت وقت یعنی غفلت دین والے دینی دور میں بغرض اشاعت دین جمعہ شریف قائم کیا جاسکتا ہے۔جیسے فتاویٰ عبدالحی میں اس کا جواز معلوم ہوتا ہے۔اور شاہ ولی اللہ بھی اس کی طرف مائل ہیں۔

(۳) اس گاؤں میں پہلے دوسری مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے لیکن صرف نماز نہ کہ وعظ بوجہ ناموزوں امام کے اور ہمارے محلہ کے امام محتاط قسم ہونے کے جمعہ شریف نہیں پڑھتے۔بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔واضح رہے کہ خود تو یہ مذکورہ آبادی گاؤں ہی ہے اور اس میں جمعہ جائز نہیں ہوتا۔شہر ہونا جمعہ کے جواز کے لیے شرط ہے۔ویسے اگر یہ بستی شہر کی فنا کہلائے یعنی شہر کے حدود کمیٹی میں شمار کی جائے اور شہر کی ضروریات از قسم گورستان میدان گھوڑ دوڑ عید گاہ وغیرہ اس میں موجود ہوں تو اس میں شہر کے تابع ہو کر جمعہ جائز ہوگا۔ورنہ نہیں۔کما قال فی الدر المختار علی هامش ردالمحتار ج۱ ص۵۹۱ (اوفناء ه) بكسر الفاء (و هوما) حوله (اتصل به) اولا كما حرره ابن الكمال وغيره (لاجل مصالحه) كدفن الموتى و ركض الخيل۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کنویں پر تین چار گھروں کی آبادی میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک کنویں پر تین چار گھر ہیں ایک نمبردار صاحب اور ایک مولوی صاحب بھی ہیں۔ علاوہ ازیں پرائمری سکول ہے جس کی تعداد تقریباً ایک سو یا سوا سو کی ہے۔وہ لوگ اس چیز کے خواہش مند ہیں کہ یہاں گردو نواح کے لوگ اکٹھے ہو کر جمعہ کے دن جمعہ کی نماز آ کر پڑھیں دین کی باتیں سنیں اور اس پر عمل پیرا ہوں نیز ان کو اپنے بچوں کی دینی تعلیم دلانے کی رغبت پیدا ہو۔

مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر جمعہ جائز ہوسکتا ہے یا نہیں۔بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔باتفاق علماء احناف رحمہم اللہ جمعہ کے جواز کے لیے شہر کا ہونا شرط ہے۔دیہاتوں چکوں کنووں وغیرہ کم آبادی کی بستیوں میں جمعہ جائز نہیں ہے۔وہاں کے لوگوں پر جمعہ کے روز ظہر کی چار رکعتیں پڑھنی فرض ہیں۔دو رکعت پڑھنے سے ان کے ذمہ سے فرض ساقط نہیں ہوگا۔لہٰذا کسی بھی مصلحت کی خاطر ترک فرض کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا ہے۔کما قال فی الهداية ج ۱ ص ۱۴۸ لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلى المصر و لا تجوز فی القرى لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحى الا فی مصر جامع۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

جمعہ فی القریٰ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ قریٰ کے اندر جمعہ کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہ ہمارے پاس بہت علماء بڑے بڑے قریٰ میں جمعہ پڑھتے ہیں۔خصوصاً مشائخ حضرات کہ وہ بھی جمعہ پڑھتے تھے۔جیسے مولانا تاج محمد امروٹ والے اور مرشد حالیجوی والے آپ کے نزدیک قریٰ میں نماز جمعہ پڑھنے کا کوئی ثبوت ہے۔عندالاحناف قریٰ میں نماز جمعہ پڑھے یا نہ اگر پڑھے تو ظہر کی نماز ساقط ہوگی یا نہ جماعت کی نماز میرے ذمہ ہوگی یا نہ آپ اس مسئلہ کو مذہب احناف کے مطابق دلیلوں کے ساتھ واضح فرمادیں کہ نماز جمعہ قریٰ میں جائز ہے یا نہیں۔ہمارے مشائخ جو پڑھتے تھے وہ کس بنا پر پڑھتے تھے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔جمعہ کے جواز کے لیے منجملہ دیگر شرائط کے مصر (شہر) ہونا ہے۔قریٰ میں جمعہ کی نماز باتفاق ائمہ احناف جائز نہیں ہے۔اور ان لوگوں سے ظہر کی نماز ادائے جمعہ سے ساقط نہیں ہوتی۔لہٰذا ان کے ذمہ ظہر کی چار رکعتیں پڑھنی فرض ہے۔کما قال فی تنوير الابصار (و يشترط لصحتها) سبعة اشياء الاول المصر و هو ما لا

یسع - الدر المختار - ج ۱ ص ۵۹۰ - الخ - باقی مشائخ کے عمل کا ہمیں پتہ نہیں ہے - مسئلہ مذہب کی کتابوں میں مفصل مدلل مذکور ہے - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شہر سے پانچ میل کے فاصلہ پر واقع چالیس گھروں کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی ہے جس کی مکمل آبادی چالیس گھر پر مشتمل ہے اور شہر یعنی مصر سے پانچ میل کے فاصلہ پر واقع ہے - یہ زمینداروں کا ایک محلہ ہے نہ بازار ہے - نہ ضروریات معاش میسر ہوتی ہیں - نیز ... ہے دیگر یہ چالیس گھر سال کے بارہ مہینے یہاں موجود نہیں ہوں گے بلکہ سردی کے موسم میں چار مہینہ تک دس یا پندرہ گھر یہاں سے چلے جائیں گے اسی شہر میں چالیس سال سے نماز جمعہ ہوتا رہا ہے - ابھی مقامی علماء کرام نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اس شہر میں نماز جمعہ جائز نہیں ہوتی - کیونکہ فناء مصر میں داخل نہیں ہے - اب گزارش یہ ہے کیا ایسے محلہ میں نماز جمعہ جائز ہو سکتی ہے یا نہیں اور یہ بھی بتائیں کہ فناء مصر کہاں تک ہوتا ہے - جواب میں میلوں کے حساب سے تحریر فرمادیں - بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم - واضح رہے کہ نماز جمعہ کے لیے باتفاق جمیع علماء احناف مصر (شہر) کا ہونا شرط ہے - لقول علی رضی اللہ عنہ لا جمعۃ و لا تشریق و لا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او کما قال - اور ظاہر ہے کہ مذکورہ آبادی کسی طرح بھی شہر نہیں ہے - اور شہر کی کوئی تعریف بھی اس پر صادق نہیں آتی - اسی طرح یہ بستی ظاہر ہے کہ فناء مصر بھی نہیں ہے کیونکہ فناء مصر شہر کے ردگرد کے اس علاقہ اور خطہ زمین کو کہتے ہیں جس کے ساتھ شہر کی ضروریات اور مصالح پوری ہوتی ہوں مثلاً گورستان، گھوڑ دوڑ کا میدان فوجی چھاؤنی وغیرہ - میلوں کا حساب شرعاً کوئی مقرر نہیں ہے - لہٰذا شہر کے چھوٹے بڑے ہونے سے اس کی فناء مختلف ہوتی رہتی ہے - تمہاری بستی اگر شہر کی ان ضروریات کو پورا کرنے کی جگہ میں واقع نہیں ہے تو یہ فناء مصر میں سے بھی نہ ہوگی اور یہاں کے لوگوں پر ظہر کی نماز فرض ہوگی - جمعہ کے ادا کرنے سے ان کے ذمہ سے ظہر کی نماز ساقط نہ ہوگی - کما قال فی الدر المختار علی ہامش ردالمحتار ج ۱ ص ۵۹۱ (اوفناءه) بکسر الفاء (و ہوما) حولہ (اتصل بہ) او لا کما حررہ ابن کمال وغیرہ (لاجل مصالحہ) کدفن الموتی و رکض الخیل والمختار للفتوی تقدیرہ بفرسخ ذکرہ الولوالجی - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک سو ستر (۱۷۰) گھروں کی آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہم اہالیان گاؤں ... والی جمعہ کے متعلق مسئلہ پوچھنا چاہتے ہیں اس معاملے میں ہماری رہنمائی فرما کر مشکور فرمائیں - گاؤں ہذا کے گھروں کی تعداد ایک سو ستر (۱۷۰) ہے -

(۲) مردوں کی آبادی ساڑھے تین سو کے لگ بھگ ہے - یہاں دو مساجد ہیں - یہاں تین میل کے اندر کسی جگہ نماز جمعہ

نہیں پڑھائی جاتی (گاؤں میں امام مسجد عالم نہیں ہے - بلکہ جمعہ پڑھانے کی اہلیت رکھتا ہے - ضروری کاروبار سودا سلف بیچنے کے لیے چھ دوکانیں ہیں - اور باقی موچی - نائی - لوہار - ترکھان - درزی - تیلی - جولاہا اور مسلی وغیرہ قومیں یہاں آباد ہیں - مذکورہ آبادی کے علاوہ بھی نزدیک فاصلے پر اور بھی بہت سی ڈھوکیں ہیں - بینوا توجروا -

﴿ج﴾

اس گاؤں میں جمعہ کی نماز ادا نہیں ہو سکتی - جمعہ کی نماز کے جواز کے لیے شہر کا ہونا منجملہ شرائط میں سے ہے - اور مذکورہ بستی شہر ہرگز نہیں ہو سکتی - لہٰذا اس گاؤں کے رہنے والوں پر ظہر کی چار رکعتیں فرض ہیں - جمعہ پڑھنے سے ان کے ذمہ سے نماز ظہر ساقط نہ ہوگی - کما قال فی الھدایہ لا تصح الجمعۃ الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر و لا تجوز فی القری لقولہ علیہ السلام لا جمعۃ ولا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع - فقط واللہ تعالی اعلم

اصلی چالیس باشندوں کی بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک علاقہ ہے - راجہ کی حکومت تھی جب سے بھٹو صاحب نے جاگیرداری ختم کی ہے وہاں پر موجودہ حکومت کا کنٹرول رہتا ہے - ڈی سی رہتا ہے - اور بیس پولیس والے ہیں - ۵۰ سیکورٹی والے ہیں - چالیس باشندے اصل مقامی ہیں - اس میں جمعہ پڑھایا جاتا ہے ایک گاؤں داماس تین میل کے فاصلے پر ہے - ۲۰۰ کی آبادی ہے ایک گاؤں گاحوچہ ایک میل کے فاصلے پر ہے اور ایک گاؤں عیشی دو میل کے فاصلے پر ہے - ان دو علاقوں میں اسماعیلی فرقہ سے تعلق رکھنے والے رہتے ہیں - جو پانچ وقت کی نماز کے منکر ہیں - اذان اور نماز نہیں ہوتی اور مسجد بھی نہیں ہے - ایک گاؤں دو میل کے فاصلے پر ہے جو دریا پار ہے - درمیان میں کوئی پل بھی نہیں ہے - ۱۰۰ کے قریب باشندے ہیں - تین گاؤں اور (بوبر - گلموتی - گورو جر) ۶ میل کے فاصلے پر ہیں - باشندے تقریباً تینوں کے ایک ہزار کے قریب ہیں - مندرجہ بالا گاؤں میں جواز جمعہ کے قائلین کے دلائل یہ ہیں کہ یہاں پر غیر مسلم رہتے ہیں مسلمانوں کی اقلیت ہے - اس طرح وعظ و نصیحت ہوگا آئندہ دین قائم ہوگا - مسلمانوں میں دین پھیلے گا مسلمانوں کا دبدبہ قائم ہوگا اور مانعین سے ناراض ہوتے ہیں مانعین کو جمعہ پڑھنے سے روکنے والے قرار دیتے ہیں - آیا جمعہ پڑھنے والوں پر ترک ظہر کا گناہ ہوگا یا نہیں - آیا موجودہ ڈی سی آرڈر دے اپنے طور پر مرکز سے کوئی تعلق نہیں نہ مرکز کا آرڈر ہے - شاید مرکزی حکومت کے علم میں بھی نہ ہوگا - کیا یہ حنفی مسلک کے خلاف ہے - اس بارہ میں شریعت کیا کہتی ہے - آیا ان کا یہ عمل صحیح ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

سوال میں جس بستی کا ذکر ہے- جس میں چالیس مقامی باشندے ہیں اور ستر دوسرے ملازمین یہ قریہ صغیرہ ہے- اور یہاں جمعہ جائز نہیں- یہاں کے لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں- جمعہ پڑھنے سے ان کے ذمہ سے نماز ظہر ساقط نہیں ہوتی- جہاں جمعہ جائز نہ ہو وہاں کسی مصلحت کے لیے جمعہ جائز نہیں ہو جاتا- صحت جمعہ کے لیے مصر (شہر) یا قریہ کبیرہ ہونا ضروری ہے- مختلف دیہاتوں کی آبادی کا اعتبار نہیں- بہر حال صورت مسئولہ میں اس جگہ جمعہ جائز نہیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شہر سے دو میل کے فاصلہ پر واقع اڑھائی ہزار افراد کی آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بستی گڈولہ جس کا شمار دیہات میں ہوتا ہے- کوائف ذیل کی روشنی میں کیا اس بستی میں نماز جمعہ پڑھی جاسکتی ہے یعنی یہاں نماز جمعہ پڑھنا جائز ہے- دیہہ ھذا کی آبادی تقریباً اڑھائی ہزار نفوس پر مشتمل ہے- دیہہ ھذا بھکر شہر سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے- بھکر شہر کی نئی آبادی جانب بستی گڈولہ بڑھ رہی ہے- اور اب بھکر کی اس نئی آبادی اور گڈولہ بستی کے درمیان تقریباً چار پانچ فرلانگ غیر آباد فاصلہ باقی ہے-

بھکر شہر سے گڈولہ کی حد تک پختہ سڑک بن گئی ہے- لیکن بستی گڈولہ میں بس اسٹینڈ اور ریلوے اسٹیشن نہیں ہے- دیہہ ھذا میں تین مسجدیں ہیں اور ساری بستی میں مستقل پابند نمازی تقریباً بارہ ہیں- مدنی مسجد- ۶ نمازی مدینہ مسجد ۴ نمازی- مسجد ملکانوری ۲ نمازی دیہہ ھذا میں دینی درسگاہ نہیں ہے- البتہ مسجدوں میں امام صاحبان بچوں کو قرآن کی تعلیم دیتے ہیں- لیکن دیہہ ھذا میں کوئی عالم دین نہیں ہے- دیہہ ھذا میں لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے پرائمری سکول ہیں- ڈاکخانہ بھی ہے ترکھان- حمام اور موچی ہے-

دیہہ ھذا میں تین چھوٹی دوکانیں ہیں لیکن ضروریات زندگی کی اشیاء قطعاً نہیں ملتیں- لوہار- کمہار- تیلی دیہہ ھذا میں نہیں ہیں- ہسپتال مردانہ و زنانہ بھی نہیں ہے اور نہ کوئی پرائیویٹ ڈاکٹر یا حکیم ہے- مویشی ہسپتال بھی نہیں ہے- بھکر شہر کی مسجدوں میں صبح کی اذان کی آواز بذریعہ لاؤڈ سپیکر صاف بستی گڈولہ میں سنی اور سمجھی جاتی ہے- لیکن باقی اذانوں کا پتہ نہیں لگتا- تو کیا ایسی بستی میں جمعہ قائم کرنا جائز ہے یا نہیں-

﴿ج﴾

دیہہ مذکور فی السوال میں اقامت جمعہ درست نہیں- اس لیے کہ یہ نہ قریہ کبیرہ کے حکم میں آتا ہے اور نہ ہی فناء مصر میں آتا ہے- اس لیے یہاں کے رہنے والوں پر لازم ہے کہ اپنی اپنی مسجد میں ظہر کی نماز باجماعت پڑھتے رہیں- ھکذا فی عامۃ الکتب- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

چار سو افراد پر مشتمل آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جس کی آبادی چار صد کے قریب ہے- بستی میں دو مسجدیں ہیں کافی عرصہ سے وہاں جمعہ عیدین پڑھتے تھے- ایک مولوی صاحب نے کہا کہ یہاں پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب پر جمعہ نہیں ہوتا- بستی کے معززین نے جمعہ بند کر دیا بغیر جھگڑا اختلاف کے جمعہ بند ہو گیا- عرصہ چار سال کے بعد اب ایک مولوی صاحب نے دوبارہ جمعہ پڑھا دیا اور کہا کہ آس پاس کی بستیاں جو میل دو میل کم زیادہ کے فاصلہ پر ہیں ان کو ملا کر مصر کے شرائط پائے جاتے ہیں- لہٰذا جمعہ درست ہے- لوگوں میں اب سخت اختلاف پیدا ہوا تو کیا اس بستی میں جمعہ پڑھنا جائز ہے- اور کیا آس پاس کی بستیاں ملا کر اکبر المساجد کی تعریف صادق آتی ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

گاؤں مذکور میں اقامت جمعہ درست نہیں- وجوب جمعہ کے لیے مصر یا قصبہ کا ہونا شرط ہے- **لا جمعة و لا تشريق الا في مصر جامع**- الحدیث- ردالمحتار میں ہے-

وفيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز في الصغيرة ليس فيها قاض و منبر و خطيب و فيها ايضا بشرط لصحتها **المصر او فنائه و هو ماحوله اتصل به اولا لاجل مصالحه** - اور اکبر مساجد کی عدم وسعت کی تعریف منقوض ہے- **كما في شرح المنية فكل تفسير لا يصل ------- احدهما فهو غير معتبر حتى التعريف الذي اختاره جماعة من المتاخرين كصاحب المختار و غيرهما و هو ما لو اجتمع اهله في اكبر مساجده لا يسعهم فانه منقوض بهما اذ مسجد كل منهما يسع اهله و زيادة الى ان قال فلا يعتبر هذا التعريف فقط والله اعلم**- (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج۵ ص۳۵)

﴿ج﴾

واضح رہے کہ صحت جمعہ کے لیے عندالاحناف قریہ کبیرہ یا فناء مصر کا ہونا ضروری ہے- فناء مصر سے مراد وہ جگہ ہے- جو مصالح مصر کے لیے ہو- اگر وہ جگہ مصالح مصر کے لیے نہیں ہے بلکہ جداگانہ قریہ ہے تو اس کا حکم جمعہ کے بارے میں مستقل ہے- کسی اور گاؤں کے تابع نہیں ہوتا- اگر خود قریہ کبیرہ ہے جمعہ اس میں واجب الادا ہو گا ورنہ نہیں- صورت مسئولہ میں جس بستی کا ذکر ہے- جس کی آبادی چار صد کے قریب ہے- یہ قریہ صغیرہ ہے- اور یہاں احناف کے نزدیک جمعہ جائز نہیں- یہاں کے لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں- جمعہ ادا کرنے سے ظہر ان کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوگی- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کوئی فوجی یونٹ ریگستانی علاقہ میں فوجی مشقوں کے لیے ٹھہر جائے تو وہاں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک یونٹ ایک ریگستانی علاقہ میں کئی مہینے فوجی مشق کرنے کے لیے چلے جاتے ہیں۔ جس کو سکیم کہتے ہیں۔ کیا ان لوگوں کو نماز ظہر پڑھنی چاہیے یا نماز جمعہ؟

﴿ج﴾

روایات فقہیہ کے مطابق اس یونٹ کو اس علاقہ میں اقامت جمعہ صحیح نہیں ہے۔ نماز جمعہ کی صحت اور وجوب کے لیے مصر یعنی شہر یا قصبہ اور قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے۔ لہٰذا ایسے موقع پر نماز ظہر باجماعت جمعہ کی بجائے پڑھا کریں ہدایہ میں ہے۔ ولا جمعة بعرفات فی قولهم جميعا (ج ا ص ۱۵۱)

کیا جمعہ کی نماز کے بعد احتیاطی ظہر ادا کرنا ضروری ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جمعہ احتیاطی اور فرضی کے بارہ میں بکر کہتا ہے کہ نماز جمعہ کے بعد چار رکعت نماز فرض بہ نیت احتیاطی ادا کی جائے یہ ضروری ہے۔ معتبر کتب کا حوالہ بھی پیش کرتا ہے۔ جیسا کہ فتاوی عالمگیری۔ شامی۔ کبیری۔ صغیری۔ عبدالحئی صاحب کا مجموعۃ الفتاویٰ دیگر نجم الھدیٰ مجموعۃ البرکات اور فتح القدیر وغیرہ کے حوالے بھی بتاتا ہے۔ بکر کا قول صحیح ہے یا کہ غلط ہے؟ اور یہ بھی کہتا ہے کہ جس جگہ مصر میں اختلاف ہو اس جگہ ایک شرط نہ ہونے کے سبب نماز احتیاطی فرض پڑھی جانی ضروری ہے۔ آیا قول بکر کا صحیح ہے یا کہ غلط ہے؟

زید کہتا ہے کہ جس جگہ جمعہ کی شروط پوری نہ ہوں ادھر نماز جمعہ نہ پڑھائی جائے۔ زید کہتا ہے کہ مسئلہ نماز جمعہ احتیاطی کا بدعت سیئہ ہے۔ کیونکہ اس کا ثبوت خیر القرون سے نہیں ہے۔ بحر الرائق۔ فتح القدیر۔ تاتارخانیہ۔ درالمختار۔ میں فرماتے ہیں کہ نماز احتیاطی نہ حضرت ﷺ نے پڑھی ہے نہ اصحاب رضی اللہ عنہم نے اور نہ ائمہ اربعہ نے اور نہ حکم کیا نماز احتیاطی کا۔ جو شخص نماز جمعہ احتیاطی پڑھے وہ گناہگار ہوگا۔ دیگر فتاویٰ رشیدیہ میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں جو نماز احتیاطی کا مسئلہ نکلا ہے ایک بادشاہ تھا جس کا نام عباس تھا۔ چار مذھب میں سے نہ تھا۔ نہ مالکی نہ شافعی نہ حنفی نہ حنبلی۔ مذہبا معتزلی تھا یہ مسئلہ اس کا نکالا ہوا ہے۔ اس ظالم نے جبراً نماز جمعہ احتیاطی ہر جگہ جاری کیا تھا۔ اس نے حکم دیا کہ اگر کسی نے نماز احتیاطی نہ پڑھی اس کو سزا دی جائے گی۔ اس وقت جو علماء دنیا کی محبت رکھنے والے تھے انھوں نے قبول کیا اور اپنی کتابوں میں بھی درج کر گئے۔ آیا مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب ٹھیک فرماتے ہیں یا غلط۔ اور نماز احتیاطی جائز ہے یا کہ ناجائز ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

...حمٰن الرحیم۔ اس مسئلہ میں بڑا اختلاف ہے۔ ہمارے علماء دیوبند اور اسلاف کرام کا یہی مسلک ہے کہ جہاں جواز ...ے شرائط میں سے کوئی شرط نہیں پائی جاتی مثلاً شہر نہیں دیہات ہے وہاں جمعہ کی نماز نہ پڑھی جائے۔ بلکہ صرف ظہر کی ...جماعت پر اکتفا کیا جائے۔ اور جہاں شرائط جمعہ کی پائی جاتی ہیں وہاں صرف جمعہ کی نماز پر اکتفا کر لیا جائے احتیاطی ...ھی جائے کیونکہ قرون اولیٰ میں اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ نیز اس میں ایک غیر ضروری امر کے ضروری جاننے کا مفسدہ ...ہوتا ہے جس سے پرہیز از حد ضروری ہے۔

...يصلی رجل من الخواص سرا خروجا من الخلاف لئلا يفضی الی المفسدة ولا يواظب عليه۔ ...كما قال فی الدر المختار علی هامش ردالمحتار ج ا ص ۵۹۶ و علی المرجوح فالجمعة لمن ...سبق تحريمة و تفسد بالمعية والاشتباه فيصلی بعدها اخر ظهر و كل ذلك خلاف المذهب فلا ...يؤمر عليه كما حرره فی البحر۔ و قال الشامی تحته بعد ما حقق والحال۔ نعم ان ادی الی مفسدة ...لا تفعل جهارا والكلام عند عدمها ولذا قال المقدسی نحن لا نامر بذلك امثال هذه العوام بل ...ندل عليه الخواص و لو بالنسبة اليهم والله تعالی اعلم۔

...وقال فی البحر الرائق ج ۲ ص ۱۴۳ مع ما لزم من فعلها فی زماننا من المفسدة العظيمة وهو اعتقاد ...الجهلة ان الجمعة ليست بفرض لما يشاهدون من صلاة الظهر فيظنون انها الفرض و ان الجمعة ...ليست بفرض فيتكاسلون عن اداء الجمعة فكان الاحتياط فی تركها و علی تقدير فعلها ممن لا ...يخاف عليه مفسدة منها فالاولی ان تكون فی بيته خفية خوفا من مفسدة فعلها والله سبحانه الموفق ...للصواب فقط والله تعالی اعلم۔

پانچ سے زائد آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

...چہ می فرمایند علماء دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ سرباز صوبۂ بلوچستان ایران علاقہ ...ست و دارای قریٰ کبیرہ کہ آبادی آن قریٰ بر جانبین رودی بین الجبلین واقع است اکثر آبادی قریٰ باہم ...متصل و بعض ازان فاصلہ مبہم دارند دو چند قریہ از قری سرباز کہ از روئے اعتبار عرف اینولات قریہ ...کبیرہ شمردہ شدہ انداز زمان قدیم نماز جمعہ در آنہا جاری و ہنوز جاری است چنانچہ یکے ازاں قریٰ ...کہ موسوم بقریہ کوہ میتگ است کہ تعداد جمعیت آن از رجال و نساء و کبار و صغار و احرار و عبید

پنج صد وسی نفر میباشد و اکثر اہل صرف از نباء و نجار و نوگر و آہنگر وغیرھا دران موجود و بہ ...
پنج دوکان دارد کہ مردم قری دیگر برائے خرید ضروریات خود مدام بآن احتیاج دارند و صندوق ...
دو سہ موتر (سیارہ) نیز دران ایاب و ذہاب دارد کہ مالک سیارھا نیز از اہل کوہ میتگ است۔
غرض اینکہ قریہ مذکورہ نسبت قریہ مرکزی حیثیت دارد کہ مردم دیگر قری بہمہ حیثیت ...
احتیاج دارند و آبادی آن مشتملہ انواع اشجار و نخیل است و مسجد آن نیز مسجد واحد است کہ ...
مسجد صغیر و تنگ بودہ گنجائش تمام جماعت را نہ داشتہ بعدا بخرچ حکومت و عامۃ المسلمین
توسیع دادہ مسجدی کبیر و وسیع بنام مسجد جامع تعمیر کردہ اند و خطیب مسجد نفر عالم مقرر است۔
آدمان قری قریبہ کہ آواز اذان مسجد جامع بآن قری میرسد برائے جمعہ دران مسجد جامع جمع
میشوند چوں قریہ موصوفہ بصفات مذکورہ از دیگر قری فائق و ممتاز است باعتبار عرف اینولات ...
قریہ کبیرہ قرار دادہ نماز جمعہ را جاری کردہ اند کہ عرف عند الفقہاء معتبر است و در قریہ کبیرہ
عند الاحناف نماز جمعہ درست و جائز است خلاصہ سوال اینکہ آیا قریہ موضوعہ بصفات مذکورہ
طبق عرف یا ناجائز و واجب الترک است۔

(۲) قریہ کبیرہ در شریعت مطہرہ حدی مخصوص و معین دارد یا اینکہ ہر زمان و ہر مکان عرف
آن زمان و مکان برائے تعین قریہ کبیرہ معتبر است امید دارم کہ جواب صافی و مدلل تحریر فرماید
تابار ثانی احتیاج تکرار سوال نشود چو علماء اینولایت دریں مسئلہ اختلاف و قیل و قال دارند عوام
بیچارہ سرگرداند جواب تسلی بخش را انتظار دارند تعجلوا بالجواب توجروا لیوم الحساب۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ واضح باد کہ برائے صحت و فرضیت نماز جمعہ مصر یا قریہ کبیرہ
عند الاحناف از جملہ شرائط شرط اولین است و در تحدید مصر علامات بسیار فقہاء کرام ذکر کردہ اند
وقہستانی در جامع الرموز آن علامتھارا ذکر کردہ است چنانچہ در ذیل عبارتش ذکر کردہ مے شود و در
صورت مسئولہ در قریہ کوہ میتگ ہیچ علامت ازان علامتہائے صادق نمی آید چراکہ درو قاضی و
حاکم نیست کہ بر تنفیذ احکام قادر باشد نہ درو کوچہا و بازار ھاہستند چراکہ چار و پنج دوکانھا را عرفا
بازار نتواند گفت ونہ آبادی مکان آن این قدر کثیر است کہ اورا مصر یا قریہ کبیرہ گفتہ شود۔ چراکہ در
یک روایت از امام ابو یوسفؒ عدد سکان ہزار آمدہ است از مرد و زن وغیرہ۔ و در یک قول آمدہ است
کہ عدد مرد مان نرینہ آنجا یک ہزار باشد کہ تمامی بر قتال قادر باشند و در آن مساجد کثیرہ ہستند

... آن مرد مان قریہ کہ برایشان نماز جمعہ فرض باشد نہ گنجند بلکہ درین قریہ کوہ میتگ
فقط یک مسجد است قریہ کبیرہ بودن اگرچہ امر اضافی است لیکن شرعا برائے جواز جمعہ آن را
قریہ کبیرہ یا مصر گویند کہ وقت تعداد امصار مطلقہ این را ہم در آن شمارند لہذا برائے مصر یا قریہ
... این قدر حدی مخصوص و متعین است اگرچہ حدی جامع مانع ندارد لیکن اینقدر ہم غالبا بر قریہ
کوہ میتگ صادق نمے آید و این واضح است۔ کما قال فی جامع الرموز ج ۱ ص ۱۱۵ و ما یسع ای
موضع اکبر مساجدہ المبنیۃ لصلوۃ الخمس اہلہ ای اہل ذلک الموضع فما وجب علیہ الجمعۃ
مصر و احترز بہ اصحاب الاعذار مثل النساء والصبیان والمسافرین الا انہم قالوا ان ہذا الحد غیر
صحیح عند المحققین والحد الصحیح المعول علیہ انہ کل مدینۃ تنفذ فیہا الاحکام و یقام الحدود
کما فی الجواہر فظاہر المذہب انہ ما فیہ جماعات الناس و جامع و اسواق و مفت و سلطان او قاض
یقیم الحدود و ینفذ الاحکام و قریب منہ ما فی المضمرات و فیہ انہ الاصح و قیل انہ ما یجتمع فیہ
مرافق الدین والدنیا او یعیش فیہ کل صانع سنۃ بلا تحول الی الاخری او یکون سکانہ عشرۃ آلاف او
یسمی مصرا عند العداد ..... او لا یظہر فیہ نقصان بموت و زیادۃ بولادۃ او یمکنہم دفع عدد بلا
استعانۃ او یعمرہ الامام و ان صغر و قل اہلہ کما فی التمرتاشی او یولد انسان و یموت کل یوم او لا
یعد اہلہ الا بمشقۃ او یکون فیہ الف رجل او عشرۃ آلاف مقاتل علی الخلاف کما فی المضمرات۔
فقط واللہ تعالی اعلم۔

شہر سے تین میل کے فاصلہ پر واقع بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی میں دینی درس گاہ بنائی گئی ہے۔جس میں اہل علاقہ کے بچوں کو تعلیم قرآن
دی جاتی ہے۔اب اہل علاقہ کا خیال ہے کہ یہاں پر جمعہ شروع کیا جائے۔شہر سے تقریبا تین میل کے سفر پر ہے۔
جمعہ پڑھایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ بستی میں جمعہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔اصل سبب یہ ہے کہ دلی خواہش ہے کہ ہر
ہفتویں دن کچھ وعظ و نصیحت کی جائے وہ تب ہو سکتی ہے کہ اگر جمعہ شروع کرایا جائے۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جمعہ کے جواز کے لیے احناف کے نزدیک شہر کا ہونا شرط ہے۔دیہاتوں اور بستیوں میں جمعہ کی نماز
جائز نہیں ہوتی۔اور نہ جمعہ پڑھنے سے ان کے ذمہ سے ظہر کی نماز ساقط ہوتی ہے۔دیہاتوں کے لیے ضروری ہے کہ
بستی میں جمعہ کے روز ظہر کی نماز چار رکعتیں باجماعت ادا کرلیا کریں۔باقی اگر آپ کو وعظ کا شوق ہے تو پھر جمعہ کے روز
یا کسی دوسرے دن ظہر کی نماز کے بعد یا کسی بھی وقت کہہ دیا کریں۔بلکہ ہر روز وعظ کہہ دیا کریں۔وعظ کا ہونا نماز جمعہ کے

پڑھنے پر ہرگز موقوف نہیں ہے- بالفرض موقوف ہو تب بھی فتویٰ یہی ہے- کہ وعظ کہنا چھوڑ دو- اور فرض نماز ظہر کی [illegible] چھوڑو- قال فی الهداية ج ۱ ص ۱۴۸ لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر ولا تجوز فی القرى- لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحى الا فی مصر جامع- الخ- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وقفہ وقفہ سے واقع آبادیوں میں جمعہ کا حکم؟

(س)

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ موضع مہران تحصیل لیہ متفرق آبادی پر کافی متعدد چک رقبہ میں میلوں تک [illegible] ہیں- اس کی آبادی چالیس ہزار کے قریب ہوگی- اس کی شکل یوں ہے کہ کچھ گھر ایک زمین میں آباد ہیں اور تھوڑے سے فاصلے فرلانگ یا کم وبیش پر دوسرے چند گھر آباد ہیں- اسی طرح متفرق آبادی میلوں تک پھیلی ہوئی ہے- بیچ میں کھیتیاں ہیں بازار وغیرہ اس میں کوئی نہیں ہیں- کیا ایسی آبادی میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ وضاحت سے بیان فرمائیں- اور کیا [illegible] آبادی کو متحد شمار کر کے شہر کہلایا جائے گا یا نہیں؟

(ج)

بسم اللہ الرحمن الرحیم- واضح رہے کہ باتفاق جمیع علماء احناف جمعہ کی صحت کے لیے مصر (شہر) کا ہونا شرط ہے- اور مصر متصل بڑی آبادی کو کہتے ہیں جو آبادیاں ایسی ہوں کہ ان کے بیچ میں کھیتیاں وغیرہ ہوں- ان کو اکٹھا شمار کر کے شرعاً مصر نہیں کہا جا سکتا- بلکہ یہ متفرق آبادی علیحدہ مستقل آبادی شمار ہوتی ہے- صورت مسئولہ میں موضع کی آبادی چونکہ متفرق اور منتشر ہے- اس لیے ان سب کو متحد شمار کر کے مصر کا حکم نہیں دیا جائے گا- اور نہ ان آبادیوں میں جمعہ جائز ہوگا-

ان لوگوں پر ظہر کی چار رکعتیں فرض ہیں جمعہ پڑھنے سے ان کے ذمہ سے ظہر ساقط نہیں ہوتی- كما قال فی العالمگیرية ج ۱ ص ۱۴۵ مطبوعه مکتبه ماجدیه کوئٹه (ولا دائها شرائط فی غير المصلی) منها المصر هكذا فی الكافی و فيها ايضا بعد اسطر و كما يجوز اداء الجمعة فی المصر يجوز ادائها فی فناء المصر و هو الموضع المعد لمصالح المصر متصلا بالمصر و من كان مقيما بموضع بينه و بين المصر فرجة من المزارع والمراعی نحو القلع ببخاری) لا جمعة على اهل ذلک الموضع و ان كان النداء يبلغهم والغلوة والميل والاميال ليس بشیء هكذا فی الخلاصة- الخ-

و فی القهستانی ج ۱ ص ۱۱۵ و شرط لا دائها ---- المصر ای البلد المحصور ای المحدود فان المصر الحد كما فی المفردات او فنائه بالكسر سعة امام البيت و قيل ما امتد من جوانبه كما فی المغرب-

و فی القاموس ج ۲ ص ۱۳۴ والمصر بالكسر الحاجز بين الشيئين كالماصر والحدبين [illegible] الخ و فی ايضا و مصروا المكان تمصيرا جعلوه مصرا فتمصر- و فی البحر ج ۲ ص ۱۳۹ و ذكر فی المجتبی ان قدر الغلوة ثلاثمائة ذراع الى اربعمائة و هو الاصح- فقط والله تعالى اعلم

قریب قریب کی آبادیوں کو ایک شمار کر کے جمعہ کا حکم؟

(س)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کاغذات مالی میں ڈیرہ بدھو ملک رام ایک ہی حلقہ پٹوار میں شامل ہیں اور ڈیرہ بدھو ملک میں نماز جمعہ جاری ہے اور مولانا عبداللہ درخواستی صاحب موضع مذکورہ بالا میں تشریف لائے تھے جو کہ فرما گئے ہیں کہ نماز جمعہ ڈیرہ بدھو ملک میں جائز ہے ہر دو مواضعات کی آبادی تقریباً ۶۰۰۰/ ہے اور اکیلے رام کلی کی آبادی ۲۱۱۴ ہے دونوں مواضعات دو دو کہی سے ملحق ہیں یہاں پر تین ٹیوب ویل دو آٹے کی چکیاں جاری ہیں اور ایک جگہ ۷۰ گھر آباد ہیں دیہاتی چاہات پر آباد ہیں اور آبادی سے فالم پور کالونی ایک میل کے فاصلے پر آباد ہے پرائمری سکول بھی منظور ہو چکا ہے لیکن تا حال تعمیر نہیں ہوا اور بجلی گھر بھی رام کلی سے ملتا ہے زیر تعمیر ہسپتال ہمارے موضع سے ایک میل ہے اور موضع رام کلی ڈیرہ بدھو ملک اندرون بدھو، دو کمیٹی ہیں-

(ج)

اس آبادی کو اگر اہل عرف مجموعہ اجزاء کو ایک ہی آبادی سمجھتے ہیں تو باوجود کسی قدر فصل جدائی کے وہاں مجموعہ کا اعتبار ہوگا اور وہاں پر جمعہ صحیح ہوگا صرف آبادی کا نام ایک ہونا کافی نہیں بلکہ یہ ضروری ہے کہ اردگرد کی آبادی کو تمام ایک آبادی سمجھا جائے اور اگر عرف میں الگ الگ آبادی شمار ہو تو جمعہ صحیح نہ ہوگا- واللہ تعالیٰ اعلم

تین ہزار کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

(س)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جس کی آبادی تقریباً ہزار کے قریب ہے مردم شماری کے لحاظ سے مرد عورت لڑکے صغیر وکبیر سب تین ہزار سے زائد ہیں جس میں تقریباً پینتیس دوکانیں ہیں اس کے علاوہ آٹھ دوکانیں خاص کپڑے کی ہیں نیز کپڑے کی مشینیں تقریباً ۱۵ یا ۱۶ ہوں گی اور تین آٹا پینے والی مشینیں ہیں- ڈاکخانہ اور ہسپتال بھی ہے مڈل تک سکول ہے خاص اس شہر سے تقریباً سات رساتیق نکلے ہیں اور گردونواح میں دیگر رساتیق بھی ہیں- ان سب رساتیق کی ساری حاجات دینی ودنیاوی اس شہر میں پوری ہو جاتی ہیں نیز اس شہر میں سولہ مسجدیں ہیں اور چھ

جید علماء کرام سند یافتہ موجود ہیں نیز اس شہر میں ایک عربی مدرسہ ہے جس میں تقریباً ۲۵ طلبہ ہیں اور دو اور مدرسے ہیں
میں تقریباً پندرہ یا سولہ طلبہ ہوں گے ان سب کے اخراجات کا بھی شہر کفیل ہے محترف اس میں گزارہ کر سکتا ہے تجربہ
ثابت ہے نیز تین میل پر تھانہ بھی ہے اب اس شہر میں نماز جمعہ جائز ہوگا یا ناجائز یہ بتلانا ضروری ہے کہ اتنی دوکانوں
باوجود ''سوق'' کی تعریف اس پر صادق آتی ہے یا نہیں آیا سوق میں دوکانوں کی کثرت ضروری ہے یا کوئی میلہ ہفتہ وار ...
(۲) دینی استاد کا حق زیادہ ہے یا پیر طریقت کا جو آج کل مروج ہے۔

﴿ج﴾

(۱) احناف کے نزدیک مصر شرائط جمعہ سے ہے لیکن علامہ شامی و دیگر فقہاء نے قصبات و قری کبیرہ کو بھی حکم مصر میں شمار کیا ہے شامی جلد اول ص ۵۹۰ بحث جمعہ میں ہے۔ و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیها اسواق الی قوله و لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب ' اب مصر اور قریہ کبیرہ کے مفہوم و بیان کرنا چاہیے مصر کے متعلق امام ابوحنیفہؒ کی اپنی رائے یہ ہے جس کو شامی نے نقل کیا ہے۔ عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق ولها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم الی قوله و هذا هو الاصح ' اس کے علاوہ جتنی تعریفیں فقہاء نے مصر کی کی ہیں ان سب کا مآل یہی ہے عنوانات مختلف ہیں اور معنون ایک ہے کیونکہ جہاں پر سکک اسواق اور والی کا تحقق ہو وہاں پر دیگر تعریفیں بھی صادق آئیں گی۔ مثلاً بحر العلوم کی تعریف مصر میں ہے۔ موضع یندفع حاجة الانسان الضروریة من الاکل بان یکون هناک من یبیع طعام والکسوة الضروریة و ان یکون هناک اهل حرف یحتاج الیهم کثیرا ۔ اسی طرح کنز العباد میں جو تعریف لکھی گئی ہے۔ ان یولد فیه کل یوم ولد و یموت فیه انسان قاضیخان میں ہے لایکون الموضع مصرا الا ان یکون فیه مفت و قاض ینفذ الاحکام ۔ علامہ شامی نے جو قصبات اور قری کبیرہ میں جواز کا حکم کیا ہے ان قری سے بھی وہ قری مراد ہیں جن میں مثل امصار کے حاجات پوری ہو جاتی ہیں کیونکہ التی فیها اسواق اس کے ساتھ متصل ذکر کیا ہے قصبات اور قری کبیرہ سے مراد ایک ہی چیز ہے القصبات جمع قصبة و هی القریة فیکون عطف القری علیه عطف تفسیر ۔ (حاشیہ) بس اگر یہ قریہ جس کے متعلق پوچھا گیا ہے قصبہ ہو یعنی اس کی مردم شماری چار ہزار ہو کیونکہ حکام وقت کے عرف کا مقتضی بھی یہی ہے کہ چار ہزار سے کم قصبہ نہیں بتاتے تو عرف شرعی میں اس سے کم ہرگز نہ ہوگا اور اس قریہ میں جملہ حاجات ضروریہ پوری ہو سکتی ہوں مثلاً ڈاکخانہ میں ہر قسم کی ضرورت پوری ہو سکے نیز دوکانوں میں سے بعض دوکانوں پر کھانے پینے کا انتظام بھی مسافر کے لیے میسر ہو اور حکومت کی طرف سے کوئی پولیس کی چوکی بھی مقرر ہو اور ہیئت آبادی کی مثل شہر و قصبہ کے ہو جیسا کہ تقیید قری کی بالتی فیها سکک و اسواق سے معلوم ہے تو

... ہے بلکہ جمعہ پڑھنا واجب ہوگا اور اگر یہ اوصاف اس میں نہیں پائے جاتے تو نہ قصبہ ہے نہ قریہ کبیرہ ہے کیونکہ قری میں متفرق دوکانوں کے تحقق سے جمعہ جائز نہیں ہو جاتا۔

(۲) دینی استاد کا حق بدرجہا زیادہ ہے آج کل کے پیروں سے حدیث شریف میں ہے۔ تواضعوا لمن تعلمون منه ... نے اس کو حضرت عمرؓ کا قول قرار دے کر اس کے حدیث موقوف ہونے کو ترجیح دی ہے۔ نیز امام ابو یوسفؒ سے ... ہے قال سمعت السلف یقولون من لا یعرف لاستاذه لا یفلح۔ یعنی سلف صالحین کا قول ہے کہ جو ... استاد کی قدر نہیں جانتا ہے وہ کامیاب نہیں ہو سکتا اور آج کل اکثر پیر ایسے ہوتے ہیں کہ محض دنیوی مفاد کی خاطر اپنے مریدین و متعلقین کے ساتھ ربط قائم کر کے حب جاہ و حب مال میں سرگرداں رہتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دوسو گھر کی آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

... فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جو کہ دوسو گھر کی آبادی پر مشتمل ہے اور اس میں ضروری اشیاء بھی کچھ ... ہیں اور جامع مسجد جو کہ پچاس گز طولاً عرضاً وسیع مسجد بھی ہے۔ اور ایک مولانا صاحب پانچ وقت نماز پڑھاتے ہیں اور ... موصوف فرماتے ہیں کہ یہاں جمعہ وغیرہ نہیں ہو سکتا۔ اور کافی لوگ جمعہ پڑھنے کے لیے دور دور سے آتے ہیں اور ... ہمارا گاؤں بڑے شہروں سے چھ سات میل دور ہے۔ اب فرمائیے کہ اس گاؤں میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

... گاؤں مذکورہ قریہ صغیرہ ہے اس میں اقامت جمعہ درست نہیں ہے۔ اقامت جمعہ کے لیے شہر یا قصبہ کا ہونا شرط ہے۔ حدیث شریف میں ہے لا جمعة ولا تشریق الافی مصر جامع الحدیث۔ اور شامی میں ہے و تقع فرضاً فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق رد المحتار ج ۱ ص ۵۹۰۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس گاؤں میں ظہر کی نماز باجماعت پڑھیں۔

چالیس پچاس گھروں کی آبادی والے دیہات میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

... فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دیہات جس جگہ بازار نہیں مگر کاروبار تجارت ہوتا ہے سڑک موجود ہے جامع مسجد موجود ہے جس میں دو اڑھائی سو آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ گرد و نواح میں سینکڑوں مکانات ہیں۔ ڈاکخانہ موجود نہیں البتہ یونین کونسل کا دفتر موجود ہے بستی میں ۴۰/۵۰ گھر ہیں۔ کیا علماء امت اس مسئلہ میں اجتہاد کر کے دیہات میں نماز جمعہ پڑھنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔

﴿ج﴾

فقہ کی معتبر کتابوں مثل ھدایہ وشرح وقایہ درمختار وشامی سے یہ ثابت ہے کہ وجوب جمعہ اور ادائے جمعہ کے لیے مصر شرط ہے۔ اور شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قصبہ اور قریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی شہر اور مصر کے حکم میں ہے۔ مصر کی تعریف میں اختلاف ہے۔ لیکن مدار عرف پر ہے۔ عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار وگلیاں اس میں ہوں، ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے۔

فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح۔ (ردالمحتار باب الجمعة ج۱ص۵۹۰) و ایضاً فیه و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق (الی ان قال) و فیها ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة و ایضاً فیه (قوله و صلوة العید فی القری تکره تحریما و مثله الجمعة (ردالمحتار باب العیدین ج۱ص۶۱۱)

سوال میں جس دیہات کا ذکر کیا ہے نہ یہ مصر ہے اور نہ قریہ کبیرہ لہٰذا اس دیہات میں عندالاحناف نماز جمعہ یا عیدین صحیح نہیں۔ اور نماز جمعہ ادا کرنے سے ان لوگوں کے ذمہ سے نماز ظہر ساقط نہیں ہوتی۔ لما فی الشامیة الاتری ان فی الجوهر لو صلوا فی القری (الصغیرة) لزمهم الظهر (شامی باب الجمعہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تین صد کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ موضع کوٹکی بیرونی جو کہ ضلع میانوالی میں واقع ہے۔ مندرجہ ذیل اوصاف سے موصوف ہے آبادی مردم شماری کے مطابق تقریباً چالیس گھر تین صد افراد ہیں۔ دو مسجدیں جن میں سے صرف ایک آباد ہے اور دوسری میں جماعت بھی نہیں ہوتی اور نہ اس میں کوئی امام مقرر ہے۔ اور تین دوکانیں جن سے اکثر ضروریات اہل قریہ پوری ہوتی ہیں اور اہل حرفہ مثلاً ترکھان، حجام وموچی وغیرہ آباد ہیں۔ ساتھ ہی اس کے گردونواح میں دس دس پندرہ پندرہ گھروں کی بستیاں تقریباً ایک میل کے اندر اندر واقع ہیں۔ جن کی اکثر ضروریات موضع موصوف سے متعلق ہیں کیا اس بستی یا اس جیسی اور کسی بستی میں نماز جمعہ اور نماز عیدین پڑھنی جائز ہیں یا نہ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں یہ بستی نہ مصر ہے اور نہ قریہ کبیرہ کتب احناف میں جو تعریفات مصر کی منقول ہیں ان میں سے کوئی تعریف بھی اس پر صادق نہیں آتی حضرت امام ابوحنیفہؒ سے مصر کی تعریف یہ منقول ہے کل موضع ذات ابیة فیه سکک و اسواق ووال ینصف المظلوم من الظالم (ای یقدر علی انصافه) و عالم یرجع الیه فی الحوادث۔ امام ابو یوسفؒ سے یہ تعریف منقول ہے۔ هو کل موضع له امیر و قاض یقدر علی تنفیذ الاحکام واقامة الحدود۔ ردالمحتار ج۱ص۵۹۰۔ نیز ان سے یہ بھی منقول ہے هو کل موضع لایسع اهله اکبر مساجدهم الی غیر ذالک من التعریفات الکثیرة۔ یہ تمام تعریفات دراصل علامات مصر ہیں علماء وفقہاء نے اپنے زمانے کے عرف کے اعتبار سے علامات ذکر کی ہیں ورنہ درحقیقت اس میں عرف معتبر ہے عرف میں جس کو شہر یا مصر کہا جاتا ہے۔ وہاں نماز جمعہ وعیدین واجب ہے ورنہ نہیں حنفی مذہب میں اس کی کوئی گنجائش نہیں کہ اس قسم کی بستی میں نماز جمعہ اور عیدین ادا کی جائے البتہ اگر کوئی شخص حنفی مذہب ترک کر کے کسی دوسرے مذہب پر عمل کرے تو اس کا وہ خود ذمہ دار ہے مذہب حنفی کے متبعین کا ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ایسے گاؤں میں جمعہ کا حکم جس کی اپنی اور قرب وجوار کی آبادی ایک ہزار ہو؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جس کی اپنی اور قرب وجوار کی آبادی تقریباً ایک ہزار ہے معمولی دو دکانیں اور ایک دو رئیس القوم جو قومی فیصلہ کرتے ہیں اور شہر سے نو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ نو میل سے نزدیک کسی جگہ بھی جمعہ نہیں ہوتا۔ اس گاؤں میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہ؟ نیز پہلے ایک سال جو نمازیں یہاں پڑھی گئی ہیں کیا وہ نمازیں صحیح ہوئی ہیں یا ان کا اعادہ کریں؟

﴿ج﴾

یہ گاؤں قریہ صغیرہ ہے اس میں اقامۃ جمعہ درست نہیں۔ ظہر کی نماز باجماعت ادا کریں اور سال گزشتہ میں جو جمعہ کی نمازیں پڑھی گئی ہیں ان میں صرف ظہر کے چار فرضوں کا اعادہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۲۰۰ سوافراد پر مشتمل آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ ایک گاؤں جس کی آبادی ۱۲۰۰ افراد پر مشتمل ہو۔نماز جمعہ جائز ہے۔جبکہ دوکانیں معروف بازار کی شکل میں ہوں۔گاؤں کی غالب اکثر ضروریات اس گاؤں میں پوری ہوتی ہوں۔اور آس پاس کی دیگر آبادیوں سے بڑا ہو اور ہر لحاظ سے فوقیت رکھتا ہو۔اور آس پاس کے لوگوں کی ضروریات یہاں سے پوری ہوتی ہوں۔مڈل سکول' دینی مدرسہ'حفظ وناظرہ۔آٹا پیسنے' چاول نکالنے' کپاس بننے۔روئی بیلنے کی مشینیں ہوں۔گھروں میں اور مسجد میں بجلی وغیرہ کا انتظام ہو۔اور گاؤں پر رونق طریق پر ہوکفن دفن کے لیے خودکفیل ہو اور مکلف مسلمان گاؤں کی بڑی مسجد میں نہ سماسکتے ہوں۔

﴿ج﴾

اصل یہ ہے کہ فقہ کی معتبر کتب مثل ھدایہ وشرح وقایہ درمختاروشامی سے یہ بات ثابت ہے کہ ادائے جمعہ اور وجوب کے لیے مصر شرط ہے۔ ورشامی میں نقل فرمایا ہے کہ قصبہ وقریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوتا ہے۔کیونکہ وہ بھی حکم شہر اور مصر کے ہے۔اور درمختار اور شامی میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ چھوٹے قریہ میں جمعہ درست نہیں ہے۔اور اس میں کراہت تحریمہ ہے۔باقی مصر کی تعریف میں اختلاف ہے۔لیکن بظاہر مدار عرف پر ہے۔عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار وگلیاں اس میں ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں وہ شہر ہے۔

فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بخشمته و علمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح۔ (ردالمحتار باب الجمعة ج ۱ ص ۵۹۰)

پس سوال میں جس قریہ کا ذکر کیا گیا ہے اگر اس میں شرائط صحت جمعہ پائے جاتے ہیں۔یعنی وہ جگہ شہر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ ہو اس میں نماز جمعہ جائز ہے ورنہ نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا جمعہ کی اذانِ ثانی اقامۃ کی طرح ہے؟

﴿س﴾

کیافرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی اذان ثانی اقامت کی طرح ہے۔جیسے کہ نورالایضاح میں خطبہ کی چوتھی سنت کی عبارت یہ ہے۔(**و الاذان بین یدیه کالاقامة**) یعنی کلمات اس کے جلدی اور پست آواز سے کہے جاتے ہیں۔تو آج کل اذان ثانی مثل اذان اولیٰ خلاف سنت کیوں دی جاتی ہے اور اگر کالاقامۃ کا یہ معنیٰ نہ ہو تو کیا مطلب ہے۔

﴿ج﴾

ان ثانی جو کہ خطیب کے سامنے ہوتی ہے۔اس میں مستحب دو باتیں ہیں (۱) آواز زیادہ بلند نہ ہو (۲) اور کلمات جلد جلد کہے جائیں۔**کما فی السعایة شرح شرح الوقایه نداء۔ ای اذان لا یستحب رفع الصوت فیه قیل الاذان الثانی یوم الجمعة الذی یکون بین یدی الخطیب لانه کالاقامة لاعلام الحاضرین منقول من امداد الفتوی الجلد الاول ص ۳۵۱**۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک صد کی آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی جس کی آبادی تقریباً ایک صد آدمیوں پر مشتمل ہو اور جامع مسجد بھی ہو نماز باجماعت ادا ہوتی ہو اتنی ہی آبادی کی تین بستیاں اس کے آس پاس ہوں فاصلہ تقریباً ایک فرلانگ کا ہو اس کے علاوہ میل نصف میل پر بھی بستیاں ہوں کیا ایسی جگہ پر نماز جمعہ ادا کی جاسکتی ہے یا نہ۔(۲) دیہات میں نماز جمعہ کی کتنی رکعات ہونی چاہئیں۔بعض علماء کرام فرماتے ہیں اٹھارہ رکعات نماز جمعہ ہونا چاہیے چار رکعات احتیاط ظہر۔اس کا کیا مطلب ہے

﴿ج﴾

مذکورہ بستی میں نماز جمعہ جائز نہیں کیونکہ جمعہ کے لیے مصر کا ہونا یا مصر کی طرح ہونا (قصبہ ہو یا قریہ کبیرہ ہو جس میں بازار گلی کوچے ہوں اور جملہ ضروریات زندگی وہاں پوری ہوتی ہوں اور عرف میں بھی قریہ کبیرہ کہلاتا ہو) ضروری ہے۔**رواه البیهقی فی المعرفة و عبدالرزاق و ابن ابی شیبه فی مصنفیهما عن علی کرم الله وجهه انه لا جمعة ولا تشریق و لا صلوة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او لمدینة و لان کان لمدینة النبی صلی الله علیه وسلم قری کثیرة و لم ینقل عنه علیه الصلوة والسلام انه امر باقامة الجمعة فیها انتهی۔ و فی الشامی عن القهستانی و تقع فرضا فی القصبات و القری الکبیرة التی فیها اسواق الی قوله ولا یجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات و نقل عن الشامی ایضا عن التحفة عن ابی حنیفة رحمه الله انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم الی قوله و هذا هو الاصح** ۔ان عبارات فقہیہ وحدیثیہ سے یہ واضح ہے کہ ایسی جگہ میں جمعہ جائز نہیں۔

(۲) اوپر یہ ثابت کیا گیا کہ دیہات میں نماز جمعہ جائز نہیں بلکہ وہاں ظہر ہی کی نماز فرض ہے تو دیہات میں رکعات جمعہ کا

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا-اور جہاں جمعہ کے شرائط پائے جاتے ہیں-اور جمعہ کی نماز فرض ہوان تمام جگہوں میں نماز جمعہ کی رکعات برابر ہیں، دوبارہ رکعات ہیں چار سنت پہلے درمیان میں دو رکعات نماز جمعہ فرض اور فرض کے بعد چار رکعات سنتیں اوران کے بعد دو رکعات سنت ہیں-اس کے علاوہ جو نماز جمعہ کی نیت سے سنت پڑھے گا وہ نفل ہوں گی نماز جمعہ میں دس رکعات سنتوں کے علاوہ سنت نہیں-جن لوگوں نے اس بستی میں نماز جمعہ شروع کیا ہے-ان پر جمعہ کا ترک کرنا لازم ہے اوران پر نماز ظہر کا پڑھنا فرض ہے-اگر ظہر کی نماز نہ پڑھیں گے تو ان کو فرض نماز کے چھوڑنے کا گناہ ہوگا-کوئی احتیاط الظہر نہیں بلکہ یا نماز جمعہ ہوگا یا نماز ظہر فرض ہوگی-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا شہر سے ملحقہ مسجد میں جمعہ جائز ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک دیہاتی مسجد جو کہ شہر سے ملحقہ ہے جس میں تقریباً بیس پچیس آدمی جمع ہو جائیں-کیا اس میں جمعہ جائز ہے یا ناجائز عند الاحناف جبکہ تقریباً دو سو کرم کے نزدیک ایک اور جامع مسجد میں جمعہ ہو رہا ہے-

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں یہ مذکورہ جگہ اگر چہ فناء شہر میں ہو کر اس میں جمعہ جائز ہو جائے گا-لیکن اولیٰ یہ ہے کہ ایسی چھوٹی مسجد میں نماز جمعہ قائم نہیں کی جائے گی-بلکہ اس مسجد والے دوسری مسجد میں جا کر نماز جمعہ ادا کریں اور ثواب مزید حاصل کریں-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کے وعظ کے دوران ذکر وغیرہ کرنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بوقت جمعہ جب تقریر شروع ہوتی ہے-بعض لوگ دوران تقریر میں درود-درود شریف جاری رکھتے ہیں-حتیٰ کہ تسبیح پڑھتے رہتے ہیں-تقریر بھی شروع رہتی ہے-اور وہ بھی درود پڑھنے میں مشغول رہتے ہیں-زید نے ان کو مسئلہ بتلایا کہ دوران تقریر میں تسبیح و درود کا پڑھنا بند کر دیا کرو-انھوں نے جواباً کہا کہ دوران تقریر میں درود منع نہیں حدیث پیش کرتے ہیں-کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرا نام سن لے اور مجھ پر درود نہ پڑھے وہ بڑا بخیل ہے-اور دوسری دلیل پیش کی کہ قرآن میں لکھا ہے کہ محمد رسول اللہ (پارہ چھبیس) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آ گیا-اب درود پڑھنا کیونکر ناجائز ہوا-اور نام محمدؐ پر اگر درود نہ پڑھیں گے-تو بخیل بن جائیں گے-لہٰذا یہ مسئلہ درود پڑھنا دوران تقریر لگاتار تسبیح پڑھ جائز ہے یا نہیں-بادلائل جواب مرحمت فرمادیں-

﴿ج﴾

دوران تقریر و وعظ میں اگر مخاطبین کی توجہ تمام واعظ کی تقریر کی طرف قائم رہے تو کوئی حرج نہیں ہے اس امر میں کہ وہ زبان سے درود شریف یا تسبیحات یا اور ذکر کرلیں-

دریا میں بہہ جانے والی بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جامع قریہ علو والہ میں بہت عرصہ سے جمعہ اور عیدین کی نمازیں پڑھائی جاتی ہیں-علو والہ بستی ایسی تھی جہاں جمعہ کی شرائط پائی جاتی تھیں-اس سال خدا تعالیٰ کے فیصلہ سے بستی مذکورہ دریائے سندھ میں برد ہو چکی ہے-بستی مذکورہ کے قریب تقریباً چار سو کرم کے فاصلہ پر ایک بستی بنام پکے مینے والا ہے-کم از کم پندرہ گھر آباد ہیں-اس بستی کے ارد گرد چھوٹی چھوٹی بستیاں ہیں-اگر ان سب بستیوں کے لوگوں کو اکٹھا کیا جائے تو مسجد بھر جاتی ہے-بستی پکے مینے والا مسجد قدیم ہے اور پختہ ہے-اشاعت اسلام سوائے جمعہ کے نہیں ہو سکتی-لوگوں کی اکثر آبادی مائل الی البدعت ہے-ان کی تبلیغ کا ذریعہ سوائے جمعہ کے نہیں ہو سکتا-علو والہ بستی کا خطیب بستی پکے مینے والا میں نماز جمعہ پڑھا رہا ہے-ان کو کہا گیا ہے کہ اس بستی میں جمعہ ناجائز ہے-وہ جواب دیتا ہے کہ لوگوں کی آبادی بہت ہے اور تعلیمی حالت لوگوں کی بہت ہی کمزور ہے ۸۰ فیصد آبادی بدعت اور بریلویت کی طرف راغب ہے-ان کی تعلیم کا بندوبست سوائے جمعہ کے نہیں ہو سکتا-لہٰذا مسئلہ مذکورہ پر غور فرما کر جواب سے مشکور فرمائیں-

﴿ج﴾

مذکورہ بستی میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے-جمعہ کے لیے مصر ہونا شرط ہے یا مصر کی طرح ہو-یعنی قصبہ یا قریہ کبیرہ ہو جس میں بازار گلی کوچے ہوں-اور جملہ ضروریات زندگی وہاں پورے ہوتے ہوں-نیز سوال میں ذکر کردہ وجوہات سے شرعی حکم پر کوئی اثر نہیں پڑتا کہ مذکورہ بستی میں نماز جمعہ جائز ہو جائے-وعظ اور تعلیمی ضروریت اس طرح بھی پوری ہو سکتی ہیں کہ خطبہ نہ پڑھا جائے اور ظہر ادا کی جائے-اور اس سے پہلے اور بعد میں تقریریں کر دی جائیں-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شرائطِ جمعہ میں ''شہر'' سے کتنا بڑا شہر مراد ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے جواز کے لیے کتنا بڑا شہر ہو اور اس کی آبادی بلحاظ افراد کتنی ہونی چاہیے اور آبادی بلحاظ گھرانے کتنی ہونی چاہیے مکمل طور پر تحریر فرمادیں-

﴿ج﴾

عن علی رضی اللہ عنہ لا جمعۃ و لا تشریق الا فی مصر جامع الخ قال الشامیؒ فی ردالمحتار و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیها اسواق الی ان قال و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لاتجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیها قاض ومنبر وخطیب ص۵۹۰ ج۱

ان عبارات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جمعہ مصر وقصبات اور بڑے قریہ میں اداء ہوتا ہے جس میں بازار گلی کوچے ہوں اور وہاں لوگوں کی جملہ ضروریات بھی پوری ہوں اور عرف میں قریہ کبیرہ بھی کہلاتا ہو جس قریہ میں یہ علامات ہوں وہاں جمعہ فرض ہوگا باقی آبادی بلحاظ افراد وگھرانوں کے شرعاً منقول نہیں اور نہ اس کی تحدید ہے البتہ مثل قصبہ کبیرہ کے آبادی ہو جیسا کہ فتاویٰ میں آیا ہے اور قصبہ صغیرہ کے متعلق یہ ہے کہ تین چار ہزار کی آبادی تقریباً ہو- واللہ تعالیٰ اعلم

ایک ہزار کی آبادی والے چک میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں صورت مسئولہ کہ ایک چک جس کے تقریباً بالغ نابالغ مرد وزن ایک ہزار نفوس پر مشتمل ہیں- علاوہ ازیں ایک مسجد اور چار پانچ دوکانیں ہیں- اور تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر ایک بڑے قصبہ میں پیشتر ازیں جمعہ پڑھا جاتا ہے- کیا شرعاً ایسے چکوں میں جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں- بینوا توجروا؟

﴿ج﴾

عبارات فقہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جمعہ کے لیے مصر ہونا یا مصر کی طرح قصبہ یا قریہ کبیرہ ہو جس میں بازار گلی کوچے ہوں- اور جملہ ضروریات زندگی وہاں پوری ہوتی ہوں- اور عرف میں بھی قریہ کبیرہ کہلاتا ہو- ضروری ہے چونکہ قریہ جس کے متعلق سوال کیا گیا ہے- ایسا نہیں اس لیے اس میں جمعہ پڑھنا بلاشبہ جائز نہیں- روی البیهقی فی المعرفۃ و عبدالرزاق- و ابن ابی شیبہ فی مصنفیهما- عن علیؓ انہ قال لا جمعۃ و لا تشریق ولا صلوۃ الفطر والاضحی الا فی مصر جامع او لمدینۃ ولا نکان لمدینۃ النبی قری کثیرۃ و لم ینقل عنه علیه الصلوۃ والسلام انہ امر باقامۃ الجمعۃ فیها انتهی- و فی الشامی عن القهستانیؒ تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیها اسواق الی قوله و لا یجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات و نقل عن الشامی ایضا فی التحفۃ عن ابی حنیفۃ انہ بلدۃ کبیرۃ فیها سکک و اسواق ولها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم الی قوله و هذا هو الاصح- واللہ تعالی اعلم- ردالمحتار ص۵۹۰ ج۱

ساٹھ ستر افراد کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک کنویں پر جمعہ کی نماز جاری کرنے کا ارادہ رکھتا ہے- جہاں بمشکل پندرہ بیس گھر ہوں گے اور آدمیوں کی کل آبادی (بمعہ عورتیں اور بچے) ساٹھ ستر کی ہوگی اور ساتھ ہی دو فرلانگ پر ایک قصبہ ہے جہاں قدیم زمانے سے جمعہ ہو رہا ہے اور عید بھی پڑھی جاتی ہے- اور وہاں سے تقریباً چار میل کے فاصلہ پر ایک خاصا بڑا شہر ہے- اور زید وہاں عید پڑھانے کا ارادہ رکھتا ہے جیسا کہ کنواں پر آبادی کے لحاظ سے دوکانیں ہوتی ہیں ایک آدھ دوکان بھی ہے نیز اس میں مسلمانوں کے اختلاف کا بھی بہت احتمال ہے اور شاید بہانہ یہ ہو کہ چونکہ قصبہ میں ایک بدمذہب امام جمعہ ہے اس لیے وہاں جمعہ نہ پڑھا جائے اور اس کا انتظام اس کنوئیں پر کیا جائے- اور ہو سکتا ہے کہ فنائے مصر کے قانون کے ماتحت یہاں جمعہ جائز ہونے کا قانون برتا جائے تو کیا ایسے حالات میں اس کنوئیں پر زید کا جمعہ پڑھانا یا نماز عید پڑھانا جائز ہوگا یا نہ؟ اگر پڑھا بھی ہے تو اس کا کیا حکم ہوگا اگر بالفرض والتقدیر بقول زید قصبہ والی جامع مسجد کا امام بلحاظ عقیدہ مخالف بھی ہو تو قصبہ میں ہی دوسری جگہ جمعہ کا انتظام کرنا چاہیے- یہ قصبہ سے دو فرلانگ کے فاصلہ پر ایک کنوئیں پر جو کہ اس موضع میں بھی نہیں جس موضع میں وہ قصبہ ہے- اور نہ ہی وہ یونین کونسل ہے- دلائل کے ساتھ جوابات مطلوب ہیں- بینوا توجروا- نیز فنائے مصر کی حدود کہاں تک محدود کی جاسکتی ہیں-

﴿ج﴾

مذکورہ کنوئیں پر جمعہ وعیدین کی نماز جائز نہیں- بقول علیؓ لا جمعۃ و لا تشریق و لا صلوۃ فطر و لا اضحی الا فی مصر جامع- نیز فنِ مصر ہونے کے لحاظ سے بھی صحیح نہیں- اس لیے کہ فنا مصر اسے کہتے ہیں جو کہ شہر کے مصالح کے لیے ہو- جیسے قبرستان یا گھوڑ دوڑ کی جگہ یا تھانہ وغیرہ اور اسے مستقل آبادی نہ سمجھا جائے- درمختار ص۵۹۱ ج۱ میں ہے- او فناؤہ (و هو ما) حوله (اتصل به) او لا کما حررہ ابن کمال وغیرہ (لا جل مصالحه) کدفن الموتی ورکض الخیل- الخ- البتہ قریہ کبیرہ میں فقہاء نے بحکم مصر قرار دے کر وجوب جمعہ وعیدین کا فتویٰ دیا ہے- شامی ج۱ ص۵۹۰ وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیها اسواق- اور قریہ صغیرہ میں باتفاق فقہاء حنفیہ جمعہ وعیدین صحیح نہیں کما فی الشامی و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ- الخ و فی باب العیدین من الدرالمختار و فی القنیۃ صلاۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای لانہ اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحۃ- الخ- و فی الشامی ص۶۱۱ ج۱ (قوله صلوۃ العید) و مثله فی الجمعۃ -الخ

اس کنوئیں والوں پر جمعہ فرض ہی نہیں- حتیٰ کہ انتظام وغیرہ واجب ہو اگر وہ پڑھنا چاہیں اور قصبہ بھی قریب ہے تو قصبہ میں

جا کر پڑھیں- نیز اگر امام جمعہ پڑھانے والا اس کے خیال میں بدعقیدہ ہے تو اگر مذکورہ قصبہ میں بلا اختلاف وتفرق بین المسلمین دوسری مسجد میں انتظام ہو سکے تو انتظام کر کے جمعہ ادا کریں- اور تفرق کی صورت میں نہ ادا کرنا اولیٰ ہے- جب ... پر فرض بھی نہیں اس بستی میں جتنے جمعہ ادا کیے گئے ہیں- اس کی جگہ ظہر کی اتنی نمازوں کی قضا لازم ہے- واللہ تعالیٰ اعلم

پانچ سو افراد کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

گزارش ہے کہ علاقہ خیر پور ٹامیوالی ضلع بھاولپور میں کوٹ اعظم ایک گاؤں ہے مردم شماری کے اعتبار سے چھوٹے بڑے مرد وعورتیں کل پانچ سو افراد آباد ہیں- آٹھ ایک دوکانیں مختلف اشیاء کی موجود ہیں ان میں دو دوکانیں تو بالمقابل ہیں باقی مختلف گلیوں میں ایک ایک دو دو ہیں- عمومی مدرسہ بھی ہے- جس میں شرح جامی تک تعلیم ہوتی ہے- تو اساتذہ کی نگرانی میں ڈیڑھ سو سے زائد طلبہ زیر تعلیم ہیں- ایسے حالات میں دریافت طلب بات یہ ہے کہ جمعہ یا عیدین کی نماز یہاں جائز ہے یا نہ؟ اگر نا جائز ہے تو نماز ظہر جمعہ پڑھنے سے ساقط ہو جائے گی- نماز جمعہ اور نماز عیدین کے جواز عدم جواز اور ان کی شرائط یکساں ہیں یا کچھ فرق ہے کہ نماز عیدین جائز ہو اور جمعہ نا جائز-

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جو حالات کوٹ اعظم کے بیان کیے گئے ہیں- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جگہ قریہ ہے- یہاں جمعہ جائز نہیں ہے جب جمعہ جائز نہ ہوا تو فریضہ ظہر ساقط نہ ہوگا- ذمہ میں بدستور رہے گا- پچھلی نمازوں کی قضا واجب ہوگی جہاں جمعہ جائز نہیں وہاں عیدین بھی واجب نہیں- دونوں (جمعہ وعیدین) کے وجوب کے لیے شہر ہونا یا قصبہ وقریہ کبیرہ ہونا ضروری ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کی اذانِ ثانی کے جواب کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ خطبہ جمعہ سے قبل اذان ثانی کا جواب دینا جائز ہے کہ نہیں اور اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر اللّٰھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ- الخ پڑھنا از روئے شریعت مصطفوی جائز ہے کہ نہیں- بینوا توجروا

﴿ج﴾

صحیح یہ ہے کہ اجابت اذان ثانی جمعہ مکروہ ہے- اسی طرح دعائے ماثورہ اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ- الخ- و ینبغی ان لا یجیب بلسانہ اتفاقا فی الاذان بین یدی الخطیب- (درمختار باب الاذان ص۲۹۴ ج۱) و اجابۃ الاذان حینئذ مکروھۃ (ردالمحتار) و فیہ ایضا و ذکر ان الاحوط الانصات- فقط واللہ تعالی اعلم

کیا جمعہ کے فرضوں کے بعد کی تمام سنتیں مؤکدہ ہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ میں دو فرض کے بعد کی چار سنتیں موکدہ ہیں یا غیر موکدہ- نیز دو سنتیں موکدہ ہیں؟ تفصیلی جواب عنایت فرمائیں-

(۲) ایک شخص فرض نماز کی جماعت میں اس وقت شامل ہوتا ہے جب کہ امام دوسری رکعت پڑھا رہا ہے- تو مقتدی کو امام کے سلام پھیرنے کے بعد فوت شدہ رکعت ثناء سے شروع کرنی چاہیے یا الحمد شریف سے؟ نیز اگر مقتدی امام کی پہلی رکعت میں اس وقت شامل ہو جبکہ امام قرأت کر رہا ہو تو مقتدی کو ثناء کب پڑھنی چاہیے؟ سلام وآداب

﴿ج﴾

(۱) نماز جمعہ میں دو رکعت فرض کے ادا کرنے کے بعد چھ رکعتیں سنتیں ہیں- حضور اکرم ﷺ سے چار اور دو دونوں یعنی چھ رکعت کا ثبوت ہے- احناف کا مشہور قول چار رکعت کا ہے جو کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں روایتوں کو لیا ہے- اور چھ کا قول کیا ہے- اسی میں احتیاط ہے- چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے چھ رکعت کا مسنون ہونا کسی سائل کے جواب میں تحریر فرمایا ہے- نیز حضرت مولانا تھانویؒ نے بھی امداد الفتاویٰ جلد اول میں چھ رکعت سنت تحریر فرمایا ہے- لہٰذا چھ رکعت بنیت سنت پڑھی جائیں اور یہ تمام سنتیں مؤکدہ ہیں۔

(۲) مقتدی فوت شدہ رکعت ثناء سے شروع کرے اور پہلی رکعت میں جبکہ امام قرأت شروع کر چکا ہے اور اس وقت کوئی اقتداء کر لیتا ہے تو اس شخص سے ثناء پڑھنا رہ گیا اور قرأت سننا واجب ہے- البتہ بعض فقہاء نے فرمایا ہے کہ جب امام آیت پر وقف کرے تو اس درمیان میں ثناء پوری کرے- اور بعض نے یہ لکھا ہے کہ جب امام رکوع میں چلا جائے تو اس وقت اگر ثناء پڑھ کر رکوع پا سکتا ہے تو پڑھ لے- لیکن بہتر یہ ہے کہ جبکہ امام نے قرأت شروع کر دی تو انھی آیات کو سنے اور غور کرے اور ثنا پڑھنا اس کا رہ گیا- یعنی ثناء نہ پڑھے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

سات گھروں کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی جس کے اندر چھ سات گھر ہیں اور اس بستی کی مسجد میں پانچوں وقت نہ نماز جماعت سے ہوتی ہے اور نہ ویسے پانچ وقت نماز کی پابندی ہے- اور اس بستی کے اردگرد دو چار فرلانگ پر اور بستیاں

ہیں اس جگہ جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بالدلائل جواب سے مطلع فرمادیں- جبکہ اس مسجد میں جمعہ کے وقت بیس پچیس ... اکٹھے ہوتے ہوں اور یہ بھی فرمادیں کہ آیا عید کی نماز بھی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

مذکورہ بستی میں نماز جمعہ جائز نہیں' کیونکہ جمعہ کے لیے مصر کا ہونا یا مصر کی طرح ہونا- قصبہ یا قریہ کبیرہ ہو جس میں ... کوچے ہوں' اور جملہ ضروریات زندگی وہاں پورے ہوتے ہوں اور عرف میں قریہ کبیرہ کہلاتا ہو ضروری ہے- لما روی البیهقی فی المعرفة و عبدالرزاق و ابن ابی شیبة فی مصنفیهما عن علی رضی الله تعالی عنه انه قال لا جمعة ولا تشریق ولا صلوة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او لمدینة و لان کان لمدن النبی صلی الله علیه وسلم قری کثیرة و لم ینقل عنه علیه الصلوة والسلام انه امر باقامة الجمعة فیها انتهی روی الشامی عن القهستانی و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق (الی قوله) لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات شامی ج ۱ ص ۵۹۰ ونقل الشافعی ایضا فی التحفة عن ابی حنیفةؒ انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق ولها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم الی قوله و هذا هو الاصح اور قہستانی کی مذکورہ عبارت کے بعد یہ منقول ہے- والظاهر انه ارید الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر -الخ

ان مذکورہ عبارات سے یہ معلوم ہوا کہ نماز جمعہ کے لیے مصر کا ہونا یا مصر کی طرح ہونا یعنی قصبہ ہو یا قریہ کبیرہ ضروری ہے اور صورۃ مسئولہ میں یہ بستی قریہ صغیرہ ہے تو اس جگہ بلاشبہ نماز جمعہ فرض و جائز نہیں- کیونکہ نماز جمعہ فرض نہ ہونے کی صورت میں نماز ظہر کی ... فرض ہے- اور ایسی بستی میں نماز جمعہ پڑھنے سے فرض ظہر ذمہ سے ساقط نہیں ہوگا بلکہ ترک فرض نماز ... لازم آئے گا اور جمعہ کے بعد احتیاط الظہر پڑھنے سے بھی دو محظور و ممنوع شرع کا ارتکاب ہے- ایک نفل نماز کی جماعت ... سبیل التداعی جو کہ مکروہ تحریمی ہے- اور دوسرا ترک جماعت صلوٰۃ ظہر باتفاق جو کہ ترک واجب ہے- اور یہ دونوں باتیں محظور شرعی اور معصیت ہیں- لہٰذا احتیاط الظہر کے مغالطہ میں بھی نہ پڑیں۔ معلوم ہو کہ نماز عیدین کی صحت و وجوب کے لیے بھی وہی شرائط ہیں جو نماز جمعہ کی فرضیت کے لیے ہیں یعنی مصر ہونا اور مصر کی طرح ہونا وغیرہ ۔ درالمختار بہامش ردالمحتار ج ۱ ص ۶۱۱ پر ہے تجب صلوتهما علی من تجب علیه الجمعة بشرائطها) المتقدمة ولی القنیة صلوة العید فی القری تکره تحریما ای لانه اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحة الی آخره شامی ص ۶۱۱ تحت قوله صلوة العید و مثله الجمعة -لہٰذا جبکہ اس بستی میں نماز جمعہ صحیح نہیں ... عیدین بھی جائز و صحیح نہیں اور صاحب قنیہ کی عبارت جو کہ درمختار میں ہے- اس نے اور شامی کی اس عبارت نے یہ واضح کر دیا کہ صلوۃ الجمعۃ و عیدین دونوں چھوٹی بستیوں میں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

ایسی بستی میں جمعہ کا حکم جس پر مصر کی تعریف صادق نہ آتی ہو؟

﴿س﴾

... تے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ ایسے موضع میں جس پر مصر کی تعریف صادق نہ آتی ہو اور نہ قصبہ ہو جس ... ڈھائی ہزار کی آبادی ہو- یعنی محض قریہ (گاؤں) ہو- نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ اور بصورت نہ ہونے کے ایسا کرنے ... کبیرہ کا مرتکب ہوگا یا صغیرہ کا اور ظہر ذمہ سے ساقط ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

... الرحمن الرحیم- جس موضع پر مصر کی کوئی تعریف صادق نہ آتی ہو نہ عرف میں اسے شہر یا قصبہ کہا جاتا ہو- محض قریہ ہی ... جگہ جمعہ ادا کرنا صحیح نہیں ہے- بلکہ ایسے لوگوں کے ذمہ سے ظہر کی نماز جمعہ پڑھنے سے ساقط نہ ہوگی- نیز جمعہ ... میں مزید مندرجہ ذیل قباحتیں بھی ہیں- (۱) نماز نفل کی جماعت بالتداعی جو مکروہ ہے (۲) نوافل نہار میں جہر (۳) ... کا التزام (۴) ترک جماعت فرض ظہر- قال ابن عابدین فی ردالمحتار ج ۱ ص ۵۹۰ و فیما ذکرنا ... الی انه لا تجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات ... الظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری ... اداء الظهر -الخ-

... امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۴۰۵ پر ہے اور جمعہ پڑھنے سے اپنے مذہب کے چند مکروہات کا ارتکاب بھی لازم آتا ہے- اور ... جماعت دوم نوافل نہار میں جہر- سوم غیر لازم کا التزام- چہارم ترک جماعت فرض ظہر- پنجم اگر کوئی ظہر نہ پڑھے تو ... فریضہ کہ حرام اور فسق ہے- اور یہ بھی معلوم ہے کہ مصر شرائط جواز جمعہ سے ہے- شرائط وجوب سے نہیں پس یہ احتمال ... دفع ہو گیا کہ اگر واجب نہیں تو جائز تو ہو جائے گا- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اُن سات دیہاتوں کے مرکز میں جمعہ کا حکم جن کی آبادی تین ہزار آٹھ سو ہو؟

﴿س﴾

چه می فرمایند علماء دین وها دین شرع متین در مسئله ذیل

مسئله چه حکم دارد اداء نماز جمعه و عیدین در دهیکه مرکز هفت دهات قرار گرفته یعنی اهالی این هفت دهات اتفاق نموده نماز جمعه را در دهیکه در وسط این تمام ... میباشد مدت پنج سال است که ادا می نمایند از هر طرف مردمان باشوق و ذوق در

نماز جمعه و عیدین شرکت می نمایند جمعیت این دهیکه نماز جمعه دران خوانده میـ…
تقریباً هشت صد (۸۰۰) نفر از ذکورواناث میرسد- درین قریه سه دکان یك مدرسه …
جامع مسجد میباشد و قریه هائیکه مربوط باین قریه میباشد تعداد نفوس آنها سه (۳۰۰۰)
هزار نفر از ذکورواناث میرسند و در عیدین مقدار هشت صدتا هزار نفر شرکت میکنـ…
نماز هائی جمعه ازین کمتر و دهات اطراف از دهیکه مرکز قرار گرفته مقدار یك میـ…
بعضی مقدار نصف میل و بعضی ازین کمتر انفصال دارند- و باید دانست که برائی تبلیغ
دین درین سر زمین بدون از وسیله ساختن جمعه دیگر هیچ راهی نیست یعنی بدیگر طر…
مردمان بدست نمی آید و درمدت این پنج سال که نماز جمعه درین جا خوانده شده…
تربیت دینداری مردمان این سر زمین خیلی کرده مردمان از اصول دین آگاه شده و…
بسیاری از رسومات باطله ترك شده اند وعدهٔ زیادی از بی نمازان نماز خوان شده اند…
مردمان این سر زمین قبل زین وحشی بودند و از راه خداوندی هیچ گونه اطلاع…
داشتند- آیا مردمان این دهات میتوانند که نماز جمعه خود را حسب سابق جاری سازند
یا ترك کنند اگر نماز جمعه را بدستور سابق ادا نمودند- عندالله مجرم و عاصی …
میگردند یا مطیع و فرمان بردار باوجودیکه در ترك کردنش خرابیهائی ذیل به پیش می…
میشوند (۱) تبلیغ دین ترك میشود (۲) مردمان از دین اسلام متنفر میشوند (۳) …
اختلاف و افتراق مابین مردم خواهد شد (۴) ارباب مذاهب باطله که درین سر زمین اکثرت
دارند از دین مقدس اسلام بدبین میشوند و بران طعنه میزنند- آیا بنا برین ضرورت …
شدید نمی توانیم که بر مذهب ائمه ثلثه عمل بکنیم- علماء این سر زمین باوجودیکه حنفی
المذهب اند الا آن بالاتفاق فتوی داده اند برائی خواندن از جمعه در جائی مذکور مگر شدن
نادر- بینوا توجروا-

«ج»

بسم الله الرحمن الرحیم- واضح باد که باتفاق جمیع علماء احناف علیهم الرحمة برائی
ادای جمعه و عیدین مصر یا قریه کبیره شرط است هیچ کس از متقدمین از احناف
اختلاف نه کرده- در صورت مسئوله خود این ده قریه صغیره معلوم میشود و دیگر
دیهکه باین مربوط است اگر میان این قریة و آنها انفصال بمزارع وغیره است و در فنا
نیز هم شمرده نمیشود باهم جمعه جائز می شود اگر در نماز بسیار نفر شریك میشوند
چونکه برائی جواز نماز جمعه مصر شرط است یعنی آنقدر آبادی مستقل مردمان که آن را
عرف قریه کبیره گفته شود- از سوال مذکور ظاهر میشود که این دیهه نه شهر است نه
کبیره نزد ائمه احناف درین نماز جمعه ادا نمیشود بلکه برین مردمان نماز ظهر فرض
… بدو رکعت خواندن آن فرض ساقط نمی شود- واز ادائی دو رکعت بجماعت ادائی
… بتداعی لازم میشود وان مکروه است وآن مصالح ادائی جمعه که در سوال ذکر
… دلیل جواز جمعه نمیتوان شد چرا که تبلیغ دین موقوف برائی جمعه نیست و نه عدم
… جمعه در قری سبب تنفر از اسلام و اختلاف مسلمانان و بد بینی ارباب مذاهب باطله
… شود- این تنفر وغیره از سبب آن مردمان شده اند که در دیهه خورد جمعه جاری کرده
… برایی مصالح در ضرورت شدیده داخل نیستند که سبب جواز عمل بر مذهب غیر
… شود- و عموماً بلا ضرورت برمذهب غیر آنوقت عمل کردن جائز باشد که ارتکاب
مکروه در مذهب مایان لازم نشود و اینجا لزوم او ظاهر است- لهذا اگر درین صورت اگر
حکومت اجازت خواندن جمعه دراین دیهه حاصل کرده شود- پس بالاتفاق جمعه
جائز خواهد شد شنیده ایم که در مملکت ایران اجازت خواندن جمعه حاصل کردن
میخواند- ورنه درین حالات بدون اذن حکومت جواز جمعه گر نمی دانیم مندرجه شواهد
… است- قال فی الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ج ۱ ص ۵۹۰- و ظاهر

المذهب انه (المصر) كل موضع له امير و قاض يقدر على اقامة الحدود كما حرر...
علقنا على الملتقى و فى القهستانى اذن الحاكم ببناء الجامع فى الرستاق اذن بالجمعة ...
على ماقاله السرخسى و اذا اتصل به الحكم صار مجمعًا عليه فليحفظ

و قال الشامى تحته- و فيما ذكرنا اشارة الى انه لا تجوز فى الصغيرة التى ليس فيها ... منبر و خطيب كما فى المضمرات والظاهر انه اريد به الكراهة لكراهة النفل بالجماعة الاترى ان فى الجواهر لو صلوا فى القرى لزمهم اداء الظهر و هذا اذا لم يتصل به حكم ... فى فتاوى الدينارى اذا بنى مسجد فى الرستاق بامر الامام فهو امر بالجمعة اتفاقًا على ما ... السرخسى فافهم----

و قال الشامى تحت قول صاحب الدر ج ١ ص ٦٠١ و رجع فى البحر اعتبار عود ... كلفة (قوله و رجح فى البحر- الخ) هو ما استحسنه فى البدائع و صحح فى مواهب الرحمن قول ابى يوسف بوجوبها على من كان داخل حد الاقامة اى الذى من فارقه يصير مسافرًا اذا وصل اليه يصير مقيمًا و عمه فى شرحه المسمى بالبرهان بان وجوبها مختص باهل المصر والخارج عن هذا الحد ليس اهله الخ قلت و هو ظاهر المتون و فى المعراج انه اصح ما قيل و فى الخانية المقيم فى موضع من اطراف المصر ان كان بينه و بين عمران المصر فرجة من مزارع لا جمعة عليه و ان بلغه النداء و تقدير البعد بغلوة او ميل ليس بشئى هكذا رواه ابو جعفر عن الامامين و هو اختيار الحلوانى و فى التتار خانية ثم ظاهر رواية اصحابنا لا تجب الا على من يسكن المصر او ما يتصل به فلا تجب على اهل السواد و لو قريبًا و هذا اصح ما قيل فيه و به جزم فى التجنيس- الخ- و مولانا محمد اشرف على صاحب تهانوى عليه الرحمة در جواب اينچنين سوال نوشته است امداد الفتاوى ج ١ ص ٥٠ ...

ان روایات سے معلوم ہوا کہ دوسرے مجتہد کے قول پر عمل کرنا اس وقت جائز ہے- جب اپنے مذہب کے مکروہ کا ارتکاب لازم نہ آئے اور یا بر موقع ضرورت جائز ہے اور ظاہر ہے کہ جمعہ میں نہ تو کوئی ضرورت ہے اور جو مصلحتیں لکھی ہیں یہ حد ضرورت کو نہیں پہنچیں کیونکہ ضرورت کی حقیقت یہ ہے کہ بدون اس کے کوئی ضرر لاحق ہونے لگے اور ضرر سے مراد حرج اور تنگی اور مشقت ہے سو یہ امور متحقق نہیں- اور جمعہ پڑھنے سے اپنے مذہب کے چند مکروہات کا ارتکاب بھی لازم آتا ہے-

... نفل کی جماعت (۲) دوم نوافل نہار میں جہر (۳) سوم غیر لازم کا التزام (۴) چہارم ترک جماعت فرض ظہر (۵) ... ظہر نہ پڑھے تو ترک فریضہ کہ حرام اور فسق ہے- الخ- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چالیس گھروں کی آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

... تے ہیں اس مسئلہ میں کہ ایک بستی جس کے گھروں کی تعداد تقریبا چالیس ہے اور اس کے ارد گرد بہت سی بستیاں ہیں ... کے اندر ایسی دوکانیں ہیں کہ جس سے ضروریات مہیا ہو سکتی ہیں- اور اس میں ایسی مشینیں ہیں جس سے آٹا وغیرہ ... ل وغیرہ کی صفائی بھی کی جاتی ہے- اور اس میں کئی سالوں سے جمعہ کی نماز شروع تھی- اور اس کے ارد گرد کے لوگ ... ی ہو کر نماز جمعہ ادا کرتے تھے- اب ایک مولوی صاحب نے فتاویٰ دار العلوم دیوبند سے جزئیہ پیش کر کے جمعہ کو بند کرا ... ر مکروہ تحریمی کا قول کیا ہے- آیا شرع شریف میں اس جمعہ کو بند کرنا مناسب ہے یا کہ نہیں- جیسا کہ پہلے جاری ... ب جاری کیا جائے یا نہیں؟

﴿ج﴾

... الرحمن الرحیم- جمعہ کے جواز کے لیے منجملہ شرائط میں سے ایک شرط مصر (شہر) یا قریہ کبیرہ کا ہونا ہے- اور اس کی ... تعریفیں کی گئی ہیں- مدار سب تعریفوں کا تقریباً یہی ہے کہ عرف میں لوگ اسے شہر کہتے ہوں اور مطلق شہروں کو شمار ... ت وقت اسے بھی ذکر کیا جاتا ہو اور ظاہر ہے کہ چالیس گھروں پر مشتمل بستی کو عموماً شہر نہیں کہا جاتا اور نہ اس پر شہر کی کوئی ... ب صادق آتی ہے- لہٰذا ایسی بستی میں جمعہ کا ادا کرنا مکروہ تحریمی ہوگا کیونکہ جب جمعہ کا ادا کرنا صحیح نہ ہوا تو وہ دو رکعتیں ... ں گی- اور نفل کو تداعی کے ساتھ ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے نیز ظہر کی نماز بھی ان کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگی- لہٰذا جب ... ن صاحب نے بند کرا دیا ہے اور بند ہو گیا ہے تو اچھا کیا ہے- اب دوبارہ جاری کرا کر فتنہ فساد برپا نہ کیا جائے- قال فى ... عالمگیریة ج ١ ص ١٥٣ مطبوعه مكتبه ماجديه كوئٹه (و لا دائها شرائط فى غير المصلى) منها ... مصر هكذا فى الكافى والمصر فى ظاهر الرواية الموضع الذى يكون فيه مفت وقاض يقيم الحدود ... لاحكام و بلغت ابنيته ابنية منى هكذا فى الظهيرية و فتاوى قاضيخان و فى الخلاصة و عليه ... د كذا فى التتار خانية و معنى اقامة الحدود القدرة عليها هكذا فى الغياثية---فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بیس گھروں کی آبادی والے قصبہ میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک قصبہ ہے جس کی آبادی تقریباً بیس گھروں کی ہوگی اور اس کے گردونواح میں تقریباً دس دس میل کوئی شہر نہیں۔ کیا اس جگہ احناف کے مطابق نماز جمعہ ہو سکتی ہے یا نہیں ہو سکتی۔

(۲) یہ کہ امام یا خطیب مسجد ہو اور نہ تو فرائض صلوٰۃ اور واجبات صلوٰۃ سے واقف ہو اس کا ذریعہ معاش گداگری ہو۔ کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ اگر کسی آدمی نے پڑھ بھی لی ہو تو پھر اس کا اعادہ واجب ہے یا نہیں ہے؟

﴿ج﴾

(۱) بیس گھروں پر مشتمل آبادی والی بستی میں جمعہ کی نماز عندالاحناف جائز نہیں ہے۔ کیونکہ عندالاحناف جمعہ کے جواز و وجوب کے لیے شہر یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ شرط یہاں مفقود ہے شہر (مصر) کی فقہاء نے متعدد تعریفیں کی ہیں۔ غالباً ان تمام کا مرجع یہی ہے کہ جسے عرف میں شہر کہا جائے۔ بلکہ ایسے لوگوں پر ظہر کی نماز پڑھنی فرض ہے اور یہ دو رکعت جو وہ ادا کرتے ہیں۔ بنیت جمعہ یہ نفل ہے اور مکروہ ہے۔ فی الدر المحتار علی هامش رد المحتار ج ۱ ص ۵۲۳ (و لا یصلی الوتر) لا (التطوع بجماعة خارج رمضان) ای یکره ذالک علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد کما فی الدرر و فی الشامی ص ۵۹۰ و فیما ذکرنا اشارة الی انه لاتجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات والظاهر انه ارید به الکراهة لکراهة النفل بالجماعة الاتری ان فی الجواهر لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر۔ والله تعالی اعلم

(۲) ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے کیونکہ جواز امامت کے لیے عالم ہونا شرط نہیں ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے صلوا خلف کل بر و فاجر او کما قال۔ اگر اس امام کا یہ ذریعہ معاش یہاں تک ہے۔ کہ اپنے مقتدیوں سے امامت کی اجرت یا صلہ وصول کرتا ہے اور اگر گداگری اس کا پیشہ بن گیا ہے۔ تب تو یہ مرتکب حرام ہے اور اس سے فاسق بنتا ہے اور فاسق کی امامت مکروہ ہے۔ ہاں اعادہ پھر بھی واجب نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کراہت صلوٰۃ میں نہیں ہے۔ ویسے امامت کے لیے اولیٰ عالم بالاحکام ہے۔ و هکذا فی فتاوی دار العلوم ج ۲ ص ۳۵ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

جمعہ کے خطبہ میں آیاتِ قرآنیہ کا ترجمہ کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اگر خطبہ جمعہ وعیدین میں آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ و آثار صحابہ وغیرہ عربی میں پڑھ کر اس کا ترجمہ اردو پنجابی یا کسی اور زبان میں کر کے اگر عوام کو سنایا جائے غرض تبلیغ احکام ہو یا رمضان المبارک میں نفل رمضان ہو تو یہ شریعت محمدیہ کی رو سے جائز ہے یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہے تو پھر جمعہ کے دن عوام کو کس ذریعہ سے ہر ماہ کے احکام مخصوصہ سمجھائے جائیں جبکہ دیہاتوں میں لوگوں کو کسی دن اپنی حرفت سے فراغت نہ ہو۔ تو براہ کرم اگر طریقہ مسنون بیان فرمائیں اور نفی کی صورت میں دلائل عقلیہ ونقلیہ سے روشناس فرمائیں اگر کوئی حدیث اس میں مستدل ہو وہ بھی تحریر فرما دیں۔

(۲) بعد اذان دعا وسیلہ کے وقت ہاتھ اٹھانا کیا حکم ہے خاص خطبہ والی اذان کے بعد کیونکہ یہ رواج عام جگہ پر پایا جاتا ہے۔ اس کا ثبوت بھی حضور کے فعل وقول وتقریر سے فرما کر ممنون فرمائیں۔

﴿ج﴾

خطبہ جمعہ وعیدین اگر عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں پڑھا جائے یا عربی میں پڑھ کر اس کا ترجمہ اردو پنجابی وغیرہ کسی زبان میں اثناء خطبہ میں لوگوں کو سنایا جائے۔ یا کچھ حصہ عربی میں پڑھا جائے اور کچھ حصہ کسی دوسری زبان میں یہ سب سنت متوارثہ مؤکدہ کے خلاف ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرامؓ اور تمام سلف صالحین نے صرف عربی میں خطبہ دیا ہے باوجود اس کے کہ دور صحابہ میں اور اس کے بعد کئی دفعہ ایسا مسئلہ درپیش ہوا کہ سامعین غیر عرب تھے۔ اور خطیب فارسی وغیرہ زبان جانا کرتا تھا۔ اور تفہیم کی ضرورت بھی تھی تب بھی غیر عربی میں خطبہ دینے کا ثبوت نہیں ملتا۔ لہٰذا یہ سنت متوارثہ مؤکدہ ہے۔ اس کے خلاف کرنا جائز نہیں ہے۔ گو خطبہ ادا ہو جائے گا اس مسئلہ کی تفصیل اگر مطلوب ہے تو امداد الفتاویٰ مصنفہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی باب الجمعہ جلد اول کی طرف رجوع فرمائیں۔

(۲) جمعہ کے دن خطبہ والی اذان کا جواب بھی نہیں دینا چاہیے اور اذان خطبہ کے بعد دعاء وسیلہ اور اس کے لیے ہاتھ اٹھانا جائز نہیں ہے۔ فی الحدیث اذا خرج الامام فلا صلوة ولا کلام او کما قال و فی الدر المختار علی هامش الشامی ج ۱ ص ۲۹۴ و ینبغی ان لا یجیب بلسانه اتفاقاً فی الاذان بین یدی الخطیب و هکذا۔ فی فتاوی دار العلوم ج ۱۲ ص ۶۳ عزیز الفتاویٰ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا عورت جمعہ کی امامت کراسکتی ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عورت جمعہ کی امامت کرسکتی ہے یا نہ؟ بذریعہ دلائل قرآن وحدیث ثبوت پیش کیا جائے۔ (ب) گیارھویں کرنی جائز ہے یا نہ بذریعہ دلائل ثبوت پیش کریں نوازش ہوگی۔

﴿ج﴾

(ا) عورت اگر امامت کرے تو اس کے پیچھے مردوں کی اقتداء صحیح نہیں ہے۔ اور عورتوں کی اقتداء صحیح ہے۔ لیکن صف کے بیچ میں کھڑی ہو۔ مگر عورت کی امامت مکروہ ہے خواہ جمعہ میں ہو یا غیر جمعہ میں۔ قال فی البدائع ج ا ص ۱۵۷ وکذا المرأۃ تصح الامامۃ فی الجمعۃ حتی لو امت النساء جاز و ینبغی ان تقوم و سطھن لما روی عن عائشۃ رضی اللہ عنھا انھا امت نسوۃ فی صلوۃ العصر و قامت و سطھن و امت ام سلمۃ نساء و قامت و سطھن و لان مبنی حالھن علی الستر و ھذا استر لھا الا ان جماعتھن مکروھۃ عندنا۔ الخ

(ب) ایصال ثواب جائز ہے مگر گیارھویں وغیرہ کا تعین یا طعام کا تعین ناجائز اور بدعت ہے۔ اگر فاعل اس تعین کو ضروری نہ مانے اور تبدیل یوم وطعام کیا کرے۔ تو پھر کوئی خدشہ نہیں۔ قال فی البحر الرائق لان ذکر اللہ اذا قصد به التخصیص بوقت دون وقت او شیء دون شیء لم یکن مشروعاً ما لم یرد الشرع به۔ انتھی۔ ھکذا فی الفتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰۲، ۱۴۱ ۔ و فتاویٰ دارالعلوم، امداد المفتیین ج ۲ ص ۱۹۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دوسو گھروں پر مشتمل آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارا گاؤں تقریباً دوسو گھروں پر مشتمل ہے۔ آبادی تقریباً ۲۳ سو کے قریب ہے۔ گاؤں میں مربوط دیہی ترقیاتی پروگرام کا ایک دفتر۔ ایک ہائی سکول ایک گرلز مڈل سکول اور ایک انٹرمیڈیٹ کالج بھی زیر تعمیر ہے اور فی الحال کالج کی پڑھائی شروع ہے۔ گاؤں میں کل بارہ دوکانیں ہیں ساتھ ساتھ لوہار۔ ترکھان اور فرنیچر بنانے والے کی دوکانیں بھی ہیں۔ آبنوشی کی ایک سکیم بھی زیر تعمیر ہے۔ جس سے قریب کے چند گاؤں کو پانی ملے گا۔ گاؤں میں آٹا پیسنے کی دو مشینیں مکئی پیسنے کا آٹا۔ اور تیل نکالنے کی مشین بھی ہے۔ ایک سرکاری ڈاکٹر بھی ہے۔ لیکن اس کے

پاس سرکاری دوائی کا کوئی خاص انتظام نہیں۔ گاؤں میں ایک اعلیٰ خاندان والے آدمی کے پاس ضرورت کے مطابق دوائی ملتی ہے۔

کپڑے کی دوکان اور ساتھ ساتھ غلہ کے خرید وفروخت کی دو تین دوکانیں بھی ہیں۔ ایسی خرید وفروخت پر منڈی کا اطلاق ہوسکتا ہے کہ نہیں؟ ایک یونائیٹڈ بینک بھی ہے۔ اس گاؤں میں نہ مسافر خانہ اور نہ کوئی اور خاص انتظام ہے۔ دن کے وقت آمدورفت بآسانی ہوسکتی ہے۔ اس گاؤں کے قریب تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلے پر دو چھوٹی بستیاں ہیں۔ جن کے درمیان آبادی اور کاشت شدہ کھیت بھی ہیں۔ کیا یہ شرعاً اس گاؤں میں شمار ہوتے ہیں یا نہیں۔ اس گاؤں کے بالغ مرد اگر سب سے بڑی مسجد میں جمع کردیے جائیں۔ تو مالا یسع کی قید عائد نہیں ہوتی اور اسواق کا اطلاق کتنی دوکانوں پر عائد ہوتا ہے۔ تفصیل سے جواز یا عدم جواز صلوٰۃ جمعہ ثابت کرکے مشکور فرمائیں۔

﴿ج﴾

ایسے گاؤں میں موافق مذہب حنفیہ نماز جمعہ وعیدین صحیح نہیں ہے۔ کما فی الشامیۃ ج ا ص ۵۹۰ و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لاتجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض الخ۔ و قال قبیلہ و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیھا اسواق الخ۔ اور اکبر مساجد کی عدم وسعت کی تعریف منقوض وضعیف ہے۔ کما قال فی شرح المنیۃ فکل تفسیر لا یصدق علی احدھما فھو غیر معتبر حتی التعریف الذی اختارہ جماعۃ من المتاخرین کصاحب المختار والوقایہ و غیرھما و ھو ما لو اجتمع اھلہ فی اکبر مساجدہ لا یسعھم فانہ منقوض بھا اذ مسجد کل منھما یسع اھلہ وزیادۃ الی ان قال: فلا یعتبر ھذا التعریف۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ فتاوی دارالعلوم ج ۵ ص ۳۵۔

پچاس گھروں کی آبادی کی مسجد میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہماری بستی میں کافی سالوں سے جمعہ کی نماز جاری ہے۔ اور درمیان میں کچھ عرصہ بند ہوگیا تھا۔ اور دوبارہ جاری ہوگیا ہے۔ اور تقریباً کل گھر چالیس یا پچاس ہیں۔ اور بستی میں ہمیشہ کے لیے ساٹھ یا ستر آدمی موجود رہتے ہیں۔ اور اس بستی میں تین دوکانیں بھی ہیں جن سے بستی والوں کی ہر ضرورت پوری ہوسکتی ہیں۔ سوائے سبزی کے اور تین درزیوں کی دوکانیں بھی ہیں اور ہمیشہ کے لیے چلتی ہیں۔ اور حجام اور ترکھان بھی موجود ہے۔ اور اس بستی سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلہ پر دو آٹے کی مشینیں ہیں اور ایک فرلانگ کے فاصلہ پر ایک مڈل سکول بھی ہے۔ اور ایک

فرلانگ کے فیصلہ پر تالاب ہے- جس میں ہر وقت پانی موجود ہوتا ہے- اور اس بستی کے آس پاس بہت سی بستیاں بھی ہیں اور پہلے یہ نماز ساری بستیوں والوں کے مشورہ سے جاری ہوئی تھی- لیکن اب انھوں نے چھوڑ دیا اب اس میں علماء کا اختلاف ہے- بعض کہتے ہیں کہ جائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ناجائز ہے- اور لوگوں کا شوق بھی یہی ہے کہ پڑھی جائے- اور اس میں وعظ بھی کیا جاتا ہے- بینوا توجروا-

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں مذکورہ بستی کے اندر جمعہ کی نماز ادا نہیں ہو سکتی- امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں جمعہ کی نماز اس بستی میں ناجائز ہے- **لا جمعة و لا تشريق الا فى مصر جامع (الحديث) كذا فى جميع كتب الفقه**- واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

چھوٹے گاؤں میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہم حنفی المذہب ہوتے ہوئے صغیرہ گاؤں میں جمعہ کی نماز ادا کر سکتے ہیں یا نہ؟ اگر ادا کریں تو ظہر کی نماز ساقط ہو جائے گی یا نہ؟

تفصیل یہ ہے ایک جگہ کئی چھوٹے چھوٹے گاؤں ہیں- ہر گاؤں میں زیادہ سے زیادہ ۷۰ گھر ہیں- بعض گاؤں تو ۲۰، ۳۰ گھروں پر مشتمل ہیں اور ان گاؤں میں آپس میں فاصلہ تقریباً ایک میل یا بعض کا دو تین میل ہے- بعض کا اس سے کم باوجود اس تفاوت کے ہم نے کل گھروں کا اندازہ لگایا ہے- تو ۴۰۰ گھر بنتے ہیں- لوگ اب زمیندار ہیں اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہتے ہیں- وقت پر آنا دشوار ہے- وہاں پر جو امام صاحب جمعہ پڑھاتے ہیں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ لوگوں میں بے دینی زیادہ ہے- اور لوگ دین سے بے بہرہ ہیں- لہٰذا ان کو ہم اکٹھا کرتے ہیں تاکہ کچھ دین کی باتیں سنیں- اور ان پر عمل کریں نمازی بن جائیں ان کے دلوں میں کچھ خدا کا خوف پیدا ہو سکے- اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں جس سے ہم ایسا کر سکیں- اور اس علاقہ میں بعض گاؤں کا حوالہ دیتے ہیں کہ فلاں گاؤں میں جمعہ ہوتا ہے آیا اس میں نہ ہو یہ تو اس کی نسبت بڑا ہے- کیا ان کی یہ دلیل وزن رکھتی ہے یا نہیں؟ اور نہ پڑھنے والے یہ کہتے ہیں کہ ہم حنفی المسلک ہیں- اور احناف کے مسلک کے مطابق یہاں جمعہ کی شرائط نہیں پائی جاتیں- مصالح کی کوئی حقیقت نہیں- اقامت جمعہ مصالح پر مبنی نہیں اور پڑھنے والے نہ پڑھنے والوں پر تشنیع کرتے ہیں- حتیٰ کہ کافر تک کہہ جاتے ہیں یعنی منکر جمعہ کافر ہیں- اب شرعاً ایسا کہنا گناہ تو نہیں- حنفی مذہب سے جواب دیں-

﴿ج﴾

چھوٹے قریہ میں اقامت جمعہ درست نہیں- اور صورت مسئولہ میں اگر تمام گاؤں کے گھروں کو جمع کیا جائے تو بھی چار صد گھر ہیں- اگر یہ گھر تمام یکجا بھی ہوتے تب بھی اس میں جمعہ کی نماز جائز نہیں تھی- خصوصاً جبکہ ان میں کچھ گھر فاصلے فاصلے پر ہیں- حاصل یہ ہے کہ اس گاؤں میں اقامت جمعہ درست نہیں- ظہر کی نماز پڑھتے رہیں- جمعہ کی نماز پڑھنے سے ظہر کی نماز ادا نہیں ہوتی- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ ۲۹-۳-۹۶ھ

عام دیہاتوں میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ موجودہ وقت میں عام دیہات پاکستان میں احناف کے نزدیک جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جو لوگ چھوٹے دیہاتوں میں جمعہ باقاعدگی سے پڑھتے ہیں- بعض احتیاطی اور بعض غیر احتیاطی پڑھتے ہیں- ان میں حق بجانب از روئے فقہ حنفی کون ہے- اور احتیاطی پڑھنے کا طریقہ کیا ہے؟

(۳) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال وغیرہ جن کی رو سے دیہات یا قصبہ میں جمعہ واجب یا ناجائز ثابت ہے مفصل تحریر فرمادیں-؟

(۴) وہ حافظ قرآن جس کی عمر ۱۴ سال ہے- بغل کے بال اتر چکے ہیں- کی اقتداء فرض یا سنی نماز میں جائز ہے یا نہ؟ بینوا توجروا-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (۱) دیہات میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے- اور نہ دیہات میں جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز ذمہ سے ساقط ہوتی ہے- ایسے لوگوں پر ظہر کی چار رکعتیں ادا کرنی فرض ہیں- کیونکہ جمعہ کی صحت کے شرائط میں ایک شرط احناف کے نزدیک مصر (شہر) ہے- دیہات میں جمعہ ان کے نزدیک ہرگز جائز نہیں ہے-

(۲) دونوں غلطی پر ہیں احتیاطی نہ پڑھنے والے بڑی غلطی پر ہیں- کیونکہ ان کے ذمہ ظہر کی نماز ابھی تک باقی ہے- دیہات میں جمعہ کی دو رکعتیں ادا کرنے سے ظہر کی نماز ساقط نہیں ہو جاتی- اور جو لوگ احتیاطی پڑھتے ہیں وہ کم غلطی پر ہیں کیونکہ احتیاطی پڑھنے سے ان کی نماز ظہر ادا ہو جائے گی- اگرچہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ سرے سے جمعہ کی نماز دیہات میں

ادا کی جائے- کیونکہ فرض نہ ہونے کی صورت میں یہ دو رکعتیں نفل ہوں گی اور نفل کو تداعی کی صورت میں جماعت کے ساتھ ادا کرنا مکروہ ہے- نیز ظہر کی نماز کی جماعت بھی اس سے رہ جاتی ہے- وغیرہ وغیرہ-

(۳) قال فی الهداية ج ۱ ص ۱۴۸ لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر و لا تجوز فی القری لقوله علیه السلام لا جمعة و لا تشریق ولا فطر و لا اضحی الا فی مصر جامع والمصر الجامع کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود و هذا عن ابی یوسفؒ و عنه انهم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجدهم لم یسعهم والاول اختیار الکرخی و هو الظاهر والثانی اختیار الثلجی -الخ-

(۴) اگر اس کی عمر بحساب قمری پندرہ سال بن چکی ہے- تو یہ شرعاً قول مفتی بہ کے مطابق بالغ شمار ہوگا- اور اس کی اقتداء فرض و نفل دونوں میں جائز ہے- اور اگر اس کی عمر پندرہ سال سے کم ہو- تو اگر علامات بلوغ میں سے کوئی علامت مثلاً احتلام، انزال وغیرہ اس میں پائی گئی ہو تو شرعاً یہ بالغ ہے- اور اس کی امامت درست ہے- اور اگر کوئی علامت نہ پائی گئی ہو تو شرعاً یہ بالغ شمار نہ ہوگا- اور اس کی اقتداء فرضی اور نفلی دونوں میں نماز جائز نہ ہوگی- جب تک کہ اس کی عمر پندرہ سال مکمل نہ ہو جائے- یا کوئی علامت علامات بلوغ میں سے اس کے اندر پائی نہ جائے- بغل کے بال اُتر آنا علامات بلوغ میں شرعاً نہیں ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پانچ سو کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جس کی آبادی تقریباً چار یا پانچ سو سے کم نہیں اور اس گاؤں میں طویل عرصہ سے نماز جمعہ وعیدین پڑھی جا رہی ہیں- درمیان میں چھ چھ ماہ تک یہ نماز جمعہ وعیدین چھوٹ بھی جاتی ہیں یعنی یہ کہ نہیں پڑھائی جاتیں اور خصوصاً گندم کی کٹائی کے موقع پر تو ہر سال جتنے دن گندم کی کٹائی کے ہوتے ہیں نماز جمعہ کی چھٹی رہتی ہے- اور جب پڑھتے ہیں تو اکثر مقتدیوں کی تعداد تین سے بڑھ کر نہیں ہوتی ہاں نماز عیدین میں کچھ تعداد ہو جاتی ہے یہ بھی ہے کہ اس گاؤں کے لوگوں سے کہا جائے کہ یہاں نماز جمعہ نہیں ہوتی تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ کتنی مدت ہوگئی ہے ہم پڑھتے ہیں- آج تم کیسے منع کرتے ہو؟ یعنی کہ خطرہ جھگڑا کا بھی ہے- اگر جمعہ کی نماز رکوا دی جائے از راہِ کرم اس مسئلے کا صحیح اور حسن حل فرما کر ہماری رہنمائی فرما دیں-

﴿ج﴾

شامی میں ہے کہ جمعہ شہر اور قصبہ یعنی بڑے قریہ میں جس کی آبادی تین چار ہزار ہو اور اس میں بازار ہوں اور آس پاس کے

دیہاتوں کے لوگ ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لیے اس قصبہ کا رخ کرتے ہوں- واجب اور ادا ہوتا ہے- اور چھوٹے گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ہے-

تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق-- الی ان قال- و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة (ردالمحتار ج ۱ ص ۵۹۰ باب الجمعة لو صلوا فی القری لزمهم اداء الظهر- ص ۵۹۰

صورت مسئولہ میں جس گاؤں کا ذکر ہے- جس کی آبادی چار پانچ سو ہے- قریہ صغیرہ ہے اور یہاں نماز جمعہ اور عیدین جائز نہیں- یہاں کے لوگ نماز ظہر با جماعت ادا کریں جہاں جمعہ جائز و صحیح نہیں- وہاں کسی بھی رعایت سے جمعہ ادا کرنا درست نہیں- ایک عرصہ تک یہاں جمعہ قائم کرنے سے جمعہ جائز نہیں ہو جاتا- عجیب استدلال ہے کیا ایک عرصہ تک ناجائز کام کرنے کے بعد وہ کام جائز ہو جاتا ہے- بہر حال احناف کے نزدیک اس گاؤں میں جمعہ اور عیدین جائز نہیں ہیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

خطبہ میں سلطانِ وقت کا نام لینے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زندگی بھر قرآن وحدیث وتفسیر وفقہ کے گہرے مطالعہ سے آپ کو جو پختہ بصیرت و رائے پیدا ہوئی اس کی بنا پر فرمائیں کہ

(۱) جمعہ کا خطبہ بدستور عربی زبان میں باقی رکھا جائے یا عوام کے سمجھنے کے لیے مقامی زبان میں رواج دیا جائے؟

(۲) اگر خطبہ عربی ہی میں باقی رکھا جائے تو لوگ جو نا سمجھنے کا اشکال کرتے ہیں- اس کا حل کیا ہے؟

(۳) خطبہ میں سلطان وقت کا نام لانا چاہیے یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- (۱) جمعہ کے خطبہ کو بدستور عربی زبان میں ہی باقی رکھا جائے- عربی زبان کے سوا کسی بھی مقامی زبان میں خطبہ جمعہ کہنا سنت متوارثہ کے خلاف اور مکروہ ہے- کما قال فی الهداية والخطبة والتشهد علی هذا الاختلاف- و قال فی فتح القدیر ج ۱ ص ۲۰۱ (قوله علی هذا الخلاف) فعنده یجوز بالفارسیة و عندهما لا الا بالعربیة- و قال فی الهداية ایضا قبیل هذا مستدلا لابی حنیفة- ولابی حنیفة رحمه الله تعالی قوله تعالی و انه لفی زبر الاولین و لم یکن فیها بهذه اللغة و لهذا یجوز عندالعجز الا انه یصیر مسیئا لمخالفة السنة المتوارثة-

(۲) اس کا حل یہ ہے کہ اگر ضرورت سمجھیں تو خطبہ جمعہ کا مضمون اذان خطبہ سے قبل یا نماز جمعہ کے بعد مقامی زبان میں سنا دیا جائے- تا کہ نہ سمجھنے کا اشکال بھی رفع ہو جائے اور عربی زبان کی عظمت اور خطبہ کا مسنون طریقہ بھی باقی رہ جائے-

(۳) خطبہ میں سلطان وقت کا نام لانا درست نہیں ہے- بدعت اور محدث امر ہے- محض خلفاء راشدین اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوعم بزرگوار حضرت عباس و حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وعنہم کے ذکر خیر کو فقہاء کرام نے مستحب لکھا ہے-

كماقال فى البحرالرائق ج ٢ ص ١٦٠ و ذكر الخلفاء الراشدين مستحسن بذلك جرى التوارث وبذكر العمين و فيه بعد اسطر— و اما الدعاء للسلطان فى الخطبة فلا يستحب لما روى ان عطاء سئل عن ذلك فقال انه محدث و انما كانت الخطبة تذكيرا- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صواب لا سيما اذا كان السلطن ظالما فاسقا محرفا للقران و مغيرا للاحكام الشرعية القطعية فحينئذ لا ينبغى ذكره فى الخطبة و لو على وجه الدعاء له لانه نوع تعظيم له و اعتناء بشانه فيستحب الاحتراز عنه والله اعلم-

ایک سوستر کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی میں ایک مسجد ہے اس میں نماز جمعہ کے متعلق فتوی درکار ہے- جہاں یہ مسجد ہے وہ جگہ آبادی کے لحاظ سے تقریباً ایک سو چوبیس گھروں پر مشتمل ہے- جس میں بالغان کی تعداد ۱۷۱ ہے- اور وہ آبادی مسجد سے ساٹھ کرم سے لے کر تین سو ساٹھ کرم کے فاصلہ پر اردگرد موجود ہے- جس بستی میں خاص طور پر یہ مسجد ہے- اس میں تقریباً دس گھر آباد ہیں- تو کیا اس مسجد میں جمعہ جائز ہے یا نہیں- اور گزشتہ کئی سالوں سے اس مسجد میں نماز جمعہ کا سلسلہ جاری تھا- اب تقریباً آٹھ ماہ سے نماز جمعہ بند کر دی گئی ہے- اب اس کا دوبارہ اجرا کیا جا سکتا ہے یا نہیں- اور اس بستی میں نماز عیدین بھی پڑھائی جا سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اس بستی میں اقامت جمعہ درست نہیں- فرضیت جمعہ کے لیے شہر یا قصبہ کا ہونا ضروری ہے- حدیث پاک میں ہے- لا جمعة ولا تشريق الا فى مصر جامع و فى الشامية تقع فرضا فى القصبات والقرى الكبيرة التى فيها اسواق ج ۱ ص ۵۹۰ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بڑے گاؤں سے ملحق چھوٹے گاؤں میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جہاں صرف بیس پچیس گھر آباد ہیں اور اس کے قریب ایک بڑا گاؤں ہے جہاں تین سے زائد مسجدیں ہیں- وہاں جمعہ ہوتا ہے چھوٹے اور بڑے گاؤں میں تقریباً ایک فرلانگ کا فاصلہ ہے اور اذان کی آواز چھوٹے گاؤں میں سنی جاتی ہے آیا چھوٹے گاؤں کو فناء کا حکم دے کر یا مستقل قصبہ کا حکم دے کر جمعہ پڑھنا چاہیے- نیز اگر جمعہ پڑھ بھی لیا جائے تو نماز ظہر ذمہ سے ساقط ہو جائے گی یا نہ؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اگر دونوں مواضع میں فصل بالمزارع ہو- یعنی کھیتی باڑی درمیان میں حائل ہو تو دونوں بستیوں کا حکم الگ الگ ہوگا اور چھوٹے گاؤں میں جمعہ پڑھنا جائز نہ ہوگا اور نہ جمعہ ادا کرنے سے ظہر ساقط ہوگی- نیز بڑے گاؤں میں بھی اگر علامات شہریت کی نہیں پائی جاتیں تو وہاں بھی جمعہ صحیح نہ ہوگا- كما هو مذكور فى جميع الفتاوى- واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کے فرضوں کے بعد سنتوں کی تعداد؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ جہاں جمعہ فرضی شرعاً پڑھنا جائز ہے تو نماز جمعہ کے فرضوں کے بعد کتنی رکعتیں سنت پڑھنی چاہیے- مفتی بہ قول تحریر کریں- اور کتب معتبرہ کا حوالہ دیں- بینوا توجروا

﴿ج﴾

نماز جمعہ کے بعد سنت کے بارہ میں مختلف روایتیں آئی ہیں- اکثر روایتیں چار رکعات کی ہیں- اور چھ رکعات کی بہت موجود ہیں اور ویسے دو رکعات کا بھی ثبوت ہے- لیکن مفتی بہ قول یہ ہے کہ چار رکعات سنت مؤکدہ ہیں- اور چھ رکعات کا پڑھنا زیادہ ثواب ہے- (مشکوۃ شریف وغیرہ)

حوالہ کے لیے بحر الرائق ص ۱۴۹ ج ۲ کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں- و الدليل على استنان الاربع بعد الجمعة لما فى صحيح المسلم اذا صلى احدكم الجمعة فليصل بعدها اربعا و عن ابى يوسف رحمه الله نعلى ينبغى ان يصلے اربعا ثم ركعتين و فى هامشه) قال فى الذخيرة و عن على رضى الله تعالى عنه انه يصلى ركعتين ثم اربعا— و ذكر فى البدائع ان رواية الاربع ظاهر الرواية انتهى— ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت

مؤکدہ چار ہیں لیکن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر عمل کرنے سے زیادہ ثواب ہوگا-واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ کی اذانِ ثانی مسجد میں دیے جانے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اذان ثانی جمعہ جو کہ خطیب صاحب کے سامنے کہی جاتی ہے-اس کا ثبوت کتب احادیث وفقہ اور ائمہ کرام کے اقوال سے ہے یا نہیں-بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اذان ثانی مسجد میں دینی درست نہیں اور سنت کے خلاف ہے-لہٰذا مہربانی فرما کر اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم-امداد الفتاویٰ از مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ ج ا ص ۳۴۹ پر ہے یہ امر تو محقق ہے-کہ اذان ثانی یوم الجمعہ کی داخل مسجد جائز ہے-بلکہ یہی متوارث ہے-الخ-مولانا تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اذان ثانی کے مسجد کے اندر جائز بلکہ متوارث ہونے پر ایک مدلل فتویٰ لکھا ہے-مزید تفصیل اس میں دیکھ لیں-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس جگہ جمعہ جائز ہو تو کیا ایک موضع کی مختلف مساجد میں جائز ہے یا صرف جامع مسجد میں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جمعہ وعیدین ہر مقام و ہر جگہ جائز ہیں یا ان کے لیے شرائط ہیں-(۱) کیا بستی میں جمعہ وعیدین جائز ہیں یا نہیں؟ (۲) جہاں جمعہ مع شرائط جائز ہے کیا ہر مسجد میں جائز ہے یا صرف جامع مسجد میں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) جمعہ وعیدین شہر یا قصبات میں ادا کرنا درست ہیں-چھوٹی چھوٹی بستیوں میں ان کو قائم کرنا درست نہیں-یعنی جمعہ اور عیدین کے لیے مصر اور قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے-

(۲) ہر مسجد میں جمعہ وعیدین ادا کرنا جائز ہے-البتہ بہتر یہی ہے کہ بڑی بڑی جامع مسجدوں میں جمعہ ادا کریں-اور عیدین کے لیے تو باہر جنگل میں جانا مسنون ہے-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پانچ ہزار کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

...فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسلک دیوبند کے کثیر تعداد میں لوگ جمعہ ادا کرنے کے لیے مجبور ...رتے ہیں-لیکن حالت مندرجہ ذیل ہے-ہماری آبادی محمود آباد ۳۳۳ تحصیل پور ضلع مظفر گڑھ-تعداد آبادی تقریباً پانچ ...ہے-لیکن بریلوی تقریباً بیس سال سے جمعہ ادا کر رہے ہیں-ضروریات اشیاء تقریباً ہر قسم کی موجود ہیں-مثلاً ہسپتال، ...ین کونسل، مویشی ہسپتال-مڈل و ہائی سکول-مڈل زنانہ سکول-بینک-مویشی منڈی-غلہ منڈی-سبزی منڈی-...بولی ڈپو کھاد و بیج وغیرہ-سنڈا شوگر ملز-ڈپو کھانڈ وغیرہ، کارخانہ جات-ذرائع آبپاشی نہریں ہیں-

ہماری آبادی تقریباً سولہ میل چوک سنڈار اور گیارہ میل چوک اعظم سے دور ہے-کیا ہمارے چک میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

...رت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ تحریر کردہ کوائف کے تحت یہ موضع قریہ کبیرہ ہے لہٰذا اس میں اقامت جمعہ درست ...ہے-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جیل میں جمعہ قائم کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

...فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل پاکستان میں سنٹر جیل خانے میں قیدیوں ...تعداد ہزار دو ہزار کے لگ بھگ ہوتی ہے-جہاں حکومت پاکستان نے دیگر سہولتوں کے ساتھ جمعہ اور عیدین کی نماز ...عت کی سہولتیں بھی دی ہیں-بلکہ احکام متعلقہ جیل خانہ جات خود ان نمازوں کے اجتماع کا اہتمام کرتے ہیں-اور جمعہ ...قیدیوں کو آدھا دن مشقت معاف ہوتی ہے-نیز قیدی حضرات اپنے اپنے بارکوں میں پانچ وقت نماز باجماعت ادا ...تے ہیں-اسی طرح جمعہ وعیدین بھی، نیز وقتی نمازوں کی جماعت کے لیے قیدیوں میں سے کوئی لکھا پڑھا جو کہ مسائل ...سے واقف ہوتا ہے-اس کو اپنا امام مقرر کر کے اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں-

اب حل طلب سوال یہ ہے کہ فقہ حنفی کی رو سے یہ عیدین اور جمعہ اور وقتی نمازیں جماعت وغیرہ درست ہوتی ہیں یا نہیں؟ کیونکہ بعض لوگ اس کے بھی قائل ہیں کہ جیل خانوں میں جمعہ وعیدین نیز بوجہ قیدی کے بے اختیار ہونے کے ...ب نماز باجماعت بھی نہیں ہو سکتی-کیونکہ قیدی قیام کا مختار نہیں ہوتا-تو اس لیے براہ کرم مدلل جواب عنایت فرما دیں تاکہ ...یہ فقہ حنفی کے مطابق عمل ہو سکے اور نمازوں کے خراب ہونے سے لوگ محفوظ رہیں-بینوا توجروا

﴿ج﴾

قیدیوں پر نماز جمعہ واجب نہیں- لیکن اگر ان کو نماز جمعہ پڑھنے کی آزادی دی جاتی ہے اور وہ جماعت کے ساتھ نماز
کریں تو ان کی نماز ادا ہو جائے گی- اور ظہر ان کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گی- عالمگیری میں ہے- و من لا جمعة عليه
ان اداها جاز عن فرض الوقت اور جو پنجگانہ نماز پڑھتے ہیں وہ بھی اداء ہو جائے گی-

﴿الجواب الثانی﴾

اقول ان الدلائل التي اوردها المجيب لاثبات ما هو المذكور في السوال قاصرة عن اثبات جواز
الجمعة في السجن و كان عليه ان ياتي بكلام مثبت لاذن عام في السجن ايضًا بيد ان كثيرا من
فقهاء الحنفية قد صرحوا بان الاذن العام شرط لصحة الجمعة حيث قال صاحب بحر الرائق
ج۲ ص ۱۵۱ قوله و الاذن اى شرط صحتها الاداء على سبيل الاشتهار حتى لو ان اميرًا اغلق
ابواب الحصن وصلى فيه باهله و عسكره صلوة الجمعة لا تجوز و قد عد صاحب درالمختار
ص ۶۰۰ ج ۱ الاذن العام من شروط صحة الاداء حيث قال والسابع الاذن العام و شرحه العلامه
الشامي قوله الاذن العام بهذا النمط اى ان ياذن للناس اذنًا عامًا بان لا يمنع احدا ممن يصح منه
الجمعة عن دخول الموضع الذى تصلى فيه اى تيسر للعوام الدخول في السجن للصلوة- يعني
الابواب و انحاز الابواب- اللهم- الا ان يقال ان صلوة الجمعة في السجن جائزة و لكن لا كما
قال المجيب لان دليله غير مثبت للاذن العام غاية ما اثبته ان المسافر المريض والعبد و احزابهم
ان ادوا الجمعة يجزئهم و يسقط عنهم الظهر كما قال صاحب بحر الرائق قوله و من لا جمعة عليه
ان اداها جاز عن فرض الوقت لانهم تحملوه و اطال الى قوله و اما من كان اهلا للوجوب
كالمريض والمسافر والمراة والعبد يجزئهم و يسقط عنهم الظهر فعلم ان ما قاله المجيب ناطق
بمافي بحر الرائق لا بما كان ينبغى له اثباته هو اثبات الاذن العام و ينبغي ان يستدل على جواز
الجمعة في السجن بما في الدر المختار ج ۱ ص ۶۰۱ والاذن العام من الامام هو يحصل بفتح
ابواب الجامع للواردين (كافى) فلا يضر غلق باب القلعة لعدو اولعادة قديمة لان الاذن العام مقرر
لاهله و غلقه لمنع العدو لا المصلى الخ و بمافي شرحه للعلامه الشامي حيث قال وينبغي ان يكون
محل النزاع ما اذا كانت لا تقام الا في محل واحدٍ امالو تعددت فلا لانه لا يتحقق التفويت كما
افاده التعليل تامل هذا ما عندى و علم الصواب عند ربى لعل عند غيرى احسن من هذا والسلام-

جس گاؤں میں کچھ ضروریات پوری ہوتی ہوں اس میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں (۱) ایک گاؤں جس کے اندر یہ شرائط موجود ہیں- ترکھان- حجام-
سرکاری چوکی- چوکیدار سرکاری عدالت دو کنوئیں- دو کان درمیانی- ایک دوکان حکیم کی معمولی- اس سے پہلے جمعہ
پڑھا جاتا تھا جس کی وجہ سے اب شروع کیا ہوا ہے- پہلے کئی وجوہات ہوئیں جن کے سبب درہم برہم ہو گیا- اور عید کی
بھی ادا کی جاتی تھی- اور مولوی امام مسجد ھدایہ اولین تک- کچھ پڑھا ہوا ہے- اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جمعہ
پڑھنا چاہیے یا چھوڑ دیں- تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلے پر موچی لوہار موجود ہے ضرورت پوری ہو سکتی ہے-

﴿ج﴾

جس گاؤں کے متعلق سوال کیا گیا ہے- اس میں نماز جمعہ جائز نہیں کیونکہ یہ گاؤں ہے نہ شہر ہے اور نہ قصبہ اور نہ قریہ
ہے- البتہ اگر اس گاؤں کی آبادی چار ہزار ہو تو اس میں پھر جمعہ جائز ہے- درمختار جلد اول میں ہے- وتقع فرضا في
القصبات والقرى الكبيرة التي فيها اسواق الى قوله لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض و منبر
و خطيب ج ۱ ص ۵۹۰- اس قسم کے گاؤں کے متعلق امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۳۸۹ میں بھی یہی حکم نظر سے گزرا ہے-

چند افراد کے جمع ہو جانے پر جمعہ قائم کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ہمارے مدرسہ میں دس طلبہ اور چار پانچ مسافر نماز جمعہ میں ہوتے ہیں ہمارے اس
میں تین دوکان آڑھت اور تین کریانہ اور تین ہوٹل ہیں اور تین دوکان قصاب کی ہیں اور اڈہ میں تقریباً آٹھ گھر آباد ہیں اور
سے بالکل قریب بریلوی حضرات نے مسجد تعمیر کروا رکھی ہے جو کہ بعد میں تعمیر کر دی گئی بوجہ عناد دینی ہونے کے اور ساتھ ہی
قریب شیعوں کا امام باڑہ تیار ہو رہا ہے اور ہمارا مقصد و منشاء تبلیغ و دین کی اشاعت ہے اور لہٰذا مسئلہ یہ درپیش ہے کہ ہمیں
جمعہ پڑھنا چاہیے یا نہیں برائے مہربانی ہمیں اس فتویٰ کی ضرورت ہے کہ آیا یہاں نماز جمعہ ہوتا ہے یا کہ نہیں؟

﴿ج﴾

آپ کے ہاں اقامت جمعہ درست نہیں ظہر کی نماز پڑھتے رہیں جمعہ کی نماز پڑھنے سے ظہر بھی ذمہ سے ساقط نہ ہو
گی- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

بڑے گاؤں سے ملحق آبادی میں جمعہ وعیدین کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گاؤں جس کی آبادی ڈیڑھ ہزار کے قریب ہے- اس میں فرقہ بریلوی حضرات شروع ہی سے جمعہ وعیدین بالالتزام پڑھتے ہیں اور دیوبندی عقائد کے لوگ اس میں شرکت نہیں کرتے- اس گاؤں سے تین میل دور ایک بڑا گاؤں ہے- جس کی آبادی سات آٹھ ہزار ہے جہاں عیدین کی نماز میں شرکت کرنا مشکل ہے- لیکن اس بڑے گاؤں کی زرعی زمین کی حد آخر چار فرلانگ ہے- جہاں پر بڑے گاؤں کا قبرستان بھی ہے- نیز بڑے گاؤں کے مویشی بھی یہاں آکر چرتے ہیں- کیا اس چھوٹے گاؤں کے آدمی اس جگہ اپنی عیدین کی نماز ادا کر سکتے ہیں اس گاؤں کے دیوبندی عقائد کے لوگوں کو اگر اس جگہ پر عیدین کی نماز کی اجازت مل جائے تو پھر یہ تمام نماز عیدین ادا کر سکتے ہیں- چند گنتی کے افراد بڑے شہر میں نماز عید ادا کر سکتے ہیں اکثر لوگ نماز عید سے محروم ہو جاتے ہیں- یا بریلوی حضرات کی عیدین میں شرکت کریں- ایسا کرنے سے ان کی تعداد زیادہ ہو جائے گی-

﴿ج﴾

یہ مسلم ہے کہ دیہات میں جمعہ وعیدین کی نماز مذہب حنفی میں درست نہیں ہے اور جس مقام کی نسبت سوال ہے- یہ مستقل آبادی ہے- بڑے گاؤں سے متعلق نہیں اور فناء سے بھی خارج ہے- لہٰذا جب اس چھوٹے گاؤں کے اہالیان کے ذمہ جمعہ وعیدین نہیں ہے تو کیوں خوامخواہ تکلیف کرتے ہیں لیکن اگر وہ ضرور ادا کرنا چاہیں تو چار فرلانگ کے فاصلہ کو بڑے گاؤں کی حد اخیر سمجھنا سراسر غلط ہے- فناء مصر کے بارے میں علامہ شامی نے جو اقوال نقل کیے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بڑے گاؤں کی فناء میں اتنی وسعت نہیں ہے- درمختار میں فناء مصر کے بارے میں ہے- **والمختار للفتوی تقديره بفرسخ** - اس پر علامہ شامی نے جلد اول ص ۵۹۱ پر لکھا ہے- **وحملة اقوالهم فی تقديره ثمانية اقوال - او تسعة (ا) علوة - ميل - ميلان - ثلاثة فراسخ - فرسخان ثلاثة سماع الصوت - سماع الاذان والتعريف احسن من التحديد لانه لا يوجد ذلك فی كل مصر و انما هو بحسب كبر المصر وصغره** - شامی کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ فناء مصر کے متعلق جتنے اقوال ہیں ان کا اعتبار شہر کی آبادی سے متعلق ہے- پس اگر شہر بہت بڑا ہو تو اس کی فناء تین فرسخ یا دو فرسخ یا دو میل مقرر کرنا چاہیے- الغرض جتنا شہر اتنی فناء- لیکن سوال میں جس بڑے گاؤں کے متعلق سوال کیا گیا ہے- وہ تو شہر بھی نہیں ہے بلکہ ایک قصبہ ہے تو اس کی فناء اتنی دور یعنی اڑھائی تک مقرر نہیں کی جا سکتی نیز سوال میں بھی اس کا اعتراف ہے کہ اس بڑے گاؤں کا عام قبرستان گاؤں کے قریب ہی ہے تو بس اس قبرستان تک اس بڑے گاؤں کی فناء مانی جائے گی اس سے آگے نہیں- لہٰذا چھوٹے گاؤں کے باشندگان اگر چہ فرلانگ اپنے گاؤں سے دور جا کر نماز عید پڑھیں تو جائز نہیں ہے- واللہ تعالیٰ اعلم-

جامع مسجد کے ہوتے ہوئے عیدگاہ میں جمعہ پڑھانے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک جامع مسجد کے قریب تقریباً چالیس پینتالیس گز کے فاصلہ پر ایک قدیمی عیدگاہ ہے- اس عیدگاہ میں صرف عیدین کے موقع پر نماز پڑھی جاتی تھی- باقی ایام میں یہاں کوئی نماز باجماعت ادا نہیں کی جاتی- اس عیدگاہ کے قریب قدیمی جامع مسجد میں نماز پنجگانہ باجماعت اور جمعہ پڑھایا جاتا ہے- اب چند دنوں سے ایک مولوی صاحب نے اس عیدگاہ میں نماز جمعہ پڑھانا شروع کر دیا ہے ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں- بینوا توجروا

﴿ج﴾

اس عیدگاہ میں نماز جمعہ شرعاً جائز ہے- پڑھانے والے نے اچھی نیت سے شروع کی ہوگی تو ثواب بھی ملے گا- نیت فاسد ہوگی تو فساد نیت کا وبال اسی پر ہے- اور نماز جمعہ جائز ہے- البتہ جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنا اولیٰ ہے- اس لیے اگر دونوں فریق یعنی عیدگاہ والوں اور قریبی جامع مسجد والوں میں مصالحت ممکن ہے تو آپس میں مصالحت کر کے جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کریں- واللہ تعالیٰ اعلم

تین سو افراد کی آبادی میں عرصہ گیارہ سال سے جمعہ پڑھا جا رہا ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایک گاؤں جس کی آبادی تقریباً تین سو افراد پر مشتمل ہے اس میں عرصہ گیارہ سال سے جمعہ پڑھا جا رہا ہے- جمعہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ بیس اور کم سے کم چھ یا سات ہوتی ہے- کیا مذکورہ گاؤں میں نماز جمعہ مذہب حنفی کے مطابق ادا ہو جاتی ہے- یا ظہر کی نماز ضائع کر رہے ہیں کتب معتبرہ سے براہ کرم جواب دے کر مطمئن فرمائیں-

﴿ج﴾

لا جمعة ولا تشريق الا فی مصر جامع- (الحديث)

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں اس طرح کے گاؤں میں جمعہ اور عیدین کی نماز جائز نہیں- مذہب حنفی میں اس کی گنجائش نہیں ہے- اور نہ اس مسئلہ میں کسی قسم کا خفاء ہے- تعجب ہے کہ حنفی مسلک کے مقلدین کو اس کے پوچھنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوتی ہے- واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

نماز جمعہ کے ترک سے نہ روکنے والے امیر کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک علاقہ یا گاؤں میں عوام الناس تارک الصلوٰۃ والجمعہ و مرتکب ہمیشہ فسق و فجور، عادی دعا بعد الجنازہ ہیں-وہاں کا امیر مختار بحیثیت اختیار عوام الناس کو ترک دعا پر مجبور باقی افعال مکلفہ پر مجبور تو کیا بلکہ امر ہی نہیں کرتا اور وہ امر بترک دعا و عدم امر بالمعروف مؤاخذ اور عوام الناس بترک اطاعت اولی الامر و بموجب قول امام سرخسیؒ **ما تعارفه الناس بالخير فليس فى عينه نص يبطله فهو جائز** کے مؤاخذ یا ماجور ہوں گے یا نہ بینوا توجروا-

﴿ج﴾

ترک صلوٰۃ جمعہ (جہاں جمعہ واجب ہو) گناہ کبیرہ ہے-نیز دعاء بعد الجنازہ بہیئت معروفہ بدعت سیئہ ہے-نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے منقول اور نہ خیر القرون میں معمول رہا ہے-اور تمام فقہاء نے اس کے عدم جواز پر تصریح کی ہے-اب ایسے شخص کو جو ان باتوں سے قوم کو روک سکتا ہے اور اس کی بات قوم مانتی ہے لازم ہے کہ وہ ترک صلوٰۃ و جمعہ و دعاء بعد الجنازہ وغیرہ منکرات سے قوم کو روکے ورنہ وہ گنہگار ہوگا-اور اگر کسی سے روکتا ہے اور کسی سے نہیں روکتا ہے تو اس کے روکنے سے گناہ تو گیا اور ثواب ہوگا-اور جس سے نہیں روکا اس کا گناہ ہوگا-اس کو چاہیے کہ سب سے روکے-لیکن خلوص نیت اور اقامت دین کی نیت ہو-فساد برپا کرنے یا ذاتی رنجش کی وجہ نہ ہو-اس طرح کی نیت سے ثواب نہیں ہوگا-لیکن اس کے باوجود اسے اس تبلیغ سے روکا نہیں جائے گا-واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

سکیم پر جانے والی فوج کے لیے جمعہ کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہم لوگ فوجی ہیں-رات دن بھاگ دوڑ میں رہتے ہیں باہر سکیم پر جاتے ہیں کبھی دو دن کے لیے کبھی دو مہینے کے لیے ہمارے پاس مولوی صاحب بھی ہوتے ہیں-ایک جگہ ڈیرہ لگاتے ہیں-تقریباً پانچ چھ سو سپاہی ہوتے ہیں علاوہ ازیں افسر بالا بھی ساتھ ہوتے ہیں تقریباً سات آٹھ سو کے قریب نفری ہو جاتی ہے-کیا ہم نماز جمعہ یا عیدین کی خوشی منا سکتے ہیں یعنی پڑھ سکتے ہیں-کیونکہ ایک جگہ پر چین سے بیٹھنا تو نصیب نہیں ہوتا-اگر شرعاً منع ہے تو کن صورتوں میں منع ہے-بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم-واضح رہے کہ جمعہ کے جواز کے لیے اہل سنت والجماعت کے چاروں مذہبوں میں ایسی جگہ کا ہونا شرط ہے جہاں مستقل طور پر گرمی سردی میں لوگ بستے ہیں-صحرا بیابانوں اور جنگلوں میں جمعہ کسی کے نزدیک جائز نہیں اسی لیے تو میدان عرفات میں جہاں لاکھوں حاجی جمع ہوتے ہیں چونکہ وہاں عارضی طور پر خیمے نصب کر دیے جاتے ہیں-مستقل آبادی وہاں نہیں ہے-اس لیے اگر جمعہ کا دن ہو تب بھی وہاں جمعہ کی نماز کسی مذہب میں بھی جائز نہیں ہے-اور نہ وہاں جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے بلکہ صرف ظہر و عصر ہی کی نماز پڑھتے ہیں-باقی امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک تو معمولی آبادیوں دیہاتوں وغیرہ میں جمعہ جائز نہیں ہوتا-اس لیے ان کے نزدیک باوجود مستقل آبادی ہونے کے شہر کا ہونا بھی ضروری ہے-صورت مسئولہ میں اگر آپ کی سکیم کسی شہر کی حدود میں اور اس کے قرب و جوار میں یعنی حدود کمیٹی میں ڈیرہ ڈالے تب تو وہاں آپ لوگ شہر ہونے کی وجہ سے جمعہ پڑھ سکتے ہیں-اور اگر شہر کی حدود میں ڈیرہ نہیں ڈالا بلکہ جنگل و بیابان یا کسی دیہات کے قرب و جوار میں تو ایسی جگہ جمعہ کی نماز پڑھنی جائز نہیں ہے-بلکہ آپ لوگوں کے ذمہ ظہر کی چار رکعتیں فرض ہیں-لہٰذا ایسی صورت میں جمعہ کے روز آپ لوگ ظہر کی چار رکعتیں باجماعت ادا کر لیا کریں-اس طرح عید کی نماز کا بھی یہی حکم ہے کہ ایسی صورت میں آپ نماز عید نہ پڑھیں-اور دوسری جائز خوشیاں جو ہیں وہ منائیں-**كما قال فى البحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۱ (قوله و شرط ادائها مصر) اى شرط صحتها ان تؤدى فى مصر حتى لا تصح فى قرية ولا مفازة لقول على رضى الله عنه لا جمعة ولا تشريق ولا صلاة فطر ولا اضحى الا فى مصر جامع او مدينة عظيمة**-الخ

و فى المبسوط ج ۲ ص ۲۳ اما المصر فهو شرط عندنا و قال الشافعى رحمه الله تعالى ليس بشرط فكل قرية سكنها اربعون من الرجال لا يظعنون عنها شتاء ولا صيفا-الخ

و فى كتاب الفقه فى بيان مذهب الحنابلة ج ۱ ص ۲۸۴-ولا تجب الجمعة على سكان الخيام و لا على اهل القرى الصغيرة التى لا يتجاوز عدد سكانها اربعين-الخ-و فيه ايضا فى بيان مذهب المالكية ج ۱ ص ۳۸۱-(الشرط) الاول استيطان قوم ببلد اوجهته بحيث يعيشون فى هذا البلد دائما امنين على انفسهم من الطوارى الغالبة-الخ-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تیس گھروں کی آبادی والی بستی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام کہ ایک ایسی بستی جہاں نماز فرضی جماعت سے بمشکل ادا کی جاتی ہے اور جس کی

آبادی میں سے تیس گھر ہوں تو ایسی بستی میں نماز عیدین اور نماز جمعہ درست ہے یا نہ؟ صحیح جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں؟

﴿ج﴾

ایسی بستی میں عید و جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے ظہر کی نماز باجماعت ادا کی جائے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کیا جمعہ، ظہر کا بدل ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں حضرات علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اہل سنت والجماعت کے مسلک کے مطابق

(۱) کیا نماز جمعہ نماز ظہر کا بدل ہے یا کہ علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں؟

(۲) اگر نماز جمعہ بدل ہے تو جمعہ کے بعد کتنی رکعت پڑھنی چاہیے- اگر علیحدہ نماز ہے تو پھر جمعہ کے بعد کتنی رکعت پڑھنی چاہیے؟

(۳) اگر امام سے قرأۃ میں کوئی آیت چھوٹ جائے اور لوٹانے کے بغیر رکعت پوری کر دے- کیا سجدہ سہو ہے؟ اگر سجدہ سہو بھی یاد نہ رہے تو کیا نماز ادا ہو جائے گی؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱،۲) جہاں پر جمعہ جائز ہو یعنی شہر میں وہاں جمعہ کے بعد ظہر کی نماز نہ پڑھنی چاہیے- اور جہاں پر شک ہو کہ آیا یہاں جمعہ جائز ہوگا یا نہیں وہاں چار رکعت ظہر کی نیت سے بعد از جمعہ پڑھنی چاہیے- کما حققہ مولانا عبدالحیؒ-

(۳) اس صورت میں سجدہ سہو نہیں- واللہ تعالیٰ اعلم

کسی مسجد میں فوج کے علاوہ دیگر لوگوں کو جمعہ کی نماز کے لیے اجازت نہ دینے پر جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسئلہ کہ ایک سرائے ہے جس میں پہلے مسافر خانہ تھا- لیکن اب اس میں فوجی حضرات نے قبضہ کیا ہے- اور اس کے اندر ایک مسجد ہے جس میں پانچ وقتی نماز اور جمعہ کی نماز بھی ہوتی ہے- لیکن اب سوائے ان فوجیوں کے اور سول آدمی کو جمعہ کے لیے نہیں چھوڑتے ہیں- تو کیا اس حالت میں جمعہ کی نماز میں کوئی نقصان تو نہیں آئے گا-

فریقین میں جھگڑا ہے- ایک فریق جمعہ کے صحیح ہونے کا قائل ہے اور ایک فریق عدم صحیح ہونے کا قائل ہے- بینوا توجروا

﴿ج﴾

قال فی الشامية قلت و ينبغی ان يكون محل النزاع ما اذا كانت لا تقام الا فی محل واحد اما لو تعددت فلا لانه لا يتحقق التفويت كما افاده التعليل تامل- قوله لم تعقد- يحمل على ما اذا منع الناس فلايضره اغلاقه لمنع عدوا و لعادة كمامر- قلت ويؤيده قول الكافی واجلس ابوابين -الخ ج ۱ ص ۶۰۱-

قول- فقہاء کی ان جزئیات سے معلوم ہوا کہ علت عدم جواز جمعہ فی الحصن وغیرہ مقامات ممنوعہ میں تفویت جمعہ قلعہ سے باہر والوں کے لیے ہے- اور جب قلعہ یا سرائے سے باہر شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہوتا ہے اور سرائے کے اندر رہنے والوں کو اس جمعہ میں شرکت کی اجازت ہے اور باہر والوں کا جمعہ بھی فوت نہیں ہوتا ہے- اس لیے کہ شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہونے کی وجہ سے نماز جمعہ باہر والوں کو مل سکتا ہے- تو علت عدم جواز (تفویت جمعہ عن الناس) اس سرائے میں جمعہ پڑھنے کی صورت میں نہیں پائی جاتی اس لیے صورت مسئولہ میں اس سرائے کے اندر نماز جمعہ جائز ہے-

اور اس مسئلہ میں چونکہ دقت نظر اور غور وفکر کی ضرورت تھی- اس کے تامل کا امر کیا- اور فقہاء حنفیہ یہ بھی تصریح فرماتے ہیں کہ قوت دلیل مرجح قوی ہے- بہرحال جواز جمعہ میں نہیں- جواز حسب روایات مذکورہ وتعلیل مذکور ثابت ہے- بایں ہمہ بند نہ کرنا دروازہ کا اور عام اجازت دینا احسن اور احوط ہے- **نعم لو لم يغلق لكان احسن- الخ لانه ابعد عن الشبهة**- ج ۱ ص ۶۰۱ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شہر سے تین میل دور دو گھروں کی آبادی والے گاؤں میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے گاؤں کی آبادی پانچ سو کے قریب ہے اور دو سو گھر آباد ہیں- ہمارے گاؤں کے اردگرد چھ چھوٹی بستیاں ہیں- ہمارے گاؤں میں چار دوکانیں ہیں- ہمارے گاؤں میں ہر چیز میسر آ سکتی ہے جولاہے ترکھان لوہار سب ہمارے گاؤں میں موجود ہیں- ہمارے گاؤں میں ایک پرائمری سکول اور ایک بہت بڑی مسجد ہے- جس میں ہر روز درس ہوتا ہے- سینکڑوں طلبہ وہاں سے دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں- شہر ہمارے گاؤں سے بہت دور ہے- (تین میل کے فاصلے پر ہے) کافی لوگ شہر پہنچتے پہنچتے ہی عید یا جمعہ پڑھنے سے رہ جاتے ہیں- اور فاصلہ شہر سے زیادہ ہونے کی وجہ سے کافی لوگ نماز پڑھ نہیں سکتے اور خاص کر بوڑھے اس تکلیف سے دوچار ہیں- آپ بتائیں کہ ہمارے گاؤں میں ہی عید اور جمعہ ادا ہو سکتا ہے یا نہیں؟ آپ یہ مسئلہ بتا کر شکریہ کا موقع بخشیں اور ہمیں روز کے جھگڑوں سے نجات دلائیں-

﴿ج﴾

فقہ کی معتبر کتابوں مثل ہدایہ وشرح وقایہ ودرمختار وشامی سے یہ ثابت ہے کہ ادائے جمعہ اور وجوب جمعہ کے لیے مصر شرط ہے اور شامی میں نقل فرمایا ہے کہ قریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی حکم میں شہر اور مصر کے ہے۔ اور شامی میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ چھوٹے گاؤں میں جمعہ درست نہیں ہے۔ اور اس میں کراہت تحریمہ ہے۔ سوال میں جس گاؤں کا ذکر ہے۔ اور اس کے کچھ حالات بھی درج کیے ہیں۔ یہ قریہ کبیرہ نہیں اس گاؤں میں نماز جمعہ وعیدین جائز نہیں یہاں کے لوگ نماز ظہر باجماعت ادا کریں۔ نیز جمعہ یا عید کے لیے شہر میں جانا بھی ان لوگوں پر ضروری نہیں اس لیے کہ ان کے ذمہ جمعہ واجب نہیں۔ اس طرح اس گاؤں میں نماز جمعہ یا عیدین جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پانچ سو افراد کی آبادی والے دیہات میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک دیہات جس کے باشندے تقریباً پانچ سو کے قریب ہیں۔ اور ضرورت کی اشیاء بھی مہیا ہو سکتی ہیں کیا اس دیہات میں جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اگر ہو سکتا ہے تو کس وجہ کی بنا پر اور اگر نہیں ہو سکتا تو اس کی وجہ بھی بیان فرما دیں؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح رہے کہ باتفاق جمیع علماء حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ جواز جمعہ کے لیے مع دیگر شرائط معتبرہ کے ایک شرط مصر یعنی شہر کا ہونا ہے۔ دیہاتوں میں اور کنوؤں پر جمعہ کی نماز ادا نہیں ہوتی بلکہ وہاں کے لوگوں پر ظہر کی چار رکعتیں فرض ہیں۔ جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز ان کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی۔ اور شہر فقہاء کی اصطلاح میں اسے کہتے ہیں کہ جہاں امیر اور قاضی ہو جو احکام کی تنفیذ کرتے ہوں یا وہ آبادی جس میں گلی کوچے اور بازار ہوں۔

واضح رہے کہ مذکورہ بستی کسی طرح بھی شہر نہیں کہلا سکتی اس لیے اس میں جمعہ کی نماز نہیں ہو سکتی۔ کما قال فی الهداية ج ۱ ص ۱۴۸ لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر ولا تجوز فی القری۔ لقوله عليه السلام لا جمعة و لا تشريق و لا فطر ولا اضحى الا فی مصر جامع والمصر الجامع كل موضع له امير وقاص ينفذ الاحكام و يقيم الحدود و هذا عن ابی يوسف و عنه انهم اذا اجتمعوا فی اكبر مساجدهم لم يسعهم و الاول اختيار الكرخی و هو الظاهر والثانی اختيار الثلجی۔ الخ

جمعہ کے روز اذانِ اول سے قبل "صلوٰۃ" کے نام سے اذان کہنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کے دن عندالاستواء صلوٰۃ کے نام سے ایک اذان کہی جاتی ہے۔ جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے کہ قبل اذان عثمان عین استواء کے وقت بلکہ کبھی اس سے پہلے ہی یہ الفاظ موذن بڑی اونچی مینارہ پر بآواز بلند کہہ دیتا ہے۔ لوگوں کا ظن یہ ہے کہ اس کی وجہ سے جمعہ کا امتیاز اور دنوں سے ہو جاتا ہے تو لوگوں کو معلوم ہو جاتا ہے کہ آج جمعہ ہے۔ اور اس کو وہ فرض شمار کرتے ہیں۔ کم از کم ایک گھنٹہ تک دیا جاتا ہے یعنی یہ نئی علامات کو سن کر جمعہ کی تیاری میں مدد ہوتی ہے۔ اس کے بغیر عوام کو جمع کرنے میں مشکل ہو جاتی ہے۔ بڑی دلیل یہ سمجھی جاتی ہے کہ آج جمعہ کی عظمت سے بے پرواہی ہے۔ لوگوں کو جمعہ سے ہم ان الفاظ سے آگاہ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر یہ (جس کو عرف میں صلوٰۃ کہا جاتا ہے) نہ دی جائے اس مسجد میں جمعہ کی نماز بالکل جائز نہیں ہوتی۔ زید وعمر تحت قول صاحب الکنز فی باب الاذان کے حضرت امیر عمر رضی اللہ عنہ وحضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول سے حرمت ثابت کر کے ایسے مسجد کی نماز کو مکروہ تحریمی کہتے ہیں نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول من احدث فی امرنا هذا ماليس منه فهو رد سے استدلال کرتے ہوئے اس کو قبیح بدعت شمار کرتے ہیں۔ شیخ دہلوی کے الفاظ میں اس صلوٰۃ کے متعلق شرح سفر السعادہ میں ہے۔ اما ایں اذان دیگر کہ برائے ادائے جمعہ سنت گویند نہ درزمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود نہ درزمان صحابہ ونہ بعد از ایشاں ومعلوم نہ شد۔ کہ از کجا پیدا شد در حواشی ہدایہ گفتہ آند کہ ایں اذان درزمان حجاج احداث یافتہ بعد ازیں کہ سنت را ہم بعد از اذان اول بگذارند۔ اب آیا اس کو چھوڑنا چاہیے یا کہ نہ اس سے نماز مکروہ تحریمی ہو جاتی ہے یا کہ نہیں پہلے نماز جمعہ جو کہ ایسی مسجدوں میں ادا کی گئی ہیں ان کے اعادہ کا کیا حال ہے۔ الفاظ کما حقہ ہیں۔ الصلوٰۃ الف السلام علیک علیک یا سیدی حضرت آدم صفی اللہ الصلوٰۃ الف السلام علیک۔ علیک یا سیدنا حضرت نوح نبی۔ اسی طرح اٹھارہ بیس پیغمبروں کے نام لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ختم کرتے ہیں اور درمیان میں پانچ پانچ منٹ توقف کر کے پھر شروع کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد اذان عثمان دی جاتی ہے پھر سنت پڑھتے ہیں۔ چنانچہ زید وعمر پر جو کہ حامی نہیں اس کی وجہ سے قاتلانہ حملہ ہو رہا ہے۔ حتیٰ کہ حکومتی حملہ اندرون سے بھی کیا جا رہا ہے۔ اس مسئلہ کو کما حقہ اور بحوالہ کتب معتبرہ واضح فرما دیں۔ (۲) تلقین میت بعد الدفن (۳) بعد فراغ جنازہ قیاماً (۴) ونوافل سے فراغ کے بعد امام مقتدیوں کو مجبور کر کے ان کے ساتھ دعا کریں۔ اس کے تارک پر ملامت کی جائے۔ تمام مسائل بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں۔

﴿ج﴾

صلوٰۃ معروف یعنی بآواز بلند درود شریف بہ نیت اعلام نماز جائز نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ وتابعینؒ کے زمانہ

میں یہ طریقہ معمول بہا نہیں تھا - ائمہ وفقہاء ومحدثین سے بحوالہ منقول نہیں ہے - اس لیے اس کا ترک کرنا لازم ہے - نیز یہ تحویب بھی نہیں ہے - تحویب تو بعد از اذان اور قبل امامت کے ہوتی ہے - بالاتفاق ایسی تحویب جائز نہیں جو قبل اذان کے ہو - اس کو تحویب کہنا عقل ونقل کے خلاف ہے تحویب کے معنی فقہاء نے الاعلام بعد الاعلام کے لکھے ہیں - لغت میں بھی تحویب کے معنی لوٹانے کے ہیں - اس لیے اذان سے پہلے اعلام کو تحویب کہنا اور اس پر تحویب کا حکم لگانا قطعاً غیر صحیح ہے -

(۲) دفن میت کے بعد وہاں اتنی مقدار بیٹھ جانا کہ اونٹ ذبح ہو کر اس کا گوشت تقسیم ہو جائے ثابت ہے - اس وقت چونکہ میت سے سوال ہوتا ہے - اس لیے اس کے لیے تثبیت فی الجواب کی دعا مانگی تھی - کما فی سنن ابی داؤد - کان النبی ﷺ اذا فرغ من دفن المیت وقف علی قبرہ و قال استغفروا لاخیکم واسئلوا اللہ لہ التثبیت فانہ الان یسئال - نیز اول سورۃ بقرہ اور خاتمہ سورۃ بقرہ کا پڑھنا منقول ہے - و کان ابن عمر یستحب ان یقراء علی القبر بعدالدفن اول سورۃ البقر و خاتمھا شامی - ج ۱ ص ۶۶۱ کتاب الجنائز .

(۳) دعاء بعد الجنازہ اجتماعی صورت میں مانگنا خیر القرون میں معمول نہیں تھا - بلکہ فقہاء نے صراحۃً اس کو منع فرمایا - بحر الرائق - سراجیہ وغیرہ دیکھ لیجیے - اس لیے اس کا ترک کرنا لازم ہے -

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنت بعد الفرض گھر میں ادا فرمایا کرتے تھے - تو سنت کے بعد دعا مقتدیوں کے ساتھ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ مانگی تو اس کا ثبوت نہ ہوا - اور اس کے ترک کرنے والے پر ملامت کرنی نعوذ باللہ یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے جہالت پر مبنی ہے - یا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اعتراض کرنا ہے - والعیاذ باللہ - البتہ فرض کے ساتھ دعا مانگ سکتے ہیں - اس کا ثبوت ہے - واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

شرط نہ پائے جانے کے باوجود جاری کیے گئے جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک ایسی جگہ ہو کہ وہاں جمعہ کی نماز کی شرائط نہ پائی جائیں - وہاں اس مسجد میں نماز جمعہ صحیح ہے یا نہیں؟ درصورتیکہ اس مسجد میں چار پانچ سال پہلے بھی جمعہ کی نماز جاری ہو - اور اس مسجد کے نزدیک ایک اور مسجد آدھ میل کے فاصلہ پر ہو - وہاں اس مسجد میں بھی جمعہ کی نماز قائم ہو - اس جگہ پر صرف چالیس پچاس آدمی نماز جمعہ کے لیے آتے ہیں - اب کونسی مسجد میں نماز جمعہ پڑھی جائے اور کون سی میں نہ پڑھی جائے - اور نماز ظہر بھی پڑھے یا نہ اگر پڑھے باجماعت پڑھے یا نہیں؟

﴿ج﴾

جس گاؤں میں نماز جمعہ کی شرائط نہ پائی جائیں - وہاں نماز جمعہ پڑھنا جائز نہیں اور نماز جمعہ ادا کرنے سے ظہر ساقط نہیں ہوتی - ایسی جگہ میں نماز جمعہ پڑھنا درمختار میں مکروہ تحریمی لکھا ہے - لہٰذا اس جگہ ترک جمعہ ضروری ہے - تمام لوگ ظہر کی نماز باجماعت ادا کریں - و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز (الجمعۃ) فی الصغیرۃ التی لیس فیھا قاض و منبر و خطیب...... الاتری ان فی الجواھر لو صلوا فی القری (الصغیرۃ) لزمھم اداء الظھر (ردالمحتار باب الجمعۃ ج ۱ ص ۵۹۰) و فی القنیۃ صلوۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای لانہ اشتغال بما لا یصح (درمختار) (قولہ صلوۃ العید) و مثلہ الجمعۃ ج ۱ ص ۶۱۱ (ردالمحتار باب العیدین) - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا جمعہ کے فرضوں کے بعد والی چار رکعات مؤکدہ ہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جمعہ کی نماز میں ۴ رکعت نماز سنت ۲ رکعت نماز فرض ۶ رکعت نماز سنت یعنی ۴ اور ۲ یہ جو چار سنتیں فرضوں کے بعد ہیں -

(۱) کیا یہ سنتیں مؤکدہ ہیں یا غیر مؤکدہ؟

(۲) نہ پڑھنے کی صورت میں نماز مکمل ہوگی یا نہیں؟

﴿ج﴾

جمعہ کی پہلی چار سنتیں اور بعد کی چار مؤکدہ ہیں - لیکن فرضوں کے بعد چھ بہتر ہیں - چار پہلے اور دو پیچھے وسن مؤکدا (اربع قبل الظھر و) اربع قبل (الجمعۃ و) اربع (بعدھا بتسلیمۃ) (الدر المختار باب النوافل ص ۴۹۷ ج ۱) و ذکر فی الاصل و اربع قبل الجمعۃ و اربع بعدھا الخ - و ذکر الطحاوی عن ابی یوسف انہ قال یصلی بعدھا ستا - الخ - و ینبغی ان یصلی اربعا ثم رکعتین (بدائع صنائع) سنن مؤکدہ کا ترک کرنا درست نہیں حتی الوسع انکو پڑھنا چاہیے - ولھذا کانت السنۃ المؤکدۃ قریبۃ من الواجب فی لحوق الاثم کما فی البحر و یستوجب تارکھا التضلیل واللوم کما فی التحریر ای علی سبیل الاصرار بلا عذر (ردالمحتار باب الوتر والنوافل ج ۱ ص ۴۹۷) اس جزئیہ سے معلوم ہوا کہ سنت مؤکدہ کا تارک موجب عتاب و سرزنش ہے - واللہ تعالیٰ اعلم

پچاس گھروں کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دیہات جس جگہ بازار نہیں مگر کاروبار تجارت ہوتا ہے سڑک موجود ہے جامع مسجد موجود ہے جس میں دو اڑھائی سو آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں گردونواح میں سینکڑوں مکانات ہیں- ڈاک خانہ موجود نہیں بستہ یونین کونسل کا دفتر موجود ہے بستی میں ۵۰/۴۰ گھر ہیں- کیا علماء امت اس مسئلہ میں اجتہاد کر کے دیہات میں نماز جمعہ پڑھنے کی اجازت دے سکتے ہیں؟

﴿ج﴾

فقہ کی معتبر کتابوں مثل ہدایہ وشرح وقایہ درمختار وشامی سے یہ ثابت ہے کہ وجوب جمعہ اور ادائے جمعہ کے لیے مصر شرط ہے- اور شامی میں نقل فرمایا ہے- کہ قصبہ اور قریہ کبیرہ میں جمعہ ادا ہوگا- کیونکہ وہ بھی شہر اور مصر کے حکم میں ہے- مصر کی تعریف میں اختلاف ہے- لیکن عرف پر ہے- عرفی جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو- اور بازار گلیاں اس میں موجود ہوں اور ضروریات زندگی سب متی ہوں- وہ شہر ہے-

فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح- (ردالمحتار باب الجمعة ج ۱ ص ۵۹۰) و ایضا فیه تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق (الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة ج ا ص ۵۹۰ و ایضا فیه (قوله و صلوة العید فی القری تکره تحریما) و مثله الجمعة (ردالمحتار باب العیدین ج۱ ص۶۱۱)

سوال میں جس دیہات کا ذکر ہے نہ یہ مصر ہے اور نہ قریہ کبیرہ لہٰذا اس دیہات میں عندالاحناف نماز جمعہ یا عیدین صحیح نہیں- اور نماز جمعہ ادا کرنے سے ان لوگوں کے ذمے سے نماز ظہر ساقط نہیں ہوتی- لما فی الشامیة الاتری ان فی الجوهر لو صلوا فی القری (الصغیرة) لزمهم اداء الظهر (شامی باب الجمعہ ص ۵۹۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

جمعہ کے روز وعظ کی صورت میں اذان وعظ اور عربی خطبہ کی بہتر ترتیب؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ ہمارے مولوی صاحب جمعہ کے دن ہمیشہ اذان ثانی (جو خطیب صاحب کے سامنے پڑھی جاتی ہے) کہلوا کر تقریر شروع فرماتے ہیں- آدھ یا پون گھنٹہ تقریر فرمانے کے بعد

مختصر سا عربی خطبہ پڑھ کر جماعت کروا لیتے ہیں چونکہ دیہات ہے اس لیے لوگ نماز کھڑی ہونے تک آتے رہتے ہیں- اور سنتے پڑھتے رہتے ہیں- سامعین کے لیے خطبہ کے آداب تحریر فرمادیں- نیز جو لوگ سنتیں پڑھتے ہیں وہ جائز ہے یا نہیں؟ نیز مولوی صاحب کا یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟ دلائل سے مزین فرما کر مسئلہ کی وضاحت کریں؟

﴿ج﴾

خطبہ جمعہ کے آداب وواجبات بہت ہیں- منجملہ ان کے اہم اور ضروری امر یہ ہے کہ جب خطبہ شروع ہو تو بالکل بات چیت بند کی جائے- بلکہ ہمہ تن متوجہ ہو کر خطبہ سنا جائے اور نماز سنن وغیرہ بھی اس وقت میں پڑھنا منع ہے- لہٰذا خطیب صاحب کو چاہیے کہ تقریر خطبہ سے پہلے کریں اس کے بعد اذان ثانی کہلوا کر مختصر خطبہ عربی میں پڑھ لیں- پھر فریضہ نماز ادا کریں اور اگر تقریر کا سلسلہ بعد از جمعہ کے کر لیا جائے تو اور بہتر ہوگا- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

علاماتِ شہر؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ جمعہ کی نماز کی ۹ شرطیں بیان کی ہیں- چار وجوب کی: مردی- آزادی- بیلزری- اقامت- اور پانچ صحت کی: شہر- وقت- خطبہ- جماعت- اذن عام نمبر ا شہر کی تعریف میں تحریر ہے- کہ مسجد بڑی کے بھر جانے سے زائد مسلمان مرد مکلف موجود ہوں- وہ شہر کے حکم میں ہے کیا یہ قول صحیح ہے-

(۲) بڑی مسجد کی مقدار چالیس گز شرعی تحریر ہے- چوڑائی کا ذکر نہیں ہے چوڑائی بیان کر دیں-

(۳) مقدار گز چوبیس انگل تحریر ہے- اور انگل کم وبیش ہوتی ہے- انچ تحریر کر دیں-

(۴) شہر کی تعریف بقلم خود تحریر کر دیں- یہ تحریر بحوالہ شامی ہے-

﴿ج﴾

شہر قصبہ یا قریہ کبیرہ میں جمعہ فرض ہے- قریہ کبیرہ وہ ہے کہ قریب قریب کی چھوٹی بستیوں کے لیے مرجع ومرکز کی حیثیت رکھتا ہو اور جملہ ضروریات زندگی وہاں پوری ہوتی ہوں- اس میں بازار گلی کوچے ہوں اور تقریباً تین چار ہزار کی آبادی ہو- اور عرف میں بھی قریہ کبیرہ کہلاتا ہو- تو یہ علامات مصر وقصبہ وقریہ کبیرہ ہونے کی ہیں- جہاں یہ علامات موجود ہوں گی وہاں پر جمعہ فرض ہوگا- باقی یہ تعریف کہ وہاں کی بڑی مسجد میں اہل قریہ نہ سما سکتے ہوں- مدارِ فرضیتِ جمعہ بنانا درست نہیں ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا نمازِ جمعہ کے بعد نماز احتیاطی ضروری ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے علاقہ میں ایک مولانا صاحب ہیں جو کہ ہر موقع پر فرماتے ہیں:

(۱) کہ بعد از صلوٰۃ دوگانہ جمعہ دو رکعت نماز احتیاطی ضروری ہے کیونکہ یہاں ملک دار الحرب ہے۔ اسلام نہیں۔ بمسلک امام ابوحنیفہؒ دلیل قطعی اور ظنی وغیرہ حوالہ سے تحریر فرمائیں۔

(۲) فرماتے ہیں یہاں دیہات میں پہلے تو جمعہ ہو نہیں سکتا کیونکہ جمعہ والی شرطیں موجود نہیں۔ اگر ہو تو نماز بالکل نہیں ہوتی۔

(۳) وہ علاقہ میں اس مسئلہ کو عام کر رہے ہیں۔ حالانکہ دیہاتوں میں چاہ چاہ جمعہ ہوتا رہتا ہے آپ پوری وضاحت سے مسئلہ تحریر فرمائیں لوگوں میں شرارت بڑھنے کا امکان ہے اسلیے اس مولانا کو مسئلہ سمجھایا جائے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ واضح رہے کہ احناف کے نزدیک جمعہ شہر یا قریہ کبیرہ میں ادا ہوتا ہے قریہ صغیرہ میں چاہ چاہ مگر جمعہ کا ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ اور ان لوگوں کے ذمہ سے جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز ساقط نہیں ہوتی۔ ان پر لازم ہے کہ وہ ظہر کی چار رکعتیں باقاعدہ جماعت کے ساتھ ادا کر لیا کریں۔ جمعہ کی دو رکعتیں جن کو یہ دیہات والے پڑھتے ہیں یہ نفل کہلائیں گی۔ اور نماز نفل کا ادا کرنا جماعت کے ساتھ بالتداعی مکروہ ہے۔ باقی ہمارا ملک اگرچہ اس میں شرعی احکام اور حدود جاری نہیں ہیں۔ تب بھی دار الاسلام ہی ہے۔ کیونکہ اسلام پر عمل کرنے میں نمازیں ادا کرتے اذانیں دینے وغیرہ پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ لہٰذا دار الاسلام ہے۔ اور اس میں جمعہ ادا کرنا جائز ہے۔ شہر والے یا محلہ والے جس شخص پر اتفاق کر کے خطیب بنائیں تو اس کے پیچھے جمعہ ادا کرنا اندریں حالات جائز ہے۔ باقی نماز احتیاطی کے بارہ میں فقہاء کرام کا نیز علماء دیوبند مولانا رشید احمد صاحبؒ گنگوہی مولانا عزیز الرحمٰن صاحبؒ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ وغیرہ کا فتویٰ یہی ہے کہ جہاں شہر ہو وہاں تو جمعہ کی نماز ادا ہو جاتی ہے۔ اور ظہر کی نماز ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔ نماز احتیاطی ادا کرنے کا کیا فائدہ الثانیہ کہ اس کے ادا کرنے سے جمعہ کی فرضیت کے متعلق عوام بلکہ خواص تک کے عقیدہ کے کمزور ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لیے شہروں میں احتیاطی نماز ادا نہ کی جائے۔ اور جہاں دیہات اور چاہ ہے وہاں کے لوگوں پر ظہر کی نماز پڑھنی فرض ہے۔ جمعہ پڑھنا وہاں ان کے لیے جائز نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کو فقط ظہر کی نماز ہی با جماعت ادا کرنی چاہیے۔ نہ یہ کہ جمعہ بھی پڑھیں اور بعد میں احتیاطی بھی پڑھیں بلکہ فقط ظہر کی نماز پر ہی اکتفا کریں۔ اس کی مزید تحقیق فتاویٰ رشیدیہ فتاویٰ دار العلوم وغیرہ میں ملاحظہ فرمالیں فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

آٹھ سو کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

یا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں تاجہ زئی جس کے بالغ مردوں کی آبادی ۸۰۰ ہے۔ تقریباً دو گنے سے ردو نابالغ بچے بچیاں اور بالغ عورتیں ہوں گی۔ ایک بجلی گھر بھی ہے۔ اسکول مڈل تک ہے۔ زنانہ سکول بھی ہے ڈسپنسری ہے۔ ڈاکخانہ بھی ہے۔ لاریوں کا مشہور اڈہ ہے۔ چار گاؤں ہیں ان کے درمیان میں ایک فرلانگ یا اس سے کم ہی فاصلہ ہے۔ گاؤں سارا ایک نام سے مسمّی ہے۔ لہٰذا جو احناف کے نزدیک مفتی بہ ہو وہ جواب عنایت فرمائیں۔ تاکہ اس علاقہ ے لوگوں کا انتشار دور ہو جائے۔

۲) یہ کہ جہاں نماز جمعہ صحیح ہو وہاں سے کتنے دور والوں پر نماز جمعہ واجب ہوگی۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

للہ الرحمٰن الرحیم۔ صورت مسئولہ میں مذکورہ بستی کے اندر جمعہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ باتفاق علماء احناف جمعہ کی صحت ے لیے مصر یا قریہ کبیرہ کا ہونا شرط ہے۔ اور تاجہ زئی تو چار چھوٹے گاؤں کا نام ہے۔ جن کے مابین فرلانگ تک کا فاصلہ ہے۔ پہلے تو یہ سارے گاؤں ایک شمار نہ کیے جائیں گے کیونکہ ان کے مابین جگہ میں غالباً کھیتی باڑی ہوتی ہوگی۔ اور جب دو نوں میں کھیتی باڑی کی وجہ سے انفصال ہو اور ان میں سے کوئی ایک دوسری بستی کا فناء بھی نہ ہو۔ تو یہ شرعاً ایک شمار نہیں کی نہ بلکہ علیحدہ علیحدہ آبادی شمار کی جاتی ہیں۔ لہٰذا تاجہ زئی کا اگر ہر ایک گاؤں علیحدہ شمار کیا جائے۔ تب تو واضح ہے۔ کہ ں میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض ان سب کو جمع کر کے ایک بستی شمار کیا جائے تب مجموعہ پر بھی مصر کی تعریف ق نہیں آتی۔ کیونکہ ہزار ڈیڑھ ہزار اور دو ہزار مختصر سی آبادی ہے۔ نیز اس میں امیر اور قاضی بھی نہیں ہے۔ دیگر جو ت از قسم گلی کوچے و بازاروں کے بتائے گئے ہیں وہ بھی اس کے اندر موجود نہیں ہیں۔ لہٰذا اس میں جمعہ جائز نہ ہوگا۔

فی الهداية والمصر الجامع كل موضع له امير و قاض ينفذ الاحكام و يقيم الحدود و هذا عند ى يوسفؒ و عنه انهم اذا اجتمعوا فى اكبر مساجدهم لم يسعهم وا لاول اختيار الكرخى و هو ظاهر والثانى اختيار الثلجى– و قال فى العناية (وعنه) اى عن ابى يوسف (انهم اذا اجتمعوا) اى سمع من تجب عليهم الجمعة لا كل من يكن فى ذلک الموضع من الصبيان والنساء والعبيد لان تجب عليهم مجتمعون فيه عادة قال ابن شجاع احسن ما قيل فيه اذا كان اهلها بحيث لو جتمعوا فى اكبر مساجدهم لم يسعهم ذلک حتى احتاجوا الى بناء مسجد اخر للجمعة و هذا

الاحتياج غالب عند اجتماع من عليه الجمعة والاول اختيار الكرخي و هو ظاهر الرواية و عليه اكثر الفقهاء والثاني اختيار ابي عبدالله الثلجي و عن ابي يوسف رواية اخرى غير هاتين الروايتين و هو كل موضع يسكنه عشرة الاف نفرفكان عنه ثلث روايات فقط والله تعالى اعلم-

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جوازِ جمعہ کے لیے قریبی بستیوں کو ملانے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بستی ہے- جس کا عمومی نام بستی قریش ہے- اگر ان لوگوں سے میل دو میل کے فاصلے سے کوئی پوچھے آپ کہاں بیٹھتے ہو- تو وہ کہتے ہیں کہ بستی قریش- مگر یہی بستی قریش تین بستیوں میں تقسیم ہے- ان کے درمیان آپس میں اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ تقریباً مدرسہ قاسم العلوم اور انوار العلوم کے درمیان میں فاصلہ ہے ان بستیوں کے درمیان ایک مسجد ہے- جس کے قریب کوئی گھر بغیر ایک کنویں کے نہیں ہے- کیا اس مسجد میں جمعہ قائم کر سکتے ہیں- یا نہیں؟ ان تین بستیوں کو بستی واحد کا حکم دے سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- آپ نے یہ تحریر نہیں فرمایا ہے کہ مجموعہ تین بستیوں کی آبادی کتنی ہے- ان کی دیگر حیثیت کذائیہ کیسی ہے- اگر مجموعہ بھی شہر جو جمعہ کے جواز کے لیے شرط ہے نہ کہلاتا ہو اور نہ شہر (مصر) کی تعریف اس پر صادق آتی ہو- تو اگر بالفرض ان کو ایک بستی کے حکم میں بھی قرار دے دیا جائے تب بھی جمعہ اس میں جائز نہ ہوگا- یہ تو بعد کی بات ہے کہ ان کو بستی واحد کا حکم دیا جائے گا یا نہیں؟ شہر بننے کے لیے تو علاوہ دیگر شرائط کے کافی بڑی آبادی کی ضرورت پڑتی ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

تین سو بالغ و نابالغ افراد کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے چک میں تقریباً تین صد مرد و عورت بالغ و نابالغ کی آبادی ہے- یہاں دوکانیں چار ہیں- یہاں سے سودا جو ہفتہ بھر کے لیے ضروری ہوتا ہے وہ نہیں مل سکتا-

(۲) باشندہ- لوہار- ترکھان- حجام- درزی موچی وغیرہ ہیں-

(۳) ایک گاؤں ہے وہاں جامع مسجد بھی ہے- اور ہمیشہ جمعہ ہوتا ہے یہاں سے چار میل کے فاصلہ پر ہر چار طرف جمعہ

ہے- ہمارے چک میں ایک مسجد ہے- اس میں جمعہ جائز ہے یا نہیں-

﴿ج﴾

یہ بستی چھوٹی ہے- صحت جمعہ کے لیے تمام فقہاء نے مصر ہونے کو شرط لکھا ہے- قصبہ بھی مصر کا حکم رکھتا ہے- پس اس بستی میں نماز جمعہ صحیح نہیں ہے- نماز ظہر باجماعت پڑھنا ضروری ہے- ورنہ فرض ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا جمعہ کے صحیح ہونے کے لیے خطبہ سننا شرط ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

ایک شخص خطبہ میں شمولیت نہیں کرتا بعدہ جماعت میں شامل ہو جاتا ہے-

براہ شفقت فرماتے ہوئے یہ بیان فرمائیں کہ اس شخص کی نماز جمعہ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اگر ہو جاتی ہے تو کس درجہ یعنی کاملاً یا ناقصاً- بسط کے ساتھ واضح الفاظ میں بیان فرما دیں-

﴿ج﴾

جمعہ کی صحت کے لیے خطبہ کا ہونا تو شرط ہے- سننا شرط نہیں ہے- ایک آدمی اگر دیر سے آ گیا ہے اور خطیب خطبہ پڑھ چکا ہے مجمع موجود ہے اور یہ شخص آ کر صرف نماز میں شریک ہو جاتا ہے تو اس کی نماز جمعہ ادا ہو جاتی ہے- ہاں ثواب اس کا پہلے آنے والے لوگوں سے جو خطبہ سن چکے ہیں بہت کم ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ڈیڑھ درجن مکانات کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک چھوٹی سی بستی ہے جس میں ڈیڑھ درجن مکان ہیں- اور اس کے ارد گرد اور بھی بستیاں ہیں- جن بستیوں کا فاصلہ ایک بیگھہ یا ایکڑ اور اس سے زیادہ بھی ہے- اس طرح اگر ان بستیوں کو اکٹھا کیا جائے تو ایک اچھا خاصہ قصبہ بن جاتی ہیں- مذکورہ بستی میں ایک دینی درس گاہ ہے- اس درس گاہ کی مسجد میں نماز جمعہ شروع ہے- شروع اسی وجہ سے کیا ہے کہ یہ لوگ آٹھ دن کے بعد کوئی دین کا حکم سن جائیں- تو آیا بستی مذکورہ میں نماز جمعہ جائز ہے یا کہ نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم- واضح رہے کہ صحت ادائے نماز جمعہ کے لیے مصر یا فناء مصر کا ہونا- باتفاق علماء احناف شرط ہے- جہاں یہ شرط نہ پائی جائے وہاں کے لوگوں پر ظہر کی چار رکعتیں فرض ہیں جمعہ کے ادا کرنے سے ظہر کی نماز ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی-

نیز ایسی جگہ جمعہ کی نماز کا ادا کرنا داء نفل بالجماعۃ بالتداعی ہوگا- اور یہ بھی مکروہ ہے- مذکورہ بستی چونکہ قریہ صغیرہ ہے اور آس پاس کی بستیوں کو شرعاً اس کے ساتھ اکٹھا نہیں کیا جا سکتا- لہذا جمعہ کی نماز کا ادا کرنا مذکورہ بستی میں ناجائز ہے- مذکورہ بستی کے لوگوں پر ظہر کی نماز فرض ہے- اگر دین کا حکم سنانا مقصود ہے تو روز سنا دیا کریں- گھر گھر جا کر تبلیغ فرمائیں یا جمعہ درس وغیرہ منعقد کر لیا کریں- جمعہ کا ادا کرنا محض اس مصلحت کی خاطر ہرگز درست نہیں ہے- قال فی الکنز شرط ادائها المصر و هو كل موضع له امير وقاص ينفذ الاحكام و يقيم الحدود او مصلا- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کیا جمعہ کے دن کام کاج کی چھٹی کرنا بدعت ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید مدارس اسلامیہ اور اسلامی تعلیمی درسگاہوں میں تعطیل یوم الجمعۃ کا قائل ہے اور کہتا ہے کہ علماء سلف اور خلف کا اس پر اختلاف ہے خواہ غیر مقلدین یا مقلدین ائمہ اربعہ دیوبندی' بریلوی ہوں یا اہل شیعہ ہوں- ان کا اجماع ہے اور بکر سب کی تغلیط کرتے ہوئے کہتا ہے کہ بدعت ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور صحابہ کے زمانہ اور تابعین اور تبع تابعین اور مجتہدین کے زمانے میں مروج نہ تھا بلکہ گورنمنٹ برطانیہ نے اپنے اقتدار کے دور میں روسی لیبر پارٹی کے انقلاب سے متاثر ہوتے ہوئے ایک دن کی تعطیل مقرر کی ہے اور مولوی لوگوں نے پھر اس جمعہ کے دن کی تعطیل کو اس سے لیا ہے- بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم- واضح رہے کہ بدعت شرعاً اس کو کہتے ہیں کہ کسی ایسے کام کو عبادت سمجھ کر کیا جائے جس کا شرعاً عبادت ہونا ثابت نہ ہو- كما فى الحديث من احدث فى امرنا هذا ما ليس منه فهو رد او كما قال عليه السلام -لہذا کسی کام کو اگر کیا جائے اور اسے عبادت یعنی کار ثواب سمجھ کر نہ کیا جائے تو شرعاً بدعت نہیں کہا جاتا- مثلاً لاریوں اور ریلوں کا سفر بدعت شرعاً نہیں ہے- اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نیز قرون مشہود لہا بالخیر میں اس قسم کے سفر کا کوئی نام و نشان نہیں ہے- کیونکہ اس قسم کے سفر کو تو کوئی عبادت کی غرض سے مقصود سمجھ کر نہیں کرتا- اس طرح مدارس عربیہ

موجودہ نہج اور طرز پر اجراء اگرچہ قرون ثلثہ کے بعد کا ہی ایجاد ہے- مگر چونکہ مقصود دین کی تعلیم و تبلیغ ہے- موجودہ زمانہ میں مدارس کا موجودہ طریقہ اس مقصود کی آسانی کا سبب بنتا ہے- اس لیے ان کا اجراء کیا جاتا ہے- نہ یہ کہ ایسے طرز ہی کو مقصود اور عبادت سمجھ کر ہی کیا جاتا ہے- ورنہ یہ بھی بدعت بن جائے گا-

اس تمہید کے بعد سمجھ لینا چاہیے کہ مسئلہ متنازعہ فیہ میں زید اگر تعطیل یوم جمعہ کا عبادت سمجھ کر قائل ہے تو یہ بدعت اور ناجائز ہے- اور اگر زید تعطیل یوم الجمعۃ کا عبادت سمجھ کر قائل نہیں ہے بلکہ یوں قول کرتا ہے کہ سلف و خلف علماء کرام کی یہ عادت چلی آرہی ہے اور ان کا یہ عرف چلا آیا ہے کہ جمعہ کے دن مدارس میں تدریس کی چھٹی ہوتی ہے- اور اسباق بند رہتے ہیں اور اس عادت کو قبیح و شنیع سمجھتا ہے اور اس کو انگریزوں یا دیگر کافروں اور مشرک قوموں کی تقلید گردانتا ہے اور کہتا ہے کہ انگریزوں کی تقلید اور روسی لیبر پارٹی کے انقلاب کا یہ جمعہ کی تعطیل اثر ہے- علماء سلف میں جمعہ کی تعطیل کا رواج نہ تھا- لہذا یہ بدعت اور گناہ ہے- اگر نزاع اس نوعیت کا ہے تو زید حق پر ہے- اور بکر باطل پر ہے- کیونکہ ہمارے متقدمین اور سلف صالحین جو اس روسی انقلاب گورنمنٹ برطانیہ کے دور سے پہلے گزر چکے ہیں ان سے جمعہ کی تعطیل مدارس ثابت ہے- بلکہ بعض کے ہاں تو ہفتہ میں دو دنوں منگل اور جمعہ کی تعطیل کا عام رواج تھا- تو وہ علماء کی جمعہ کی تعطیل کو انگریزوں کی تقلید کہتا ہے- حقیقت میں علماء سلف کی عادت کی پیروی ہے- اور چونکہ اسے عبادت نہیں سمجھا جاتا ہے بلکہ راحت یا مطالعہ یا دیگر امور ضروریہ کے لیے جمعہ کی تعطیل مناتے ہیں لہذا بدعت نہ کہلائے گا- چند وہ حوالے پیش کیے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلاف میں جمعہ بلکہ منگل رمضان اور عیدین کی تعطیل کا عام رواج تھا- قال فی الدر المختار علی هامش الشامی ج ۳ ص ۴۱۶ و هل ياخذ ايام البطالة كعيد و رمضان لم اره و ينبغى الحاقه ببطالة القاضى واختلفوا فيها والاصح انه ياخذ لانها للاستراحة اشباه من قاعدة العادة محكمة سحنى ما لو غاب فليحفظ وقال الشامى تحته- (قوله و ينبغى الحاقه ببطالة القاضى الخ) قال فى الاشباه و قد اختلفوا (الى ان قال) ان ياخذ و يصرف اجر هذين اليومين الى مصارف المدرسة من مرمة وغيرها بخلاف ما اذا لم يقدر لكل يوم مبلغا فانه يحل له الاخذ وان لم يدرس فيهما للعرف بخلاف غيرهما من ايام الاسبوع حيث لايحل له اخذ الاجر عن يوم لم يدرس فيه مطلقا سواء قدر له لكل يوم اولا الخ- قلت هذا ظاهر فيما اذا قدر لكل يوم درس فيه مبلغاً امالو قال يعطى المدرس كل يوم كذا فينبغى ان يعطى ليوم البطالة المتعارفة ما ذكره فى مقابله من البناء على العرف فحيث كانت البطالة معروفة فى يوم الثلاثاء والجمعة و فى رمضان والعيدين يحل الاخذ- الخ ج ۳ ص ۴۱۶

اگر یہ طے کر لیا جائے کہ جمعہ کے دن بھی پڑھنا ہوگا اور اس پر درس لگ جائے تب اس کو جمعہ کے دن بھی پڑھنا ضروری

ہے اور اگر چہ شرط نہیں کر چکا تھا تب بمطابق عرف ورواج جمعہ کو پڑھنا لازم نہ ہوگا- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایسے گاؤں میں جمعہ کا حکم جہاں ایک ہی نماز میں ساٹھ اشخاص اکٹھے ہو جائیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے گاؤں چوہڑکوٹ میں بیک وقت ایک ہی نماز کے لیے تقریباً پچاس یا ساٹھ آدمی جمع ہو سکتے ہیں- گاؤں میں تقریباً ۶ یا ۸ دوکانیں موجود ہیں- جن میں ضروریات زندگی کی اشیاء بآسانی مل سکتی ہیں- ان میں لوہار بھی ہے- زرگر نہیں ہے- اب تک ہم نے کبھی بھی اس میں جمعہ کی نماز نہیں پڑھی ہے- اب ایک مولوی صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اہالیان چوہڑکوٹ پر جمعہ کی نماز فرض ہے- تو کیا ہم پر نماز جمعہ فرض ہے یا نہیں سرکاری دفتر میں سے پٹوار خانہ اور سکول بھی موجود ہے- بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم- معلوم ہے کہ باتفاق جمیع علماء احناف جمعہ کی فرضیت اور اس کی صحت کے لیے مصر (شہر) ہونا شرط ہے- عام دیہاتوں اور بستیوں میں نماز جمعہ پڑھنی جائز نہیں ہے- بلکہ ظہر چار رکعتیں ادا کرنی فرض اور ضروری ہیں- اور مصر کی تعریف میں مختلف اقوال ہیں- بعض کہتے ہیں وہ بڑی آبادی کہ جس میں بازار اور گلیاں ہوں اور اس میں ایک ایسا حاکم موجود ہو جو اپنی قوت وسلطنت اور علم وفہم کے ذریعہ مقدمات اور فیصلے کرنے کی قدرت رکھتا ہو- بعض کا قول ہے وہ آبادی کہ جس میں والی اور قاضی ہو جو حدود اور احکام شرعیہ کو جاری کرتا ہو- بعض فرماتے ہیں اتنی بڑی آبادی کہ اس آبادی کے سب عاقل بالغ مرد اگر جمع ہو جائیں تو بڑی مسجد کے اندر اور باہر نہ آسکیں- اور ایک روایت امام ابو یوسف صاحب سے ہے وہ آبادی کہ جس میں دس ہزار آدمی بستے ہیں- وہ شہر ہے اسی طرح دیگر اقوال بھی ہیں- اور یہ تعریفیں امارات و علامات ہیں- اور سب کا مآل تقریباً ایک ہی ہے- وہ یہ کہ ایسی آبادی ہو کہ بڑے شہروں کو شمار کرتے وقت اسے بھی ان میں عرفاً شمار کیا جائے- کما قال فی البحر الرائق ص ۱۵۱ تحت قول الکنز- شرط ادائها المصر و هو کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود اومصلاه- (قال) و فی حدالمصر اقوال کثیرة اختاروا منها قولین احدهما ما فی المختصر ثانیهما ما عروه لابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غیره والناس یرجعون الیه فی الحوادث- الخ و قال فی الهدایة (لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر و لا تجوز فی القری) لقوله علیه السلام لا جمعة ولا تشریق و لا فطر

ولا اضحی الافی مصر جامع والمصر الجامع کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام و یقیم الحدود و هذا عند ابی یوسف رحمه الله تعالی و عنه انهم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجدهم لم یسعهم والاول اختیار الکرخی و هو الظاهر والثانی اختیار الثلجی- و فی العنایة شرح الهدایة علی هامش فتح القدیر ج ۱ ص ۴۱۰ و عن ابی یوسف روایة اخری غیر ها تین الروایتین و هو کل موضع یسکنه عشرة الاف نفر فکان عنه ثلاث روایات-

سوال میں جس بستی کے متعلق پوچھا گیا ہے- اور جس کے کچھ حالات سوال میں درج ہیں اور کچھ زبانی بتائے گئے وہ یہ کہ اس کی آبادی تقریباً تین سو نفر کی ہے وغیرہ- میرے خیال میں مصر کی تمام تعریفوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بستی مصر (شہر) شرعاً نہیں ہے- اور اس کے اہالیان پر نماز جمعہ فرض نہیں ہے- بلکہ لوگ ظہر کی نماز ہی ادا کریں گے جمعہ کی نماز پڑھنے سے ان کے ذمہ سے ظہر کی نماز ساقط نہ ہوگی- جیسا کہ پہلے سے یہ لوگ جمعہ کی نماز نہیں پڑھتے رہے- اب بھی اتفاق کر کے نہ ہی پڑھا کریں حدیث وفقہ پر نظر کر کے یہی سمجھ میں آتا ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فوجی شہر سے دور سکیم پر ہوں تو جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین جب فوج سکیم پر جاتی ہے تو وہاں پر کیمپ جو ہوتا ہے وہ عارضی ہوتا ہے لیکن وہاں جمعہ کے دن جمعہ کی نماز پڑھیں یا ظہر کی نماز پڑھیں اور کیمپ شہر سے دور اور جنگل میں ہوتا ہے صرف وہاں یونٹ کی نفری تقریباً تین یا چار سو ہوتی ہے- لہٰذا مہربانی فرما کر ہماری اس معاملہ میں رہنمائی فرمائی جائے-

﴿ج﴾

واضح رہے کہ صحت جمعہ کے لیے مستقل آبادی شرط ہے جنگل میں یا خانہ بدوش جہاں عارضی رہائش اختیار کرے اور وہاں مستقل آبادی نہ ہو وہاں جمعہ اور عیدین جائز نہیں- نیز جواز جمعہ کے لیے مصر یعنی شہر یا قریہ کبیرہ کا ہونا بھی شرط ہے عرفات کے میدان میں جہاں لاکھوں افراد جمع ہوتے ہیں چونکہ مستقل آبادی نہیں- جمعہ جائز نہیں لہٰذا فوجی سکیم پر جب مستقل آبادی یعنی شہر میں قیام نہ ہو- جمعہ درست نہیں-

جمعہ اور جنازہ اکٹھے ہو جائیں تو پہلے کسے ادا کیا جائے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ فرض کفایہ فرض عین کے وقت میں جمع ہوئے ہیں- کس صلوٰۃ کو پہلے ادا کرنا چاہیے- اور

جمعہ کی اذان بھی ہو چکی ہے جمعہ پڑھتے وقت دیر ہو جائے گی - اس لیے پہلے نماز جنازہ پڑھائی گئی ہے - بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم - شرعاً نماز جنازہ کی تعجیل مندوب اور مطلوب ہے حدیث شریف میں وارد ہے - **ثلاث لا یؤخرون (وعدمنها) الجنازة اذا حضرت (الحديث)** - لہذا اگر نماز جنازہ نماز جمعہ سے پہلے ادا کی جائے تو بہتر ہے - مصلحت کی خاطر (مثلاً تکثیر جماعت) نماز جنازہ فرض عین سے مؤخر کی جائے تو بھی جائز ہے - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نئی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان دین - دریں صورت کہ ایک جامع مسجد میں کافی عرصہ سے جمعہ کی نماز شروع ہے - اب اسی جگہ ایک نئی آبادی تعمیر ہوئی ہے مسافت یعنی دوری دواڑھائی کرم ہے اس میں ایک نئی مسجد آباد ہوئی ہے کیا اب اس نئی آبادی کی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں - بینوا توجروا -

﴿ج﴾

جمعہ بڑے بڑے شہروں میں قائم کیا جاتا ہے - چھوٹی بستیوں میں جائز نہیں ہے صورت مسئولہ میں اگر یہ جامع مسجد بڑے قصبہ یا شہر میں واقع ہے - تو وہاں جمعہ جائز ہے مگر اس کے ساتھ اگر نئی آبادی تعمیر ہوئی ہے جو کہ اس پرانی آبادی کے ساتھ بالکل متصل ہے تو ان لوگوں کو شہر کی قدیم جامع مسجد میں جمعہ پڑھنا لازم ہے - الگ جمعہ قائم کرنا بالکل غیر موزوں ہے - جواز وعدم جواز کی بحث میں ہم اس وقت نہیں پڑتے یہ تحقیق کتابوں کی تصحیح پر موقوف ہے لیکن اس میں کلام نہیں ہے - کہ آج کل جو رواج ہر مسجد میں جمعہ قائم کرنے کا پڑ گیا ہے - بالکل نامناسب اور طریق سلف کے بالکل خلاف ہے - اللہ تعالیٰ معاف فرمائے - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک ایک میل کے فاصلہ پر واقع چار بستیوں میں تین سو بیس گھر ہوں تو جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

(۱) دیہات میں تین چار بستیاں ہیں ایک موضع گلزار پور تقریباً ۱۵۰ گھر ہیں اور دوسری بستی موضع بو یہ والا ایک- پچاس گھر ہیں - تیسری بستی تقریباً چالیس گھر ہیں چوتھی بستی تقریباً اسی گھر ہیں - یہ چاروں بستیاں ایک ایک میل کے فاصلہ

پر ہیں درمیان میں کچھ چاہ ہیں جن میں چار یا تین گھر ہیں - ان میں نماز جمعہ جائز ہے - یا نہیں؟

﴿ج﴾

ان بستیوں میں کسی خاص مقام پر جمع ہو کر جمعہ پڑھنا جائز نہیں - ظہر پڑھنا لازم ہے بہتر ہے کہ جمعہ کے دن اجتماع کر لیا کریں اور تقریر و وعظ بھی ہو جائے لیکن نماز ظہر بغیر خطبہ وقت مسنون پر ادا کر لیا کریں - فقط واللہ تعالیٰ اعلم -

چالیس گھروں کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

ہماری بستی میں صرف چالیس گھر ہیں وہاں ایک مولوی صاحب جمعہ پڑھاتے تھے - وہ چلے گئے تو ایک دوسرا آدمی جمعہ پڑھنے کے بعد احتیاطی چار رکعت فرض ظہر پڑھنے کے واسطے کہتا ہے کہ فرض یقینی طور پر ساقط ہو جائے تو پہلے جو مولوی ہمیشہ جمعہ پڑھاتا تھا پھر آیا اور لوگوں کو کہنے لگا کہ جمعہ کے بعد فرض احتیاطی جو کوئی پڑھے گا اس کا جمعہ نہ ہوا اور نہ ظہر ہوئی اور ساتھ یہ حکم بھی دے دیا کہ جمعہ ملک پاکستان میں ایک چاہ پر بھی ہوتا ہے - کوئی شرط کی ضرورت نہیں - تو لوگ پریشان ہوئے اس واسطے مہربانی کر کے جو شریعت کا حکم ہو فرمائیں -

﴿ج﴾

مولوی صاحب کا یہ کہنا غلط ہے کہ پاکستان میں ہر چاہ پر جمعہ پڑھنا جائز ہے - اور کوئی شرط نہیں جمعہ کے لیے شہر ہونا یا قصبہ یعنی قریہ کبیرہ ہونا جس کی آبادی تقریباً چار ہزار ہو اور بازار ہوں اور تمام ضروریات ملتی ہوں شرط ہے - اس کے بغیر جمعہ جائز نہیں ہے - جتنے جمعے ادا کیے ہیں ان کی جگہ ظہر کی نمازیں قضا کریں - اور اگر وعظ و تقریر کا شوق ہو تو اجتماع کر کے وعظ و تقریر ہو جائے اور نماز ظہر مسنون وقت پر ادا کی جائے - فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تین سو گھروں کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کی آبادی تین سو گھروں پر مشتمل ہے تعداد آبادی تقریباً چودہ سو یا پندرہ سو کے لگ بھگ ہے - دوکانیں چھ سات ہیں ضروریات ہر قسم کی ملتی ہیں اور مسجدیں دو ہیں بایں طور کہ واحد ملکیت کے سبب سے عام شہر کی ایک مسجد ہے - اور ایک مسجد ایک محلہ کی ہے - اگر ملکیت ایک نہ ہوتی تو اور کئی مسجدیں بن گئی ہوتیں اور بڑی مسجد ہے وہ بہت وسیع پیمانہ پر ہے غالباً ۵۵ فٹ طول اور اتنی ہی عرض ہوگی - کافی تعداد کے لوگ جس

میں جمع ہوتے ہیں۔مگر شومئی قسمت جمعہ یہاں نہیں پڑھا جاتا۔اور لوگ یہی تقاضا کرتے ہیں۔اور اکثر جگہ اس سے کئی چھوٹی چھوٹی جگہ پڑھا جاتا ہے۔لہٰذا عرض ہے کہ اگر شرع شریف میں ہم کو مؤاخذہ نہ ہو اور فرض ہم سے ساقط ہو جائے تو ہم ضرور جمعہ شروع کردیں۔جس سے تبلیغ بھی ہوتی رہے۔ وراہم ترین فریضہ بھی انجام پائے۔

﴿ج﴾

عبارات فقہاء سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جمعہ کے لیے مصر ہونا یا مصر کی طرح ہونا (یعنی قصبہ یا قریہ کبیرہ ہو جس میں بازار ہوں گلی کوچے وغیرہ ہوں اور جملہ ضروریات زندگی وہاں پوری ہوتی ہوں اور عرف میں بھی قریہ کبیرہ کہلاتا ہو) ضروری ہے۔صورۃ مسئولہ میں یہ گاؤں ایسا نہیں ہے اس لیے اس میں نماز جمعہ صحیح نہیں۔نماز ظہر باجماعت پڑھنا ضروری ہے۔ورنہ فریضۂ ظہر ذمہ سے ساقط نہیں ہوگا۔روی البیهقی فی المعرفة و عبدالرزاق و ابن ابی شیبة فی مصنفیهما عن علی رضی الله عنه انه قال لا جمعة و لا تشریق و لا صلوة فطر و لا اضحی الا فی مصر جامع او لمدینة وکان المدینة النبی قری کثیرة و لم ینقل عنه علیه الصلوة والسلام انه امر باقامة الجمعة فیها انتهی وعن القهستانی تقع فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق الی قوله و لا یجوز فی الصغیرة التی لیس فیها قاض و منبر و خطیب کما فی المضمرات ونقل الشامی ایضا عن التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم الی قوله و هذا هو الاصح ج ا ص ۵۹۰ ۔الخ۔لہٰذا رسمی جمعہ وتقریر کے درپے نہ ہوں۔نماز ظہر ہی قائم کریں۔وعظ وتبلیغ کے لیے ہفتہ میں کوئی دن جمعہ ہو یا غیر جمعہ مقرر کرلیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دوسو مکانات کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں ہم لوگ چک نمبر ۲۰ کھتھر میں آباد ہیں آبادی دوسو مکانات کے لگ بھگ ہے۔کسی جگہ بیس گھر کسی جگہ دس گھر کسی جگہ پانچ ۔سرکاری زمین ہے۔مزارعہ کی حیثیت سے کاشت کرتے ہیں۔دو چار دوکانیں ہیں۔شہر چار میل کے فاصلہ پر ہے کیا ہم کسی جگہ جمعہ ادا کرسکتے ہیں۔اگر گنجائش ہو تو ادا کرلیا جائے جمعہ کی خصوصیت کی وجہ سے لوگ جمع ہو کر کچھ وعظ ونصیحت اور دین کی باتیں سن لیں گے۔

﴿ج﴾

اس بستی میں جمعہ جائز نہیں۔وعظ ونصیحت کے لیے کوئی دوسری صورت ضرور نکال لی جائے۔واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

پونے دوسو افراد کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا خیال ہے بزرگان دین اور علماء کرام کا کہ بل کے قریب چک نمبر ۸۱ جو کہ تقریباً ۴۵ گھروں پر مشتمل ہے۔جس کی کل آبادی تقریباً ۱۷۵ ہوگی۔کسی چیز کی دوکان وغیرہ بھی نہیں ہے مسجد صرف ایک ہے۔تو کیا اس مذکورہ بالا چک میں شرع محمدی کے مطابق نماز جمعہ اور عیدین جائز ہیں یا نہیں؟ برائے کرم دلائل سے جواب عنایت فرمائیں۔تاکہ یہاں کا جھگڑا ختم ہو جائے؟

﴿ج﴾

جمعہ کی ادا اور وجوب کے لیے عند الحنفیہ مصر کی شرط ہے۔اور بڑے قریہ کو بھی حکم مصر کا دیا گیا ہے۔مصر کی تعریف میں اختلاف ہے لیکن بظاہر مدار عرف پر ہے۔عرفاً جو شہر اور قصبہ ہو اور آبادی اس کی زیادہ ہو اور بازار اور گلیاں اس میں ہوں اور ضروریات سب ملتی ہوں۔وہ شہر ہے۔فی التحفة عن ابی حنیفة انه بلدة کبیرة فیها سکک و اسواق و لها رساتیق و فیها وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمته و علمه او علم غیره یرجع الناس الیه فیما یقع من الحوادث و هذا هو الاصح۔ (شامی باب الجمعة ج ا ص ۵۹۰)

صورت مسئولہ میں جس چک کا ذکر ہے کہ اس میں صرف پونے دوسو کی آبادی ہے۔وہ چھوٹا گاؤں ہے۔اس میں جمعہ درست نہیں اور جس گاؤں میں جمعہ درست نہیں وہاں عید بھی درست نہیں ہے۔بس اس چک میں نہ جمعہ پڑھنا چاہیے نہ عید کی نماز پڑھنی چاہیے۔ظہر کی نماز باجماعت پڑھنی چاہیے۔حنفیہ کا مذہب یہی ہے۔جیسا کہ جملہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔قال العلامة الشامی ناقلا عن القهستانی تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة التی فیها اسواق۔(الی ان قال) و فیما ذکرنا اشارة الی انه لا تجوز فی الصغیرة ردالمحتار ج ا ص ۵۹۰ الخ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تیس گھروں کی آبادی میں جمعہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس صورت مسئلہ میں کہ ایک چھوٹی سی بستی ہے جس میں کل تیس گھر کی آبادی ہے کل آدمی عورت مرد اور بچوں کی تعداد دوسو ہے تین دوکانیں بھی ہیں ضروریات بستی ان دوکانوں سے میسر ہوسکتی ہیں آیا ایسی بستی میں شرعاً جمعہ اور عید پڑھنی جائز اور درست ہے یا کہ نہیں؟

(۲) ایک شہر کا سیدھا سفر ۴۰ میل ہے اور اگر موٹر میں سفر کیا جائے تو اڑتالیس میل ہے تو نماز قصر کے لیے سیدھے سفر ۴۰ میل کا اعتبار ہوگا یا موٹر والے اڑتالیس میل کا ہوگا۔

﴿ج﴾

عن علی رضی اللہ عنہ لا جمعۃ ولا تشریق و لا فطر و لا اضحی الا فی مصر جامع او المدینۃ و لان لمدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قری کثیرہ و لم ینقل عنہ علیہ الصلوۃ والسلام انہ امر باقامۃ الجمعۃ انتہی قال الشامی در المختار (ج ۱ ص ۵۹۰) و تقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرۃ التی فیہا اسواق الی ان قال و فیما ذکرنا اشارۃ الی انہ لا تجوز فی الصغیرۃ التی لیس فیہا قاض -الخ۔ جس میں بازار گلی کوچے ہوں اور وہاں لوگوں کی جملہ ضروریات بھی پوری ہوں اور عرف میں قریہ کبیرہ بھی کہلاتا ہے سو یہ علامات مجموعی حیثیت سے جہاں موجود ہوں گی وہاں جمعہ ادا ہوگا باقی آبادی بالحاظ افراد و گھرانوں کے شرعاً منقول نہیں اور نہ اس کی تحدید ہے البتہ فتاویٰ جدیدہ یعنی دار العلوم دیوبند میں ہے کہ قریہ مثل قصبہ ہو اور تقریباً تین چار ہزار آبادی ہو لہٰذا صورت مسئلہ میں جب کہ مذکور بستی میں یہ علامات موجود نہیں جمعہ نہیں ہوگا جمعہ ادا ہونے کے باوجود فرض ظہر سے ذمہ فارغ نہیں ہوگا بلکہ صلوٰۃ ظہر اداء کرنا ان پر فرض ہوگا۔

(۲) عالمگیریہ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ ج ۱ ص ۱۳۸ پر ہے کہ فاذا قصد بلدۃ و الی مقصدہ طریقان احدہما ثلاثۃ ایام و لیالیہا والاخر دونہا فسلک الطریق الا بعد کان مسافرا عدنا ھکذا فی فتاوی قاضیخان و ان سلک الا قصر قصریتم کذا فی البحر الرائق و فتاوی البزازیۃ بہامش العالمگیر ج ۴ ص ۸۰ و ان کان احد طریقین الی المقصد مدۃ السفر لا الآخر فسلک الا بعد قصر عندنا الخ-ان عبارات سے یہ واضح ہے کہ اگر مقام کو دو راستے جاتے ہوں ایک پر جانے سے مسافت متحقق ہو اور دوسرے رستے کی مسافت سفر سے کم ہو تو جس راستہ سے مسافر چلے گا اس پر دار و مدار قصر و اتمام ہوگا میل والے رستے پر چلنے سے اتمام کرے گا لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر چلنے والا اڑتالیس میل والے سے چلے تو قصر کرے گا اتمام والے رستے پر چلے تو اتمام کرے گا-واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب السجود السہو

(مسائل سجدہ سہو)

قعدہ اولیٰ بھول کر امام کھڑا ہو گیا لقمہ ملنے پر واپس آ گیا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ امام صاحب عشاء کی نماز پڑھا رہے ہیں کہ دو رکعت پڑھنے کے بعد قعدہ اولیٰ بھول گئے تھے اور بالکل سیدھے کھڑے ہو گئے تھے۔ تو بعد میں مقتدیوں نے لقمہ دیا اس کے بعد امام صاحب نے قعدہ اولیٰ کیا۔ اور تشہد کے بعد تیسری اور چوتھی رکعت پڑھی اس کے بعد انھوں نے سجدہ سہو بھی کیا۔ کیا نماز ہو گئی ہے یا نہیں۔ شک کی بنا پر دوبارہ فرض پڑھے گئے کیا فرض پہلے ٹھیک ادا ہوئے یا دوسرے صحیح ادا ہوئے۔ تفصیل کے ساتھ بیان فرما دیں۔

﴿ج﴾

مشہور یہی ہے کہ نماز فاسد ہو جاتی ہے اور بہت سے فقہاء نے اسے صحیح بھی کہا ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ اس صورت میں نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ صحیح ہو جاتی ہے۔ در مختار میں ہے۔ والا ای وان استقام قائما لایعود لا شتغالہ بفرض القیام وسجد للسہو لترک الواجب فلو عاد الی القعود بعد ذلک تفسد صلوتہ لرفض الفرض لما لیس بفرض وصححہ الزیلعی وقیل لاتفسد لکنہ یکون مسیئا ویسجد لتاخیر الواجب وھو الاشبہ کما حققہ الکمال وھو الحق بحر وھذا فی غیر المؤتم اما المؤتم فیعود حتما ۱ھ درمختار ص ۵۵۰ ج ۱) فتح القدیر ص ۳۶۴ ج ۱ مطبوعہ مصر میں ہے۔ فی النفس من التصحیح شئی وذلک لان غایۃ الامر فی الرجوع الی القعدۃ الاولی ان تکون زیادۃ قیام ما فی الصلواۃ وھو وان کان لایحل لکنہ بالصحۃ لا یخل لما عرف ان زیادۃ مادون الرکعۃ لاتفسد الا ان یفرق باقتران ھذہ الزیادۃ بالرفض لکن قدیقال المتحقق لزوم الاثم ایضا بالرفض اما الفساد فلم یظھر وجہ استلزامہ ایاہ فیترجح بھذا البحث القول المقابل للمصحح وفی الشامیۃ تحت قولہ (وھو الحق بحر) کأن وجھہ مامر عن الفتح اومافی المبتغی من ان القول بالفساد غلط لانہ لیس بترک بل ھو تاخیر کما لوسھا عن السورۃ فرکع فانہ یرفض الرکوع ویعود الی القیام ویقرأ وکما لوسھا

عن القنوت فركع فانه لوعاد وقنت لاتفسد على الاصح اه (شامی ص ۵۵۰ ج ۱) طحطاوی حاشیہ در مختار میں لکھتے ہیں۔ ثم اذا عاد قيل يقصه القيام والصحيح لا بل يقوم ولا ينتقص قيامه بقعود لم يومر به بحر۔ وفی عمدة الرعاية فی حل شرح الوقاية وهل تفسد صلوته ان عاد فی احذه الصورة المشهورة عد اصحابنا هو الفساد (الى قوله) ورجح ابن الهمام عدم الفساد اه)

دوسری دفعہ جو نماز پڑھی ہے یہ دوسری نماز نفل ہوگی اگر اسی سابقہ امام نے دوسری نماز کی امامت کی ہے تو اس اعادہ کی نماز میں اگر کوئی ایسا شخص شریک ہوا ہے جو پہلے شریک نہ تھا تو اس کی فرض نماز ادا نہیں ہوئی اس پر لازم ہے کہ وہ فرض کو دوبارہ پڑھ لے۔ کیونکہ اقتداء مفترض کی متنفل کے پیچھے صحیح نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ

ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ

قراءة میں غلطی کرنے سے سجدۂ سہو کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ قرأت کی غلطی سے سجدہ سہو آتا ہے یا نہیں بحوالہ کتب تحریر فرمائیں۔

﴿ج﴾

عالمگیری ج ۱ ص ۱۳۳ ولا يجب السهوا لا بترك واجب او تاخيره او تاخير ركن او تقديمه او تكراره او تغيير واجب بان يجهر فيما يخافت و فی الحقيقة و جوبه بشئ واحد و هو ترك الواجب كذا فی الكافی اور ہدایہ ج ۱ ص ۱۳۷ پر ہے- و هذا يدل على ان سجدة السهو واجبة هو الصحيح لانها تجب لجبر نقصان تكن فی العبادة فتكون واجبة كالدم فی الحج و اذا كان واجباً لا يجب الا بترك واجب او تاخيره او تاخير ركن ساهيا هذا هو الاصل- و انما وجبت بالزيادة لانها لا تعرى عن تاخير ركن او ترك واجب- الخ اور كنز الدقائق بهامش بحر الرائق ج ۱ ص ۹۹ پر ہے- يجب بعد السلام سجدتان بتشهد و تسليم و بترك واجب و ان تكرر الخ- كذا فی غيرها من كتب الفقه باب سجود السهو- مثل در المختار و شرحه الشامی و فتح القدير و البحر والنهر و غيرها- یہ عبارتیں معتبرات کتب حنفیہ کی ہیں- جن سے صاف ظاہر ہے کہ سجدہ سہو نہیں واجب ہوتا مگر واجب کے ترک کرنے پر اور بعض عبارتیں جو متعدد اسباب وجوب پر دال ہیں- ان سب کا مآل نتیجہ ترک واجب ہے- واللہ تعالیٰ اعلم

بلا تاخیر فرض و بلا ترک واجب سجدۂ سہو کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر بغیر تاخیر فرض اور ترک واجب کے نماز میں سجدہ سہو کیا جائے تو کیا نماز ہوگی یا نہیں- اگر اس نماز کو دوبارہ لوٹایا جائے تو کیا پہلی نماز افضل ہے یا بعد کی (لوٹائی ہوئی)

بینوا توجروا؟

﴿ج﴾

فی الدر المختار واجبات الصلوة ج ۱ ص ۳۴۵ (و لفظ السلام) مرتين فالثانی واجب على الاصح وفيه قبيل باب الاستخلاف ص ۴۴۳ و لو ظن الامام السهو فسجدله فتابعه (ای المسبوق) فبان ان لا سهو فالاشبه الفساد لاقتدائه فی موضع الانفراد و فی ردالمحتار و فی الفيض و قيل لا تفسد و به يفتى و فی البحر عن الظهيرية قال الفقيه ابو الليث فی زماننا لا تفسد لان الجهل فی القراء غالب ------ ان جزئیات سے امور ذیل مستفاد ہوئے ہیں-

(۱) نماز ہو جائے گی۔

دوران نماز سوچ میں پڑ کر کسی رکن میں تاخیر کے سبب سجدہ سہو کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک انسان خواہ منفرد ہو یا امام کے ساتھ نماز میں کوئی سوچ کرتا ہے جو نماز کے اعمال سے خارج ہے یا منفرد سوچ کرتا ہے- کہ آیا میں نے دو رکعت نماز پڑھی ہے یا تین رکعت یا سوچ کسی اور رکن کی ادا یا عدم ادا میں کرتا ہے- آیا اس سوچ کے لیے کوئی مقدار معین بھی ہے یا نہیں؟ یعنی کتنی دیر اس کے لیے سوچ کرنی جائز ہے یا طویل سوچ مفسد صلوٰۃ نہیں- یہ مسئلہ ہم اس لیے پوچھتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے کہ ایک رکن کی ادائیگی تک سوچ سکتا ہے زیادہ نہیں سوچ سکتا- یعنی مثلاً ایک رکوع یا سجدہ کے ادا کرنے میں تقریباً ایک منٹ خرچ ہوتا ہے تو یہ ایک منٹ کی سوچ تو جائز ہے زیادہ نہیں زیادہ سوچ مفسد صلوٰۃ ہے-

﴿ج﴾

اصل مسئلہ تفکر میں یہ ہے کہ اگر تفکر یعنی سوچ ادائے رکن سے مثلاً ایک آیت یا تین آیت کی قرأت یا رکوع یا سجدہ سے روک

دے یا ادائے واجب سے مثلاً قعدہ سے روک دے اور ایک رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہہ سکنے کی مقدار تک تاخیر ہو جا۔ تو اس سے سجدہ سہو لازم ہوگا- کیونکہ ان سب صورتوں میں ترک واجب لازم آتا ہے- یعنی فرض یا واجب کو جس کے مقد پر ادا کرتا واجب تھا وہ اپنے مقام سے ہٹ گیا- مثلاً الحمد پڑھ کر سوچنے لگا کہ کون سی سورت پڑھوں اور اس سوچ بچار میں اتنی دیر لگ گئی- جتنی دیر میں ایک رکن ادا کر سکتا تھا- یعنی تین بار سبحان اللہ کہہ سکتا تھا- تو سجدہ سہو لازم ہوگا- اس طرح آ پڑھتے پڑھتے درمیان میں رک گیا- یا جب دوسری یا چوتھی رکعت پر بیٹھا تو کچھ سوچنے لگا اور ان سب صورتوں میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکنے کی مقدار دیر لگ گئی تو سجدہ سہو واجب ہوگا- غرضیکہ جب کسی چیز کے کرنے یا سوچنے میں رکن کی مقدار دیر لگ جائے تو سجدہ سہو واجب ہوگا- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دوران نماز شکوک و وساس آنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی پانچ وقت نماز میں وسوسہ سے فارغ نہ ہو- اور ہمیشہ وسوسہ ہوتا ہے اور کبھی کبھی نماز میں سمجھتا ہی نہیں اور وسوسہ ہوتا ہے- نماز سے فارغ ہونے کے بعد وسوسہ نہیں ہوتا- وسوسہ نماز میں ہوتا ہے- اس وسوسہ میں مبتلا ہوئے تین مہینے ہو گئے- آیا اس آدمی کی نماز ہوئی یا نہ بحوالہ کتب تحریر فرمادیں-

﴿ج﴾

تعداد رکعات میں اگر شک ہو تو گمان غالب پر بنا کرے- اگر غالب گمان کسی جانب نہ ہو- تو قلیل پر بنا کرے- اور وضوء ٹوٹنے کا شک لاحق ہوا ہے یا نجاست نکلنے کا وسوسہ درپیش ہوا ہے وغیرہ وغیرہ تو اس شک اور وسوسہ کا اعتبار نہ کرے- و ان كان يعرض لـه كثيرا بنى على اكبر رايه وان لم يكن له رأى بنى على اليقين (هدايه) ولو علم انه ادى ركنـا و شك انه كبر للافتتاح اولا او هل احدث اولا او اصابه نجاسة او هل مسح براسه اولا ان كان اول مرة استقبل والامضى فتح القدير مصرى ج ١ ص ٣٠٠-

سجدۂ سہو کے لیے سلام ایک جانب پھیرا جائے یا دونوں جانب

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کثرکم اللہ تعالیٰ اندریں صورت ذیل کہ سجدۂ سہو کے لیے سلام واحد یا دونوں طرف ہونا چاہیے- مدلل ارقام ہو- بینوا توجروا

﴿ج﴾

ول وباللہ تعالیٰ التوفیق) اس بارے میں علامہ شامی جلد اول ص ۵۴۶ میں بالتصریح تحریر فرماتے ہیں- درمختار کے اس کے تحت ويجب بعد سلام واحـد عـن يمينه فقط) لانه المعهود و به يحصل التحليل وهو الاصح حر عن المـجتبى و عليه لواتى بتسليمتين سقط عنه السجود و لو سجد قبل السلام جاز وكره ريها- الخ) قال الشامى فى هذا البحث (قوله واحد) الخ هذا قول الجمهور منهم شيخ الاسلام و حر الاسلام و قال فى الكافى انه الصواب و عليه الجمهور و اليه اشار فى الاصل الا ان مختار فخر لاسلام كونـه تلقاء وجهه من غير انحراف وقيل ياتى بتسليمتين وهو اختيار شمس الائمه وصدر لاسلام اخى فخر الاسلام و صححه فى الهداية والظهيرية و المفيد و الينا بيع كذا فى شرح المنية ل فى البحر و عزاه اى الثانى فى البدائع الى عامتهم فقد تعارض النقل عن الجمهور (قوله عن مينه) احتراز عما اختاره فخر الاسلام من اصحاب القول الاول كما علمته و فى الحلية اختار لكرخى و فخر الاسلام و شيخ الاسلام و صاحب الايضاح ان يسلم تسليمة واحدة و نص فى محيط على انه الاصوب و فى الكافى على انه الصواب قال فخر الاسلام وينبغى على هذا ان لا حرف فى هذا السلام يعنى تكون سلامه مرة واحدة تلقاء وجهه وغيره من اهل هذا القول على ه يسلم مرة واحدة عن يمينه خاصة والحاصل ان القائلين بالتسليمة الواحدة قائلون بانها عن ليمين الافخر الاسلام منهم فانه يقول انها تلقاء وجهه و هو المصرح به فى شروح الهداية ايضاً كالمعراج والعناية والفتح (قوله لانه المعهود) تعليل لكونه عن يمينه و قوله وبه يحصل التحليل تعليل لكونه واحد اوياتى وجهه قريبا (قوله البحر عن المجتبى) عبارة البحر و الذى ينبغى الاعتماد عليه تصحيح المجتبى انه يسلم عن يمينه فقط وقدظن فى البحر وتبعه فى النهر وغيره ان هذا القول قول ثالث بناء على ان جميع اصحاب القول الثانى قائلون بانه يسلم تلقاء وجهه مع ان القائل منهم بذلك هو فخر الاسلام فقط كما علمته الخ- (قوله وعليه لوأتى الخ) هذا جعله فى البحر قولا رابعًا واستظهر فى النهر انه مفرع على القول بالواحدة و تبعه الشارح و يؤيده ما وجهوا به لقول بالواحدة من ان السلام الاول لشيئين للتحليل وللتحية والسلام الثانى للتحية فقط اى تحية بقية القوم لان التحليل لا يتكرر و هنا سقط معنى التحية عن السلام لانه يقطع الاحرام فكان ضم الثانى اليه عبثا و لو فعله فاعل لقطع الاحرام قال فى الحلية بعد عزوه ذلك الى فخر الاسلام حتى انه لاياتى بعده بسجود السهو كما نقله فى الذخيرة عن شيخ الاسلام و مشى عليه فى الكافى وغيره اه و فى المعراج قال شيخ الاسلام لوسلم تسليمتين لاياتى بسجود السهو بعد ذلك لانه كالكلام اه قلت و عليه فيجب ترك التسليمة الثانية- الخ) انتهى فى الشامى-

نیز علامہ شامی نے تین اقوال بیان کیے اول میں ایک سلام کے بعد سجدۂ سہو کرنا فرمایا پھر درمیان میں برائے اظہار اختلاف دو سلاموں کو ذکر فرمایا پھر اخیر بحث میں پھر ایک سلام کو بالدلائل مرجح فرمایا- اور اپنا عقیدہ اور فتویٰ بعبارت فیحب ترک التسلیمة الثانیة سے مؤکد کیا اور یہی ضابطہ فقہ ہے کہ جہاں پر تین اقوال کسی مسئلہ میں مذکور ہوں معتبر اول ہے- یا اخیر نہ درمیانہ چنانچہ شامی جلد اول ص ۳۲۱ میں درج ہے- (اذا ذکر فی مسئلة ثلاثة اقوال فالارجح الاول او الثالث لاالوسط) نیز علامہ شامی نے دو سلاموں کو بصیغہ قیل تحریر فرمایا- جو مشعر بالضعف ہے- چنانچہ ردالمحتار جلد اول ص ۶۴۵ میں ہے- (نقل ذلک فی البحر بصیغة قالوا ونقله فی باب صلوة العید بصیغة قیل و کلام الصیغتین مشعر بالضعف- محرر سطور بالا بخدمت علماء کرام بصد ادب ملتجی ہے کہ اگرچہ بندہ کاسم بطفیل وتراب لقدام علماء کرام ہے- لیکن بموجب تحریر بالا ایک سلام کے بعد سجدہ سہو کرنے کو مرجح اور قوی اور اقوی جانتا ہے اگر یہ بندہ غلط فہمیدہ پر ہو تو اظہار فرماویں اور نیز آج کل عصر حاضر میں معمول علماء کرام بھی یہی ایک سلام ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فرضوں کی تیسری چوتھی رکعت یا تشہد کی جگہ تلاوت کرنے سے سجدہ سہو کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے نماز ظہر کی تیسری یا چوتھی رکعت میں ضم کیا ہے- اس کا کیا حکم ہے-
(۲) ایک شخص نے التحیات کی حالت میں قرأت پڑھنا شروع کر دیا ہے- حتیٰ کہ سورۂ فاتحہ پڑھ گیا' یا قیام کی حالت میں التحیات پڑھنا شروع کر دیا اب سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں

﴿ج﴾

سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا ہے اگرچہ سہواً سورت ضم کی ہو قال فی العالمگیریہ ج ۱ ص ۱۳۴ و لو قرأ فی الاخیرین الفاتحة و السورة لا یلزمه السهو و هو الاصح-
(۲) التحیات کی حالت میں قرأت پڑھنے کی تین صورتیں ہیں- (۱) یا صرف قرأت پڑھی ہو گی' التحیات بھول کر نہیں پڑھی ہو گی اس صورت میں سجدہ سہو لازم ہو گا (۲) یا قرأت اور تحیات دونوں پڑھی ہوں گی' اور قرأت پہلے پڑھ چکا ہے بعد میں التحیات تو بھی سجدہ سہو لازم ہے- و اگر التحیات پہلے پڑھ چکا ہے اور قرأت بعد میں تو سجدہ سہو لازم نہیں کما قال فی العالمگیریه ج ۱ ص ۱۳۴ و اذا فرغ من التشهد قرأ الفاتحة سهواً فلا سهو علیه و اذا قرأ الفاتحة مكان التشهد فعلیه السهو و كذلک اذا قرأ الفاتحة ثم التشهد كان علیه السهو كذا روی عن ابی حنیفة فی الوقعات الناطفیه' اور اگر قیام کی حالت میں التحیات پڑھے تو پہلی رکعت اور دوسری رکعت میں

[پڑھ]نے سے پہلے سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا اور اگر فاتحہ کے بعد سورت سے پہلے پڑھے تو سجدہ سہو لازم آتا ہے- اور تیسری چوتھی [رک]عت میں سجدہ سہو لازم نہیں آتا ہے خواہ پہلے پڑھ لے یا بعد میں- قال فی العالمگیریه و لو تشهد فی قیامه قبل [قر]اءة الفاتحة فلا سهو علیه و بعدها یلزمه فیه سجود السهو و هو الاصح لان بعد الفاتحة محل [ق]راءة السورة فاذا تشهد فیه فقد اخر الواجب و قبلها محل الثناء كذا فی التبیین و لو تشهد فی [ا]لاخیرین لایلزمه السهو كذا فی محیط السرخسی الخ- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نمازِ عید کی تکبیر چھوٹ جانے پر سجدہ سہو کا حکم؟

﴿س﴾

[کی]ا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام صاحب نے نماز عید پڑھائی جب [دو]سری رکعت کے لیے کھڑا ہوا تو سورۂ فاتحہ اور دوسری سورۃ پڑھ کر بغیر تکبیریں کہے رکوع میں چلا گیا اور بعد تسبیح پڑھنے کے [کس]ی صاحب نے لقمہ دیا تو امام کھڑا ہوا اور تکبیریں کہنے لگا تکبیریں کہہ کر پھر رکوع میں گیا اور دوبارہ تسبیح ادا کی بعد سجدہ و قعود کے سلام پھیر کر نماز تمام کی اور سجدہ سہو بھی ادا کیا- کیا یہ نماز ہو گئی یا نہیں؟

﴿ج﴾

[ص]حیح یہ ہے کہ نماز ہو گئی مگر ایسا کرنا نہ چاہیے تھا- درمختار میں ہے كما لو ركع الامام قبل ان یكبر فان الامام یكبر فی الركوع ولا یعود الی القیام لیكبر فی ظاهر الروایة فلو عاد ینبغی الفساد - شامی ص ۶۱۷ ج ۱ میں [اس] پر لکھا ہے وقد علمت ان العود روایة النوادر علی انه یقال علیه ما قاله ابن الهمام فی ترجیح القول [ب]عدم الفساد فیما لو عاد الی القعود الاول بعد ما استتم قائما بان فیه رفض الفرض لاجل الواجب و [ه]و وان لم یحل فهو بالصحة لا یخل- فقط واللہ تعالی اعلم

رکعات کی تعداد میں سہو کا حکم؟

﴿س﴾

گذارش ہے- کہ دو مولوی صاحبان حسب ذیل مسئلہ میں مختلف ہیں- ایک مولوی صاحب کہتے ہیں- کہ امام نے عمداً جلسہ کیا ہے- جبکہ مقتدیوں نے اس کو غلطی پر مطلع بھی کر دیا تھا- اور عالمگیری کی یہ عبارت پیش کرتا ہے- اذا شک الامام فاخبره عدلان یاخذ بقولهما- لہٰذا نماز فاسد ہو گئی اور اعادہ صلوٰۃ سب پر لازم ہے-
دوسرے مولوی صاحب کہتے ہیں کہ نماز امام کی سجدہ سہو کرنے سے ٹھیک ہو گئی' کیونکہ امام کو اس میں شک ہوا تھا اور

غالب ظن سے اس نے کام کیا ہے سجدہ سہو سے نماز ٹھیک ہوگئی ہے۔ اور دو مقتدیوں کی خبر پر اعتماد اس لیے نہیں کرتا کہ رکعت ثانیہ کے بعد پورا قیام کر چکے تھے۔ اس کے بعد انھوں نے لقمہ دیا تھا۔ پھر اپنے ظن کے مطابق یہ تیسری رکعت پر بھی اگرچہ بیٹھے تھے۔ چوتھی رکعت پڑھ کر سجدہ سہو امام نے ادا کیا ہے۔ تو نماز اس کی اور مقتدیوں کی صحیح ہے۔ جیسے کہ تحریر سے معلوم ہو ہے۔ بنابریں آپ کو ثالث مقرر کر کے دونوں مولویوں کی تحقیق روانہ خدمت ہے۔ لہذا جو مسئلہ صحیح ہو اس کی تصحیح فرما کر نزاع کو ختم فرمادیں۔ عین نوازش ہوگی۔

والسلام۔ کاتب الحروف محمد عبدالغفور عفا اللہ عنہ۔ نقل مطابق اصل (رجل صلی بقوم فلما صلی رکعتين و سجد سجدة ثانية شک انه صلی رکعة او رکعتين فقام فی الثانية يظن انه اول رکعة ثم قعدفی الثالثة يظن انه الثانية ثم علمه رجلان فصلی رابعة ثم قعدفی الرابعة و سجد للسهو هل تفسد صلوته ام لا۔

﴿ج﴾

فی القدوری باب سجود السهو و من شک فی صلوة فلم يدر اثلاثا صلی ام اربعًا و ذلک اول ما عرض له استانف الصلوة و ان کان الشک يعرض له کثيراً بنی علی غالب ظنه ان کان له ظن فان لم يکن له ظن بنی علی اليقين انتهیٰ وفی الدرالمختار باب سجود السهو ص ۱۵۵۶ ج ۱ اذا شک فی صلوته من لم يکن ذلک ای الشک عادة له کم صلی استانف و ان کثرشکه عمل بغالب ظنه ان کان له ظن للحرج و الا اخذ بالاقل لتيقنه وقعد فی کل موضع توهمه موضع قعوده ولو واجبا لئلا يصير تارکا فرض القعود او واجبه .الخ . والله اعلم بالصواب۔

دستخط (محمد اسحاق بقلم خود) نقل مطابق اصل۔ سوال گندم جواب چنا۔ آپ کا سوال جواب کا مخالف ہے۔ آپ کے سوال میں یہ ہے۔ رجل صلی بقوم الخ۔ پھر لفظ علم رجلان موجود ہے اور جواب فی القدوری باب السجود السهو من شک فی صلوة فلم يدر اثلاثا صلی ام اربعًا الخ اس سے منفرد مراد ہے۔

یعنی منفرد کے حق میں ہے ور اسی طرح فی الدرالمختار کی عبارت منفرد کے حق میں ہے۔ واذا شک فی صلوته۔ الخ یہ عبارت خود منفرد پر دال ہے۔ دوسرا یہ ہے۔ سوال میں ثم علم رجلان کا لفظ ہے۔ اور جواب میں علم رجلان کا لفظ نہیں ہے۔ تیسرا یہ ہے صورۃ مسئولہ کے بارے میں نہ منفرد کے بارے اور متنازعہ فیہ صورت امام کے بارہ میں نہ منفرد کے بارہ میں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ اذا شک الامام فاخبره رجلان يأخذ بقولهما الخ۔ اور امام نے اس کی مخالفت کی ہے۔ تو سائل کا سوال صحیح ہے اب سائلان مدعیان جلسہ امام عمداً کے ہیں۔ اور عبارۃ عالمگیری سائلان کے حق میں ہے امام جلسہ عمداً کا انکار کرتا ہے اور کوئی تائید امام کے بارہ میں نہیں ہے اب امام پر یمین ہے اگر یمین سے انکار کرے

عادہ صلوٰۃ واجب ہوگی۔ یہ کوئی قوی دلیل پیش کریں۔

﴿ج﴾

داخل صلوٰۃ میں مقتدی اگر فتح دے تو اگر امام عمل کی صحت پر یقین رکھے تو اس صورت میں وہ اپنے یقین پر عمل کرے اور فتح کا اعتبار نہ کرے لہذا صورت مسئولہ میں امام نے ان کے فتح کا اعتبار اس لیے نہیں کیا کہ وہ اپنی جحت پر یقین رکھتا تھا۔ اور اس لیے تیسری پر بیٹھا لیکن جب دوبارہ فتح کرنے سے اس کا یقین باطل ہوا تو وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اگر ابتداء میں اسے شک تھا اور فتح سنتے ہی اس نے اپنی غلطی محسوس کر لی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ غلطی پر مطلع ہونے کے بعد تیسری پر بیٹھے ابتہ یہ ہوسکتا ہے کہ اسے دوبارہ پہلی بات بھول گئی ہو۔ اور پھر سے سہواً بیٹھ گیا ہو تب بھی سجدہ سہو سے جبیرہ ہو جاتا ہے بہرحال نماز بلا شبہ صحیح ہے۔ اور اعادہ کسی طرح لازم نہیں سجدہ سہو سے جبیرہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سجدہ سہو کرنا بھول گیا' سلام پھیرنے پر کسی نے لقمہ دے دیا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ منفرد نے نماز میں سہو ہوا اس نے سلام دونوں طرف پھیر دیا تو اس کی نماز فاسد ہوئی ہے یا نہیں؟ بعض علماء فساد کے قائل ہیں۔ اور بعض فساد کے قائل نہیں۔

(۲) ایک آدمی سے نماز میں سہو ہوا اس نے دونوں طرف سلام پھیر دیا پھر باہر سے ایک آدمی نے فتح دے دیا کہ آپ کے ذمہ کچھ نماز کا حصہ باقی ہے اب اس آدمی کی نماز درست ہے یا فاسد۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ واضح رہے کہ اس میں دو مشہور قول ہیں بعض کہتے ہیں کہ سلام دونوں طرف پھیرا جائے اور پھر سجدہ سہو ادا کیا جائے۔ اور یہی قول شمس الائمہ اور صدر الاسلام کا مختار ہے۔ ہدایہ ظہیریہ مفید اور بدائع میں اسے صحیح قرار دیا گیا ہے۔ اور دوسرا قول جو شیخ الاسلام اور فخر الاسلام کا مختار ہے وہ یہ ہے۔ کہ صرف ایک طرف سلام پھیر کر سجدہ سہو ادا کیا جائے۔ اور اسی قول پر جمہور ہیں۔ اسی قول کی بنا پر بعض علماء نے یہ لکھ دیا ہے کہ اگر دونوں جانب سلام پھیرے گا تو سجدہ سہو اس سے ساقط ہو جائے گا۔ اور دوسری طرف سلام پھیرنے سے نماز سے خارج ہو جائے گا۔ بریں معنی کہ اب سجدہ سہو ادا نہیں ہوسکتا۔ فرض ادا ہو گیا۔ اور سجدہ رہ گیا ہے۔ نہ یہ کہ نماز ٹوٹ گئی ہے۔ بلکہ نماز (یعنی فرض) پورا ہوا۔ کما قال فی الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۴۵ (يجب بعد سلام واحد عن يمينه فقط) لانه المعهود و به يحصل التحليل و هو الاصح بحر عن المجتبی و عليه لواتی بتسليمتين سقط عنه السجود۔ و

قال الشامی تحته بعد ما حقق و اطال و فی المعراج قال شیخ الاسلام لو سلم تسلیمتین لایاتی بسجود السہو بعد ذالک لانه کالکلام ---- قلت و علیه فیجب ترک التسلیمة الثانیة۔

علامہ شامی کی تقریر سے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ دونوں طرف سلام پھیرنے سے نماز پوری ہو جاتی ہے۔ اور سجدہ سہو ساقط ہو جاتا ہے۔

(۲) اگر اس کے یاددلانے سے اس کو یاد آ گیا یعنی کے یاددلانے سے اس نے عمل کردیا خود اس کو یاد کرنے سے یاد نہ آ گیا تب تو اس کی نماز فاسد ہوگئی۔ اور یہ بنا نہیں کرسکتا۔ بلکہ دوبارہ نماز کا اعادہ کرے گا۔ اور اگر اس کے یاددلاتے وقت اس کو یاد آ گیا اس نے یاددلانے کی وجہ سے نہ بلکہ خود یاد آ گیا حتیٰ کہ وہ اگر یاد نہ دلاتا تب بھی اس کو اس وقت یاد ہوتا۔ گویا کہ اس کا تذکرہ اس کی تذکیر سے نہیں اس کی تذکیر اس کے تذکر کا منشاء نہیں بلکہ اس کا تذکر اس کی تذکیر کے وقت ہوا۔ تو اس کی نماز فاسد نہیں ہے۔ نماز پوری کر کے سجدہ سہو کر لے۔

کمال قال فی البحر ج ۲ ص ۷ و فی القنیة ارتج علی الامام ففتح علیه من لیس فی صلاته و تذکر فاذا اخذ فی التلاوة قبل تمام الفتح لم تفسد و الاتفسد لان تذکره تضاف الی الفتح و قال الشامی فی حاشیة منحة الخالق – اقول یحتمل ان یکون المراد انه تذکره بسبب الفتح و ان یکون تذکر بنفسه و لکنه صادف تذکره و فتح من لیس فی صلوته فی وقت و احد و الظاهر الاول لانه لو کان تذکره من نفسه لا یظهر فرق بین اخذه فی التلاوة قبل تمام الفتح او بعده و لا یظهر وجه الفساد الخ – فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مقتدی کے سہو کا حکم؟

﴿س﴾

در کتب متداوله متون و شرح همیں مضمون ست مقتدی را که سهو افتاداست سجده سهو او نه معتاداست– سهو اورا امام برگیرد و طاعتی او خد ابپزیرد–

لزوم اعاده صلوة را هیچ تعرض بنظر نیامده لکن عبارات ذیل مصرح بلزوم اعاده صلوٰة است–

پس تحقیق چیست بینوا توجروا– (قوله لا بسهوه اصلاً) تنبیه قال فی النهر ثم مقتضی کلامهم انهٗ یعید ها لثبوت الکراهة مع تعذر الجابر– رد ص ۵۲۱ و فی مراقی الفلاح فلا یسجد اصلاً قال صلی الله علیه وسلم الامام لکم ضامن یرفع عنکم سهوکم وقراتکم و فی الطحطاوی

قوله یرفع عنکم سهوکم و قراتکم قرن رفع السهو برفع القرأة لیفید انه کما لا اثم علی المؤتم بترک القراءة فکذا لااثم علیه بترک السهو بل هو الواجب علیه و قال فی النهر مقتضی کلامهم انه یعیدها لثبوت الکراهة مع تعذر الجابر و قد علمت مفاد الحدیث افاده بعض الافاضل ص ۲۶۹ – المستفتی دولت خان–

﴿ج﴾

تحقیق این ست– کہ بر مقتدی دریں صورت نہ سجود سہو واجب است– و نہ اعادہ صلوٰۃ– و این کہ در رد المحتار بحث کردہ در حقیقت ایں بحث متعلق بہ دلیل مسئلہ است نہ نفس مسئلہ گویا قائل اعراض مے کند کہ ازیں وجہ قول بہ عدم وجوب سجدہ سہو بر مقتدی کردن کہ جابر متعذر است– درست نیست بلکہ بعد سلام امام مقتدی ہمچنین در نماز است– سلام امام از نماز خارج نمے شود– و دریں وقت سجدہ سہو ممکن است– لہٰذا دلیل تعذر جابر صحیح نیست– ازیں وجہ علامہ شامی گفتہ کہ اولیٰ این است کہ تمسک بحدیث ابن عمرؓ کردہ شود– نہ بر دلیل مذکور بل الاولیٰ کہ تمسک بما روی ابن عمرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس علی من خلف الامام سہو انتہی– و مقصد صاحب نہر این ست– کہ ازیں استدلال ایں معلوم شد کہ جابر قبل سلام امام و ہم بعد سلام او متعذر است– و نفس کراہیۃ ثابت پس حاصل کلام شامی از تنبیہ ایں است– دلیل تعذر جابر کہ مذکور شدہ ازیں دلیل ترک کردن استدلال بر حدیث کردن اولیٰ ست کہ مقتدی را دریں ساہی نہ گفتہ شود– و ایں چنیں در کلام مراقی الفلاح است کہ امام سہو مقتدی را بردارد– پس بنا بریں دلیل مقتدی اصلاً سہو نہ شدہ نہ اعادہ لازم است لہٰذا کلام بر دلیل است اصل مسئلہ بحال خود است کہ نہ سہو لازم و نہ اعادہ– واللہ تعالیٰ اعلم–

باب فی احکام اللباس

نجاست لگے کپڑوں میں پڑھائی گئی نماز کا حکم

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے ظہر کی جماعت کرائی۔ جماعت کے فوراً بعد مقتدی نے زید کی چادر کے ساتھ بیٹ لگی ہوئی تھی اور ایسے ہی امام صاحب وہی چادر پہن کر نماز پڑھاتے رہے۔ اور کہا کہ یہ نماز خود بھی دوبارہ پڑھیں اور مقتدیوں کو بھی دوبارہ پڑھنے کی تلقین کریں۔ امام صاحب نے صرف خود نماز دہرائی لیکن بعد میں مقتدیوں سے بھی نماز پڑھنے کے لیے کہا۔ بعد ازاں شرمندگی کے خوف کے مارے امام مذکور نے جھوٹی کلمہ شریف کی قسمیں کھائیں اور قرآن شریف کی بھی جھوٹی قسم اٹھا کر اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی۔ جب کہ مقتدی نے بھی قرآن شریف کی قسم کھا کر حلفیہ بیان دیتے ہوئے کہا کہ امام مذکور کی چادر میں بیٹ لت پت تھی اور میں نے امام صاحب کو بتایا۔ امام صاحب کا چال چلن پہلے بھی مشکوک ہے کیا ایسے امام کو مستقل امام رکھنا چاہیے یا نہیں۔

ج

اگر واقعی امام کے کپڑے پر نجاست لگی تھی۔ اور اسی حالت میں اس نے نماز پڑھائی ہے تو وہ نماز قابل اعادہ ہے۔ منی وغیرہ کا کپڑے پر لگ جانا کوئی جرم کی بات نہیں۔ لہذا اس پر پردہ ڈالنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس طرح کا واقعہ پیش آیا ہے۔ پھر آپ نے حضرات صحابہ کو انتظار کرنے کا حکم فرمایا اور خود گھر جا کر غسل فرما کر نماز پڑھائی۔ البتہ اگر امام صاحب کا چال چلن مشکوک ہے اور جھوٹ بولتے ہیں تو پھر اس پر لازم ہے کہ گزشتہ افعال بد سے صدق دل سے توبہ تائب ہو جائے اور آئندہ کے لیے پکا عہد کرے کہ پھر کبھی ان گناہوں کی طرف نہیں جائے گا۔ اگر امام صاحب صدق دل سے تائب ہو جائے تو اس کی امامت درست ہے۔ ورنہ مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد صادق غفرلہ

الجواب صحیح [illegible]

۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۶ھ

نماز پڑھتے یا پڑھاتے وقت کالے کپڑے کے استعمال کی شرعی حیثیت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کس رنگ کا کپڑا استعمال فرمایا

س

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ

(۱) کالی یعنی سیاہ چادر باندھنا یا باندھ کر نماز پڑھنا یا پڑھانا جائز ہے یا ناجائز۔

(۲) اگر احادیث سے سیاہ رنگ کا کپڑا پہننا کہ یہ رنگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغوب تھا۔ کوئی ایک آدھ کپڑا پہن لیا جائے۔ تو کیا اس میں کوئی گناہ وغیرہ تو نہیں۔ واضح طور پر اس مسئلہ کو مدلل بیان فرمائیں۔

ج

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ (۱) سیاہ چادر باندھ کر نماز پڑھنا پڑھانا دونوں جائز ہیں۔

(۲) واضح رہے کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف رنگ کے کپڑے استعمال فرمائے ہیں۔ ان احادیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''شمائل ترمذی'' میں باب ماجاء فی لباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت ذکر کیا ہے۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

(۱) عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ ثوب ابیض الخ۔
(ترجمہ) ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفید کپڑوں میں ملبوس تھے۔ (یہ پہلی حدیث شمائل میں نہیں ہے۔ بخاری ص ۸۶۷ ج ۲ سے لی گئی ہے)

(۲) عن ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ حلة حمراء کانی انظر الی بریق ساقیہ قال سفیان اراھا حبرة. (ترجمہ) ابوجحیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ جوڑا پہنے ہوئے دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیوں کی چمک گویا اب میرے سامنے ہے۔ سفیان جو اس حدیث کے راوی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں جہاں تک سمجھتا ہوں۔ وہ سرخ جوڑا منقش جوڑا تھا۔ (سفیان اس روایت میں منقش جوڑا اس لیے بتلاتے ہیں کہ سرخ کپڑے کی ممانعت آئی ہے۔ اس وجہ سے علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ چنانچہ حنفیہ کے بھی اس میں مختلف اقوال ہیں۔ حضرت مولانا گنگوہی کا فتویٰ میں بحث سے یہ مضمون ہے کہ سرخ رنگ مرد کے لیے فتویٰ کے رو سے جائز ہے۔ تقویٰ کے لحاظ سے ترک کرنا اولیٰ ہے۔ کیونکہ علماء میں مختلف فیہ ہے۔

(۳) عن ابی رمثه قال رأیت النبی صلی الله علیه وسلم وعلیه بردان اخضران. ترجمہ۔ابو رمثہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دو سبز چادریں اوڑھے ہوئے دیکھا۔

(۴) عن قیلة بنت مخرمة قالت رأیت النبی صلی الله علیه وسلم وعلیه اسمال ملیتین کانتا مزعفران وقد نفضته الخ. ترجمہ۔قیلہ بنت مخرمہ کہتی ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ حضور والا پر دو پرانی لنگیاں تھیں جو زعفران میں رنگی ہوئی تھیں۔لیکن زعفران کا کوئی اثر ان پر نہیں رہا تھا۔

(۵) عن عائشة رضی الله عنها قالت خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم ذات غداة وعلیه مرط من شعر اسود. (ترجمہ) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ صبح کو مکان سے باہر تشریف لے گئے۔تو آپ کے بدن پر سیاہ بالوں کی چادر تھی۔ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید، سرخ، زعفرانی اور کالا رنگ استعمال فرمایا ہے۔لہٰذا اگر کبھی کبھار اتباع سنت کی نیت سے ان رنگوں کو استعمال میں لائے تو باعث ثواب ہوگا۔لیکن چونکہ تمام رنگوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید رنگ زیادہ مرغوب تھا۔اس لیے سفید رنگ کا استعمال زیادہ پسندیدہ اور اولیٰ ہے۔چنانچہ احادیث میں سفید رنگ کے کپڑوں کے استعمال کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(ا) عن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم علیکم بالبیاض من الثیاب لیلبسها احیاکم وکفنوا فیها موتاکم فانها من خیار ثیابکم. ترجمہ۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ سفید کپڑوں کو اختیار کیا کرو کہ یہ بہترین لباس ہے۔سفید کپڑا ہی زندگی کی حالت میں پہننا چاہیے۔اور سفید ہی کپڑے میں مردوں کو دفن کرنا چاہیے۔

(ب) عن سمرة بن جندب قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم البسوا البیاض فانها اطهر واطیب وکفنوا فیها موتاکم. ترجمہ۔سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سفید کپڑے پہنا کرو۔اس لیے کہ وہ زیادہ پاک صاف رہتا ہے۔اور اس میں اپنے مردوں کو دفنایا کرو۔واللہ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ

کیا بغیر قمیص کے نماز پڑھنا درست ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین زید مجدھم۔

(۱) دیہاتوں میں عام عادت ہے کہ نمازی نماز ادا کرتے وقت صرف چادر اور صافہ پہن کر نماز ادا کرتے ہیں قمیص یا کرتہ نہیں پہنتے۔

(۲) اگر ان کو کہا جاوے کہ کرتہ یا قمیص کے ساتھ نماز ادا کیا کرو تو وہ نہیں مانتے بلکہ لڑتے ہیں اور امام صاحب کی بے عزتی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جائز ہے۔

(۳) کیا مجبوری کے وقت اس طرح نماز پڑھنی چاہیے یا ہر وقت جائز ہے بلکہ یہ سنا گیا ہے کہ صرف مکروہ ہے کیا یہ صحیح ہے۔

(۴) جس شخص کو اس قسم کے مسائل بتائے جاویں وہ بتانے والے کو مارنے پر تیار ہو جاوے کہ اپنے مال اور زمینداری کی طاقت پر امام کو یا عالم کو وہاں سے نہ رہنے دیں شرعاً وہ کس سزا کے مستحق ہیں۔ان چار مسائل کا جواب عنایت فرما کر مشکور فرمادیں۔

﴿ج﴾

۱۔۲۔۳ نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے جس سے بچنا لازم ہے البتہ بوقت ضرورت مثلاً شدید گرمی یا کپڑا نہ ملنے کی صورت میں اگر پڑھ لی جائے تو کراہت نہ ہوگی لیکن عذر حقیقۃً ہو محض بہانہ نہ ہو (۴) ایسے لوگوں کو مسائل بتانے والے کو بھی دیکھا جاوے کہ وہ اس کا اہل ہے یا نہیں، اگر وہ باقاعدہ عالم نہیں تو اس کا بتلایا ہوا مسئلہ اگر فی الواقع صحیح بھی ہو تو اس شخص پر حجت نہیں اور وہ غیر عالم کی بات سمجھ کر اس کا رد کر سکتا ہے۔نیز اگر تبلیغ کا طریقہ بھی اس کے ساتھ درشت اور نامناسب ہو اور پھر علم بھی نہ ہو تو اس کی مخالفت میں کوئی حرج شرعی نہیں، البتہ اگر وہ مسئلہ بتانے والا عالم ہو اور اس کا طریقہ تبلیغ بھی مناسب حال ہو نہایت نرمی اور خلوص سے سمجھاتا ہے تو اس کی بات عوام الناس کے لیے حجت ہے اس کی مخالفت یا اس کے کہنے سے انکار کرنا بہت گناہ ہے۔حبط اعمال کا خطرہ ہے۔واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ

رومال باندھ کر نماز پڑھنے پڑھانے کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

[illegible] ٹوپی کے رومال باندھتے ہیں اور اسی کے ساتھ نماز پڑھتے پڑھاتے ہیں [illegible] حضور سرور کائنات اور صحابہ کرام نے کبھی رومال کے ساتھ نماز پڑھی [illegible] اس کا طریقہ [illegible] بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

رومال کے ساتھ [illegible] نماز درست ہے شرط یہ ہے کہ رومال [illegible] ایک [illegible] جائے تو یہ حکم عمامہ میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوٹا عمامہ بھی تھا اور یہ ایسا رومال معمول صلحاء ہے لہذا کراہت سے خالی ہے۔

حرام ذرائع سے کمائے ہوئے مال سے حاصل شدہ کپڑوں میں نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا کھانا پینا اور لباس ناجائز طریقہ سے حاصل کیا ہوا ہے۔ مثلاً سود، رشوت سے لیکن وہ نماز پڑھتا ہے روزے بھی رکھتا ہے جو فرائض دین ہیں۔ ظاہری ادا کرتا ہے۔ کیا اس کی نیکی قبول ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر کپڑا بدن پر رشوت یا سود کے روپیہ سے حاصل کیا ہوا ہے تو اس میں نماز مکروہ ہے۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

۲۹ محرم ۱۳۹۵ھ

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بنا بر ضرورت شدیدہ مثلاً جمعات رمضان مبارک یا عیدین کی نمازوں میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال امام کے لیے جائز ہے یا نہیں۔ جب کہ یہ امر محقق ہو چکا ہے کہ لاؤڈ سپیکر کی آواز بعینہ متکلم کی آواز ہوتی ہے صدائے بازگشت نہیں ہوتی۔

(۲) حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کا رجحان کس طرف ہے۔

(۳) تعامل حرمین شریفین بھی یہی ہے جہاں ہر مکتب فکر کے علماء بھی ہوتے ہیں۔

(۴) جب کہ مجمع بہت بڑا ہو اور دور رہنے والے مقتدیوں کو بجز تکبیرات انتقال کے اور کوئی چیز سنائی نہیں دیتی۔

(۵) جب کہ فی الجملہ اسماع قرأت مقتدیوں کے لیے مقصود شرع بھی ہو۔

(۶) دیہاتی مساجد میں عام طور پر جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے لوگ مساجد کی چھتوں پر چڑھ جاتے ہیں اگر قرأت ان کے کانوں میں پڑتی رہے تو توجہ رہتی ہے اور اگر نہ سنائی دے تو خیالات کے منتشر ہونے کا قوی احتمال ہے۔ مندرجہ بالا ضرورت شدیدہ کی بنا پر کیا مفتیان عظام کی جانب سے جواز کا فتویٰ ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

یہاں دو مسئلے جدا جدا ہیں ایک جواز استعمال لاؤڈ سپیکر کا اور دوسرا صحت صلوٰۃ کا ان دونوں سوالوں کا جواب مختلف ہے یعنی لاؤڈ سپیکر کا استعمال بلا ضرورت (جب کہ مقتدی قلیل ہوں یا مکبرین کا معقول انتظام ہو سکتا ہو) خلاف اولیٰ ہے کیونکہ یہ مسنون ومعتمد علیہ اور یقینی طریق تبلیغ صوت کے خلاف ہے لیکن اس کے باوجود اگر کسی نے لاؤڈ سپیکر کی آواز پر اقتداء اور اتباع کر لی تو نماز درست ہو جائے گی غرضیکہ شدید ضرورت کے موقعوں پر بھی اولیٰ اور مفید تو یہی ہے کہ سمجھدار آدمی مکبر و مبلغ کا تقرر کر سکتے ہیں لاؤڈ سپیکر کا استعمال حتی الوسع نہ کیا جائے مگر بایں ہمہ اگر استعمال کر لیا جائے تو جائز و درست ہے لیکن احتیاطاً مکبرین پھر بھی ہوں تو اچھا ہے۔ واللہ اعلم۔ ملخصاً من احسن الفتاوی وفتاوی دارالعلوم دیوبند

حررہ محمد طاہر رحیمی (استاذ القرآن والحدیث مدرسہ قاسم العلوم ملتان)

۹ رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ

ہندوستانی پائجامہ میں نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جو پاجامہ عام طور پر دہلی والے اور یوپی کے رہنے والے پہنتے ہیں اور اس کی تقریباً شکل ایسی (^) ہے۔ اس کا پہننا کیسا ہے۔ کیا اس کے پہننے سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے کہ اس کا پہننا سخت گناہ ہے کیونکہ اس میں سجدے کے وقت آدمی کے اعضاء مخصوصہ ایک تھیلی سی صورت میں نظر آتے ہیں۔ اس لیے نماز کے وقت تو خاص طور پر اور عام طور پر بھی پہننا سخت گناہ ہے۔ لہٰذا مہربانی فرما کر اس مسئلے پر روشنی ڈالیں۔

﴿ج﴾

جب کہ رنگ بشرہ کا معلوم نہ ہو تو ستر ثابت ہے۔ اور نماز صحیح ہے وعادم ساتر لایصف ماتحتہ (درمختار) بان

لایری مسہ لون البشرۃ احترازا عن الرقیق ونحو الزجاج (ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ ص۳۰۲ ج۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ

پنڈلی کھلی ہوتے ہوئے نماز کا حکم

﴿س﴾

بخدمت جناب حضرت مفتی صاحب سلام مسنون۔

عرض ہے کہ ہمارے علاقہ کے عوام کو چند آدمیوں نے تنگ کر رکھا ہے۔ اور چند عقلی دلائل دے کر مندرجہ ذیل مسائل کی طرف راغب کرنے کی کوشش کر رہے ہیں مہربانی فرما کر ہماری عقلی اور نقلی دلائل دے کر رہنمائی کریں۔

(۱) حنفی امام کے پیچھے بلند آواز سے آمین کہنا اور سورۃ فاتحہ پڑھنا۔ (۲) رفع یدین کرنا (۳) مرد کا ستر پیروں کی طرف کہاں سے شروع ہوتا ہے۔ اور اگر نماز میں پنڈلی کھلی رہ جائے۔ تو نماز ہو جائے گی یا نہیں۔

﴿ج﴾

۱۔۲۔ آمین بالجہر اور رفع یدین عند الحنفیہ خلاف سنت ہے۔ اور قرأۃ خلف الامام منسوخ اور ممنوع ہے۔ اور دلائل ان مسائل کے حنفیہ کے پاس بہت ہیں ور آیات واحادیث اس بارہ میں موجود ہیں۔ جو بہت سی کتابوں اور رسالوں میں شائع ہو چکی ہیں۔ آمین کے بارے میں واخفی بہا صوتہ وارد ہے۔ ور قرأۃ خلف الامام کی ممانعت میں واذا قرأ فانصتوا مسلم کی روایت میں موجود ہے اور رفع یدین کے بارے میں حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ ترمذی میں مذکور ہے۔ قال عبداللہ ابن مسعودؓ الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ۔ ترمذی الکتب الستہ ص۱۶۶۳، حدیث نمبر ۲۵۷.

(۳) مرد کا ستر گھٹنے سے ناف تک ہے۔ پنڈلی کھلی ہوتے ہوئے بھی نماز درست ہوتی ہے۔ چادر، شلوار کا ٹخنے سے اوپر رکھنا ضروری ہے۔ یعنی ٹخنا کھلا رکھنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۳ جمادی الاخری ۱۳۹۳ھ

جیب میں فوٹو اور ہاتھ میں لوہے کی گھڑی پہنے ہوئے نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ (۱) اگر کسی کی جیب میں انسان کا فوٹو ہو تو نماز ہو جاتی ہے یا نہیں، فوٹو خواہ کسی

صورت میں ہو۔ مثلاً پانچ دس کے نوٹ پر بھی فوٹو ہوتا ہے۔ یا ایسے فوٹو ہو۔ نوٹ کا فوٹو جیب میں رکھنے پر انسان مجبور ہے۔ جواز کی صورت ہے یا نہیں۔

(۲) جس گھڑی کا چین لوہے کا ہو اس کو پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے۔ اگر ناجائز ہے تو گھڑی بھی لوہے کی ہے۔ گھڑی کا پہننا بھی ناجائز ہونا چاہیے۔ بینوا وتوجروا۔

﴿ج﴾

نماز اس صورت میں بلا کراہت صحیح ہے۔ ولایکرہ لوکانت تحت قدمیہ او محل جلوسہ لانہا مہانتہ او فی یدہ عبارۃ الشمنی بدنہ لانہا مستورۃ بثیابہ او علی خاتمہ بنقش غیر مستبین قال فی البحر ومفادہ کراہۃ المستبین لا المستتر بکیس اوصرۃ اوثوب اخر (درمختار) بان صلی ومعہ صرۃ اوکیس فیہ دنانیر اودراہم فیہا صور صغار فلا تکرہ لاستتارہا. (ردالمحتار باب مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیہا. ص۴۷۹ ج۱)

(۲) گھڑی انسانی ضرورت کی چیز ہے اور زنجیری یا چین اس کی حفاظت کے لیے ہے۔ جیسا کہ تلوار کے لیے دونوں سروں پر ایک یا دو حلقے ہوتے ہیں' فقہاء نے تصریح کی ہے۔ اگر یہ حلقے لوہے' تانبے' پیتل کے ہوں۔ تو جائز ہیں اور اس میں کراہت نہیں۔ اس سے بظاہر لوہے وغیرہ کے چین کی اجازت مفہوم ہوتی ہے۔ قال فی الشامیۃ ولایکرہ فی المنطقۃ حلقۃ حدید اونحاس وعظم وایضاً تحت قولہ (ولایتختم الا بالفضۃ) ای بخلاف المنطقۃ فلایکرہ فیہا حلقۃ حدید ونحاس (ص۳۵۲ ج۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
۲ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ

جائے نماز پر غیر ذی روح کی تصویر کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر مصلی (جائے نماز) پر کسی مسجد یا مزار اور غیر ذی روح چیز کا نقش ہو تو اس سے نماز میں کوئی خرابی تو نہیں آتی؟

﴿ج﴾

غیر ذی روح کا فوٹو اگر مصلی پر ہو تو اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ
۷ جمادی الاخری ۱۳۹۸ھ

سر پر بغیر باندھے رومال رکھ کر نماز پڑھنے کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز پڑھتا ہے۔ اور ہمیشہ سردی کا موسم ہو یا گرمی کا وہ اپنے سر پر رومال رکھتا ہے اور رومال کے دونوں سروں کو بغیر باندھنے کے چھوڑ دیتا ہے۔ کبھی رومال کے [illegible] ٹوپی رکھتا ہے اور کبھی رومال کے نیچے ٹوپی رکھتا ہے [illegible] کہا جاتا ہے کہ رومال کے ایسا کرنے کو فقہاء سدل کہتے ہیں [illegible] سدل کا حکم [illegible] تحریر [illegible] ہیں تو وہ جواب دیتا ہے کہ [illegible] سدل نہیں [illegible] اور [illegible] جواب دیتا ہے کہ [illegible] بستان میں [illegible] ہیں۔ اب ہم یہ پوچھتے ہیں کہ [illegible] سر پر رکھ کر اس کے دونوں طرفوں کو نیچے لٹکانے کو فقہاء سدل کہتے ہیں [illegible] کہتے ہیں تو اس کا حکم کیا ہے اور اگر رومال کے لٹکانے کو سدل نہیں کہتے تو سدل کا کیا معنی ہے اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔ بینوا بالکتاب [illegible]

﴿ج﴾

صورت مسئولہ کو فقہاء سدل کہتے ہیں اور یہ مکروہ ہے۔ قال الشامی فی ردالمختار ص ۴۷۲ ج ۱ وقال فی البحر وفسره الکرخی بان یجعل ثوبه علی راسه او علی کتفیه ویرسل اطرافه من جانبه اذا لم یکن علیه سراویل اه فکراهته لاحتمال کشف العورة وان کان مع السراویل فکراهته للتشبه باهل الکتاب فهو مکروه مطلقاً سواء کان للخیلاء او غیره البتہ اگر اوپر ٹوپی رکھے تو جائز ہے مکروہ نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ

۲۱ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۸ھ

جائے نماز پر بنے ہوئے نقوش کے ادب کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ جس جائے نماز پر بیت اللہ شریف و روضہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش بنا ہوتا ہے [illegible] کیا ایسے مصلی پر نماز پڑھنا اور بیٹھنا خلاف ادب ہے یا نہ۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

[illegible] واضح رہے کہ متبرک مقامات کے جو نقوش کھینچے جاتے ہیں وہ بھی متبرک ہوتے ہیں۔ وجہ اس [illegible] کا تصور ہوتا ہے۔ لہٰذا ان نقوش کے ساتھ بھی بے ادبی کا معاملہ درست نہیں ہے۔

جانمازوں پر جو متبرک نقوش بنائے جاتے ہیں۔ اگر وہ کھڑے ہونے کی جگہ پر ہوں تب تو ان پر نماز نہ پڑھی جائے کیونکہ ایسے متبرک نقوش کے پاؤں تلے آنے میں ان کی بے ادبی سی ہوتی ہے اور اگر سجدہ لگانے کی جگہ پر یہ نقوش ہوں جیسے عموماً ہوتا ہے تو اس پر نماز پڑھنے میں کوئی بے ادبی نہیں ہے۔ کیونکہ ایسے نقش پر سجدہ لگانا عرفاً خلاف ادب شمار نہیں ہوتا اس لیے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ اور ایسے مصلی پر نماز پڑھنی جائز ہے۔ نیز غیر ذی روح چیز کی اگر تصویر سجدہ کی جگہ پر ہو تو اس سے نماز میں کراہت نہیں ہوتی ہے۔ مولانا تھانوی صاحبؒ فتاویٰ امدادیہ ص ۳۲۷ ج ۷ پر نقشہ نعل مبارک کی طرح مدرسہ کی مہر بنانے کے متعلق ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں! نقشہ کی بھی بے ادبی ہے اور اس نقشہ کے اندر جو الفاظ لکھے جاتے ہیں جیسے لفظ احمد وغیرہ اس کی بھی بے ادبی ہے کہ تو یہ تو گویا نعل پر لکھا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ محمد عبداللطیف غفرلہ

۱۱ رجب ۱۳۸۶ھ

باب فی احکام المسجد

مسجد کی چھت پر نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں ایک مسجد جو مدینہ مسجد کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں بجلی کے پنکھوں کا باقاعدہ انتظام ہے۔ مسجد کے نمازی حضرات مسجد کی چھت پر نماز باجماعت کرانے پر مصر ہیں۔ اور امام مسجد انکار کرتا ہے۔ تو مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا ازروئے شریعت (جب کہ پنکھے بھی ہیں) صحیح ہے یا مکروہ اگر مکروہ ہے تو کس قسم کی۔

﴿ج﴾

مسجد کی چھت پر بلا ضرورت (یعنی تنگی مسجد) نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ اگر مسجد تنگ ہو اور نمازی زیادہ ہوں اور نیچے نہ سما سکتے ہوں تو نیچے کی جگہ پُر کرنے کے بعد چھت پر نماز پڑھنا درست وصحیح ہے لیکن صورت مسئولہ میں چونکہ یہ ضرورت متحقق نہیں۔ اس لیے گرمی کی وجہ سے چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہوگا۔ عالمگیری ص ۳۲۲ باب اداب المسجد میں ہے۔ **الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولهذا اذا اشتد الحر یکرہ ان یصلوا بالجماعة فوقه الا اذا ضاق المسجد كذا فی الغرائب** . لہٰذا صورت مسئولہ میں نمازیوں کا ایک امر خلاف شریعت پر اصرار کرنا ناجائز وگناہ ہوگا۔ بلکہ انھیں چاہیے کہ شرعی حکم معلوم کریں اور اس پر عامل بنیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح عبد اللہ عفا اللہ عنہ

مسجد میں سونے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ پیش امام اور دوسرے لوگ مسجد کی چھت پر چار پائیاں بچھا کر سوتے ہیں۔ جب کہ ان کے اپنے گھر بھی موجود ہیں۔ اس بارے میں مسئلہ بتا دیا جائے۔

﴿ج﴾

مسجد میں چار پائی بچھا کر سونا جائز ہے۔ البتہ اولیٰ یہ ہے کہ جب ان کے گھر موجود ہیں تو مسجد میں نہ سوئیں۔ اگر سونا چاہیں تو اعتکاف کی نیت کر لیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح عبد اللہ عفا اللہ عنہ

مسجد میں ذکر و مراقبہ کی شرعی حیثیت؟

﴿س﴾

بخدمت جناب مفتی صاحب۔ السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ ہم عشاء کی نماز پڑھ لینے کے بعد مراقبہ کرتے ہیں۔ مراقبہ میں ذکر اللہ ہوتا ہے۔ پہلے آہستہ آہستہ سے پھر زور زور سے اللہ اللہ کرتے ہیں۔ کیا یہ مراقبہ مسجد میں جائز ہے؟ اس مراقبہ میں: جامع مسجد کی کوئی بے حرمتی تو نہیں ہے۔ اگر مراقبہ جائز ہے تو کس جگہ اور کس حالت میں۔

﴿ج﴾

مسجد میں بیٹھ کر ذکر و مراقبہ کرنا جائز ہے۔ مسجدیں بنائی ہی اس لیے جاتی ہیں کہ ان میں نمازیں پڑھی جائیں اور اللہ کا ذکر کیا جائے۔ **فی بیوت اذن الله ان ترفع ویذکر فیها اسمه** ۔ لیکن اس ذکر و مراقبہ میں مندرجہ ذیل امور کا لحاظ رکھنا از حد ضروری ہے۔ ورنہ مجلس ذکر مجلس بدعت بن جائے گی۔ (۱) مجلس ذکر نماز کے اوقات میں قائم نہ کی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ اُدھر جماعت کھڑی ہو اور ادھر ذاکرین نے حلقۂ ذکر قائم کیا ہو۔ (۲) ذکر خفی ہو تو بہتر ہے اور ذکر جہری ہو تو ایسا نہ ہو کہ لوگوں کی نمازوں میں خلل واقع ہونے لگے۔ بلکہ جہر اس سے بڑھ کر نہ ہو جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ۔ (۳) ذاکرین کی آواز مجتمع طور پر نہ ہو۔ جیسا کہ فی الواقع مل کر نعت خوانی کرتے ہیں۔ بلکہ ہر شخص اپنے اپنے ذکر میں مشغول رہے۔ (۴) حلقۂ ذکر میں ہر شخص کو شرکت پر مجبور نہ کیا جائے۔ جس کا جی چاہے چلا جائے۔ (۵) حلقۂ ذکر کی مجلس ایک طرف ہو۔ ان امور کا لحاظ رکھا جائے تو خیر کی امید ہے۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

گرمی کے سبب مسجد کی چھت پر نماز پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے صحن پر چھت ڈال دی گئی ہے اب نماز اس چھت پر پڑھی جاتی ہے فی الحال گرمی کی وجہ سے صحن مسجد میں نماز نہیں پڑھی جاتی کیا صحن مسجد چھوڑ کر مسجد کی چھت پر نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

عالمگیری ص ۳۲۲ ج ۵ باب اداب المسجد میں ہے۔ **الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولهذا اذا اشتد الحر یکرہ ان یصلوا بالجماعة فوقه الا اذا ضاق المسجد الخ**. یہ عبارت صاف دال ہے اس بات پر کہ گرمی کی وجہ سے مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

جماعت کی نماز حاصل کرنے کی غرض سے مسجد میں بھاگنے کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں مسائل ذیل۔

(۱) اگر مسجد میں سامنے والی دیوار میں گھڑی لگادی جائے جو کہ نمازیوں کو مسجد میں دکھائی دے۔ کیا اس گھڑی سے نماز میں کوئی فرق آتا ہے۔

(۲) اگر کوئی وضوء کرتے وقت کلمہ نہ پڑھے تو کیا اس کا وضوء نہ ہوگا۔

(۳) اگر وضوء کرتے وقت ڈاڑھی کو انگلی ڈال کر خلال نہ کیا جائے جب کہ ڈاڑھی خوب گاڑھی ہو اور جلد نظر نہ آتی ہو تو کیا وضوء ہو جائے گا۔

(۴) مسجد میں نماز کھڑی ہو چکی ہے اور بعد میں مقتدی اتنی جلدی بھاگ کر جماعت میں شریک ہو کہ اس کے بھاگنے کی آواز لوگ سنیں اور گرتے گرتے رہ جائے یا گر پڑے تو کیا یہ ضروری ہے اور جائز ہے کہ وہ مقتدی اس طرح کرے۔

(۵) اگر امام کو فرض نماز میں شبہ لگ جائے اور دوبارہ لوٹ کر پڑھے یا دوسری سورت شروع کر دے تو کیا سجدہ سہو لازم آئے گا۔ اور کیا مقتدی کو فرض نماز میں لقمہ دینا جائز ہے۔

(۶) ایک امام مسجد بغیر تنخواہ کے مسجد میں رہتا ہے اور ہے بھی غریب تو اگر مسجد کے پیسے میں سے کبھی کبھار اس کی مدد کی جائے تو کیا یہ جائز ہے۔

﴿ج﴾

(۱) اچھا یہ ہے کہ گھڑی یا تو اونچی ہو کہ نمازی کی نظر اس پر نہ پڑے۔ یا کنارے کی دیوار پر لگائی جائے اس پر نظر پڑنے سے اگرچہ نماز فاسد تو نہیں ہوتی۔ لیکن دھیان اس طرف جانے سے نماز میں نقصان ضرور آتا ہے۔

(۲) وضوء ہو جاتا ہے البتہ بعد وضوء کے کلمہ شہادت پڑھنا مستحب ہے۔

(۳) وضوء ہو جائے گا البتہ خلال مسنون ہے۔

(۴) ایسا نہ کرے بلکہ نہایت اطمینان اور وقار سے آئے۔ جو جماعت سے مل جاوے وہ امام کے ساتھ اور جو رہ جائے وہ اس کے بعد ادا کرے لیکن بھاگنا نہیں چاہیے۔

(۵) دوسری سورت شروع کرنے یا لوٹ کر پڑھنے سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔ اچھا یہ ہے کہ مقتدی لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے۔ اگر لقمہ دیدے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔

(۶) اگر لوگ چندہ دہندگان اس پر راضی ہیں تو جائز ہے۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ

تنگی جگہ کے سبب ایک مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں نماز پڑھنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ پہلے ایک مسجد امن کے زمانہ میں بنی ہوئی ہے۔ جو چوہدری نرنجن سنگھ مالک زمین نے اجازت دی تھی۔ آبادی کے لحاظ سے وہ مسجد چھوٹی ہے باہر جو زمین ملحقہ سفید ہے یا آباد ہے وہ ایک شیعہ کی ملکیت ہے۔ مسجد بڑھ اور بڑھ نہیں سکتی۔ ایک مسجد اس سے ۸۶ قدم دور اور بنائی گئی ہے۔ اگر راستہ سے قدم ماریں تو ۸۶ ہیں۔ اگر مکانوں کے اندر سے قدم ماریں تو ۳۰ ہیں۔ اور جو مسجد نئی بنائی گئی ہے اس کی آبادی بھی بہت ہے۔ اور نمازی بھی بہت ہیں کیا ہم پرانی مسجد کو چھوڑ کر نئی مسجد میں جا سکتے ہیں یا نہیں؟ نئی مسجد بہت وسیع ہے پرانی مسجد میں لوگ نہیں سما سکتے۔ اور ہیں دونوں آبادی میں۔ بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

پرانی مسجد کو چھوڑ کر نئی مسجد میں جانا جائز ہے۔ بشرطیکہ پرانی میں باقاعدہ جماعت کا اہتمام ہوتا رہے۔ وہ بدستور آباد رہے اگر نئی مسجد میں جانے سے پرانی مسجد کے غیر آباد ہو جانے کا اندیشہ ہو تو جانا جائز نہیں بہتر یہ ہے کہ پرانی مسجد میں جماعت کچھ پہلے ہوتی ہو تاکہ جو نمازی اس میں نہ سما سکیں وہ نئی مسجد میں جماعت سے نماز ادا کر سکیں جو پرانی کو آباد رکھنے کی خاطر پرانی میں کثرت مقصدین اور زیادتی جماعت کے نماز ادا کریں گے۔ ان کو پورا پورا ثواب ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بلا ضرورت مسجد کی چھت پر جماعت ادا کرانے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اسلام اس مسئلہ میں کہ مسجد کی چھت پر جماعت کرانا کیسا ہے اس حالت میں کہ بانی مسجد نے چھت پر پختہ فرش محراب چاروں طرف کی دیواریں بلند کر کے نماز کے لیے مقرر کیا اور شدت سردی یا گرمی کی وجہ سے نماز اوپر ادا کی جائے۔ بینوا وتوجروا

﴿ج﴾

مسجد کی چھت پر بلا ضرورت بلا تنگی مسجد نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ یعنی اگر لوگ نماز پڑھنے والے اتنے زیادہ ہوں کہ نیچے کی جگہ پُر ہو جائے اور نیچے نہ سما سکیں تب جن کو نیچے جگہ نہیں ملی وہ اوپر چھت پر نماز پڑھ لیں۔ لیکن گرمی و سردی کی وجہ سے کہ نیچے کی جگہ خالی ہو اور اوپر نماز ادا کریں۔ تو ایسی صورت میں چھت پر نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ کذا فی العالمگیری۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا وقف مسجد میں کسی طرف نماز پڑھنے کا ثواب ایک جیسا ہے؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ آیا ایک مسجد ہے اس کے چاروں طرف فرش ہے گول قسم کی جگہ مسجد کے قبضہ میں ہے۔ کسی کا حق نہیں اور مستقل ہونے پر ہر حال میں محفوظ ہے۔ جیسے فرش پاک صاف ہوتے ہیں۔ کبھی جماعت سردی گرمی کی وجہ سے جنوب کی طرف کبھی جماعت مغرب کی طرف کبھی شمال کی طرف تو اس فرش پر جماعت کرانے کی فضیلت مسجد کے بیچ جیسی ہے یا گھروں جنگلوں جیسی ہے۔ تشریح فرمایئے شرعاً کیا حکم ہے؟

(۲) دوسرا مسئلہ ایک امام اور ایک ہی مقتدی جماعت کراتے ہیں۔ وہ قدرے برابر ہوتے ہیں پھر دوسری یا تیسری رکعت یا پہلی ہی رکعت میں ایک مقتدی اور آ گیا تو فرمایئے امام آگے چل کر مصلی کی جگہ میں جائے یا مقتدی پیچھے ہٹ کر مقتدی کے ساتھ ہو جائے۔ تحریر فرمائیں شرعاً کیا حکم ہے آپ کی کمال مہربانی ہوگی۔

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اگر یہ فرش داخل مسجد ہے اور اس کو برائے نماز پڑھنے کے علی التابید وقف کر دیا گیا ہے تو اس پر نماز پڑھنے کا ثواب مسجد کے بیچ جیسا ہوگا۔ ہاں اگر جماعت کرانی ہے تو مسجد یا اس کے صحن کے بیچ میں امام کا کھڑا ہونا تاکہ دونوں طرف کے مقتدی تقریباً برابر برابر ہوں افضل و بہتر ہے۔ اور اس میں ثواب زیادہ ہے۔ اور اگر یہ فرش نماز کے لیے علی التابید وقف نہ ہو۔ تو اس پر نماز پڑھنے کا ثواب اندرون مسجد پڑھنے کے ثواب کے برابر نہ ہوگا۔

(۲) دونوں طرح جائز ہے ہاں اگر آگے جگہ نہ ہو تو مقتدی کو پیچھے ہٹ جانا چاہیے ور اگر پیچھے جگہ نہ ہو تو امام کو آگے بڑھ جانا چاہیے۔ اور اگر آگے پیچھے دونوں جانب جگہ ہو تو امام کو آگے ہو جانا چاہیے۔ اور اگر وہ آگے نہ ہو تو مقتدی پیچھے ہٹ جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ نہیں باندھے' رکوع میں چلا گیا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام دریں مسئلہ کہ زید اس وقت آیا جب کہ جماعت ہو رہی تھی امام صاحب رکوع میں چلے گئے زید نیت کر کے تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے رکوع میں امام کے ساتھ مل جاتا ہے لیکن تکبیر کے کہنے کے بعد ہاتھ ناف پر نہیں باندھتا ہے صرف تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جاتا ہے آیا زید کی نماز کامل ہوگئی یا تکبیر کے بعد ناف پر ہاتھ باندھ کر رکوع کرنا ضروری تھا۔ صرف تکبیر تحریمہ کہنا کافی ہو جاتا ہے یا زیر ناف ہاتھ باندھنا بھی ضروری تھا۔

﴿ج﴾

ہاتھ باندھنا زیر ناف مسنون ہے۔ نہ فرض ہے نہ واجب اس لیے اگر تکبیر تحریمہ کو کھڑے ہو کر پورا کر لیا ہے اور تکبیر تحریمہ کو رکوع میں جا کر پورا نہیں کیا تو نماز صحیح ہے خواہ ہاتھ نہ باندھے ہوں اور اگر تکبیر کو حالت رکوع میں پورا کیا تو نماز نہیں ہوئی۔

نماز عشاء کا وقت جواز واستحباب؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عند الشرع مغرب اور عشاء کے درمیانی وقفہ کی کم از کم مقدار کیا ہے؟ اور آنے والی راتوں میں تراویح کم از کم کتنے وقت پر شروع کرنا زیادہ مناسب اور موزوں ہوگا۔ حقیقت پر مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔

﴿ج﴾

غروب کے بعد عشاء کا وقت عند الامام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وقت تب ہوتا ہے کہ شفق ابیض غائب ہو جائے اور اس کی مقدار عام طور پر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ ہوتی ہے۔ پس مغرب وعشاء میں ڈیڑھ گھنٹہ سے کم فاصلہ نہ کرنا چاہیے۔ آج کل غروب کا وقت ۷ بج کر ۲۱ منٹ کے قریب ہے۔ اس حساب سے عشاء کا وقت ۸ بج کر ۵۰ منٹ کے بعد شروع ہوگا۔ اس لیے اذان اور نماز اس کے بعد ہو۔ اس سے تقدیم درست نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ نماز کا وقت نو بجے کے بعد مقرر کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باب التراویح والوتر

تراویح کی رکعات؟

﴿س﴾

ہمارے ہاں ۸ رکعت تراویح کا شدید اختلاف ہے۔ حتیٰ کہ غیر مقلدین نے یہ دعویٰ کردیا ہے کہ ۲۰ رکعات کا کسی مرفوع حدیث سے ثبوت ہی نہیں۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔ جو کہ احادیث مرفوعہ معتبرہ کے سامنے کچھ نہیں۔ بعدہ عرض ہے کہ اولاً مخالفین کے دلائل بحوالہ وصفحات ثانیاً احناف کے دلائل کتب معتبرہ ومعروفہ بحوالہ صفحات ثالثاً جمیع صحابہ خصوصاً دور ابوبکرؓ میں کتنی اور کس جگہ میں جماعت یا بے جماعت پڑھی جاتی تھیں۔ رابعاً حضرت عمرؓ کے دور میں خامساً حضرت عثمانؓ۔ سادساً حضرت علیؓ۔ بہرکیف مکمل دلائل احناف پھر مخالفین کے دلائل کا ضعف اور اگر ہمارے احناف کے کسی مستدل کے راوی کمزور ہوں تو اس کو تحریر فرمائیں۔

﴿ج﴾

رمضان شریف کا ماہ مبارک گزر گیا۔ جواب میں تاخیر ہوگئی۔ معاف فرمائیں۔ غیر مقلدوں سے کوئی پوچھے کہ ۲۰ رکعت کا ثبوت تمہارے اور ہمارے پاس نہ ہو تو نہ ہو۔ لیکن کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھی نہیں تھا۔ حضرت عمر کون ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ راشد ہیں۔ مشکوٰۃ کی روایت ان غیر مقلدوں کو یاد نہیں ہے کہ آپ کیسے تاکید فرما رہے ہیں۔ علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین۔ الحدیث۔ میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔ پھر پورے ماہ میں جماعت کے ساتھ تراویح کا اہتمام بھی حضرت عمرؓ ہی کی سنت ہے۔ کوئی ثابت کر دکھائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چار دن سے زائد جماعت کے ساتھ تراویح ادا فرمائی ہوں۔ پھر یہ غیر مقلد کیوں تمام رمضان المبارک میں تراویح پڑھتے ہیں۔ اگر ان کو حضرت عمرؓ سے چڑ ہے تو حضرت عمرؓ سے دشمنی اور عداوت کا ثبوت دیتے ہوئے پورا مہینہ کی نماز تراویح باجماعت ادا نہ کریں۔ صرف تین چار دن جماعت کریں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پورا مہینہ باجماعت نماز تراویح ثابت نہیں ہے۔ پورا مہینہ باجماعت تراویح کا تو حضرت عمرؓ نے لوگوں کو جمع کر کے اجراء فرمایا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں بھی یہ اہتمام نہ تھا' اب ان غیر مقلدوں کے پاس کیا رہ جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ کو درمیان سے خارج کردینے کے بعد آدھا دین ختم ہوجائے گا غیر مقلدوں کو چاہیے کہ نیا دین مرتب کریں۔ اور حضرت عمرؓ و حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین کی تمام سنتیں چن چن کر دین سے نکال دیں۔ کیونکہ غیر مقلدین کے بقول ان حضرات نے تو بدعتیں ایجاد کی تھیں' اور معاذ اللہ یہ حضرات تو متبع سنت تھے ہی

نہیں۔ بڑے متبع سنت اس چودھویں صدی کے غیر مقلد ہیں۔ لہٰذا ان کو لازم ہے کہ نیا دین مدون فرمالیں۔ اور تمام امت کو گمراہ قرار دیتے ہوئے اپنے نئے دین کا پرچار کریں۔ والی اللہ المشتکی واللہ المستعان تفصیل دلائل کے لیے خیر المصابیح رسالہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب مرحوم کا مطالعہ فرمائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عشاء کی نماز تنہا ادا کرنے والے کی وتر کی جماعت میں شرکت کا حکم؟

﴿س﴾

جو شخص نماز عشاء جماعت سے نہ پا سکا ہو یا بیس رکعت تراویح کو ادا نہ کرسکا ہو وہ امام کے ساتھ وتر پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور تراویح پوری کرنی ضروری ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

عشاء کے فرض علیحدہ پڑھے تراویح سب یا اکثر امام کے ساتھ ادا کرے یا تراویح بالکل نہ پڑھے تینوں صورتوں میں وتر کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے اور باقی تراویح وتر کے بعد پڑھ لے تراویح امام کے ساتھ کل یا بعض نہ پڑھنے کی صورت میں جماعت وتر میں شریک ہونے کا جواز درمختار کی عبارت میں مذکور ہے (و لو لم یصلها) ای التراویح (بالامام) او صلاها مع غیره (له ان یصلی الوتر معه) الدر المختار علی هامش ردالمحتار مبحث التراویح ج ۱ ص ۵۲۴ اور فرض عشاء جماعت سے نہ پڑھنے کی صورت میں وتر کی جماعت میں شریک ہونے کا جواز تعلیل علامہ طحطاوی سے معلوم ہوتا ہے۔ حیث قال فی شرح قول صاحب الدر المختار ۵۲۴ بقی لوترکها الکل هل یصلون الوتر بجماعة فلیراجع (قوله فلیراجع' قضیة التعلیل فی المسئلة السابقة بقولهم لانها تبع ان یصلی الوتر بجماعة فی هذه الصورة لانه لیس تبع التراویح ولاللعشاء عند الامام انتهی والطحطاوی۔ علی الدر المختار مبحث التراویح ج ۱ ص ۲۹۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تراویح میں عورت کی امامت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عورت اپنے گھر میں یا پڑوس محلہ میں جا کر تراویح میں ختم قرآن سنائے۔ اور عورتوں میں کھڑی ہو کر ان کی امام بنے۔ کیا یہ جائز ہے؟ اور اس کا ثبوت ازواج مطہرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر صحابیات سے یا ائمہ مجتہدین کی ازواج سے ملتا ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

عورت کو عورتوں کا امام بننا کل نمازوں میں خواہ وہ فرض ہوں یا نفل جائز ہے لیکن مکروہ تحریمی ہے۔ پس اگر عورتیں کراہت کے باوجود جماعت سے نماز پڑھیں۔ تو جو عورت امام ہو وہ درمیان میں کھڑی ہو۔ لیکن اس کے درمیان میں کھڑی ہونے سے بھی کراہت دور نہیں ہوتی اور عورت امام اگر مقتدی عورتوں کے آگے کھڑی ہو جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ لیکن وہ گنہگار ہوگی۔ پس بیچ میں کھڑا ہونا واجب ہے۔ اور اس میں آگے کھڑے ہونے سے کم کراہت ہے عورتوں کو علیحدہ علیحدہ نماز پڑھنا ہی افضل ہے۔ کذا فی عمدۃ الفقہ۔ (حصہ دوم ص ۱۸۶) پس صورت مسئولہ میں بہتر یہ ہے کہ سنانے والی حافظہ نوافل میں سنائے۔ اور دوسری عورتیں بغیر نماز کے بیٹھ کر سنیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چندہ کی خاطر تراویح پڑھانے والے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے ہاں تراویح پڑھانے والے کے لیے ایک سید حافظ قرآن اچھا پڑھنے والا تقریباً بیس سال سے مقرر ہے۔ لیکن وہ ڈاڑھی سنت کے موافق نہیں رکھتا ہے صرف نشان ہے۔

(۲) اس کے لیے چندہ مقرر ہے۔ ہر رمضان شریف کی ۲۷ تاریخ کو قرآن مجید ختم کر کے مسجد میں چندہ ہوتا ہے۔ حافظ صاحب کے لیے اور امام و مؤذن کے لیے جدا جدا۔ (نمبر۱) اب سوال یہ ہے کہ اگر حافظ صاحب چندہ کی لالچ سے قرآن سناتا ہے۔ اس کے پیچھے نماز تراویح پڑھنا کیسا ہے۔ اور اس کی امامت کیسی ہے۔ (نمبر۲) دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر بلا لالچ پڑھاتا ہے۔ مگر جو چندہ فی سبیل اللہ ۲۷ تاریخ کو اس کو دیا جائے تو پھر مسئلہ کیا ہوگا۔ (نمبر۳) سوال یہ ہے کہ اگر حافظ بے طمع ہے اس کی ڈاڑھی سنت کے مطابق نہیں تو پھر مسئلہ کیسا ہوگا؟

(۴) اگر حافظ باشرع مل سکتا ہے۔ بلا لالچ کے نہیں پھر الم ترکیف سے پڑھنا زیادہ بہتر ہوگا یا نہیں۔ امداد الفتاویٰ ج اول میں لکھا ہے۔ لینا دینا بھی جائز نہیں۔ اس سے الم ترکیف پر پڑھنا اچھا ہے۔ لہٰذا آپ مفصل جواب تحریر فرمادیں۔ تاکہ اختلاف ختم ہو جائے۔

﴿ج﴾

ڈاڑھی کو سنت کے موافق نہ رکھنے والا شخص فاسق ہے۔ اور فاسق کی امامت جیسے فرائض میں مکروہ تحریمی ہے۔ تراویح میں بھی مکروہ ہے۔ **اما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه (الى قوله) بل مشى فى شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم۔ (ردالمحتار باب الامامة ج ۱ ص ۴۱۳) كذا فى فتاوى دار العلوم ديوبند**

ج ۳ ص ۲۲۶) اجرت پر قرآن شریف پڑھنا درست نہیں اور اس میں ثواب نہیں اور بحکم المعروف کالمشروط جن کی نیت لینے دینے کی ہے۔ وہ بھی اجرت کے حکم میں ہے۔ اور ناجائز ہے۔ اس حالت میں الم ترکیف سے پڑھنا اور اجرت کا قرآن شریف نہ سننا بہتر ہے۔ اور صرف تراویح ادا کر لینے سے قیام رمضان کی فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ **و ان القراۃ لشیء من الدنیا لا تجوز وان الاخذ والمعطی اثمان لان ذلک یشبه الاستیجار علی القراۃ و نفس الاستیجار علیها لا یجوز (ردالمحتار باب قضاء الفوائت مطلب فی بطلان الوصیة ج ۱ ص ۵۴۲** امداد الفتاویٰ کا قول درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

تراویح میں ایک جگہ قرآن پاک ختم کر کے دوسری جگہ سنانے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ رمضان المبارک میں تراویح کے اندر زید ایک دفعہ سنا کر دوسری دفعہ دوسری جگہ سناتا ہے۔ تو کیا یہ سنانا اس کا درست ہے۔ وہ سنا سکتا ہے یا کہ نہیں؟

﴿ج﴾

ایک مسجد میں پانچ سات روز میں قرآن شریف ختم کر کے دوسری مسجد میں دوسرا ختم حافظوں کو کرنا درست ہے۔ اور دوسری مسجد والوں کی تراویح صحیح ہیں۔ کیونکہ تراویح کی نماز تمام رمضان شریف میں سنت مؤکدہ ہے۔ پس دوسری مسجد میں جو حافظ نے تراویح پڑھائی وہ بھی سنت مؤکدہ ہے اور مقتدیوں کی تراویح بھی سنت مؤکدہ ہیں۔ لہٰذا دونوں کی نماز متحد ہوئی۔ علاوہ بریں نفلی پڑھنے والے کے پیچھے سنت بھی ہو جاتی ہیں۔ اور یہ شبہ کہ ختم قرآن شریف ایک بار سنت مؤکدہ ہے۔ دوسرا اور تیسرا ختم نفل ہے۔ ساقط ہے۔ کیونکہ اصل نماز امام کی سنت مؤکدہ ہے۔ ختم کے سنت نہ ہونے سے وہ نماز سنت ہونے سے خارج نہیں ہوئی۔ اور مقتدیوں کی نماز میں کچھ نقصان نہیں آیا۔ فتاویٰ دار العلوم ج ا ص ۶۵۱۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باجماعت تہجد کے نوافل میں ختم قرآن کا حکم؟

﴿س﴾

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز تراویح کی جماعت ختم ہونے کے بعد اجتماعی شکل میں دوامی طور پر دعا مانگنا کیسا ہے؟

(۲) رات کو تہجد کی نماز میں اجتماعی شکل میں حافظ کا قرآن سنانا کیسا ہے؟ مثلاً اس کی صورت یہ ہے کہ زید عرصہ تین سال سے رمضان المبارک میں ایک ختم تراویح میں سناتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ دوسرا ختم نماز تہجد میں ایک سامع کو سناتا ہے جس میں بغیر بلانے کے تین چار مقتدی شریک ہو جاتے ہیں گویا کہ ایک جماعت کی شکل اختیار ہو جاتی ہے اس کے متعلق

رہنمائی فرمائیں مستحق ثواب دارین ہوں-خلیل الرحمن

﴿ج﴾

(۱) تراویح کے بعد اجتماعی دعا کا التزام بدعت ہے لیکن اگر یہ عقیدہ نہ ہو کہ یہ اجتماعی دعا شرعاً لازم ہے اور دعا نہ مانگنے والوں پر طعن وتشنیع نہ کیا جائے تو اس طرح اس کا مانگنا جائز ہے-

(۲) صورت مذکورہ میں جماعت جائز ہے لیکن بلانے اور کثرت کی صورت مکروہ ہے- واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

تراویح میں ختم قرآن پر ہدیہ لینے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ تراویح میں ایک حافظ پہلے تو سامع رہا ہے اور اس کو رقم ملتی رہی اب وہی سامع امام بننے لگا ہے امکان ہے کہ اس کو رقم ملے گی-بندہ اس بات سے اندازہ کرتا ہے کہ سامع ہونے کی حالت میں اس کو رقم ملتی رہی-اب کیسے ہوسکتا ہے کہ امام کی حالت میں اس کو رقم نہ ملے- بینوا توجروا-

﴿ج﴾

تراویح میں ختم قرآن پر اجرت مقرر کر لینا خواہ صراحۃً ہو- جیسے کہ بعض لوگ کرتے ہیں یا بطور عرف وعادت کے ہو-جیسا کہ عموماً آج کل رائج ہے- دونوں صورتوں میں دینا جائز نہیں-البتہ امامت اور تعلیم قرآن وفقہ واذان چند چیزوں کے متعلق متاخرین علماء نے جواز کا فتویٰ دیا ہے کیونکہ یہ چیزیں ضروریات دین وشریعت سے ہیں-جن کے چھوٹ جانے سے دینی فرائض کا تعطل لازم آجائے گا اس وجہ سے لوگوں سے دینی امور میں کاہلی وسستی بالکل ظاہر ہوچکی ہے-اور تراویح میں ختم قرآن کوئی فرض وواجب نہیں بلکہ سنت ہے-سنت بھی اس قسم کی کہ اگر لوگوں پر ختم قرآن سے تراویح پڑھنا مشکل ہو اور تقلیل جماعت کی نوبت آتی ہو تو ختم قرآن کی بجائے الم ترکیف سے پڑھی جائیں اور چھوڑ دینا ختم قرآن کا جائز ہے-تو ختم قرآن پر اجرت (بوجہ عدم وجوب ختم قرآن مجید کے) لینا جائز نہیں قرار دیا گیا کیونکہ اصل مذہب یہی ہے-کہ طاعات پر اجرت لینا جائز نہیں-لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر یہ حافظ نماز پنجگانہ فرض کے لیے بھی اس مسجد کا مستقل امام ہے تو اس کے مشاہرہ میں زیادتی پورے سال کے لیے کردیں- لیکن صرف اس لیے لینا دینا کہ رمضان المبارک میں وہ ختم قرآن کر رہا ہے جائز نہیں- اور اگر وہ صرف تراویح میں ختم قرآن شریف کرنے کے لیے رکھا گیا ہے تو لینا دینا چاہے باقاعدہ طے ہو یا اس کا عرف ہو جائز نہیں-لیکن اگر پڑھنے والے کی کوئی غرض پڑھنے سے لینے کی نہیں اور دینے والے بھی غیر ضروری سمجھتے ہوئے بطور ہدیہ کچھ دیتے ہوں کہ اگر نہ بھی دیا جائے تو بھی کوئی شکایت نہ ہو-تو اس صورت میں لینا جائز

ہوگا-لیکن آج کل چونکہ عرف اس کے خلاف ہے-اس لیے یہی کہا جاتا ہے کہ جائز نہیں-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بیس رکعات تراویح کا ثبوت حدیث سے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کسی حدیث سے یہ ثبوت بھی ملتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان میں آٹھ یا بیس رکعت تراویح پڑھی ہوں-نیز اگر ملتا ہے تو کتنی رکعت-انھوں نے ہر رمضان شریف میں کتنی رات تراویح ادا کی ہیں-جتنی رات ادا کی ہیں باجماعت ادا کی ہیں یا کبھی کبھی گھر پر اکیلے بھی پڑھ لیا کرتے تھے؟

اگر روزہ دار کسی غیر محرم عورت کا بوسہ لے لے تو کیا اسے صرف گناہ ہوگا یا روزہ بھی ٹوٹ جائے گا؟ روزہ ٹوٹنے کی صورت میں قضا ادا کرنی ہوگی یا کفارہ؟

بعض حضرات کہتے ہیں کہ صواعق محرقہ- نامی کتاب جس کے مصنف ابن حجر مکیؒ ہیں میں حدیث (لا یجوز احدنا الصراط الامن کتب له علی ، الجواز) ترجمہ "جنت میں کوئی جا نہیں سکتا سوائے اس کے جس کے پاس حضرت علیؓ کا لکھا ہوا پروانہ ہوگا- کیا مذکورہ بالا حدیث صحیح ہے-اگر حدیث ہے تو اس کی تشریح تحریر فرمادیں-جن اماموں کو شیعہ حضرات مانتے ہیں (جیسے امام باقرؒ امام جعفرؒ وغیرہ) ان میں سے کسی نے تراویح نہیں پڑھی تھیں-تو ان کی کتاب کا حوالہ دیں-

﴿ج﴾

(۱) آٹھ رکعت پڑھنے کے متعلق حدیث میں وارد ہے-عن ابی سلمة بن عبدالرحمان انه اخبره انه سال عائشة رضی الله عنها کیف کانت صلوة رسول الله صلی الله علیه وسلم فی رمضان فقالت ما کان رسول اللهﷺ یزید فی رمضان و لا غیره علی احدی عشرة رکعة-الحدیث-

بخاری الکتب الستہ ص ۸۹ حدیث نمبر ۱۱۴۷

ترجمہ:- "ابوسلمہؓ نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان شریف میں کیسی تھی؟ انھوں نے فرمایا کہ آپ کی نماز رمضان اور غیر رمضان میں ۱۱ رکعت پر نہیں بڑھتی تھی- (آٹھ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیس رکعت پڑھنے کے متعلق ایک حدیث میں وارد ہے-رواه ابن ابی شیبة فی مصفه و الطبرانی و عندالبیهقی من حدیث ابن عباس انه صلی الله علیه وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة سوی الوتر-

ترجمہ:- ''کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں وتر کے علاوہ بیس رکعت ادا کیا کرتے تھے''-

ہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں پھر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بیس رکعت ادا کیا کرتے تھے-اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے- علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المھتدین من بعدی- مؤطا امام مالک میں روایت ہے- عن یزید بن رومان انه قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلث و عشرین رکعة -یعنی لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ۲۳ رکعت (جن میں تین رکعت نماز وتر ہے) ادا کرتے تھے-

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان شریف میں تراویح ادا فرمایا کرتے تھے-کبھی باجماعت اور کبھی اکیلے-مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے-ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم خرج من جوف اللیل فصلی فی المسجد فصلی رجال بصلاته فاصبح الناس یتحدثون بذالک فاجتمع اکثرمنهم فخرج رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی اللیلة الثانیة فصلوا بصلاته فاصبح الناس یذکرون ذلک فکثر اهل المسجد من اللیلة الثالثة فخرج فصلوا بصلاته فلما کانت اللیلة الرابعة عجز المسجد عن اهله فلم یخرج الیهم رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فطفق رجال منهم یقولون الصلوة فلم یخرج الیهم رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم حتی خرج لصلوة الفجر فلما قضی الفجر اقبل علی الناس ثم تشهد فقال اما بعد فانه لم یخف علی شانکم اللیلة و لکنی خشیت ان تفرض علیکم صلوة اللیل فتعجزوا عنها- مسلم ص ۷۹۷ الکتب الستہ حدیث نمبر ۱۷۸

(۳) صرف گناہ ہوگا روزہ نہیں ٹوٹے گا-اگر انزال نہ ہوگیا ہو-ورنہ قضا رکھنا واجب ہوگا-کفارہ نہیں ہے-قال فی البدایة و لو قبل امرأة لا یفسد صومه ولو انزل بقبلة او لمس فعلیه القضاء-

(۴) صواعق محرقہ نامی کتاب ہمارے پاس نہیں ہے-تا کہ دیکھی جاسکے-

(۵) مجھے علم نہیں ہے-اور نہ ان کی کتابیں ہمارے پاس ہیں-فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بیس رکعات تراویح؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ تراویح کی رکعات کتنی ہیں-کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس رکعت ثابت ہیں یا آٹھ-بندہ نے جتنی کتابیں دیکھی ہیں بیس رکعت ہی ملی ہیں-اب جو شخص پڑھتا ۸ ہے اور عقیدہ ۸ کا رکھتا ہے اس کی

امامت جائز ہے یا نہیں یہ شخص مقلد ہے یا غیر مقلد؟

﴿ج﴾

تراویح بیس رکعت ہیں اور اجماع صحابہ اس پر ہے-تحقیق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز تراویح کی تعداد رکعات قولاً یا عملاً کسی صحیح و معتبر حدیث سے ثابت نہیں-البتہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجماع سے بیس رکعت تراویح پڑھا جانا ثابت ہے-اسی وجہ سے ائمہ اربعہ نے بیس سے کم تراویح کو اختیار نہیں کیا-حضرت عمر فاروق اور عثمان و علی اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم نیز دیگر صحابہ سے صحیح روایات سے بیس رکعات تراویح منقول ہیں-مؤطا امام مالک میں یہ حدیث موجود ہے-حدثنا مالک عن یزید بن هارون انه قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب (رضی اللہ تعالی عنه) فی رمضان بثلث و عشرین رکعة انتهی- قوله بثلث و عشرین رکعة قال البیهقی والثلث هو الوتر والا ینافیه روایة السابقة فانه وقع اولاً ثم استقر الامر علی العشرین فروی البیهقی باسناد صحیح انهم یقومون فی عهد عمر بن الخطاب بعشرین رکعة و فی عهد عثمان و علی الخ عینی شرح بخاری میں ہے- روی عبدالرزاق فی المصنف عن داؤد بن قیس وغیره عن محمد بن یوسف عن السائب ان عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالی عنه جمع الناس فی رمضان علی ابی بن کعب و علی تمیم الداری علی احدی و عشرین رکعة یقومون بالمئین و ینصرفون فی بزوغ الفجر قلت قال ابن عبداللہ علی ان الواحدة الوتر و قال ابن عبدالبر و روی الحارث بن عبدالرحمن ابن ابی ثیاب عن السائب بن یزید قال کان القیام علی عهد عمر بثلث و عشرین رکعة قال ابن عبدالبر هذا محمول علی ان الثلاث للوتر (الی قوله) و اما اثر علی رضی اللہ تعالی عنه فذکره وکیع عن حسن بن صالح عن عمرو بن قیس عن ابی الحسناء عن علی رضی اللہ تعالی عنه انه امر رجلا یصلی بهم عشرین رکعة و اما غیرهما من الصحابة فروی- ذلک عبداللہ بن مسعود رواه محمد بن نصر المروزی قال اخبرنا بن یحیی اخبرنا حفص بن غیاث عن الاعمش عن زید بن وهب قال کان عبداللہ بن مسعود یصلی لنا فی شهر رمضان فینصرف و علیه لیل قال الاعمش کان یصلی عشرین رکعة و یوتر بثلث- الخ-

اور کتب میں اس سے زائد تفصیل موجود ہے-ذکر میں تطویل ہے-خلاصہ یہ کہ عبداللہ بن مسعود جن کے باب میں یہ حدیث وارد ہے-کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمسکوا بعهد ابن مسعود-(الحدیث)

و کان اقرب الناس هدیا و دلا وسمتا برسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ابن مسعود الحدیث ہیں

رکعت پڑھتے تھے اور اسی کا امر فرماتے تھے تو یہ عدد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انھیں محفوظ تھا- اسی واسطے اس کا التزام کیا- اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں- اقتدوا بالذین بعدی ابی بکر و عمر مطلق اقتدا کا حکم تمام امور میں فرمایا- انھوں نے بیس کا امر فرمایا- اور نیز خلفاء ثلاثہ عمر وعثمان وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم جبکہ ان ہر سہ نے بیس کا امر فرمایا- بمقتضائے حدیث علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین - اس کا عمل امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لازم فرمایا- اور تمام صحابہ موجودین زمانہ عمر وعثمان وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اس پر انکار نہیں فرمایا اور برغبت قبول فرمایا- یہ صاف دلیل ہے اس بات پر کہ سب کے نزدیک یہ عدد عشرین یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انھیں محفوظ تھا کہ کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا- اور یا باطلاق قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جو ابھی گزرا) کو مثبت اس عدد کا سمجھا اور بطیب خاطر اس کو قبول فرمایا- لہٰذا اس عدد کو مسنون ہی کہا جائے گا- موطا کی روایت میں اگرچہ انقطاع ہے مگر اولاً حدیث منقطع ثقہ کی صحیح ہوتی تھی- کیونکہ امام مالک اور سب محدثین کے نزدیک قبل زمانہ شافعی سے منقطع ثقہ کی صحیح ہوتی تھی- اور ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ جتنے منقطعات مالک ہیں ان کا اتصال ہم نے دوسری سند سے دریافت کرلیا ہے- سوائے چار روایات کے' فعل عمر رضی اللہ عنہ کا ان چار غیر ثابت الاتصال میں داخل نہیں علاوہ اس کے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیس رکعات پڑھنا نقل کیا ہے- اگرچہ وہ روایت ضعیف ہے مگر آثار صحابہ سے مؤید ہے کما مر- اور جو آٹھ رکعات سوائے حدیث قیام اللیل کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے اس سے مراد تہجد کی نماز ہے- جیسے غیر رمضان کا لفظ اس حدیث میں صاف اس کا قرینہ ہے- کیونکہ غیر رمضان میں تراویح نہیں ہوتی- یہ جواب ماخوذ ہے- فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ دار العلوم عزیز الفتاویٰ اور امداد المفتیین سے- اگر ان میں تفصیل مطلوب ہو تو رسالہ -------- فی عدد رکعات التراویح جو کہ فتاویٰ رشیدیہ کامل میں ص ۳۰۴ میں درج ہے- آٹھ رکعات تراویح پڑھنا یہ مسئلہ غیر مقلدوں کا ہے- لیکن ا[illegible] کے حالات ہمیں معلوم نہیں اس لیے اس کی اقتداء کے متعلق کچھ نہیں لکھا جاسکتا اور یہ معلوم نہیں کہ اس مسئلہ م[illegible] برح پر آٹھ کا قائل ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

گھ[illegible] راویح باجماعت کا اہتمام اور اس میں خواتین کی شرکت کا حکم؟

﴿س﴾

(۱) لیا تراویح باجماعت گھر میں پڑھنا جائز ہے؟ کہ عارضی طور پر ایک کمرہ منتخب کرلیا جائے اور عشاء کی نماز اور تراویح باجماعت اس میں پڑھ لی جائے؟

(۲) اگر پردے کا انتظام ہو تو عورتیں بھی شمولیت باجماعت کرسکتی ہیں یا نہیں؟

﴿ج﴾

عشاء کی نماز مسجد ہی میں ادا کرنا ضروری ہے- البتہ اگر مسجد میں جماعت سے رہ جائیں اور بالیقین معلوم ہو جائے کہ مسجد میں جماعت ہوگئی ہے- تو پھر گھر میں عشاء کی فرض نماز جماعت سے اداء کرسکتے ہیں- ورنہ بلاشرعی عذر کے نہیں-

(۲) عورتیں باجماعت تراویح ادا کرسکتی ہیں اگر پردے کا انتظام ہو لیکن بغیر جماعت ادا کرنا ان کے لیے اولیٰ وبہتر ہے کیونکہ ان پر جماعت کی نماز نہیں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تراویح کو غیر ضروری کہنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کہا ہے کہ رمضان شریف میں تراویح پڑھنا قرآن شریف سننا یا سنانا میرے نزدیک غیر ضروری ہے یہ عبادت مذہب کی جزء نہیں محض نفل عبادت ہے- جس کا حکم خدا اور رسول نے نہیں دیا- اس کا رواج حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہوا ہے- جسے قوم نے ضروری عبادت قرار دے دیا آخر ایک ان پڑھ مسلمان کو عربی کی الہامی عبارت سنانا کیا مطلب رکھتا ہے جب کہ وہ نماز میں اونگھتا رہتا ہے دن بھر کا تھکا ہوا دیگر روزہ کی وجہ سے رات کو اتنی طویل غیر ضروری عبادت میں کیوں کھڑا رہے- یہ ایک حافظ صاحب کا قول ہے ایسے حافظ کے بارے میں کیا فتویٰ ہے- اس کے متعلق شرعی حکم سے آگاہ فرما کر شکریہ کا موقع بخشیں-

مستفتی- منشی عبدالکریم محبوب دہاڑی روڈ ملتان

﴿ج﴾

نفس تراویح سنت مؤکدہ ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تراویح کا پڑھنا ثابت ہے- اور خلفائے راشدینؓ نے بھی اس پر مواظبت فرمائی ہے- باقاعدہ جماعت سے ادا کرنا حضرت عمرؓ کے زمانہ سے شروع ہوا ہے- جیسے کہ فتح القدیر میں اس کی تصریح موجود ہے پس جس چیز کے ثابت کرنے کے لیے ایسی قوی دلیل مل جائے تو اس میں چوں چرا کرنا گمراہی کے سوا کچھ نہیں ہے- فتح القدیر ج ا ص ۳۳۳ میں ہے- قال صلی اللہ علیہ وسلم- علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین - باقی ختم قرآن پاک تراویح میں تو یہ بھی سنت ہے مطلق سنت ہونا یا سنت مؤکدہ ہونا اس میں علمائے احناف کے اقوال مختلف ہیں اکثر کا قول تو تاکد ہی ہے بعض کا قول عدم تاکد ہے اور قرآن کا ختم کرنا تراویح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے "و نیز ختم قرآن دریں نماز سنت میگویند- ایں از کجا فہم در

حدیث آمدہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در ہر رمضان با جرائیل علیہ السلام مدارست قرآنی میکرد و در رمضان اخیر دوبار کرد-ازیں جاست ختم قرآن ثابت میشود لیلاً ونہارا خارج صلوۃ ص۱۰۹ مجموعہ الفتاویٰ عزیزیہ مطبوعہ مجتبائی دہلی باقی قوم کی سستی کی وجہ سے ختم قرآن ترک نہیں کرنا چاہیے-لیکن ختم قرآن صرف ایک دفعہ رمضان میں کافی ہے-متعدد بار ضروری نہیں ہے-پس اگر ایک دفعہ ختم قرآن کے لیے کوئی قوم تیار نہ ہو یا بعض افراد ختم قرآن نہیں چاہتے ہوں تو ان کی بات مسموع نہ ہوگی کما فی الهداية واكثر المشائخ على ان السنة فيها الختم مرة فلا يترك لكسل القوم اس پر صاحب فتح القدیر نے لکھا ہے- تاكيد في مطلوبية الختم و انه تخفيف على الناس لا تطويل فتح القدیر مطبوعہ مصر ج۱ ص۳۳۵ پس مذکور فی السوال حافظ کی باتیں تراویح یا ختم قرآن کے بارے میں گستاخی سے خالی نہیں اس کو چاہیے کہ اس گناہ سے توبہ کرے توبہ کرنے کے بعد اس کو معاف کرنا چاہیے-واللہ تعالیٰ اعلم

کیا عورتوں کو تراویح کی نیت سے آٹھ رکعات کا پڑھنا جائز ہے

﴿س﴾

لوگ کہتے ہیں کہ عورت کے لیے ۸ رکعت تراویح پڑھنا جائز ہے-تو کیا یہ صحیح ہے؟ اور اگر آدمی نماز تراویح چھوڑ دے یا کم پڑھے تو یہ جائز ہے؟

﴿ج﴾

تراویح بیس رکعات ہیں-عورت کے لیے آٹھ رکعات تراویح کی بات غلط اور بلا دلیل ہے-اور نماز تراویح چھوڑنا جائز نہیں ہے-فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

رمضان المبارک کی ستائیسویں شب میں خاص خاص سورتوں کے پڑھنے اور عید کے روز مصافحہ، معانقہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے علاقے میں رمضان کی ۲۷ ویں رات کو تراویح میں قرآن پاک ختم کر کے امام صاحب سورۃ عنکبوت یا سورۃ روم وغیرہ مقتدیوں کے سامنے پڑھتے ہیں-اور کار ثواب سمجھتے ہیں-اور بعض لوگ امام صاحب کو گھر لے جاتے ہیں وہاں چھوٹوں بڑوں کو سناتے ہیں-کیا یہ فعل بدعت ہے یا کار ثواب ہے-کسی حدیث صحیح سے ثابت ہے-یا کسی امام نے یہ فعل کیا ہے یا کہ منع فرمایا ہے-آپ بمع حوالہ جات بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں-

(۲) دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں عید کے دن جب امام دو رکعت ادا کر کے فارغ ہوتا ہے تو مقتدی امام کے اور ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ اور بغل گیری کرتے ہیں-اور دنوں میں یہ مصافحہ نہیں کرتے-اگر کوئی شخص اس فعل کو منع کرے تو لوگ کہتے ہیں کہ پہلے سے ہمارے باپ دادا نے یہ کام کیا ہے-کیا یہ درست ہے یا نہیں-مفصل جواب سے مطلع فرمادیں-

﴿ج﴾

(۱) قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور سننا بے شک کار ثواب اور باعث خیر و برکت ہے-لیکن اوقات کی تعیین کرنا اور معین سورتوں کو لازم سمجھنا اور نہ پڑھنے والوں پر نکیر کرنا زیادۃ فی الدین اور بدعت ہے-لہٰذا اس سے اجتناب کیا جائے-

(۲) مطلق مصافحہ کرنا مسنون ہے-لیکن یہاں وقت کی تخصیص کرنا اور مصافحہ نہ کرنے والے کو برا سمجھنا زیادۃ فی الدین ہے-لہٰذا اس کو ضروری نہ سمجھا جائے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مروجہ شبینہ کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے علاقہ میں شبینہ کرنے کا رواج عام ہو گیا ہے-

(۱) کیا یہ ضروریات دین میں سے ہے یا رسومات مخترعہ میں سے-خیر القرون میں بھی اس کا وجود تھا؟

(۲) اس کا خاص طور پر اہتمام کرنا مثلاً لوگوں سے چندہ وصول کرنا اور لاؤڈ سپیکر اور مدعوین کے خورد ونوش کا انتظام کرنا کیسا ہے؟

(۳) ایک عالم دین نے بعض حالات کی بنا پر مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے فتویٰ کے پیش نظر (جو کہ اصلاح الرسوم کے آخری صفحہ پر مرقوم ہے) شبینہ کرنے سے منع کر دیا ہے-لیکن بعض حفاظ کے اس التزام مالایلتزم کے سبب ایسے وقت شبینہ کرنا کیسا ہے؟

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم-شبینہ کے متعلق حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب فتاویٰ دارالعلوم میں رقم طراز ہیں-'' شبینہ میں کچھ حرج نہیں ہے-مگر یہ ضروری ہے کہ حفاظ جلدی جلدی نہ پڑھیں ایسی جلدی کرنا جس میں حروف سمجھ میں نہ آئیں ممنوع ہے-بجائے ثواب کے الٹا گناہ ہوتا ہے-باقی اس مسئلہ کے متعلق حضرت مفتی محمود صاحب مدظلہ جو تحریر فرما چکے ہیں وہ کافی ہے-کیونکہ وہ اس کے متعلق ہر پہلو کا حکم تحریر فرما چکے ہیں-فقط واللہ تعالیٰ اعلم (حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان)

تراویح میں ''الم ترکیف'' اور مکمل قرآن پاک ختم کرنے میں فرق؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین درج ذیل مسائل کے بارے میں:

(۱) کہ ایک امام مسجد ماہ رمضان المبارک میں حافظ کو قرآن سنانے نہیں دیتا- اپنی جہالت کے سبب روک دیتا ہے-

(۲) اور یہ بھی کہتا ہے کہ مکمل قرآن اور الم ترکیف کا ایک ہی ثواب حاصل ہوتا ہے-

(۳) نماز میں قرآن معروف ومجہول پڑھتا ہے- اگر اس کو کہا جائے تو جہالت سے پیش آتا ہے-

(۴) دیگر نمازیوں کو کسی قسم کی دین کی ہدایت نہیں کرتا دیگر زبانی اردو اچھی طرح نہیں بول سکتا-

(۵) جو لوگ اس کی امامت میں نہیں ہیں وہ چاہتے ہیں کہ ایسا امام ہو جو کہ حافظ قرآن بھی ہو- اور قرآن صحیح پڑھتا ہو-

جناب ان سب باتوں کا ازروئے شریعت جواب تحریر فرمائیں-

السائل حافظ محمد شفیع مسجد کبہ روان بمقام کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

(۱) قرآن کریم کا ختم کرنا تراویح میں سنت ہے- اسے روکنا نہیں چاہیے لیکن اگر حافظ پڑھانے کا اہل نہ ہو تو اسے روکا جاسکتا ہے-

(۲) یہ صحیح نہیں ہے کہ الم ترکیف اور پورے قرآن کے ختم کے ثواب میں فرق نہیں ہے- پورا ختم سنت ہے-

(۵،۴،۳) یہ کوئی ایسے اعذار نہیں ہیں جن کی وجہ سے کوئی شخص امامت سے معزول ہونے کا مستحق ہو جائے- دیکھنا یہ ہے کہ امام کی دیانت شرعی استقامت کیسی ہے- اگر اس میں خاصی کمزوری ہے کہ جس کی وجہ سے اکثر لوگ ان سے بدظن ہوں تو اسے الگ کیا جاسکتا ہے ورنہ نہیں- واللہ تعالیٰ اعلم

نماز میں بسم اللہ سراً پڑھنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ قرآن مجید جو تراویح میں پڑھا جاتا ہے اس میں بسم اللہ آواز سے پڑھنا درست ہے یا چپ چاپ- کیونکہ ہم ہر سورۃ کے ساتھ بسم اللہ آواز سے پڑھتے ہیں- اس میں ایک آدمی نے اعتراض کیا کہ بسم اللہ آواز سے پڑھنا درست نہیں- اس مسئلہ پر آپ پورے حوالہ جات اندراج فرمادیں- تاکہ ہم ان کو مطمئن کرسکیں-

﴿ج﴾

حنفیہ کے نزدیک نماز میں بسم اللہ کا جہر نہیں اخفاء سنت ہے- تراویح اور غیر تراویح کا اس میں کوئی فرق نہیں دونوں میں سر مسنون ہے- لیکن آہستہ پڑھتے ہوئے کسی ایک سورۃ کے شروع میں جہر یعنی اونچی آواز سے پڑھنا ضروری ہے- تاکہ قرآن کی ایک آیت مقتدیوں کے سننے سے نہ رہ جائے- البتہ خارج عن الصلوۃ جہر واخفاء میں اتباع اپنے امام کا قراء میں سے کرے- شامی ص ۳۶۲ ج ۱ میں ہے- **والثالث انه لا يجهر بها في الصلوة عندنا خلاف للشافعي و في خارج الصلوة اختلاف الروايات والمشائخ في التعوذ والتسمية قيل يخفي التعوذ دون التسمية والصحيح انه يتخير فيهما و لكن يتبع امامه من القراء و هم يجهرون بها الاحمزة فانه يخفيهما** -

باقی اگر کوئی شخص امام حفص کی اتباع میں ہر سورۃ پر جہر سے بسم اللہ پڑھے تو گنجائش ہے- اس پر طعن نہ کرنا چاہیے- حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ فتاویٰ رشیدیہ میں لکھتے ہیں- مذہب حنفیہ میں بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا سنت ہے- اور جہر سے پڑھنا اس کا ترک اولیٰ ہے- اور تراویح میں جو ختم ہوتا ہے اس میں مذہب حنفیہ کے موافق یہی حکم ہے- مگر حفص قاری جن کی قرأۃ اب ہم لوگوں میں شائع ہے- ان کے نزدیک بسم اللہ جزو ہر سورۃ کا ہے- اور جہر کا پڑھنا ضروری ہے- پس اگر بوجہ اقتداء ان کے کوئی ہر سورۃ پر جہر سے بسم اللہ پڑھے- تو مضائقہ نہیں- (الی ان قال) دونوں طرح درست ہے- ایسے امور میں خلاف ونزاع مناسب نہیں کہ سب مذاہب صحیح ہیں- انتہی

مولانا گنگوہی قدس سرہ کے فتویٰ سے امور ذیل مستفاد ہوئے-

۱- احناف کے نزدیک اصل سنت سر بسم اللہ ہے-

۲- فرض وتراویح میں اس میں کوئی فرق نہیں- دونوں میں سر مسنون ہے-

۳- امام حفص کی اتباع میں اگر کوئی ہر سورۃ پر جہر سے بسم اللہ پڑھے تو گنجائش ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تراویح پر اجرت کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسائل

(۱) ایک شخص ہے جو سارا سال ڈاڑھی کترواتا ہے یا منڈواتا ہے اور رمضان المبارک میں ڈاڑھی رکھ لیتا ہے تو اس شخص کے پیچھے نماز تراویح پڑھنا جائز ہے یا نہیں-

(۲) اور ایک حافظ رمضان المبارک میں نمازیں اور قرآن شریف سناتا ہے تو اس کے لیے اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ آپ قرآن وحدیث سے ثابت کرتے ہوئے مدلل جواب عنایت فرمادیں-

﴿ج﴾

(۱) ایسا شخص فاسق اور سخت گنہگار ہے اس کو امام بنانا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور وہ واجب الاعادہ ہے اور امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اس لیے اس کو امام بنانا جائز نہیں۔ ففی الشامیة واما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بانه لا یهتم لامر دینه وبان فی تقدیمه تعظیمه و قد وجب علیهم اهانته شرعا۔ ردالمحتار ص۴۱۴ ۔ ج ۱

(۲) رمضان شریف میں قرآن پاک سنانے پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تراویح سے قبل مروجہ سلام پڑھنے کی شرعی حیثیت؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک حافظ صاحب رمضان شریف میں تراویح پڑھنے کے وقت مصلیٰ پر کھڑے ہو کر نیت کرنے سے پہلے سلام مروجہ پڑھ کر تراویح شروع کرتا ہے۔ جو کہ ڈاڑھی کٹواتا ہے۔ دو انگل ڈاڑھی ہے۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

﴿ج﴾

یہ طریقہ بدعت ہے اسی طرح ڈاڑھی کٹوانا قبضہ سے پیشتر فسق ہے۔ فاسق اور مبتدع کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ بہتر ہے کہ امام صاحب کو نرمی سے سمجھایا جائے اگر سمجھ نا کارگر نہ ہو تو بدل دیا جائے اور اگر بدلنے پر قدرت نہ ہو تو کسی اور نیک امام کے پیچھے نماز پڑھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باب فی احکام السفر

کنارے پر لگی کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ دریا پر لگی ہوئی اور کنارے پر باندھی کشتی یا جہاز پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

کنارے پر باندھی ہوئی کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنا بالاتفاق ناجائز ہے۔ البتہ اگر سمندر کی لہروں میں باندھی ہوئی ہو اور اس میں حرکت زیادہ ہو تو عذر ہے (یعنی قدرة علی القیام نہ رکھتا ہو) بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور کنارے پر ہو گی تو کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور دریا پر باندھی ہوئی میں کھڑے ہو کر اس وقت نماز جائز ہے کہ کشتی کا استقرار زمین پر ہو اور نکلنا کشتی سے ممکن ہو تو کھڑے ہو کر بھی کشتی میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔ معلوم ہوا چلتی ہوئی کشتی میں امام صاحب اور صاحبین رحمہم اللہ کا جو اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک باوجود قیام پر قادر ہونے کے بھی کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ مع الکراہت اور بیٹھ کر پڑھنے سے گنہگار ہوگا اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک قیام پر قادر ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اس میں صاحبین کا مذہب قوی ہے۔ درایۃً اور روایت کے بھی مطابق ہے۔ اور مفتیٰ بہ یہی صاحبین کا قول ہے کیونکہ بلاشبہ وخلاف فرض ادا ہو جاتا ہے۔ بخلاف اس کے کہ قیام پر قدرت رکھے اور بیٹھ کر نماز پڑھے کہ اس میں شبہ ہے اس لیے کہ قیام فرض ہے اور فرض قیام کو باوجود قدرت کے چھوڑا جا رہا ہے اور امام صاحبؒ بھی جواز مع الاساءۃ کے قائل ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

چلتی گاڑی میں نماز کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چلتی گاڑی میں نماز پڑھنا کیسا ہے آیا بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا کھڑے ہو کر پڑھنا ضروری ہے۔ اور اگر گاڑی میں پانی نہ مل سکے اور اسٹیشن پر پہنچنے سے نماز قضا ہونے کا خوف ہو تو آیا تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم- گاڑی میں کھڑے ہوکر ہی نماز پڑھنا ضروری ہے- ہاں اگر کوئی شخص کھڑے ہوکر گاڑی میں نماز نہ پڑھ سکے اور اسٹیشن پر اتر کر نماز پڑھنے کی کوئی صورت نہ بن سکے تو ایسی صورت میں بوجہ عذر کے بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہو گا- اگر ایک میل پانی دور ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھنا جائز ہے- اور اگر میل سے کم فاصلے پر پانی ہو اور نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور پھر اس کا اعادہ کرلے-

ڈرائیور کتنے میل کا سفر کرے تو مسافر ہوگا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مثلاً ایک شخص پچاس میل سے کچھ زائد سفر ہر روز کرتا ہے اور کبھی اپنے گھر واپس پہنچ جاتا ہے اور کبھی سفر میں کسی جگہ رات گزارتا ہے- جیسے کہ ڈرائیور ہے کہ ملتان سے میاں چنوں تک جاتا آتا ہے- تو وہ کبھی رات اپنے گھر میاں چنوں میں گزارتا ہے- اور کبھی ملتان میں رات گزارتا ہے- تو ایسے شخص کے لیے شرعی حکم کیا ہے- کہ وہ نماز قصر ادا کرے یا تمام ادا کرے- تو وہ شخص سفر کی حالت میں قصر نماز اگر ادا کرے تو آیا اپنے گھر کے قریب میں بھی قصر ادا کرے یا کوئی اور حکم ہے- یا مقیم والی نماز ادا کرے- بالتفصیل اس مسئلہ کو بیان فرمادیں- بینوا توجروا-

﴿ج﴾

تین منزل کا سفر ہو تو قصر لازم ہے- یعنی سفر میں اخیر تک جہاں جانے کا ارادہ ہو وہ اگر تین منزل (۴۸ میل) دور ہے تو قصر کرنا چاہیے- جب تک اپنے شہر میاں چنوں میں داخل نہ ہوا ہو قصر کرے گا- **اقل مسافة تتغير فيها الاحكام مسيرة ثلاثة ايام- الخ- والقصر واجب (عالمگيری باب صلوة المسافر ص۱۳۸) من خرج من عمارة موضع اقامته الخ- قاصدا الخ مسيرة ثلاثة ايام و لياليها الخ صلى الفرض الرباعی ركعتين وجوبا- الخ- فيقصر ان نوى الاقامة فی اقل منه ای من نصف شهر (الدرالمختار ج ۱ ص ۵۸۰)**

جنگ بندی کے بعد سفر میں فوج کے لیے نماز کا حکم؟

﴿س﴾

معروض الخدمت اینکہ جنگ بندی کے بعد اب جبکہ ہم کہیں سفر کی حالت میں رہ رہے ہیں- فاصلے کے لحاظ سے بھی نماز سفری ہے- رہنے کے لیے ہمیں کوئی علم نہیں کہ کب تک رہنا ہے- پندرہ دن سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے- اگر ہمیں چھوٹی فارمیشن سے اجازت مل جائے کہ پندرہ دن سے زیادہ رہنا ہے تو کیا ہم نماز پوری پڑھیں یا جب تک کسی بڑی فارمیشن سے

معلوم نہ ہو جائے- تو آپ حضرات کیا فرماتے ہیں-

اگر نماز سفری ہو تو نماز عید کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں پڑھنا ضروری ہے یا قابل معافی ہو سکتی ہے- کیا کوئی مولوی صاحب یکے بعد دیگرے دو یا تین عید کی نمازیں پڑھا سکتا ہے-

﴿ج﴾

آپ کا یونٹ جس افسر کے ماتحت ہے- اس سے معلوم کیا جائے اگر یہ معلوم ہو جائے کہ پندرہ دن سے زیادہ ایک ہی جگہ رہنا ہے تو پوری نماز پڑھ لیا کریں- اور اگر پندرہ دن سے کم رہنا معلوم ہو جائے تو قصر کریں- یعنی نماز سفر پڑھا کریں- لیکن اگر متعلقہ افسر نہ بتلائے تو پھر آپ جس حالت میں ہوں اس کا اعتبار ہوگا یعنی اگر سفر میں ہو تو قصر کریں- اور اگر اقامت ہو تو پوری پڑھا کریں- اس طرح اگر قرائن سے یہ معین ہو جائے کہ ہمیں پندرہ دن ایک ہی جگہ رہنا ہے پھر پوری نماز پڑھا کریں-

والمعتبرنية المتبوع لانه الاصل (لاالتابع كامرأة) الخ- وعبد الخ (و جندی) اذا كان يرتزق من الامير وبيت المال (و اجير) و اسير و غريم- (درالمختار علی هامش ردالمحتار باب صلوة المسافر ج ۱ ص ۵۸۷)

(۲) سفر میں نماز عید مسافر پر نہیں ہے- اگر کسی شہر میں مسافر نے عید یا جمعہ کی نماز ادا کی تو صحیح ہے- لیکن جمعہ یا عید کی نماز اس پر واجب نہیں-

(۳) ایک شخص ایک دن میں عید کی کئی جماعتوں کی امامت نہیں کرسکتا- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دشمن کے ہاتھوں قید ہو جانے والے مسلمان مسافروں کے لیے قصر یا اتمام کا حکم

﴿س﴾

بخدمت جناب وزیراعلیٰ صوبہ سرحد مغربی پاکستان مولانا مفتی محمود صاحب- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ- مؤدبانہ التماس ہے کہ ہم قیدی نماز کے مسئلہ پر عملی دشواری کا سامنا کر رہے ہیں- اگرچہ ہمیں ادائیگی نماز کی سہولتیں میسر ہیں تاہم اس بارے میں تمام قیدیوں کو دلی سکون کا فقدان ہے- کیونکہ نماز قصر کا مسئلہ درپیش ہے- کم علمی کے باعث ہم دو گروہ بن گئے ہیں- یعنی کچھ نماز قصر ادا کرتے ہیں تو کچھ مکمل نماز- اس سلسلے میں اولاً ہمیں فتویٰ فاضل معہ مسئلہ وحوالہ مرحمت فرمایا جائے- تاکیداً عرض ہے کہ فتویٰ مذکور آپ کے اپنے دستخط اور مہر کا حامل بھی ہو- اگر اس کی ترسیل ممکن ہو تو گورنمنٹ آف انڈیا کی وساطت سے تمام قیدی کیمپ اس سے مستفید ہو سکتے ہیں اور یہ تمام مسلمان قیدیوں پر آپ کا احسان عظیم ہوگا-

ثانیاً: فتویٰ کی نظریاتی تفہیم کے لیے ہمارے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات بالتفصیل مرحمت فرمایئے- کیونکہ یہی سوالات فتویٰ ہونے کے باوجود ہمارے اتحاد میں رکاوٹ ہیں- مثلاً اس سے قبل مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا نماز

قصر کے حق میں فتویٰ موصول ہو چکا ہے- جو اپنی جامعیت کے باوجود ہمیں متحد نہ کر سکا- اس لیے کہ وہ مفصل نہیں تھا- عام ذہن اس سے اپنے سوالات کا جواب اخذ کرتے ہوئے اتحاد سے دور رہے- تو سوالات حسب ذیل ہیں-

۱- کیا ہم قیدی نماز کے سلسلہ میں حکومت ہند کے حکم پر مقیم متصور ہوں گے- یا مسافر؟

۲- قید کی حدود کے اندر ہمیں خوراک و رہائش کی تنگی نہیں- مقررہ اوقات پر نماز پڑھنے کی اجازت ہے- اور بدنی صفائی' کپڑوں کی صفائی اور وضوء کے لیے پانی بمعہ لوازمات خاطر خواہ دستیاب ہے اس کے باوجود قید اور آزادی کا فرق فی نفسہ موجود ہے- تو یہ حالت شرعاً ہمیں کون سی نماز کا حکم دیتی ہے؟

۳- جیسا کہ ظاہر ہے- ہم بلا ارادہ ہندوستان آئے اور ہمارا قیام مجبورا ہے- مزید براں ہندوستان میں رہتے ہوئے ہمارا قیام غیر یقینی سا ہے- یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل و حرکت کسی وقت بھی متوقع ہے- (ہماری نیت کے بغیر) اور سب سے بڑھ کر ہماری وطن واپسی کی تاریخ بھی متعین نہیں- تو ان تمام کیفیات کے باعث ہم اپنی نیت تشکیل کرنے سے قاصر ہیں- نیت کی عدم موجودگی میں ہم نماز قصر ادا کریں گے یا مکمل؟

۴- دار الاقامت (جو مانع قصر ہے) کی شرائط کیا ہیں؟

﴿ج﴾

واضح رہے کہ جو مسلمان قیدی کفار کی قید میں محبوس ہیں- ان کے بارے میں ایک تمہیدی قاعدہ ذکر کر دینا ضروری ہے- وہ یہ ہے کہ سفر کرنے والے لوگ شرعاً دو قسم کے ہوتے ہیں- متبوع اور تابع- متبوع اسے کہتے ہیں جو سفر کرنے اور ٹھہرنے میں خود مختار ہو- دوسرے کا محتاج نہ ہو- جیسا کہ ایک عاقل و بالغ و آزاد مرد شریعت مقدسہ اس کی نیت کا اعتبار کرتی ہے اور اس کی نیت ہی پر قصر (نماز دوگانہ) پڑھنے اور تمام (نمازیں پوری ادا کرنے) کا حکم لگاتی ہے- دوسرا شخص تابع ہوتا ہے یعنی اقامت و سفر وغیرہ امور میں دوسرے کا تابع ہوتا ہے- اس کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنے متبوع کی نیت کا لازمی طور پر پابند ہوتا ہے- چاہے اس کا متبوع کافر ہی کیوں نہ ہو- اسے نماز کے پورا پڑھنے اور قصر کرنے میں متبوع کی طرف مراجعت کرنے اور اس کے مسافر و مقیم ہونے کے تحت قصر و اتمام ضروری ہے اس کی مثال عورت ہے جو خاوند کی تابع ہوتی ہے- اور غلام ہے جو مولیٰ کے تابع ہوتا ہے- اور ماتحت فوجی جو اپنے افسر اعلیٰ کے تحت ہوتا ہے- اور مسلم قیدی جو دشمن کی قید میں پھنس جاتا ہے یہ سب لوگ تابع ہیں- درمختار جلد اول ص ۵۸۷ میں ہے والمعتبر نية المتبوع لانه الاصل لا التابع كامرأة الى قوله اسير -یعنی ایسی صورتوں میں اعتبار نیت متبوع کا ہے۔ کیونکہ وہ اصل ہے اور تابع کا اعتبار نہیں- آگے تابع کی مثالوں میں عورت وغیرہ کا ذکر کیا ہے یہاں تک کہ قیدیوں کو بھی تابع میں شمار فرمایا ہے- فتاویٰ قاضیخان (ج ۱ ص ۱۸۰) میں ہے- وحكم الاسير فى دار الحرب كحكم العبد لا تعتبر نيته -یعنی جو شخص

دار الحرب میں قید ہو چکا ہو- وہ غلام کے حکم میں ہے اس کی نیت کا اعتبار نہیں ہے- اس تمہید کے بعد اب پاکستانی جنگی قیدیوں کے احکام تحریر کیے جاتے ہیں-

(۱) ان قیدیوں کو اپنے افسران جیل کی متابعت کرنی ہوگی چونکہ وہ بظاہر مقیم ہوتے ہیں- اس لیے جنگی قیدی بھی بالتبع مقیم ہوں گے- اور ان کو نماز پوری پڑھنا لازم ہوگی-

(۲) اگر ان قیدیوں کو ایک کیمپ سے دوسرے کیمپ میں منتقل کیا جائے تو اگر دوسرا کیمپ ۴۸ میل یا اس سے زائد فاصلہ پر ہو تو قصر کرنا ہوگا- ذكر فى المنتقى ان المسلم اذا اسره العدو ان كان مقصده ثلثة ايام قصر -شامی حوالہ سابقہ ترجمہ منتقی میں لکھا ہے- ایک مسلمان جب کہ کافر اس کو قید کر لے جائیں- اگر قید کرنے والے کا مقصد سفر تین دن کی مسافت پر واقع ہے تو قصر کرے-

(۳) اسی صورت ثانیہ میں جب کہ ان کو منتقل کیا جا رہا ہو- اگر ان کو معلوم نہ ہو کہ ہمیں کہاں لے جایا جا رہا ہے تو ان افسروں سے پوچھ لینا ضروری ہے- و ان لم يعلم ساله- حوالہ سابقہ

(۴) اگر پوچھنے پر دشمن خاموشی اختیار کرے اور یہ بات نہ بتائے کہ تمہیں کہاں لے جایا جا رہا ہے- تو اس خاص صورت میں اپنے اصل حال پر جس پر بحالت موجودہ قائم ہے قصر و اتمام کرے- وكذا ينبغى ان يكون حكم كل تابع يسئل متبوعه فان اخبره عمل بخبره والا عمل بالاصل الذى كان عليه من اقامة و سفر حتى يتحقق خلافه اهـ درمختار (ج ۱ ص ۵۸۷)

(۵) جہاں قیدیوں کو افسران جیل سے سوال کرنا متعذر ہو- اور ان کی رسائی وہاں تک نہ ہو سکتی ہو- تو ایسی صورت میں بھی اپنے اصل حال پر جس پر وہ قائم ہیں قصر و اتمام کریں- و تعذر السوال بمنزلة السوال مع عدم الاخبار ص ۵۸۸ ج ۱- اس وقت جنگی قیدی جہاں ہیں وہ اپنے متبوعین کے اتباع کی بنا پر مقیم ہوں گے- اور ان کو نماز پوری ادا کرنا ہوگا- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بارڈر پر ٹھہرے ہوئے فوجیوں کے لیے قصر اتمام' جمعہ و عیدین کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بندہ پاک آرمی میں پیش امام ہے- آپ کو معلوم ہے کہ فوج آج یہاں کل دوسری جگہ ہوتی ہے- اور فی الحال ہم باڈروں پر ٹھہرے ہوئے ہیں- ہم جس جگہ خیمہ لگاتے ہیں کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ کتنے دنوں تک ہم یہاں رہیں گے- تو اسی دوران میں جمعہ بھی آتا ہے اور شاید عید الاضحیٰ بھی آ جائے گی- اور ہماری نفری تقریباً یہاں دو یا تین سو سپاہی ہے- تو آپ برائے مہربانی ہمیں ایسا تسلی بخش فتویٰ تحریر فرما دیں کہ ہمارے افسر اور سپاہی سب کو معلوم ہو جائے-

(۱) نماز پنجگانہ ایسے حالات میں کیسے پڑھیں گے (۲) نماز جمعہ ایسی حالت میں ادا ہوتی ہے یا نہیں (۳) اور نماز عید بھی ادا ہوتی ہے یا نہیں- بندہ حقیر کو ان حالات کا سامنا ہے- بندہ کی پوری تسلی کریں- ایسے حالات میں ہمارے بعض فوجی علماء نماز جمعہ یا عید پڑھاتے ہیں یہ ٹھیک ہے یا غلط ہے؟

﴿ج﴾

موافق روایات کتب فقہ کے ایسے مواقع پر نماز جمعہ وعیدین صحیح نہیں ہے- نماز جمعہ وعیدین کی صحت اور وجوب کے لیے مصر یعنی شہر یا قصبہ یا قریہ کبیرہ یعنی بڑا گاؤں شرط ہے- پس ایسے موقع پر نماز ظہر باجماعت بجائے جمعہ کے پڑھا کریں- **ولا جمعة بعرفات فی قولهم جمیعا لانها فضاء** -(ہدایہ باب الجمعۃ ج ا ص ۱۵۱) اگر کسی بستی میں مسلسل پندرہ دن قیام کا ارادہ نہ ہو تو نماز قصر پڑھا کریں- ایسی حالت میں جبکہ قیام کا کوئی پتہ نہیں ہوتا- کہ کتنے دن ہوگا آپ قصر کریں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

اقامۃ کے لیے یعنی پندرہ دن کی اقامت والی نیت بھی تب درست ہوگی جبکہ اقامت کے لیے مکانات قریہ بستی قصبہ موجود ہو ورنہ باڈر میں پندرہ دن کی اقامت والی نیت بھی معتبر نہیں قصر کرنا لازم ہوگا-

دوران جنگ افواج کے لیے قصر یا اتمام کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ دوران جنگ میں قصر کرنی چاہیے یا پوری نماز پڑھنی چاہیے؟

﴿ج﴾

اگر وطن اقامت یعنی رہائش ہیڈ کوارٹر سے ۴۸ میل دور کسی جگہ جانے کے ارادہ سے سفر شروع کرلیا اور کسی ایک جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کا آپ کو پہلے سے کوئی علم نہیں- اور نہ پندرہ دن ایک جگہ ٹھہرنے کا کوئی یقین ہو تو ایسی حالت میں نماز قصر ہی ادا کرنی چاہیے- اور اگر کسی ایک جگہ پندرہ دن قیام کی اطلاع ہو جائے یا متعلقہ افسر سے اس کا پتہ چل جائے کہ یہاں پندرہ دن یا اس سے زیادہ رہنا ہوگا- تو پھر قصر نہ کریں بلکہ پوری نماز پڑھا کریں- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

روزانہ گھر سے پچاس میل دور آنے جانے والے کے لیے نماز کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی کا گھر ملتان سے پچاس میل بعید ہے- اور وہ روزانہ ایک دو دفعہ ملتان میں آتا ہے- اور پھر واپس لوٹ جاتا ہے- تو وہ وہاں دار اصلی سے جو چلتا ہے اور ملتان آتا ہے اور پھر واپس لوٹ جاتا ہے

اس کے متعلق یہ واضح کریں کہ راستہ میں جب نماز کا وقت آ جائے تو وہ قصر کرے یا پوری نماز پڑھے؟ یعنی یہ بتلائیں کہ جب گھر سے چلا اور جب تک واپس گھر نہ جائے تو وہ مسافر ہے یا کہ مقیم- اس کا جواب باحوالہ اور تسلی بخش دیں-

﴿ج﴾

وہ شخص مسافر ہے- جبکہ ان کا سفر تین منزل (۴۸ میل) یا اس سے زیادہ ہے- احکام سفر اس پر جاری ہوں گے- اور نماز کو قصر کرے گا- **ولا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قریة خمسة عشر یوما او اکثر و ان نوی اقل من ذلک قصر - الخ - و لو دخل مصرا علی عزم ان یخرج غدا او بعد غد لم ینو مدة الاقامة حتی بقی علی ذلک سنین قصر - (ہدایہ باب صلوة المسافر ج ۱ ص ۱۴۶) واللہ** تعالیٰ اعلم-

دوسرے شہر میں ملازمت والے شخص کی قصر کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میری مستقل سکونت- رہائش ملتان میں اور اہل وعیال سب کوٹ ادو میں ہیں- جو ملتان سے ۶۰-۶۲ میل دور ہے- مگر میری مستقل ملازمت ملتان ہے- یہاں کرایہ کے مکان میں رہتا ہوں- ہمیں ہر ہفتہ چھٹی ہوتی ہے میں اس چھٹی میں ہر پندرھویں دن اور دیگر رخصتوں میں عموماً گھر کوٹ ادو چلا جاتا ہوں- بعض دفعہ محکمہ کی طرف سے ہم پر پابندی عائد ہو جاتی ہے کہ کوئی ملتان سے باہر نہیں جا سکتا- اس صورت میں مہینہ مہینہ بھی ہمیں مستقل طور پر ملتان ہی میں رہنا ہوتا ہے- اب براہ کرم مطلع فرمائیں-

(۱) میں جو عشرہ میں گھر چلا جاتا ہوں تو پھر ملتان واپس آ کر نماز قصر پڑھوں یا پوری پڑھوں؟

(۲) اور جب ہم پر پابندی عائد ہوتی ہے کہ ملتان سے باہر نہیں جا سکتے اس زمانہ پابندی میں کونسی نماز پڑھوں-؟

(۳) میرے بیٹے نے اپنی مستقل سکونت کوٹ ادو میں رکھی ہوئی ہے- مگر ملازمت کے سلسلہ میں اپنے بال بچے ملتان لے آیا ہے وہ بھی ہفتہ عشرہ میں کوٹ ادو چلا جاتا ہے وہ ملتان میں کیسی نماز پڑھے- بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) آپ کو قصر کرنا لازم ہے- (۲) اس صورت میں پوری نماز پڑھیں گے-

(۳) آپ کا بیٹا بھی ملتان میں قصر کرے گا- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سردی گرمی کے لیے الگ الگ جگہوں پر مکان بنا کر رہنے والے کے لیے نماز کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک شخص کے دو وطن ہوں- مثلاً اس کی سرمائی و گرمائی مکان علیحدہ علیحدہ ہوں- موسم سرما میں ایک علاقے میں رہتا ہے و موسم گرما میں دوسرے علاقے میں رہائش پذیر ہوتا ہے- اور یہ موسمی نقل مکانی بمعہ اہل خانہ وسامان ہمیشہ ہوتا رہتا ہے- پس اس صورت میں اگر ایک شخص موصوف ایک علاقے سے اپنے دوسرے علاقے کو ایک دو رات کے لیے بقصد سفر تنہا چلا جاتا ہے- تو کیا اس کو نماز قصر کے ساتھ پڑھنی چاہیے یا پوری نماز؟ مسئلہ ہذا میں شخص موصوف اپنے دونوں علاقوں یعنی سرمائی و گرمائی میں زمین وغیرہ املاک بھی رکھتا ہے- اور اس کے قبرستان کا کاروبار اور پیدائش بھی دونوں علاقوں میں موجود ہے-

(۲) ٹرک ڈرائیور جو کہ ہمیشہ اپنی زندگی سفر میں گزارتے ہیں- کیا ان کو نماز قصر پڑھنی چاہیے یا نہ؟

﴿ج﴾

قال في الشامية و لو كان له اهل ببلدتين فايتهما دخلها صار مقيما - ج ا ص ۵۸۶ روایت بالا سے معلوم ہوا کہ شخص مذکور دونوں جگہوں میں پوری نماز پڑھے گا- (۲) قصر کریں گے- كما في الشامية و لا يزال على حكم السفر حتى ينوى الاقامة- البتہ جتنے روز اپنے گھر میں رہیں گے اس وقت پوری نماز پڑھیں گے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چلتی ریل میں نماز اور تیمم کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ اس زمانہ میں جب کہ اکثر سفر بذریعہ ریل گاڑی کیا جاتا ہے- اور بعض اوقات ریل گاڑی ہی میں نماز کا وقت آجاتا ہے- پھر اس میں نماز ادا کی جاتی ہے- اکثر بیٹھ کر نماز ادا کرتے ہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ ریل گاڑی میں حرکت زیادہ ہوتی ہے کھڑے ہونے میں خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں گر نہ جائیں- لیکن گاڑیوں کی حرکتیں آپ کے مدنظر ہیں کیا اس عذر کو مدنظر رکھ کر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں نیز اگر کسی نے بیٹھ کر پڑھ لی تو کیا کسی درجہ میں فرض ادا ہوگیا- جب کہ بعد میں نماز کا وقت بھی ختم ہے-

(۲) ریل چل رہی ہے اور نماز کا وقت تنگ ہے اور اب ریل میں پانی نہیں ملتا کیا تیمم کرسکتا ہے نیز تیمم کس سے کرے جبکہ ریل کی دیواریں لکڑی کی ہیں اور صاف ہیں- اور نیچے والی مٹی صاف ہے اور کہیں گرد وغبار نہیں ہے- بینوا بالکتاب و توجروا بالثواب-

﴿ج﴾

ریل گاڑی میں نماز فرائض و نوافل دونوں جائز ہیں- ریل گاڑی بمنزل سریر موضوع علی الارض کے ہے- کذ حققہ علامہ تھانویؒ فی مجلد الاول من امداد الفتاوی ص ۳۵۰ الی ص ۳۵۴ فی اجوبۃ مسائل متفرقہ- استقبال قبلہ بھی ضروری ہے- نیز قیام بھی لازم ہے- ترک قیام بغیر عذر کے جائز نہیں ہے- اگر بیمار ہو یا ضعیف ہو کہ گاڑی کے چلنے سے گرنے کا اور اپنے آپ کو سنبھال کر نہ رکھنے کا خطرہ قوی ہے تو بیٹھ کر نماز پڑھے- بغیر ان اعذار کے کھڑے ہو کر نماز ادا کرے-

(۲) مسافر کو نماز کی فکر رکھنا چاہیے پہلے سے خیال رکھے کہ اس گاڑی میں پانی نہیں ہے- اسٹیشن سے گاڑی چلنے سے قبل پانی کا انتظام کرے- لوٹا بھر لے یا وضوء کر لے اور اگر غفلت ہوگئی ہے گاڑی چل پڑی اور پانی گاڑی میں نہیں ہے اور ساتھی مسافروں سے بھی نہیں مل سکتا اور وقت تنگ ہے تو بر قول امام زفر تیمم کرسکتا ہے- خلافاً للثلاثة- علامہ شامی نے اس امر کو ترجیح دی ہے کہ تیمم بھی کرے اور نماز پڑھ لے بعد میں وضوء کر کے نماز لوٹائے- اور کہا ہے- **هذا قول متوسط بين القولين و فيه الخروج عن العهدة بيقين ج ۱ ص ۱۸۷ مصری** - اب رہا تیمم کا مسئلہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً کوشش کرے کہ پاک اینٹ پختہ یا خام مل جائے یا گرد وغبار جن سے تیمم جائز ہوسکے- اگر تختوں پر پڑا ہوا غبار مل سکے تو اس سے تیمم کرے- ورنہ شخص فاقد الطہورین کے حکم میں آجائے گا- فاقد الطہورین کے بارے میں راجح عند العلامة الشامی یہ ہے کہ نمازیوں کے ساتھ تشبیہ کرتے ہوئے نماز ادا کرے- بعد میں قضاء کرلے ج ۱ ص ۸۵ **المحصور و فاقد الطهورين يؤخرها عنده و قالا يتشبه بالمصلين وجوبا فيركع و يسجد ان وجد مكانا يابسا- و الا يومى قائما ثم يعيد كالصوم** اس تشبیہ والی نماز میں نہ تو نیت کرنی ہوگی- اور نہ ہی قرأت پڑھنی ہوگی- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مسافر امام کی اقتداء میں مقیم مسبوق کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مقیم نے مسافر کی اقتداء کی اور دوسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا اب مقیم بقیہ نماز کو کس طرح پڑھے یعنی کیا ۳ رکعت میں قرأۃ فاتحہ وغیرہ کرے گا یا خاموش کھڑا رہے گا مہربانی فرما کر جزیہ ہی تحریر فرمائیں-

﴿ج﴾

شخص مذکور مسبوق حق ہے جس کا حکم یہ ہے کہ پہلے دو رکعت بغیر قرأۃ پڑھے پھر ایک رکعت قرأۃ کے ساتھ ادا کرے پہلے

دو رکعت میں ۔حق ہے اور تیسری رکعت میں مسبوق ہے اصل یہ ہے کہ لاحق گویا کہ خلف الامام ہی ہے اس لیے اس کو علی الامام ہی نماز پڑھنی ہوگی اور مسبوق تو قضاء بعد فراغ الامام کرتا ہے۔ درمختار ج اص ۴۴۰ کی اس عبارت اور شامی کی تصریح سے حکم مذکور معلوم ہوتا ہے۔ ثم مانام فیه بلا قرأة ثم ما سبق به ان کان مسبوقا ایضا۔ صریح جزیہ تلاش کرنے کی فرصت نہیں ہے۔

ریل گاڑی پر متعین ملازمین کے لیے نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جو حضرات یہاں سبی میں سبی سکاؤٹیس ٹرین ڈیوٹی سرانجام دیتے ہیں۔ یہاں سے کوئٹہ جاتے ہیں ایک رت کوئٹہ میں گزارتے ہیں اور ایک رات سبی میں۔ تو کیا یہ لوگ سفری نماز پڑھیں یا پوری نماز پڑھیں۔

﴿ج﴾

سبی کے رہنے والے سکاؤٹیس ٹرین ڈیوٹی کے دوران جب کوئٹہ میں رات گزاریں گے تو دوران سفر اور کوئٹہ شہر میں جو نمازیں آئیں گی ان میں قصر لازم ہے۔ البتہ جو نمازیں سبی میں رہتے ہوئے آئیں گی ان میں قصر نہیں ہے۔ اسی طرح کوئٹہ کے رہنے والے جو سبی میں رات گزاریں تو وہ بھی سفری نماز پڑھیں گے اور کوئٹہ شہر میں قصر نہیں کریں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کسی جگہ غیر قانونی طور پر رہنے والے کے لیے قصر یا اتمام کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی سعودی عرب جاتا ہے اور حکومت کی طرف سے قانونی طور پر اس کو چھ ماہ ٹھہرنے کی اجازت ہے۔ لیکن وہ خفیہ طور پر غیر قانونی کرتے ہوئے چھ ماہ سے زائد عرصہ وہاں قیام کرتا ہے۔ اب وہ اپنی نماز قصر پڑھے یا کامل ادا کرے۔ اور قصر کی اجازت ہوگی۔ واضح رہے کہ اب اس کا مزید قیام جدید اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ اور گورنمنٹ کسی وقت اس کو عرب سے نکال سکتی ہے۔ اب وہ نماز کس طریق سے ادا کرے۔ اور اس کی اقامت کون سی اقامت سمجھی جائے گی۔

﴿ج﴾

شخص مذکور اگر کسی خاص شہر یا قصبہ میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کر چکا ہے۔ تو وہ اس شہر میں مقیم ہو گیا ہے۔ اب جب تک اس جگہ سے سفر نہیں کرتا اس کی وطن اقامت ختم نہیں ہوئی۔ اس لیے وہ اس جگہ پر رہتے ہوئے پوری نمازیں پڑھے گا۔ خفیہ طور پر رہنا اس پر اثر انداز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دورانِ سفر ریل میں نماز ادا کرنے کے احکام؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اس کاروباری دنیا کے اندر انسان کو سفر کے مواقع حاصل ہوتے ہیں۔ اور عموماً ریل گاڑی اور لاری کا سفر درپیش ہوتا ہے۔ اور اثنا سفر میں نماز کا وقت ہو جاتا ہے۔ اور بسا اوقات گاڑی یا لاری سے اتر کر نماز ادا کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ اگر تاخیر کی جائے تو وقت کے نکل جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ تو صورت مذکورہ میں نماز ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے۔

(۱) گاڑی میں بسا اوقات ہجوم کی وجہ یا کسی اور وجہ سے کھڑے ہونے کی جگہ نہیں ملتی۔ تو فریضۂ قیام کو ترک کر کے بیٹھ کر نماز ادا کرے یا نہیں۔

(۲) کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بیٹھنے کی جگہ نہیں ملتی۔ بلکہ انسان باہر لٹکا ہوا ہوتا ہے۔ یا اندر تنگی کے ساتھ کھڑے ہو کر وقت گزارتا ہے۔ تو اس حالت میں نماز کس طرح ادا کرے۔ جبکہ رکوع و سجود پر بھی قادر نہیں آیا کھڑے ہو کر اشارے سے نماز ادا کرے یا نہیں۔

(۳) ریل گاڑی میں نماز ادا کرتے ہوئے بعض دفعہ جہت قبلہ منحرف ہو جاتی ہے۔ تو نمازی نماز کے اندر قبلہ کی طرف پھر جائے یا ابتدائی قبلہ رخ کافی ہوگا۔

(۴) لاری میں کھڑے ہونے کا احتمال نہیں البتہ بیٹھنے کی جگہ مل جاتی ہے۔ تو بیٹھ کر نماز اشارے سے پڑھے یا نہیں؟

(۵) لاری میں اکثر اوقات پانی نہیں ملتا اور نماز کا وقت بالکل قریب ہو جاتا ہے۔ تاخیر سے قضاء کا خطرہ ہے۔ تو تیمم سے نماز ادا کرے یا نہیں؟ اگر تیمم کرے تو کون سی چیز پر کرے جبکہ وہاں مٹی وغیرہ کا ملنا دشوار ہے۔

(۶) اگر کوئی شخص صورت مذکورہ بالا میں نماز کو اپنے وقت میں ادا نہ کرے۔ بلکہ ترک کر کے پھر قضاء کرے تو کیا قضاء کرنے کے بعد گنہگار بھی ہوگا یا نہیں؟

(۷) گاڑی یا لاری کو کشتی کی حالت پر قیاس کیا جا سکتا ہے یا کہ نہیں۔ یہ مذکورہ صورتیں اس وقت پر محمول ہوں گی جب کہ ان کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہو۔ ورنہ پہلے تو صحیح طریقہ پر ادا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ جوابات با تفصیل مع الدلائل بحوالہ کتب تحریر فرما دیں۔

السائل نظام الدین شاہ عیدگاہ مظفر گڑھ

﴿ج﴾

(۱،۲) بیٹھ کر پڑھنے کے لیے اگر عذر دوران رأس ہے۔ تو اس عذر سے بیٹھ کر پڑھنا اس شخص کے لیے جائز ہے۔ جو حقیقۃً

اس حال میں قیام پر قادر نہ ہو-و ھو المختار للفتوی- کما قال فی الدر المختار ص۵۶۳ ج۱- صلی الفرض فی فلک جار قاعدا بلا عذر صح لغلبة العجز واساء و قالا لا یصح الا بعذر و ھو الاظھر برھانا- قال الشامی (و ھو الاظھر برھانا) و فی الحیلة بعد سوق الادلة والاظھر ان قولھما اشبه فلا جرم ان فی الحاوی القدسی و به ناخذ اور اگر بیٹھ کر پڑھنے کے لیے عذر جگہ کی تنگی بوجہ ہجوم کے ہے تو اس صورت میں اگر یہ امید ہو کہ وقت کے اندر اندر گاڑی میں جگہ ہو جائے گی- یا باہر اترنے کا موقع مل جائے گا-تو بیٹھ کر یا اشارہ سے پڑھنا جائز نہیں ہے-اور اگر وقت کے اندر اسے جگہ ملنے کی یا باہر بلا تکلیف اتر کر نماز ادا کرنے کی کوئی امید نہیں ہے-تو اس وقت اسے حسب استطاعت قاعدا مع الرکوع والسجود یا قاعدا مع الایماء یا قائما مع الایماء- پڑھنی ضروری ہے- بعد میں قضا کرنا واجب ہے- دراصل صرف امام زفرؒ کا یہ مذہب ہے کہ خوف فوت وقت میں تیمم کرنا جائز ہے-اگرچہ پانی قرب میں موجود ہو نیز اس میں بھی کہ تنگ مکان میں جہاں باقاعدہ نماز بارکوع وسجود ادا کرنا ممکن نہ ہو-نماز بہ اشارہ پڑھنا ان کے نزدیک فرض ہے- جب وقت میں باقاعدہ طور پر ادا کرنے کی کوئی امید نہ ہو سکے-

(اس کے تیمم کے کچھ اور مسائل بھی مختلف فیہ ہیں) اور ان سب مسائل میں باقی ائمہ احناف نماز کو ترک کرنے اور بعد الوقت قضاء کرنے کا حکم دیتے ہیں-لیکن مختار للفتوی (وھو الاحتیاط) یہ ہے- کہ امام زفرؒ کے مذہب پر عمل کر کے نماز پڑھی جائے-اور پھر ائمہ احناف کے مذہب کے مطابق اس کی قضا کر لی جائے- تا کہ خروج عن العھدہ بالیقین ہو جائے- دیکھو علامہ شامی کی عبارت درمختار ج۱ص۱۷۱ پر (لبعدہ میلا) قید بالبعد لانه عند عدم البعد لا یتیمم و ان خاف خروج الوقت فی صلوة لھا خلف خلافًا لزفرؒ و سیذکر الشارح ان الاحوط ان یتیمم و یصلی ثم یعید و یتیمم علی ھذا الاختلاف مالوازدحم جمع علی بئر لا یمکن الاستقاء منھا الابالمناوبة او کانوا عراة لیس معھم الاثوب یتناوبونه و علم ان النوبة لا تصل الیه الابعد الوقت فانه لا یتیمم و لا یصلی عاریا بل یصبر عندنا و کذا لو فی مکان ضیق لیس فیه الا موضع یسع ان یصلی قائما فقط یصبر و یصلی قائما بعد الوقت الخ-

خط کشیدہ مسئلہ میں بھی امام زفرؒ کا خلاف ہے-اور یہاں فتویٰ احتیاطا یہ ہے کہ امام زفرؒ کے مذہب پر عمل کر کے مطابق مذہب امام ابی حنیفہؒ اعادہ کیا جائے- اس لیے کہ امام زفرؒ کے قول کو بھی اکثر مشائخ نے اختیار کیا ہے- کما قال الشامی ص ۱۸۰ ثم قال ما حاصله ولعل ھذا من ھؤلاء المشائخ اختیار لقول زفر لقوة دلیله-

(۳) اگر استقبال قبلہ پر قادر نہیں ہے-تو اگر وقت کے اندر استقبال قبلہ کی قدرت متصور ہے-تو نماز ادا نہ کرے-اور اگر وقت کے اندر استقبال کی قدرت کی امید نہیں ہے-تو حسب قدرت نماز ادا کرے- کما قال الشامی ج ۱ ص

۵۶۲ و ان عجز عنه (ای عن استقبال القبله) یمسک عن الصلوة امداد عن مجمع الروایات و لعله یمسک ما یخف خروج الوقت لما تقرر من ان قبلة العاجز جھة قدرته-الخ- اور اگر استقبال قبلہ پر قادر ہے تو استقبال فرض ہے- ابتداءً استقبال کرنا ضروری ہے ورنہ نماز نہ ہوگی-اور اگر ابتداءً استقبال کے بعد گاڑی پھر جاوے اب اگر اس کے لیے پھر جانا ممکن ہے-تو پھر جانا فرض-ورنہ معاف-عالمگیری ج۱ص۱۴۳- ویلزمه التوجه الی القبلة عند افتتاح الصلوة کذا فی الکافی فی باب صلوة المریض و کلما دارت السفینة یحول وجھه الیھا فلو ترک تحویل وجھه الی القبلة و ھو قادر علیه لا یجزیه-

(۴) لاری کی صورت میں ٹھہرانا ممکن ہے- اس لیے ڈرائیور سے کہا جائے- وہ ضرور ٹھہرا لیتا ہے-اور اگر وہ نہ ٹھہراوے تو اگر وقت کے اندر کسی جگہ ٹھہرنے کی امید ہے-تو لاری میں جائز نہیں-ورنہ بضرورت ادا کرے-بعد میں اعادہ کرے- کمائی نمبر ۱ نمبر ۲-

(۵) جیسا کہ نمبر ۱ اور نمبر ۲ میں گزر چکا ہے کہ امام زفرؒ کے مذہب میں فوت وقت کے خطرہ سے تیمم کرنا جائز ہے-اب لاری کے کھڑے ہونے کی امید ہے-تو وضو کرنا ضروری ہے-ورنہ مذہب زفرؒ کے مطابق تیمم کر لے-اور نماز پڑھ لے-لیکن بعد میں اعادہ کرنا واجب ہے- البتہ اگر کوئی چیز تیمم کے لیے نہ ملے-تو وہ حکم فاقد الطھورین میں ہے-اس کے لیے حکم یہ ہے کہ تشبیہ بالمصلین کرے-لیکن اترنے کے بعد باقاعدہ نماز پڑھے گا-

(۶) صورۃ مذکورہ میں صحیح عذر کے ساتھ گنہگار نہ ہوگا ورنہ ہوگا- واللہ تعالیٰ اعلم-

ریل کے سفر سے متعلق احکامات؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فی زمانہ گاڑی میں نماز کا کیا حکم ہے-گاڑی کی نماز سے متعلق مندرجہ ذیل مسائل پیدا ہوتے ہیں از راہ مہربانی سب کا جواب عنایت فرمادیں-

(۱) موجودہ کتنے میلوں کے لیے نماز کی قصر کی جائے گی- (۲) شہر کی حدود کہاں تک شمار ہوگی-اسٹیشن تک شہر کی حدود ختم ہوتی ہیں یا نہیں- (۳) گاڑی کے اندر نماز ادا ہو سکتی ہے یا نہیں؟ (۴) عموماً لوگ گاڑی کے اندر تختے پر بیٹھ کر جس طرف ممکن ہو قبلہ رخ کا اہتمام کیے بغیر نماز پڑھ لیتے ہیں کیا ایسا کرنا درست ہے (۵) قبلہ کا اہتمام لازمی ہے یا بہتر اور افضل (گاڑی کے اندر) (۶) اگر اہتمام ضروری ہے تو گاڑی کے اندر تو قبلہ رخ کا اہتمام مشکل ہوتا ہے کیا نماز ترک کر کے منزل پر پہنچ کر قضا کرے یا گاڑی کے اندر تحری کر کے نماز پڑھے- (۷) تحری نماز کے ابتداء میں ضروری ہے یا ساری

نماز میں (۸) پہلے تحری کر کے شروع ہوا اور درمیان میں کوئی دوسرا شخص قبلہ کا صحیح رخ معلوم کر کے نمازی کا رخ بدلتا رہے تو کیا درست ہے یا نہیں؟ (۹) گاڑی کے اندر نماز کا وقت ہو جائے اور پانی موجود نہ ہو۔ تو کیا تیمم کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۰) گاڑی کے طہارت خانے میں جو پانی استنجاء کے لیے ہوتا ہے۔ آیا اس سے اسی طہارت خانے میں وضو کرنا جائز ہے یا نہیں کیونکہ وہ جگہ ناپاک ہوتی ہے۔ اور چھینٹیں پڑنے کا احتمال ہے۔ اس طرح بجائے طہارت کے نجاست حاصل ہوگی؟ (۱۱-الف) گاڑی کے اندر پانی نہ ملے تو کیا تیمم کر سکتا ہے یا نہیں۔ (ب) تیمم کے لیے گاڑی میں صعید طیب کا ملنا محال ہے تو کیا کپڑے پر تیمم کیا جا سکتا ہے۔ (۱۲) اگر نماز کا وقت گاڑی میں آ جائے اور منزل تک پہنچ کر وقت کے ملنے کا یقین ہو تو (الف) گاڑی میں نماز قصر کر کے پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ (ب) کسی اسٹیشن پر اتر کر نماز قصر پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ (ج) یا وہ اپنی منزل پر نماز ادا کرے۔ (۱۳) اگر نماز کا وقت گاڑی میں آ جائے اور وہ وقت منزل تک پہنچنے سے پہلے جاتا ہو تو کیا نماز قضا کر لے یا اسی وقت گاڑی میں پڑھ لے۔ (۱۴) کیا سفر میں کسی ضروری کام کی وجہ سے یا تھکاوٹ کی وجہ سے محض فرض و واجبات پر اکتفا کر سکتا ہے یا سنن مؤکدہ کا ادا کرنا بھی ضروری ہے (۱۵) اگر سفر لمبا ہو اور نماز کے وقت گاڑی کسی اسٹیشن پر اتنی دیر ٹھہرے کہ جس میں محض فرائض ادا ہو سکتے ہیں تو کیا محض فرض پر اکتفا کرے یا اس وقت سنن بھی ضروری ہے۔ (۱۶) اگر سنتیں ضروری ہیں تو کیا وہیں پڑھنا لازمی ہے یا منزل پر پہنچنے پر قضا یا ادا کی صورت میں پڑھے (۱۷) اگر کوئی شخص قصر کرنا بھول جائے تو کیا اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ آیا گنہگار تو نہ ہوگا اور نماز واجب الاعادہ تو نہیں؟

﴿ج﴾

(۱) موجودہ اڑتالیس میل پر نماز قصر کی جائے گی۔ (۲) جہاں تک شہر کے مکانات و مصالح پھیلے ہوئے ہوں وہاں تک شہر کی حدود شمار ہوں گی مصالح مصر مثلاً چونگی۔ اسکول و تھانہ۔ و قبرستان وغیرہ اسٹیشن اگر شہر سے متصل ہو جنھیں فقہ، فنا مصر سے تعبیر کرتے ہیں۔ (۳) گاڑی کے اندر نماز ادا ہو سکتی ہے (۵،۴) جسے قدرت علی القیام حاصل ہو۔ اس کو کھڑا ہونا نماز میں فرض ہے۔ نیز استقبال قبلہ گاڑی میں بھی فرض و شرط ہے۔ لوگوں کا ایسا کرنا درست نہیں۔ قدرت علی القیام رکھتے ہوئے کوئی بیٹھ کر نماز پڑھے اور یا استقبال قبلہ پر قادر ہونے کے باوجود استقبال نہ کرے تو ہر دونوں صورتوں میں نماز نہیں ہوگی (۷،۶) تحری ابتداء سے آخر تک واجب ہے لہٰذا تحری بدلنے سے اس کا قبلہ بدلے گا۔ اور اس پر ساتھ ساتھ بدلنا واجب ہوگا۔ (۱۰،۹،۸) حقیقت یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ کے فریضہ نماز کی ادائیگی کا فکر ہو تو وقت سے پہلے وہ وضو کا اہتمام کرے۔ اور جس اسٹیشن پر گاڑی زیادہ ٹھہرے وہاں وضو بنا لے اور اگر وہاں وضو نہ بنا سکے تو گاڑی کے اندر جو بیت الخلاء ہوتے ہیں۔ ان میں پانی کا انتظام ہوتا ہے۔ اس پانی سے وضو کرے اتنے وہ نجاست سے بھرے ہوئے نہیں ہوتے کہ بجائے طہارت کے نجاست حاصل ہو بلکہ بسہولت وضو کر سکتا ہے۔ اور نجاست سے بچ سکتا ہے۔ خصوصاً اگر سفر میں وضو

بنانے کے لیے لوٹا وغیرہ کوئی برتن ساتھ رکھے تو اور بھی نجس چھینٹوں کے لگنے کا احتمال ختم ہوتا ہے۔ نیز گاڑی میں سفر کرنے والوں کو یہ عموماً معلوم ہوتا ہے کہ فلاں اسٹیشن سے گاڑی میں اس طرح نماز پڑھنے سے نمازی ٹھیک قبلہ رخ ہوتا ہے۔ نیز گاڑیوں میں سفر کرنے والے عموماً مسلمان ہوتے ہیں اگرچہ خود بے عمل ہوں جب بھی کوئی نماز کے لیے جگہ کے متعلق کہتا ہے۔ تو اس کو جگہ دے دیتے ہیں۔ چنانچہ تبلیغی جماعت والے جب گاڑی میں سفر کرتے ہیں۔ تو اگر کسی اسٹیشن پر باجماعت نماز ادا کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ تو ڈبے کے اندر اذان دے کر باجماعت نماز ادا کر لیتے ہیں الحاصل۔ نماز کے اوقات وسیع و فراخ ہیں۔ اگر کسی کو نماز کی ادائیگی کا فکر و اہتمام ہو تو وہ گاڑی میں سفر کرتے ہوئے بھی صحیح وضو سے کھڑے ہو کر قبلہ رخ ہو کر باجماعت نماز ادا کر سکتا ہے۔ لیکن اگر غفلت ہو تو سب کچھ کے ہوتے ہوئے بھی نماز قضا کر لیتے ہیں۔

(۱۱-۱۳) گاڑی کے اندر تیمم کی یہ شرط کہ متیمم پانی سے ایک میل دور ہو نہیں پایا جاتا ہے بسا اوقات پٹریوں کے قریب پانی ہوتا ہے گر نہ بھی ہو تو پھر یہ بات کہ تا ادائیگی صلوٰۃ وہ پانی سے میل دور ہو یہ بات نہیں ہوتی اس لیے تیمم کرنا جائز نہیں لیکن اگر یہ شرط پائی جائے۔ نیز گاڑی میں بھی اندر اسے پانی نہ ملتا ہو اور اسٹیشن تک گاڑی پہنچنے میں نماز قضا ہو جائے گی تو تیمم کر کے نماز ادا کر لے۔ لیکن یہ نماز دوبارہ قضا کر لے اور بہتر یہ ہے کہ سفر میں پاک ڈھیلا بھی ساتھ رکھے بوقت ضرورت اسے استعمال کر لے۔ اور تیمم کے جواز کی صورت میں اس سے تیمم بھی کر لے۔ اگر ڈھیلا ساتھ نہ ہو تو گاڑی کے تختوں پر گرد ہو یا کپڑوں پر گرد پڑا ہو تو اس سے تیمم کر لے اوپر کے تختوں کا گرد پاک ہوتا ہے۔ اگر من جنس الارض کوئی چیز ساتھ نہ ہو اور کپڑوں و تختوں پر گرد نہ ہو۔ تو ان سے تیمم جائز نہیں۔ (۱۲ا ب ج) جو بھی صورت اختیار کر لے جائز ہے لیکن جس صورت میں اطمینان و دھیان و خشوع و خضوع سے نماز پڑھ سکے اور گھر و منزل و اسٹیشن پر پہنچنے سے وقت مکروہ بھی داخل نہ ہو تو وہ صورت اختیار کرنا بہتر ہے۔ مکروہ وقت سے پہلے ادا کرے (۱۶،۱۵،۱۴) مسافر کو اگر اطمینان و سکون ہو۔ اور کوچ و روانگی کا وقت نہ ہو تو سنتیں ادا کر لینا بہتر ہے۔ جیسے کہ حضر میں نوافل کیونکہ سفر میں فرض و واجب کے علاوہ سنتیں مؤکدہ و غیر مؤکدہ نوافل کے حکم میں ہیں۔ مسافر چاہے انھیں پڑھے یا نہ پڑھے یہ اسے شرعاً رخصت ہے۔ اگر اسے اطمینان و سکون نہ ہو اور کوچ و روانگی کا وقت کم ہو تو نہ پڑھے۔ (۱۷) اگر کوئی قصر کرنا بھول جائے اور اتمام کر لے تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ اور وہ گنہگار بھی نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب فی احکام العیدین

ایک مسجد میں دوبار نماز عید کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ ایک مسجد میں تقریباً اڑھائی سال سے از طرف اہلسنت والجماعت امام مقرر ہے- پانچ وقت نماز اور جمعہ پڑھاتا ہے- امام مسجد کی تنخواہ اور خورد ونوش و رہائش کا انتظام اہلسنت والجماعت کی طرف سے ہے- گذشتہ عید الفطر کے موقع پر غیر مقلدین نے تقاضا کیا کہ ہمیں عید کی نماز پڑھنے کے واسطے اجازت دی جائے- مصلحت کی بنا پر بغیر مسئلہ پوچھنے کے سب انسپکٹر نے حکم صادر فرمایا کہ ساڑھے سات بجے غیر مقلدین نماز عید پڑھیں اور آٹھ بجے اہل سنت والجماعت عید کی نماز ادا کریں- اور اسی طرح کیا گیا- ایک جگہ دوبار عید کی نماز ادا کی گئی- عوام لوگوں نے اعتراض کیا کہ ایک جگہ دو دفعہ عید کی نماز پڑھنا منع ہے- اب قابل دریافت امر یہ ہے کہ ایک جگہ مسجد میں دوبارہ دو امام علیحدہ علیحدہ عید کی نماز پڑھا سکتے ہیں کہ نہیں؟

﴿ج﴾

چونکہ ایک جگہ (یعنی جہاں امام مقرر ہو اور قوم بھی معلوم ہو) ایک نماز کی جماعت ہو جانے کے بعد دوبارہ اسی جگہ اسی ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ جماعت کرنا مکروہ ہے- لہٰذا صورت مسئولہ میں مذکورہ جگہ پر ایک ہی جماعت ہو- اور اہل سنت والجماعت کا امام جب اسی جگہ مقرر ہے تو انھیں حق ہے کہ وہاں عید کی نماز پڑھیں- اور غیر مقلدین ان کے پیچھے عید کی نماز ادا کریں- جو کہ اتفاق اور جمعیت کی صورت ہے- اور پسندیدہ ہے- اور انتشار بین المسلمین سے بچاؤ ہے- جو کہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے- واللہ تعالیٰ اعلم

نماز عید کے بعد مصافحہ کا حکم؟

﴿س﴾

مسئلہ پشاور کے ایک مولانا نے تحریری حکم فرمایا ہے کہ نماز عید کے بعد معانقہ اور مصافحہ کرنے والا گناہ گار نہیں بلکہ حدیث شریف کی کتاب مشکوٰۃ میں موجود ہے- اور صحابہ کے عمل سے ثابت ہے-

(۱) مندرجہ بالا عبارت درست ہے یا غلط؟

(۲) اگر غلط ہے تو اس مولانا کی اقتداء میں نماز پڑھنا اور میل جول (تعلقات) رکھنا کیسا ہے-

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- واضح رہے کہ مصافحہ اور معانقہ ابتدائے ملاقات کے وقت مسنون ہے- اور وداع کے وقت میں مختلف فیہ ہے- لہٰذا بعد از نماز عید مسنون تو ہرگز نہیں ہے کیونکہ اس کا ثبوت حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہے- ہاں بعض علماء اس کو بدعت مباحہ کہتے ہیں- اور بعض علماء اس کو بدعت مکروہہ کہتے ہیں- اور مولانا عبدالحیٰ صاحب اپنے فتاویٰ کے ج ۲ ص ۴۵ پر فرماتے ہیں- علی کل تقدیر ترک اس کا اولیٰ ہے-

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر عید کے بعد مصافحہ کرنے کو عوام دین کا ایک ضروری کام یا مسنون جانتے ہوں- یا ہوتے ہوتے اس کا اندیشہ ہو- تب تو بدعت مکروہہ ہے- اور اس سے اجتناب ضروری ہے- اور اگر عوام دین کا ایک ضروری کام سمجھ کر نہ کرتے ہوں- اور نہ اس کو مسنون جان کر کرتے ہوں- بلکہ ویسے خوشی کے دن مزید مسرت اور مابین الفت و مودت پیدا کرنے کی خاطر کرتے ہوں- تب یہ عمل بدعت مباحہ شمار ہوگا- اور رحمت ایزدی سے امید ہے کہ تب مؤاخذہ نہ فرمائیں گے کیونکہ بدعت شنیعہ کی تعریف میں یہ داخل نہیں ہوتا-

جیسا کہ علامہ شامی اور صاحب در مختار عید کے دن عید مبارک باد کے کلمہ کے استعمال کو جائز قرار دیتے ہیں- کما قال فی الدرالمختار ج ۱ ص ۶۱۳ (باب العیدین) و التھنئة بتقبل الله منا ومنکم لا تنکر (قوله لا تنکر) خبر قوله والتھنئة و انما قال کذلک لانه لم یحفظ فیها شیٔ عن ابی حنیفة و اصحابه و ذکر فی القنیة انه لم ینقل عن اصحابنا کراھة و عن مالک انه کرھها و عن الاوزاعی انها بدعة و قال المحقق ابن امیر حاج الاشبه انها جائزة مستحبة فی الجملة ثم ساق آثارا باسانید صحیحة عن الصحابة فی فعل ذلک ثم قال والمتعامل فی البلاد الشامیة والمصریة عید مبارک علیک و نحوه و قال یمکن ان یلحق بذلک فی المشروعیة والاستحباب لما بینهما من التلازم فان من قبلت طاعته فی زمان کان ذلک الزمان علیه مبارکا علی انه قد ورد الدعاء بالبرکة فی امور شتی فیؤخذ منه استحباب الدعاء بها هنا ایضًا اھ

وقال فی الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۶۹–۲۷۰ (کالمصافحة) ای کما یجوز المصافحة انها سنة قدیمة متواترة لقوله علیه الصلاة والسلام من صافح اخاه المسلم و حرک یده تناثرت ذنوبه واطلاق المصنف تبعا للدر والکنز والوقایة والنقایة والمجمع والملتقی و غیرها یفید جوازها مطلقا و لو بعد العصر و قولهم انه بدعة ای مباحة حسنة کما افاده النووی فی اذکاره وغیره– الخ

و قال الشامی تحته لکن قدیقال ان المواظبة علیها بعدالصلوات خاصة قد یؤدی الجهلة الی

اعتقاد سنیتها فی خصوص هذه المواضع و ان لها خصوصیة زائدة علی غیرها مع ان ظاهر کلامهم انه لم یفعلها احد من السلف فی هذه المواضع ثم اطال فی ذالک فراجعه

(۲) مسئلہ ایسا نہیں ہے کہ اس کی اقتداء میں نماز صحیح نہ ہو نماز اس کے پیچھے درست ہے۔ ایسے معمولی مسائل کے سبب نزاع وفساد پیدا کرنا اور مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا حرام ہے۔ نزاع اور فساد پیدا کرنے والے مصافحہ کرنے والوں سے زیادہ مستحق ملامت ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اس قسم کے مسائل پیدا کر کے مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنے والوں سے بچیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عیدین کی نماز مسجد میں ادا کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عید کی نماز مسجد میں پڑھنا منع اور گناہ ہے۔ حالانکہ مکہ والے حضور کی زندگی میں مسجد میں پڑھتے رہے۔ آپ نے منع نہیں فرمایا۔ مدینہ والے اب مدینہ کی مسجد میں پڑھتے ہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

عیدین کی نماز مسجد میں بھی ادا کرنا درست ہے۔ لیکن افضل صحرا یعنی (عیدگاہ میں) ادا کرنا ہے۔ مسجد حرام اس عام حکم سے مستثنیٰ ہے۔ اس میں عید کی نماز بلا کراہت درست ہے۔ **والخروج الیها ای الی الجبانة لصلوة العید سنة و ان وسعهم المسجد الجامع هو الصحیح** – (الدرالمختار ج ۱ ص ۲۱۲)

و حکی الطحطاوی عن شرح الموطأ للقاری ینبغی ان لایکون خلاف فی المسجد الحرام فانه موضع للجماعات والجمعة والعیدین والکسوفین والاستسقاء و صلوة الجنازة قال و هذا احد وجوه اطلاق المساجد علیه فی قوله تعالی انما یعمر مساجد الله– الایة– قلت فلو دخل فی حکمه المسجد النبوی فلا اشکال فی الصلوة علی ابنی البیضاء (اوجز المسالک ح ۲ ص ۴۶۲) فقط والله تعالی اعلم

نماز عید میں تین زائد تکبیریں سہواً چھوٹ گئیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عید کے موقع پر دوسری رکعت میں تین زائد تکبیریں امام سے بھول کر رہ گئیں پھر امام نے سجدہ سہو کرلیا۔ اب نماز ہوگئی یا نہیں۔ فقط

﴿ج﴾

نماز اس کی ہوگئی ہے۔ **(و السهو فی صلوة العید والجمعة والمکتوبة والتطوع سواء) والمختار عندالمتاخرین عدمه فی الاولیین لدفع الفتنة کما فی جمعة البحر واقره المصنف و به جزم فی الدرر** (درمختار) **قال الشامی: لکنه قیده محشیها الوانی بما اذا حضر جمع کثیر والا فلا داعی الی الترک (ردالمحتار باب سجود السهو ج ۱ ص ۵۵۶)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فناء مصر کی تحدید؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ فناء مصر اور مصلی المصر کی حدود اربعہ کتنے میل تک ہوتی ہیں۔ نیز ایک شہر اپنی تحصیل سے دو میل دور ہے اور اس میں کافی عرصہ سے تقریباً بیس سال تک جمعہ کی نماز ہوتی رہی ہے۔ اس میں نماز جمعہ اور عید ہو سکتی ہے یا نہیں۔ جواز وعدم جواز پر دلائل سے روشنی ڈالیں۔

﴿ج﴾

تحدید بالفرسخ مطلقاً معتبر نہیں بلکہ اعتبار فناء مصر میں اس کا ہے کہ وہ جگہ مصالح مصر مثل دفن موتی ورکض خیل وغیرہ کے لیے مہیا ہو۔ اور اگر مصالح مصر کے لیے نہیں ہے بلکہ جداگانہ قریہ ہے تو اس کا حکم در بارہ جمعہ مستقل ہے۔ یعنی اگر وہ قریہ کبیرہ ہے جمعہ اس میں واجب الادا ہوگا ورنہ نہیں۔ **قال فی الشامی والتعریف احسن من التحدید لانه لا یوجد ذلک فی کل مصر و انما هو بحسب کبر المصر و صغره– الخ– فالقول بالتحدید بمسافة یخالف التعریف المتفق علی ما صدق علیه بانه المعد لمصالح المصر– الخ– ج ۱ ص ۵۹۱. فقط والله تعالی اعلم**

ضرورت کے سبب عیدگاہ کے بجائے مسجد میں نماز عید ادا کرنا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل کے متعلق۔ بینوا توجروا

(۱) ایک شہر کی ایسی عیدگاہ جس میں چالیس صفوں سے زائد صفیں ہوتی ہیں۔ ہر صف میں ڈیڑھ سو کے قریب آدمیوں کی تعداد ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ عیدگاہ کے ارد گرد شمالاً جنوباً اور شرقاً غرباً کافی لوگ مزید جمع ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی کئی صفیں بن جاتی ہیں۔ شہری آبادی کے علاوہ ردگرد کے دیہات کے لوگ بھی کافی جمع ہو جاتے ہیں۔ ریت اور مٹی کے ٹیلوں پر

کافی صفیں بے ترتیبی سے بن جاتی ہیں- اگرچہ عیدگاہ کے امام کے سامنے لاؤڈ سپیکر بھی رکھا ہوتا ہے- تب بھی ہزاروں کی تعداد کے بسبب اردگرد اور پیچھے کھڑے ہونے والے دور کے لوگوں کو وقت پر تکبیرات کا صحیح پتہ نہیں لگ سکتا جس کے سبب ادائیگی نماز میں کافی دقت ہو جاتی ہے- تقریباً پندرہ ہزار لوگوں کے اجتماع میں مختلف طبائع کے سبب جن لوگوں کو دوبارہ وضوء کی ضرورت پیش آ جائے تو ایسی عیدگاہ میں نہ طہارت خانے موجود ہیں نہ سقاوے- صرف ایک دو نلکے موجود ہیں جن پر بمشکل بیک وقت دو آدمی وضو کر سکتے ہیں- عموماً عیدگاہ میں آنے والے لوگ اپنے گھروں سے اور اردگرد کی مساجد وغیرہ سے وضو کر کے آتے ہیں- جب کافی وقت نماز کے انتظار میں لگ جاتا ہے تو پھر ضرورت پڑنے پر دوبارہ وضوء کرنا بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے- اس پیے ایسے لوگ شدت کے ساتھ وضوء محفوظ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں- ان حالات کے پیش نظر ایسے شہر میں ایک وسیع وقدیم شاہی مسجد ہے جو شہر کی اکثر آبادی کے ایک طرف واقع ہے- اور میونسپل کی حدود میں داخل ہے- اس میں پانی طہارت خانوں اور غسل کا بہترین انتظام ہے- اس مسجد میں بڑے بڑے تبلیغی اجتماعات بھی ہوتے ہیں- ایسی مسجد میں اگر نماز عید پڑھنے کا انتظام کیا جائے جس میں شہریوں اور دیہاتیوں کی نماز عید آسانی کے ساتھ ادا ہو جائے تو مسجد میں نماز عید جائز ہو جائے گی یا نہ؟ ایسی مسجد میں نماز عید پڑھنے والوں کو نماز پڑھنے کا ثواب بھی ملے گا یا نہیں؟

(۲) ملتان اور بہاولپور کی شہری حدود میں کئی مقامات اور مساجد میں نماز عیدین پڑھی جاتی ہیں- کیا ان لوگوں کی نماز عید بلا کراہت ادا ہو جاتی ہے یا نہیں- ملتان اور بہاولپور تو بڑے شہر ہیں- خانپور کٹورہ ضلع رحیم یار خان کی تحصیل ہے اس میں بھی شہری اور میونسپل کمیٹی کی حدود کے اندر ایک ہی مسلک کے مسلمانوں کی کئی جگہوں پر عیدین کی نمازیں پڑھی جاتی ہیں- کیا ایسی آبادی والے شہر کے اندر کئی جگہوں اور مساجد میں نماز عید جائز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

(۳) عرف عام میں شہروں کی حدود کا اندازہ حکومت کی طرف سے موجودہ زمانہ میں قائم ہو چکا ہے- یعنی شہر کی میونسپل کمیٹی کی حدود- شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اسی عرف عام پر فتویٰ شہریت کی حدود کا دیا جائے گا یا نہیں- کیا شرع محمدی میں شہری حدود کا مسئلہ کچھ دوسری صورت میں ہوگا- اسے بیان فرمایا جائے- فرض کیا جائے ایک زمانے میں ایک شہر کی آبادی صرف چھ ہزار تھی- اس کے تھوڑے فاصلے پر شہر کے باہر مسلمانوں نے عیدگاہ بنا رکھی تھی- کچھ عرصہ بعد شہر کی آبادی بڑھ گئی- اور عیدگاہ بھی شہری حدود یعنی میونسپل کمیٹی کی حدود میں شامل ہو گئی- اب اس شہر کے لوگ نماز عید کے لیے میونسپل کمیٹی کی نئی حدود کے باہر دوسری عیدگاہ بنائیں یا اسی عیدگاہ میں پڑھتے رہیں- جو شہری حدود میں شامل ہو چکی ہے- کیا نماز عید کے لیے شہری آبادی سے باہر جا کر نماز پڑھنا بطور زیادتی ثواب کے ہے- یا بطور حکم ضروری سنت اور وجوب کے؟

(۴) کتب خانہ رحیمیہ یو- پی دیوبند کے طبع شدہ بہشتی زیور مکمل ومدلل کا آخری گیارھواں مکمل ومدلل حصہ بہشتی گوہر کے

ص ۹۷ مسئلہ نمبر ۵ میں یہ عبارت موجود ہے- کہ نماز عیدین بالاتفاق شہر کی متعدد مساجد میں جائز ہے- اس عبارت پر حاشیہ میں ایک فقہ کی کتاب کا حوالہ بمع عبارت بھی تحریر ہے- یہ مسئلہ صحیح ہے یا غلط- نیز یہ مسئلہ کہ متعدد مساجد میں نماز عیدین جائز ہے- کسی مجبوری یا عذر یعنی بارش وغیرہ کے پیش نظر دیا گیا ہے یا بلا عذر بھی شہر کی متعدد مساجد میں نماز عید جائز ہو گی- نیز ایک شخص نے بہشتی گوہر کے اس مسئلہ کے متعلق یہ کہا کہ حضرت تھانویؒ نے اپنے اس مسئلہ کے غلط لکھنے سے رجوع کر لیا ہے کیا اس شخص کا کہنا کہ اس غلطی سے رجوع کر لیا ہے- صحیح ہے یا حضرت تھانویؒ پر بہتان ہے- بینوا توجروا

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم- (۱) عیدگاہ (صحراء) میں عید کی نماز ادا کرنا سنت ہے- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ عید کی نماز پڑھنے کے لیے باہر صحرا میں تشریف لے جاتے تھے- سوائے ایک دفعہ کے جس میں بارش کے عذر کی وجہ سے مسجد نبویؐ میں عید کی نماز ادا کی گئی- حالانکہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی کتنی فضیلت ہے- لہذا عیدگاہ میں نماز عید پڑھنا مسنون ہوگا- باقی عیدگاہ میں طہارت خانوں اور وضوء کی جگہ کا انتظام کیا جا سکتا ہے- اگر یہ انتظام موجود بھی ہو تب بھی عیدگاہ کی طرف نکلنا سنت ہوگا- اگر جامع مسجد میں نماز عید بلا عذر ادا کی گئی تو نماز عید ادا ہو جائے گی اگرچہ ایک سنت مؤکدہ فوت ہو جائے گی- **کما قال فی الدر المختار علی هامش ردالمحتار ج ۱ ص ۶۱۲ (و الخروج الیها) ای الجبانة الی الصلاة العید (سنة و ان وسعهم المسجد الجامع) هو الصحیح** - اسی طرح امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۸۳ پر بھی مسئلہ موجود ہے-

(۲) ایک شہر میں متعدد مقامات پر عید کی نماز بلا کراہت ہو جاتی ہے- اگرچہ الوسع کم سے کم جگہوں میں نماز عید پڑھنے کا انتظام ہونا اولیٰ ہے- **کما قال فی التنویر علی هامش ردالمحتار ج ۱ ص ۵۹۵- (و تؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقاً**

(۳) شہری حدود میں عیدگاہ کے داخل ہو جانے کے بعد دوسری عیدگاہ بنانے کی ضرورت نہیں ہے اسی پہلی عیدگاہ میں ہی پورا ثواب ملے گا- ان شاء اللہ تعالیٰ

شریعت میں تو شہر کے حدود وہ مقامات ہیں کہ جن کے ساتھ شہر کی ضروریات متعلق ہوں- مثلاً گھوڑ دوڑ کا میدان- چھاؤنی- قبرستان وغیرہ- اور شہر سے منفصل وہ مقامات ہیں کہ جن کے ساتھ شہری ضروریات کا تعلق نہ ہو- وہ شہری حدود سے خارج شمار ہوتے ہیں- کمیٹی کی حدود کے پھیلاؤ کا مجھے تفصیلی علم نہیں ہے-

(۴) ویسے یہ مسئلے تو ہمارے ہاں صحیح ہیں- جیسا کہ جواب نمبر ۲ میں ذکر کر دیا گیا ہے- جو شخص مولانا تھانویؒ صاحب کے رجوع کرنے کا مدعی ہے وہ اس کا ثبوت پیش کرے- ہمیں اس کے رجوع کا کوئی علم نہیں ہے- اور یہ مسئلہ بہشتی گوہر میں بعینہ اسی طرح موجود ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم-

فتنہ سے بچنے کے لیے عیدگاہ کے بجائے درسگاہ میں نماز عید ادا کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے ہاں ایک قصبہ میں چند مودودی المسلک زمیندار رہتے ہیں انھوں نے ایک مسجد تعمیر کرائی ہے۔ اور دوسرے محلہ میں دیوبندیوں کی جامع مسجد علیحدہ ہے اور یہ مودودی کسی حق گو دیوبندی عالم کو مستقل طور پر ہمیشہ کے لیے اپنی مسجد میں رہنے نہیں دیتے۔ ایک چھوٹا سا میاں بھی رکھتے ہیں جو کہ ان چند آدمیوں کو نماز اور جمعہ پڑھا دیتا ہے۔ اور ان کی پالیسی یہ رہتی ہے کہ اخبارات اشیاء وغیرہ کتابی لٹریچر کے ذریعہ اپنے مسلک کی اشاعت کرتے رہتے ہیں۔ اور گاہے گاہے مودودی مسلک کے لیڈروں کو منگا کر عوام کو دعوت دے کر لیکچر کرا دیتے ہیں۔ اور عوام سے مودودیت کے فارم پُر کرا لیتے ہیں۔ اور گاہے گاہے عوام کو پھنسانے کے لیے یوں بھی کرتے ہیں کہ دیوبندی مولویوں کو بلا کر اپنی مسجد میں تقریر کرا دیتے ہیں۔ تاکہ دیوبندی عوام یہاں آنے جانے کے عادی ہو جائیں۔ اور عوام کو ایسے موقع پر دعوتیں بھی کھلا دیتے ہیں اور دیوبندی حضرات پیسے اور دعوتوں کی لالچ میں وہاں چلے جاتے ہیں۔ اور گاہے گاہے غیر مقلدوں کی تقریریں بھی کرا دیتے ہیں۔ اور اس کے چند دن بعد مودودیوں کے فارم پُر کرا دیتے ہیں۔ ان کا بڑا زمیندار جو ہے وہ پختہ مودودی ہے۔ ابوالاعلیٰ کا پورا مظہر ہے۔

(۱) اب اس صورت حال میں دیوبندیوں کی جامع مسجد کے عالم و خطیب کے لیے یہ ضروری ہے کہ مودودیوں کے مسلک کے نقائص بیان کرے۔ اور ان کے مسلک کی تردید کرے یا نہ بلکہ خاموش رہے۔ اگر خاموش رہے تو گنہگار تو نہیں ہوگا۔

(۲) ۔ ایسے مودودیوں کی دعوت پر جانا اور ان کی مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہ؟

(۳) عیدگاہ ان مودودی زمینداروں نے عرصہ دو تین سال سے تعمیر کرائی ہے۔ اور ان کی تولیت و قبضہ میں ہے۔ اور عید کی نماز عیدگاہ میں ہمیشہ دیوبندیوں کی جامع مسجد کا خطیب پڑھاتا رہتا ہے۔ مگر چونکہ وہ مودودیوں کا مخالف ہے۔ اور مودودی اس کے مخالف ہیں۔ اس لیے وہ مودودی زمیندار چاہتے ہیں کہ اس کو امامت سے ہٹا کر کوئی دوسرا اپنی منشاء کے مطابق عید کے لیے امام رکھا جائے۔ اس لیے عید کے موقع پر فتنہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ امسال عید کے موقعہ پر عیدگاہ میں غیر مقلدوں اور مودودیوں نے مسلک دیوبندیوں کے امام کی توہین کرائی اور اپنا دوسرا علیحدہ سپیکر منگا کر اس میں گالی گلوچ نکالی۔۔ جس کی وجہ سے جامع مسجد والی دیوبندی جماعت کو صدمہ پہنچا۔ اور آئندہ کے لیے عزم کیا کہ ہم عید کی نماز جامع مسجد کی درسگاہ کے میدان میں جو کہ ایک کافی وسیع صحن ہے پڑھیں گے۔ کیا اس فتنہ سے اعراض کرتے ہوئے مودودیوں کی عیدگاہ کو چھوڑ کر ہم جامع مسجد و درسگاہ کے میدان میں عید کی نماز ادا کر سکتے ہیں۔ شہری و دیہاتی سب دیوبندی صاحبان اس بات میں متفق ہیں۔ بینوا توجروا جزاکم اللہ۔

﴿ج﴾

مودودی صاحب کے خیالات اور ان کے مسائل شرعیہ میں مخصوص اجتہادات گمراہ کن ہیں۔ جن کی تفصیل علماء حق کے متعدد رسائل میں موجود ہے۔ اگر مودودی صاحب کے پیروکاران مخصوص اجتہادات کی تبلیغ میں مصروف ہیں تو حکمت علمی و عملی کے ساتھ مودودی صاحب کے ان مخصوص خیالات و مجتہدات سے لوگوں کو آگاہ کیا کریں۔ اور ان کے ساتھ ایسی مجالس اور دعوتوں میں شریک نہ ہونا چاہیے۔ جن میں وہ ان گمراہ کن خیالات کا پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہوں۔ عیدگاہ کے لیے کسی دیندار امام پر اتفاق کرانے کی کوشش کریں۔ جامع مسجد درسگاہ کے میدان میں عید کی نماز ادا کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ صحت اور وجوب عید کے دیگر شرائط پائے جائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عید کی نماز سے رہ جانے والوں کے لیے دوبارہ عید کرانے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو لوگ عید کی نماز میں جماعت سے رہ جاتے ہیں ان کے لیے دوسری جماعت کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ عید کی نماز میں خطبے کے بعد آتے ہیں ان کے لیے دوسری جماعت اور خطبہ پڑھنا چاہیے یا نہیں یا خود پڑھ سکتے ہیں یا ان کو دوسرا امام پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

﴿ج﴾

جو لوگ نماز عید سے رہ جائیں بایں صورت کہ عیدگاہ میں امام نے اہل اسلام کو نماز پڑھا لی اور فارغ ہو گیا۔ اور پانچ دس پندرہ یا سو آدمی رہ گئے تو ان کو الگ جماعت کرنے کی اجازت نہیں امام کا خطبہ سن لیں اور اگر خطبہ بھی ہو چکا ہو تو کچھ دیر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور استغفار کر لیں تسبیحات و تکبیرات پڑھتے رہیں۔ پھر دعا مانگ کر چلے جائیں اور یہ کام انفرادی طور پر انجام دیں اجتماعی طور پر کرنا بھی ٹھیک نہ ہوگا۔ وانظر دلیل عدم قضاء فی العنایہ علی فتح القدیر و الھدایہ ص ۴۲۸ من الجلد الاول۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

متعدد جگہوں پر نماز عید کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک قصبہ ہے جس کی مردم شماری تقریباً ۱۲۰۰ بارہ سو پر مشتمل ہے۔ جس میں ایک بڑے عرصہ سے یہ رواج چلا آ رہا ہے کہ لوگ عید کی نماز کے لیے عیدگاہ میں چلے جاتے ہیں تو سارے قصبہ کی عورتیں سنگار کے بعد بازار میں آتی ہیں۔ جو لوگوں کے واپس ہونے کے بعد بھی بازار سے نہیں نکلتیں۔ اس رسم کو بند کرنے کے لیے

چنداں کوشش کی گئی لیکن ناکامی کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوا- اب گذشتہ عید الاضحیٰ پر ایک مولوی صاحب نے عید کی رات لوگوں کو متنبہ کیا کہ اس رسم کو بند کرنے کے لیے کوئی عملی قدم اٹھانا چاہیے- لیکن کسی نے توجہ نہیں دی- آخر مولوی صاحب نے چیئرمین کی اجازت سے قصبہ کی جامع مسجد میں دوسری عید کی نماز پڑھائی جس میں ایک سو سے زیادہ لوگوں نے شرکت کی اور اس رسم کو بند کیا- اب عرض یہ ہے کہ کیا مولوی صاحب نے جو کام کیا ہے یہ از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟ اور کیا مولوی صاحب ثواب کے مستحق ہونگے یا نہیں؟

(نوٹ) دیگر یہ کہ اس وقت یہ پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ یہ مولوی صاحب نے عید کی دوسری جماعت بنا کر ایک نیا فتنہ برپا کیا ہے- اور لوگوں میں انتشار پیدا کر رہا ہے- لہٰذا اب ان دونوں پہلوؤں کو دیکھ کر ہمیں صحیح حل سے مطلع فرمادیں-

﴿ج﴾

عید کی نماز میں اگرچہ اولیٰ یہ ہے کہ تعدد نہ ہو- نیز یہ بھی اولیٰ ہے کہ شہر سے باہر ہو- شہر کے اندر مسجد میں نہ ہو- لیکن اس کے باوجود شہر کی مسجد میں دوسری نماز عید پڑھنی جائز ہے اگر ایک جائز طریق پر عمل کرنے سے اتنی بڑی برائی روک دی جائے تو اسے برا نہ کہا جائے- البتہ ایک دو سال کے بعد جب یہ رسم ختم ہو جائے تو پھر سے نماز یکجا کر کے پڑھی جائے- واللہ تعالیٰ اعلم

ریڈیو وغیرہ پر ہلال عید ورمضان کی اطلاع کا حکم؟

﴿س﴾

جناب محترم مفتی محمود صاحب مدرسہ قاسم العلوم السلام علیکم!

بعدہ عرض میداریم کہ در بارۂ رادیو وتلیگراف شمایان محترمان باتفاق خود علماء کرام در احسن الفتویٰ تحریر داشتہ اید کہ باخبار رادیو وتلیگراف وغیرہ آلات خبر رسانی کہ از حکومت اسلامی باشد روزہ وعید کردن جائز است وحال انکہ چہار سال درمرور است کہ از عربستان بذریعہ تلیگراف بافغانستان اعلان روزہ وعید مے شود- باز از افغانستان بذریعہ رادیو بتمام دنیا اعلان روزہ وعید می شود- وحال آنکہ جید علماء بلکہ حکومت پاکستان بر اعلان رادیو وتلیگراف روزہ وعید نمی کنند نمی دانیم کہ وجہ چیست کہ قول وفعل علماء کرام حکومت پاکستان مختلف است- بینوا توجروا بیانا شافیا کہ نزاع از بین علماء وزیرستان درمحو گردد--- فقط

﴿ج﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم- در فیصلہ علماء دراحسن الفتاویٰ ص ۳۴۹ ایں طور نوشتہ است کہ (۳) مجلس نے یہ بھی طے کیا ہے کہ اگر جماعت علماء حجاز کے سامنے تحت احکام شرع ہلال صوم یا فطر ثابت ہو جائے اور اس کا اعلان ریڈیو میں حاکم مجاز کی

طرف سے ہو تو اس کے حدود ولایت میں سب کو اس پر عمل کرنا لازم ہے- وعمل علماء پاکستان مخالف ایں فیصلہ نیست- زیرا کہ مملکت پاکستان بر حدود ولایت شاہ افغان داخل نیست ازیں وجہ اعلان ریڈیو مملکت افغانستان موجب عمل برائے پاکستانیان نباشد حسب فیصلہ علماء مذکورہ--- اما عدم عمل علماء بر اعلان ریڈیو مملکت پاکستان ازیں وجہ است کہ رؤیت ہلال کمیٹی پاکستان موجودہ اولاً مشتمل بر جماعت علماء نیست وثانیاً تحت احکام شرع فیصلہ نمی کنند وشہادت بطریق شرعی نمی گیرند- ازیں وجہ بر کمیٹی موجودہ علماء را اعتماد نیست ودر فیصلہ علماء تصریح است کہ ثبوت ہلال صوم وفطر او بروئے جماعت علماء مجاز تحت احکام شرع شود- پس اعلان او از جانب حاکم مجاز در ریڈیو شود- آن موجب عمل است واین شرائط تا حال اینجا موجود نیست لہٰذا قول وفعل علماء پاکستان باہم مختلف نیست- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

من خود داعی ومنتظم ایں مجلس بودم در مدرسہ قاسم العلوم ملتان مجلس علماء منعقد شدہ وآن چہ دراحسن الفتاویٰ درج است من اورا مرتب کردہ ام بغور مطالعہ فرمائید- ہیچ تخالف در قول وفعل علماء نیست- اگر حکومت مجلس علماء قائم وبطریق شرعی شہادت گرفتہ فیصلہ کنند- پس در حدود پاکستان عمل براں ضروری است وبس- خارج از ولایت حکمے نافذ نمے شود- محمود عفا اللہ عنہ-

''چاہ'' پر نماز عید کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ چاہ پر جس کے اوپر چند درختوں کا سایہ اور سات آٹھ گھروں کی آبادی ہے نماز جمعہ اور پنجگانہ نماز با جماعت کا بھی وہاں کوئی بندوبست نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے صرف عید کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اگر یہ نماز وہیں چاہ پر جو پڑھی گئی ہے اس میں یہ بھی کہا گیا ہو کہ فلاں جگہ جو قدیم الایام نماز جمعہ و جماعت وعیدین ہو رہی تھی اس کی جماعت عید نماز کو کم کرنے کی کوشش کی گئی ہو اور لوگوں کو جبراً وقہراً روکا گیا ہو کہ وہاں بالکل نہ جانا اگر کوئی گیا تو اس کو یہاں سے اٹھا دیا جائے گا-

(۳) اگر اس چاہ پر یا اس کے اردگرد کسی اور مقام پر ہمیشہ کے لیے نماز پڑھنا جاری رکھیں تو کیا حکم ہے یعنی جو نماز پڑھی جا چکی اس کا کیا حکم ہے اور اس کے بعد جو سلسلہ نماز کا جاری رکھیں اس کا کیا حکم ہے- بینوا بالبرھان توجروا عند الرحمٰن-

﴿ج﴾

(۱) قریہ میں نماز عید پڑھنا صحیح نہیں- بحر الرائق ص ۱۵۸ میں ہے **و افادان جمیع شرائط الجمعة وجوبا وصحة شرائط للعید الا الخطبة.**

(۲) جو نماز عید اس قریہ میں پڑھی جا چکی اور جو آئندہ پڑھی جاتی ہے یہ نفل مکروہ ہوں گی نماز عید نہ ہوں گی شامی

ج۱ صفحہ ۱۶۱ پر ہے- علی انه عید و الافهو نفل مکروه لا دائه بالجماعة- واللہ تعالیٰ اعلم

تکبیرات تشریق کن پر واجب ہیں؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ تکبیرات تشریق قریہ والوں پر بھی واجب ہیں یا شہر والوں پر واجب ہیں مدلل بیان فرمائیں-

﴿ج﴾

تکبیرات تشریق نماز جمعہ وعیدین کی طرح شہر والوں قصبات اور قریٰ کبیرہ والوں جہاں نماز جمعہ وعیدین فرض وواجب ہوں- ان جگہوں والوں پر جب کہ فرض نماز جماعت سے ادا کریں تو سلام پھیرنے پر ایک دفعہ جہر سے پڑھنا واجب ہے- الحاصل جو شرطیں نماز جمعہ کے لیے ہیں انھیں شرطوں سے یہ تکبیرات واجب ہیں- اور جن لوگوں پر نماز جمعہ فرض ہے ان پر واجب ہیں- لما روی البیهقی فی المعرفة وعبدالرزاق و ابوبکر بن ابی شیبة فی مصنفیهما موقوفا عن علی رضی الله تعالی عنه لا جمعة و لا تشریق ولا صلوة فطر و لا صلوة اضحی الا فی مصر جامع- الحدیث بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۹۷ واما بیان من یجب علیه فقد قال ابوحنیفة انه لا یجب الاعلی الرجال العاقلین المقیمین الاحرار من اهل الامصار المصلین المکتوبة بجماعة مستحبة فلا یجب علی النساء والصبیان والمجانین والمسافرین و اهل القری و من یصلی التطوع والفرض وحده- الخ- عالمگیری ج ۱ ص ۱۶۱ و اما شروطه فاقامة و مصر و مکتوبة و جماعة مستحبة هکذا فی التبیین- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نماز عید مساجد محلہ میں منعقد کرنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نماز عید محلہ کی مساجد میں (کہ جن میں سوڈیڑھ سو آدمیوں کا اجتماع ہوتا ہے) بلا کراہت درست ہے یا اس اجتماع عید کے بارہ میں شرعاً عظیم اجتماع مطلوب ہے اور اس اجتماع کے لیے کیا حد ہے نیز کیا عیدگاہ کا حدود شہر سے باہر ہونا مطلوب شرعی ہے اگر مطلوب شرعی ہے تو پھر موجودہ صورت میں ملتان شہر کی غالباً کوئی سی بھی عیدگاہ حدود شہر سے باہر نہیں کیونکہ اضافہ آبادی کی وجہ سے شہر ہر طرف چار چار پانچ پانچ میل سے زیادہ پھیل چکا ہے براہ کرم اس مسئلہ کی تفصیل دلائل وبراہین سے تحریر فرما کر عامہ مسلمین کی صحیح رهنمائی فرمائی جائے- بینوا توجروا

﴿ج﴾

معلوم ہو کہ آبادی سے باہر کی عیدگاہ میں نماز عید افضل ہونے پر احسن الفتاویٰ میں ص ۱۱۹ سے ص ۱۲۳ تک تقریباً چار صفحات پر مشتمل تفصیلی بحث کی ہے- جس کا خلاصہ یہ ہے- (۱) کہ ایک شہر میں کئی جگہ نماز عیدین ہونے میں کچھ حرج نہیں ہے- وتؤدی فی مصر واحد بمواضع کثیرة اتفاقا (الدر المختار علی هامش ردالمحتار باب العیدین (ج ا ص ۲۱۷)

(۲) سنت طریق کے موافق شہر سے باہر نماز عیدین ادا کرنا بہتر ہے- اور اس میں فضیلت ہے بہ نسبت شہر میں ادا کرنے کے- ثم خروجه- الخ- ای ماشیا الی الجبانة و هی المصلی العام (والخروج الیها) ای الی الجبانة لصلوة العید سنة... (درمختار) ای فی الصحراء (ردالمحتار) فتاویٰ دار العلوم میں ہے- وقد وقع النزاع بین العلماء فی عصرنا فی ان الخروج الی المصلی سنة ام مستحب فافتی اکثر هم بانه سنة مؤکدة و هذا هو القول المنقول الموافق لکتب الاصول والفروع المطابق لما علیه الجمهور و قیل انه مستحب و هو قول باطل لاوجه له و افرط بعضهم فقال انه واجب و هو قول مردود لا عبرة به و للتفصیل مقام اخر' انتهی- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عید کے روز گلے ملنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عید کے دن مصافحہ کرنا- معانقہ کرنا- ملنا ایک دوسرے کے پاس جانا جائز ہے یا بدعت ہے؟

﴿ج﴾

یہ عید کے روز نماز کے بعد معانقے اور مصافحے اور مبارکبادیاں سلف صالحین کے زمانہ میں نہیں تھیں- اس لیے اس کا ترک ہی مناسب ہے- فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نماز عید کے بعد ایک خطبہ پڑھنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام دریں مسئلہ کہ اگر عید کی نماز میں صرف ایک خطبہ پڑھا جائے تو نماز عید ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

﴿ج﴾

نماز عید ادا ہوگئی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نماز عید کا ایک خطبہ بھولے سے رہ گیا؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نماز عید الاضحیٰ میں چھ تکبیرات زوائد صحیح پڑھی گئیں۔ خطبۂ ثانیہ امام صاحب بھول گئے سامعین میں سے کسی نے یاد نہیں دلایا۔ دوسرے دن یاد دلایا۔ اور امام صاحب کو بھی یاد آ گیا۔ تو کیا خطبہ ثانیہ نہ پڑھنے کی وجہ سے نماز صحیح ہوئی یا نہ۔ اور اس کا گناہ کس پر ہے اور اس غلطی کا تدارک کیا ہے؟

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں نماز عید درست ہے۔ خطبہ رہ جانے سے نماز میں کوئی نقص نہیں آتا۔ کیونکہ خطبہ نماز عید کے لیے شرط نہیں۔ خطبہ کا تدارک نہیں ہوسکتا۔ سہو کی بنا پر کوئی مجرم نہیں۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک مسجد میں دو مرتبہ عید کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین محمدی و عارف بالفقہ الحنفی۔ مسئلہ مذکورہ ذیل میں کہ جس مسجد میں ایک بار نماز عید پڑھائی جائے تو پھر اسی ہی وقت میں کوئی دوسرا مولوی بعض لوگوں کو دوبارہ عید پڑھائے کیا یہ نماز جائز ہے یا نہیں بمع حوالہ جات کتب مستفیض فرمائیں۔

﴿ج﴾

اگر کوئی شخص یا متعدد افراد نماز عید سے رہ جائیں تو کوشش کریں کہ کسی دوسری جگہ جامع مسجد یا عیدگاہ جہاں جماعت ملنے کا امکان ہو پہنچیں۔ کیونکہ نماز عید ایک شہر میں متعدد جگہ ہوسکتی ہے اور اگر دوسری جگہ بھی نماز عید ملنے کا امکان نہ ہو تو اب نماز عید تنہا یا چند آدمیوں کا مل کر ادا کرنا جائز نہیں۔ یعنی اسی عیدگاہ میں جہاں ایک مرتبہ نماز عید ہو چکی ہو۔ بلکہ مستحب ہوگا کہ چار رکعت مثل صلوٰۃ ضحیٰ کے بغیر تکبیرات زائد کے پڑھ لیں۔ اور یہ صلوٰۃ ضحیٰ ہوگی۔ والدلیل علی جمیع ذالک قول صاحب الدر و محشیہ الدر المختار ص ۶۱۸ (و لا یصلیها وحده ان فاتت مع الامام) الی قوله۔ (و) لو امکنه الذهاب الی امام اخر فعل لانها (تودی بمصر) واحد (بمواضع) کثیرة (اتفاقاً) فان عجز صلی اربعاً

کالضحی قال فی الرد۔ ای استحبابا کما فی القهستانی ولیس هذا قضاء۔ الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عیدین میں نماز سے قبل خطبہ پڑھنے کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نماز عید سے پہلے خطبہ پڑھنا مشروع ہے یا کہ نہیں بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

نماز جمعہ میں خطبہ قبل از نماز اور عیدین میں بعد از نماز پڑھنا چاہیے۔ عیدین میں خطبہ قبل از نماز بدعت ہے۔ فقط واللہ اعلم

بھولے سے نماز عید کی زائد تکبیرات رہ گئیں؟

﴿س﴾

نماز عید کی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد قبل از قرأت تکبیرات زوائد امام کو بھول گئیں تشہد میں اس کو یاد آئیں۔ امام نے سجدہ سہو نہیں کیا شرعاً یہ نماز صحیح ہے یا نہیں؟ نماز عید میں ہزاروں کا اجتماع تھا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جبکہ ہزاروں کا اجتماع تھا تو امام نے بہتر کیا ہے کہ سجدہ سہو نہیں کیا شرعاً یہ نماز صحیح ہے کیونکہ مجمع کثیر ہو اور اس زمانے میں عام لوگوں کو دین کے احکامات و مسائل معلوم نہیں ہوتے' تو لوگوں کے فتنہ و فساد میں پڑ جانے کا قوی امکان ہے۔ مندرجہ ذیل عبارات اس پر دال ہیں۔

در المختار علی هامش رد المحتار ج ۱ ص ۵۵۶ (والسهو فی صلوة العید والجمعة والمکتوبة والتطوع سواء) والمختار عند المتاخرین عدمه فی الاولین لدفع الفتنة کما فی جمعة البحر و اقره المصنف و به جزم فی الدر الخ۔ شامی میں ہے۔ (قوله عدمه فی الاولین) الظاهر ان الجمع الکثیر فی ماسواهما کذالک کما بحثه بعضهم و کذا بحثه الرحمتی و قال خصوصا فی زماننا و فی جمعة حاشیة ابی السعود عن العزمیة انه لیس المراد عدم جوازه بل الاولی ترکه لئلا یقع الناس فی فتنة عالمگیری ج ۱ ص ۱۲۸ پر ہے۔ السهو فی الجمعة والعیدین والمتکوبة والتطوع واحد الا ان مشائخنا قالوا لا یسجد للسهو فی العیدین والجمعة لئلا یقع الناس فی فتنة کذا فی المضمرات۔ الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تکبیرات عیدین کی حیثیت؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نماز عید کی زائد تکبیرات واجب ہیں یا سنت یا مستحب اگر کوئی تکبیر چھوٹ جائے تو نماز عید ہو جاتی ہے یا نہیں اور سجدہ سہو ادا کرے یا نہ بینوا بالکتاب۔

﴿ج﴾

تکبیرات زوائد عیدین باتفاق ائمہ احناف واجب ہیں۔ قال فی العالمگیری ج ۱ ص ۱۶۱ فی الانفع تکبیرة الرکوع فی صلوة العیدین من الواجبات لانها من تکبیرات العید و تکبیرات العید واجبة الخ و قال فی الدرالمختار علی هامش الشامی ج ۱ ص ۳۴۶ ولها واجبات الی ان قال و تکبیرات العیدین۔ و کذا احدها و تکبیر رکوع رکعة الثانیة کلفظ التکبیر فی افتتاحه الخ ان تکبیروں میں سے ساری یا کوئی ایک تکبیر رہ جائے تو سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ عمداً ترک کرنے والا گناہ گار ہوگا لیکن کثرت ازدحام کی وجہ سے نہ کرنا بہتر ہے۔ قال فی العالمگیریه ص ۱۲۸ السهو فی الجمعة والعیدین والمکتوبة والتطوع واحد الا ان مشائخنا قالوا لا یسجد للسهو فی العیدین والجمعة لئلا یقع الناس فی فتنة کذا فی المضمرات ناقلا عن المحیط و قال فی الشامیة ج ۱ ص ۵۵۶ تحت قول صاحب الدر (و السهو فی صلوة العید والجمعة والمکتوبة والتطوع سواء) والمختار عند المتاخرین عدمه فی الاولین لدفع الفتنة کما فی جمعة البحر و اقره المصنف و به جزم فی الدرر قوله عدمه فی الاولین) الظاهر ان الجمع الکثیر فیما سواهما کذالک کما بحثه بعضهم و کذا بحثه الرحمتی و قال خصوصاً فی زماننا وفی جمعة حاشیة ابی السعود عن العزمیة انه لیس المراد عدم جوازه بل الاولی ترکه لئلا یقع الناس فی فتنة الخ قوله جزم فی الدرر) لکنه قیده محشیها الوانی بما اذا حضر جمع کثیر والافلا داعی الی الترک' والله تعالیٰ اعلم۔

شہر سے تین میل دور گاؤں میں نماز عید کا حکم؟

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گاؤں جو کہ شہر سے تقریباً تین میل دور واقع ہے کیا اس میں عید کی نماز ادا ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر ہو سکتی ہے تو پہلے بھی ایک آدمی جو کہ ظاہری طور پر سنت کا تارک ہے وہ نماز پڑھاتا ہے اب ایک دوسرا

آدمی جو کہ علم شریعت سے واقف ہے اور از سر نو شروع کرانا چاہتا ہے کیا اس کو شریعت اجازت دیتی ہے یا نہیں مفصل جواب سے مطلع فرمائیں۔

﴿ج﴾

جمعہ اور عیدین کے لیے مصر ہونا یا مصر کی طرح ہونا قصبہ ہو یا قریہ کبیرہ ضروری ہے۔ اسی طرح جو جگہ شہر کے مصالح کے لیے ہو یا آبادی تو الگ ہے لیکن اس میں اتصال ہو یعنی بستی اور شہر کے مکانات میں اتصال ہو تو ان جگہوں میں بھی نماز جمعہ فرض ہے۔ اور نماز عیدین واجب ہے۔ جو جگہیں شہر کے مصالح ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں جیسے تھانہ۔ سکول۔ گھوڑ دوڑ کا میدان۔ قبرستان۔ چونگی وغیرہ ان جگہوں کو فقہاء فناء مصر سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ بستی نہ تو مصالح مصر سے ہے اور نہ اس کے مکانات شہر سے متصل ہیں۔ اس لیے اس میں نماز عیدین واجب نہیں اور فناء مصر کی تعریف مسافة سے کرنا محققین کے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ علامہ شامی ج ۱ ص ۵۹۱ پر تحریر فرماتے ہیں۔ اعلم ان بعض المحققین اهل الترجیح اطلق الفناء عن تقدیره بمسافة الی ان قال فالقول بالتحدید بمسافة یخالف التعریف المتفق علی ما صدق علیه بانه المعد لمصالح المصر فقد نص الائمة علی ان الفناء ما اعدلدفن الموتی و حوائج المصر کرکض الخیل والدواب و جمع العساکر و الخروج للرمی و غیر ذلک۔

لہٰذا تین میل شہر سے دور واقع بستی میں نماز عیدین نہیں ہے۔ اگر پڑھیں گے تو نفل کی جماعت علی سبیل التداعی پڑھیں گے جو کہ مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔